

مؤسس

وارث علوم اعلیٰ حضرت نبیرۂ حجۃ الاسلام جانشین مفتی اعظم ہند جگر گوشۂ مفسر اعظم شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی الشاہ **محمد اختر رضا خان قادری ازہری** رحمۃ اللہ علیہ

جانشین تاج الشریعہ مفتی محمد عسجد رضا خان قادری بریلوی

مدیر اعلیٰ مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سُنّی دُنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

فائل 2007ء

جنوری، فروری، مارچ، مئی،
جون، جولائی، اکتوبر

خاص نمبر: صدر العلماء بریلوی نمبر

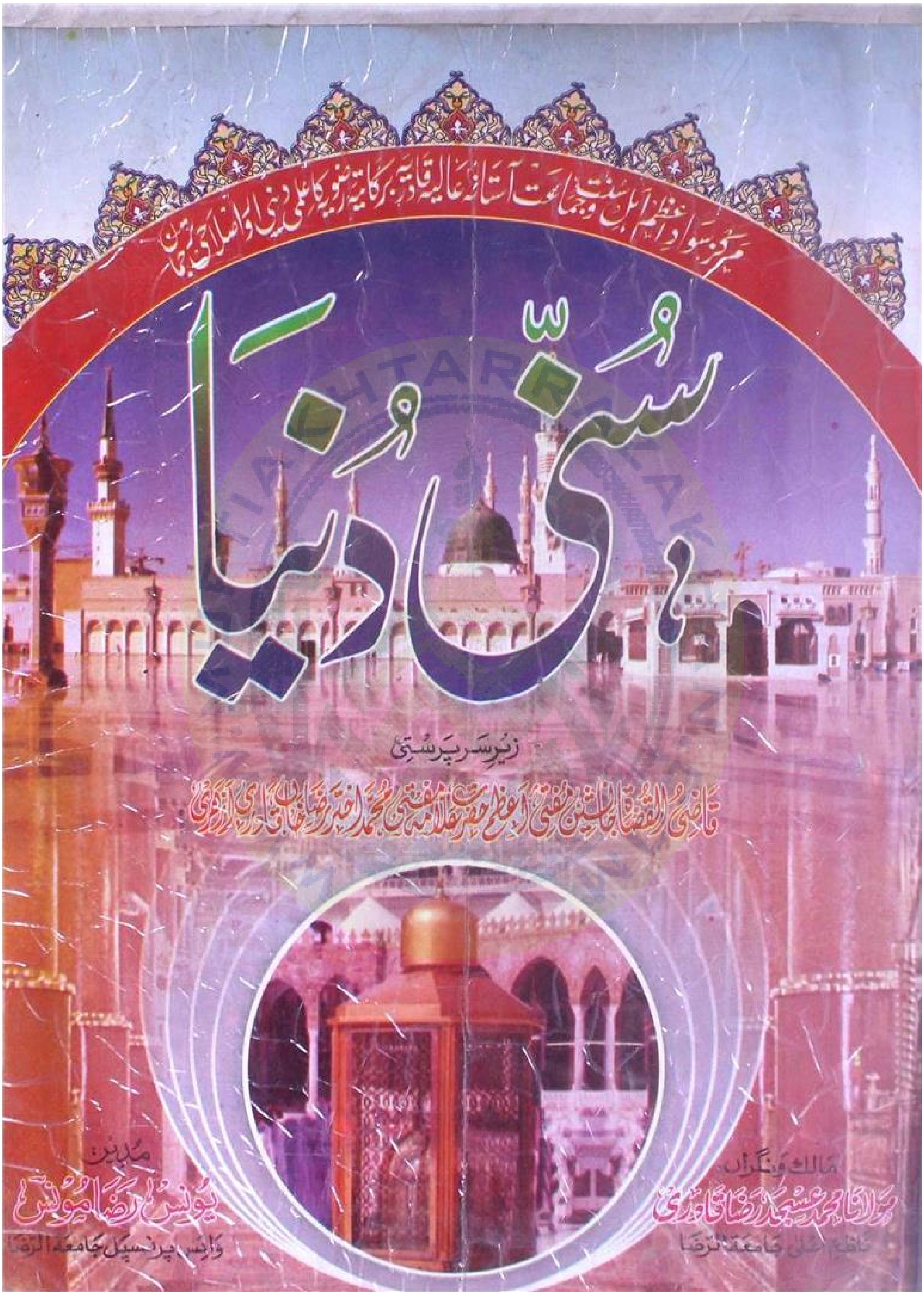
www.muftiakhtarrazakhan.com

پیشکش

تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

Taaj-al-Shari'ah Foundation, Karachi, Pakistan

0092 303 2886671 /makhtarraza1011


مرکز سواد اعظم اہل سنت وجماعت آستانۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی و اصلاحی ترجمان
سُنّی دُنیا
زیرِ سرپرستی
قاضی القضاۃ جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری
مدیر
یونس رضا مونس
وائس پرنسپل جامعۃ الرضا
مالک و نگراں
مولانا محمد سعید رضا قادری
ناظم اعلیٰ جامعۃ الرضا

مرکز سواد اعظم اہل سنت وجماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ

٧٨٦

علمی دینی اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ سُنّی دُنیا

جلد: ٢٧

شمارہ: ١

جنوری ۲۰۰۷ء

زیر سرپرستی: جانشین مفتی اعظم قاضی القضاۃ فی الہند حضرت علامہ مفتی **محمد اختر رضا** خاں قادری ازہری

مالک و نگراں: محمد عسجد رضا خاں قادری

مدیر: یونس رضا مونس

☆فی شمارہ: ١٠ روپے☆ زر سالانہ: ١٠٠ روپے☆ بیرونی ممالک: ٣٠٠ روپے☆ لائف ممبری: ٢٠٠٠ روپے☆

رابطہ کا پتہ

دفتر سنی دنیا ٨٢ رسوداگران بریلی شریف (یوپی) فون 0581-2458543 فیکس: 0581-2472166

W.site: markazeahlesunnat.com
W.site: hazrat.org

چیک یا ڈرافٹ بنام "اختر رضا خاں" یا "امام احمد رضا ٹرسٹ" بنائیں۔ مرکزی دار الافتاء کے لئے جوابی لفافہ ضرور روانہ فرمائیں۔

کمپوزنگ و ڈیزائننگ: عتیق احمد حشمتی (شُجاع مَلِک)

اَللّٰہُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا ⭐ نَحْنُ عِبَادُ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا

اشاریات

اسلام میں ایثار و قربانی کی اہمیت

اداریہ

یونس رضا مونس

اے میری قوم! کیا قربانی ظلم وستم کا موجب، بہیمیت و بربریت کا اسم ثانی، رسومات قدیمہ کی آواز بازگشت، رسم جاہلیت کا دوسرا نقشہ، قساوت قلبی کا مظہر ہے؟ حاشا وکلّا ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ قربانی کو مراسم قدیمہ اور تقویم پارینہ کی تقلید جور وستم کا قانون بتانا صریح عناد وتعصب ہے اسلامی قربانی کی روح وحقیقت سے آشنا افراد اچھی طرح جانتے ہیں کہ مخالفین کے یہ بے جا اعتراضات محض ان کی زودزبانی وقلم کی جولانی کا کرشمہ ہے ورنہ حقیقت سے ان اعتراضات کو دور دور کا بھی تعلق نہیں۔

اسلامی قربانی کا مقصد ظلم وستم یا لذت کام ودہن نہیں ہے۔ قربانی ایک طرف فنائے جسمانیت و بہیمیت کا درس دیتی ہے تو دوسری طرف ایک جلیل القدر پیغمبر علیہ السلام کے بے پناہ جذبۂ ایثار وخلوص وللّٰہیت سے مملو ایک اعلیٰ فعل کی یادگار قائم کرتی ہے۔ قربانی ایک نظریہ سے روح ایثار کی تکمیل کرتی ہے۔ تو دوسرے اصول میں علائق دنیاوی، محبت وشفقت کو بالائے طاق رکھ کر امتثال اوامر اور اجتناب نواہی کا جذبہ پیدا کرتی ہے۔ ایک جانب تسلیم ورضا کا پیکر بناتی ہے تو دوسری طرف کبر ونخوت کا شیش محل چکنا چور کرتی ہے۔

اسلام کی تعلیمات اور اس کے سارے اصول ومراسم روح ایثار وقربانی کو عملی جامہ پہنا کر اسے مجسم کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ اگر بنظر تعمق دیکھا جائے تو ایثار ہی ایسی چیز ہے جس کا حصول دنیا میں دشوار ترین امر ہے لیکن اگر یہ صفت حاصل ہو جائے تو انسان کے جملہ عیوب ونقائص کا قلعہ قمع کر کے اخلاق حسنہ اور مکارم عالیہ پیدا کر دیتی ہے اور یہی اصل مقصود اور اسلام کو مطلوب ہے۔

اسلامی تعلیمات روح ایثار سے لبریز ہیں، اسلام میں خودغرضی وخودنمائی اور نفس پرستی کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

نفس پرستی خواہ شخصی ہو، خاندانی وقومی ہو، ملکی خواہ جانی ہو یا مالی اسلام کی تعلیمات تمام باطل پرستیوں کو خدا پرستی میں تبدیل کر دیتی ہے۔ خدا پرستی کے سوا تمام پرستیوں کا قلع قمع کر دیتی۔

حضرات! اسلام کے ارکان اربعہ نماز وروزہ، زکوٰۃ وحج کو دیکھ لیجئے ایثار وقربانی سے لبریز نظر آئیں گے، جو شخصی نفس پرستی کو خاکستر کرنے میں آتش سوزاں سے زیادہ موثر ہے۔

ذرا دیکھئے! صبح کا سہانا وقت نسیم سحر کے خوشگوار جھونکے بیداران شب کو تھپک تھپک کر سلا رہے ہیں۔ موسم گرما کی رات کی صعوبتیں، گرمی کی کلفتیں ایک گونہ دور ہو چلی ہیں۔

جنہوں نے رات بھر بستر مصیبت پر کروٹیں بدلی اور اختر شماری کی ہیں اور اس وقت کچھ کچھ خواب سے ہم آغوش ہو چلے ہیں نفس پرستی اور آرام طلبی کا تقاضا ہے کہ تھوڑی دیر اس خنک اور ٹھنڈی ہوا میں نیند کے مزے لے کر اپنے جسم و جاں و قلب و روح کو آرام پہنچایا جائے لیکن اسی وقت حاضری دربار الٰہی کا اعلان ہوتا ہے، مؤذن کی رس گھولتی حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح، الصلوٰۃ خیر من النوم کی شیریں صدا کانوں سے ٹکراتی ہے۔ اور اسلام کے جیالے راحت وسکون کو لات مار کر اٹھ بیٹھتے ہیں اور حاضر بارگاہ ایزدتعالیٰ ہوکر سجود نیاز نذر کرتے ہیں۔ موسم سرما کی یخ بستہ فضا سرد لہریں جو رگوں کا خون منجمد کئے دیتی ہیں۔

یہ بھی پیروان اسلام کے پیروں کی زنجیر نہیں بن پاتی ہیں، جونہی الصلوٰۃ کی صدا بلند ہوتی ہے ایثار و خلوص کی تعلیمات سے بہرہ ور مسلمان حاضر دربار الٰہی ہوتا ہے۔

اسی طرح دو پہر کے وقت تھکے ماندے لوگ آرام کرنا چاہتے ہیں سہ پہر و شام کو کاروباری معاملات میں الجھے رہنا قہوہ خانوں کو آباد کرنا اور خوش گپوں میں مشغول رہنا پسند کرتے ہیں رات کو دن بھر کی صعوبتوں سے پریشان آرام کی نیند سو جانا چاہتے ہیں۔ لیکن ان اوقات میں جونہی متبعین اسلام کو نماز کی تلقین کی جاتی ہے ساری مصروفیات مصائب و آلام ضروریات و مقتضیات کو بالائے طاق رکھ کر حاضر دربار جل وعلا ہوتے ہیں۔

الغرض متبعین اسلام میں روح ایثار پیدا کرنے کے لئے ایک دن میں پانچ وقت تلقین کی جارہی ہے تاکہ اپنی راحت اپنا آرام قربان کرتے کرتے اپنی جان عزیز کو بھی راہ خدا میں قربان کرنے کو تیار ہوسکیں۔

نماز ہی کی طرح روزہ بھی نفس پرستی کا قلع قمع کرنے پر صبر وتوکل کی قربانی پیش کرنے میں کلیدی رول ادا کرتا ہے۔ شکم سیری عیش وعشرت کی طرف لے جاتی ہے قساوت قلبی پیدا کرتی ہے دنیا میں جس قدر افعال قبیحہ کا صدور ہوتا ہے اس میں سے اکثر شکم سیری اور تنعم کے باعث ہوتا ہے۔ اسی طرح فقر وفاقہ بھی شکم سیری کی طرح ارتکاب جرائم پر مجبور کرتی ہے۔ لیکن آسودگی میں فقر و فاقہ اور فاقہ میں صبر و قناعت کی عادت ہو تو انسان جامہ انسانی اتار کر پیکر حیوان نہیں بن سکتا جو ایثار کا سنگ بنیاد اور افعال حسنہ کا سرچشمہ ہے۔ اور اسی سرچشمۂ ایثار کے حصول کے لئے حکیم مطلق نے روزہ کو متبعین اسلام پر فرض کیا۔

شکم سیری و درماندگی کی طرح مال و دولت کی ہوس بھی افعال قبیحہ کا مرتکب بناتی ہے۔ اور کبھی یہ ہوس انسان کو اپنی قعر بہیمیت میں گراتی ہے کہ اس کے لئے لفظ انسان کا استعمال انسانیت کا استہزاء ہی نہیں بلکہ شرافت انسانی کا خون اور توہین محض ہے۔ مسلمانوں کو مال و دولت کی ہوس کی لعنت سے دور کرنے راہ خدا میں خرچ کرنے اور بنی نوع انسان کی معاونت کے لئے زکوٰۃ واجب کی گئی جس نے ان مقاصد حسنہ کو بدرجہ اتم مکمل کیا۔

اسلام کے یہ تینوں ارکان لمحہ بہ لمحہ، ماہ بماہ، سال بسال جذبۂ ایثار پیدا کرتے ہیں اور انسان کو ہر طرح کی جسمانی روحانی اور مالی ایثار کا عادی بناتے ہیں۔

مذہب اسلام کی فطریت پر نظر کیجئے کہ جانی و مالی قربانی سال میں صرف ایک دفعہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ یہ قربانی نماز کی طرح روز واجب نہیں کی گئی کیونکہ نماز بدنی قربانی ہے جو اس قدر سہل ہے کہ روزانہ انسان زیادہ مشکل اٹھائے بغیر انجام دے سکتا ہے لیکن روزہ، زکوٰۃ میں جو

قربانی ہے وہ روح ایثار کی نشو ونما پر مبنی ہے اگر ایکدم تمام بار رکھ دیئے جاتے تو ان پر عمل دشوار ہو جاتا۔ اور یہ بات بندے کے حق میں مفید ہونے کے بجائے مضر ہو جاتی۔ اس لئے سہل سے شروع کرتے ہوئے آہستہ آہستہ ایثار کا عادی بنا کر مشکل ترین آثار کا حکم دیا گیا۔

یعنی جب انسان جانی و مالی قربانی کا عادی ہو گیا تب اسے ایسے ایثار کا مکلف بنایا گیا جس میں تمام قربانیاں جمع ہو گئیں اور وہ اسلام کا رکن حج ہے۔ جس میں بدنی جانی و مالی حتی کہ خاندانی قومی ملکی قربانی بھی حج سے تکمیل پاتی ہے۔ کیوں کہ دوران حج میں پابندی نماز جسمانی قربانی ہے، مالی قربانی محتاج تصریح نہیں۔ ایک حاجی جسم و جان پر مصیبتیں برداشت کر کے مال و دولت خرچ کر کے۔ اعزہ و اقارب سے علیحدہ ہو کر اپنی جماعت کو چھوڑ کر اپنی قوم کو الوداع کہہ کر ملک سے رخصت ہو کر ایک ایسی جگہ جا رہا ہے جہاں وہ بنی نوع انسانی کا ایک فرد متصور ہو گا وہاں اس کا دل نوعی ہمدردی سے مملو ہوتا ہے۔ ذاتی تفاخر قومی و ملکی امتیاز کو اپنے اپنے پیرہن کے ساتھ میلوں پہلے علیحدہ کر دیتا ہے۔ بنی نوع انسان ایک ہی لباس میں ایک ہی وضع میں ایک ہی جگہ پر بلا امتیاز قوم و نسل، ملک و زمین ہمدردی کرنے کو تیار ہے اور اس سے اعلیٰ و اکمل یہ کہ دوران حج وہ کسی جانور کو بھی دائرہ شریعت سے باہر تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔ یعنی نوعی ہمدردی تو ذکر کیا وہ غیر نوع سے بھی ہمدردی کو تیار ہوتا ہے بلکہ ایسی ہمدردی کا اپنے عمل سے ثبوت بھی دے رہا ہے۔ اور خالق اکبر کے حضور اپنے عملی ایثار کا ثبوت پیش کر رہا ہے۔

آپنے دیکھا کہ ارکان اربعہ میں ایثار کا حصہ غالب ہے بلکہ روح رواں کے مثل ہے۔ اگر مذہب کی ایسی پر اثر تعلیمات پر مخالفین باطل اور لا یعنی اعتراضات کر کے ان کو رسومات قدیمہ کی آواز بازگشت بتانے کا خیال کریں تو جنون و نادانی بلکہ صریح عناد و تعصب پر مبنی ہو گا۔ مخالفین قربانی کو قساوت قلبی، ظلم و ستم کا موجب بہیمیت بربریت کا اسم ثانی کہتے ہیں اگر اسلامی قربانی کی حقیقت اور اس کا اگر تعمق نظری سے مطالعہ کیا جائے تو یہ اعتراضات "ھبـــاء منثـورا" ہو کر رہ جاتے ہیں۔ کیوں کہ قربانی میں صفات بہیمی سے رستگاری قدسی صفات اور روحانی طاقتوں کی افزودگی تزکیہ نفوس کی بالیدگی علائق دنیوی سے قطع تعلق روح ایثار کی تازگی پیدا کرتی ہے۔ جس مذہب میں جانور کو بھی بے حکم خداوندی تکلیف پہنچانا ممنوع ہے اسی مذہب کا قربانی کا حکم دینا تکمیل روح ایثار اور فنائے حیوانیت کا حکیمانہ درس عبرت نہیں تو اور کیا ہے۔

ہر بات کی اچھائی یا برائی اس کے غرض و غایت سے متعلق ہوتی ہے۔ مثلاً جنگ کے اچھے برے دونوں پہلو ہیں۔ اب اگر غرض صحیح کی تکمیل مثلاً عاجز و کمزور کی حمایت مقصود ہو تو آلات حرب کے استعمال کا اس سے بہتر مصرف کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ اگر آدمی آلات حرب اغراض قبیحہ مذمومہ کے لئے اٹھائے تو اس سے مذموم دوسری نہیں ہو سکتی۔ بالکل اسی طرح قربانی سے مطلب اپنی حیوانیت کو قتل کرنے کا جذبہ پیدا کرنا بلکہ اس کو عملی طور پر کر دکھانا ہے تو غرض محمود ہے لیکن اس سے حصول رضائے الٰہی کے علاوہ کوئی قبیح غرض پیش نظر ہے تو بے شک وحشت و بربریت۔ ظلم و ستم و قسی القلبی ہے۔

الغرض اسلامی قربانی سے مقصود حصول لذت کام و دین ہے نہ ظلم و ستم، مقصود اصلی صرف اور صرف رضائے الٰہی ہے اور بس……

تجلیات نعت

حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو

آبِ زم زم تو پیا خوب بجھائیں پیاسیں
آؤ جود شہ کوثر کا بھی دریا دیکھو

زیر میزان ملے خوب کرم کے چھینٹے
ابرِ رحمت کا یہاں زور برسنا دیکھو

دھوم دیکھی ہے درِ کعبہ پہ بے تابوں کی
ان کے مشتاقوں میں حسرت کا تڑپنا دیکھو

خوب آنکھوں سے لگایا ہے غلاف کعبہ
قصر محبوب کے پردے کا بھی جلوہ دیکھو

واں مطیعوں کا جگر خوف سے پانی پایا
یاں سیہ کاروں کا دامن پہ مچلنا دیکھو

غور سے سن تو رضؔا کعبہ سے آتی ہے صدا
میری آنکھوں سے مرے پیارے کا روضہ دیکھو

حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی

جھکے نہ بارِ صد احساں سے کیوں بنائے فلک
تمہارے ذرے کے پرتو ستار ہائے فلک

یہ خاکِ کوچۂ جاناں ہے جس کے بوسہ کو
نہ جانے کب سے ترستے ہیں دید ہائے فلک

یہ ان کے جلوے کی تھیں گرمیاں شب اسریٰ
نہ لائے تاب نظر بھکے دید ہائے فلک

قدم سے ان کے سر عرش بجلیاں چمکیں
کبھی تھے بند کبھی وا تھے دید ہائے فلک

میں غم نصیب بھی تیری گلی کا کُتا ہوں
نگاہِ لطف ادھر ہو نہ یوں ستائے فلک

یہ کس کے دَر سے پھرا ہے تو نجدیٔ بے دیں
بُرا ہو تیرا ترے سر پہ گر ہی جائے فلک

جو نام لے شہِ عرش بریں کا تو اخترؔ
بصد ادب پئے تسلیم سر جھکائے فلک

ترجمہ: (کنزالایمان)
اعلیٰ حضرت
امام احمد رضا
فاضل بریلوی
علیہ الرحمۃ والرضوان

ضیائے قرآن

تفسیر: (خزائن العرفان)
صدر الافاضل
مولانا نعیم الدین
مرادآبادی
علیہ الرحمۃ والرضوان

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

سورہ آل عمران مدنی ہے اور اس میں دوسو آیتیں اور بیس رکوع ہیں

بیشک وہ جو کافر ہوئے **فا۲** ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ سے انہیں کچھ نہ بچا سکیں گے اور وہی دوزخ کے ایندھن ہیں جیسے فرعون والوں اور ان سے اگلوں کا طریقہ انہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں تو اللہ نے ان کے گناہوں پر ان کو پکڑا اور اللہ کا عذاب سخت۔ فرمادو کافروں سے کوئی دم جاتا ہے کہ تم مغلوب ہوگے اور دوزخ کی طرف ہانکے جاؤ گے **ف۲۲** اور وہ بہت ہی برا بچھونا، بیشک تمہارے لئے نشانی تھی **ف۲۳** دو گروہوں میں جو آپس میں بھڑ پڑے **ف۲۴** ایک جتھا اللہ کی راہ میں لڑتا **ف۲۵** اور دوسرا کافر **ف۲۶** کہ انہیں آنکھوں دیکھا اپنے سے دونا سمجھیں اور اللہ اپنی مدد سے زور دیتا ہے جسے چاہتا ہے **ف۲۷**

تو جس کے دل میں کجی ہو وہ ہلاک ہوگا او جو تیرے منت و احسان سے ہدایت پائے وہ سعید ہوگا نجات پائے گا **مسئلہ:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ کذب منافی الوہیت ہے لہٰذا حضرت قدوس قدیر کا کذب محال اور اس کی طرف اس کی نسبت سخت بے ادبی (مدارک وابوالسعود وغیرہ)۔ **فا۲** رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منحرف ہوکر۔ **ف۲۲** **شان نزول** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب بدر میں کفار کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شکست دے کر مدینہ طیبہ واپس ہوئے تو حضور نے یہود کو جمع کر کے فرمایا کہ تم اللہ سے ڈرو اور اس سے پہلے اسلام لاؤ کہ تم پر ایسی مصیبت نازل ہو جیسی بدر میں قریش پر ہوئی تم جان چکے ہو میں نبی مرسل ہوں تم اپنی کتاب میں یہ لکھا پاتے ہو اس پر انہوں نے کہا کہ قریش تو فنون حرب سے نا آشنا ہیں اگر ہم سے مقابلہ ہوا تو آپکو معلوم ہو جائے گا کہ لڑنے والے ایسے ہوتے ہیں اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور انہیں خبر دی گئی کہ وہ مغلوب ہوں گے اور قتل کئے جائیں گے، گرفتار کئے جائیں گے ان پر جزیہ مقرر ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز میں چھ سو کی تعداد کو قتل فرمایا اور بہتوں کو گرفتار کیا اور اہل خیبر پر جزیہ مقرر فرمایا۔ **ف۲۳** اس کے مخاطب یہود ہیں اور بعض کے نزدیک مؤمنین جمل۔ **ف۲۴** جنگ بدر میں۔ **ف۲۵** یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب ان کی کل تعداد تین سو تیرہ تھی ستتر مہاجر اور دوسو چھتیس انصار مہاجرین کے صاحب رأیت حضرت علی مرتضیٰ تھے اور انصار کے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کل لشکر میں دو گھوڑے ستر اونٹ چھ زرہ آٹھ تلواریں تھیں اور اس واقعہ میں چودہ صحابہ شہید ہوئے چھ مہاجر اور آٹھ انصار **ف۲۶** کفار کی تعداد نو سو پچاس تھی ان کا سردار عتبہ بن ربیعہ تھا اور ان کے پاس سو گھوڑے تھے اور سات سو اونٹ اور بکثرت زرہ اور ہتھیار تھے۔ جمل **ف۲۷**

(باقی)

بہارِ حدیث — قربانی

(از: شہزادۂ حضور تاج الشریعہ حضرت مولانا **محمد عسجد رضا خاں** قادری بریلی شریف)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: جس کا ہاتھ پہونچتا ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہرگز ہماری مسجد کے پاس نہ آئے۔ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: بیشک قربانی کے جانوروں میں افضل وہ جانور ہے جو قیمتی اور تندرست ہو۔۱۲۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: پوری عمر والے جانور کی قربانی کرو مگر جب دشوار ہو تو بھیڑ کا چھ ماہ والا بچہ بھی ذبح کر سکتے ہو۔۱۲۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ اونٹ اور گائے ہر بدنہ میں سات سات آدمی شریک ہو جائیں۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حج وعمرہ میں ہم حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ قربانی کے ایک ایک ڈیل دار جانور میں سات سات آدمی شریک ہوئے کسی نے ان سے پوچھا، کیا گائے کی قربانی میں بھی اتنے ہی آدمی شریک ہو سکتے ہیں؟ فرمایا: گائے بھی تو بدنہ ہی میں داخل ہے۔ امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سو اونٹ قربانی کر کے مجھے گوشت تقسیم کرنے کا حکم دیا تو میں نے اس کو بانٹ دیا۔ پھر مجھے حکم ملا کہ جھولیں خیرات کروں تو وہ بھی میں نے تقسیم کر دیں۔ پھر حکم ملا کہ کھالیں بھی بانٹ دو تو میں نے ان سب کو بھی تقسیم کر دیا۔۱۲۔ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے قربانی کے اونٹوں کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ گوشت تقسیم کروں تو میں نے بانٹ دیا۔ پھر مجھے حکم ملا تو میں نے ان کی جھولیں اور کھالیں تقسیم کر دیں۔۱۲۔ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے قربانی کے اونٹوں کے پاس کھڑے ہونے کا حکم فرمایا اور حکم دیا کہ سارے اونٹوں کا گوشت، جھولیں اور کھالیں سب تقسیم کر دوں۔ اور ان کی اجرت میں قصاب وغیرہ کو ان میں سے کچھ نہ دوں۔۱۲۔ حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے ہدی کے جانوروں پر بیش قیمت مصری نرم و نازک کپڑوں اونی چادروں اور دوسرے عمدہ کپڑوں کی جھولیں ڈالتے۔ قربانی کے بعد ان کو خانۂ کعبہ کا غلاف بنانے کے لئے بھیج دیتے تھے۔۱۲۔ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ جب کعبۂ مقدسہ پر غلاف چڑھادیا گیا۔ تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ہدی کے جانوروں کی جھولوں کا کیا کرتے تھے؟ فرمایا: صدقہ کر دیا کرتے تھے۔۱۲۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی ہدی کے جانوروں پر اونی اور یمنی چادروں کی جھولیں ڈالتے جب وہ جانور مدینہ سے باہر آتے تو ان کو اتار لیتے اور تہہ کر کے رکھ لیتے۔ پھر جب عرفہ کا دن آتا تو انکو پہناتے اور جب قربانی ہوتی تو ان جھولوں کو خیرات کر دیتے۔۱۲

(فتاویٰ رضویہ)

☆مصدقہ☆

جانشین حضور مفتی اعظم ہند فقیہ اسلام تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں
قادری ازہری دامت برکاتہم العالیہ قدسیہ

فتاویٰ مرکزی دارالافتاء

حنفی علماء سے سوالات کے دنداں شکن جوابات

از: علامہ مفتی قاضی محمد عبد الرحیم بستوی، چیف مفتی مرکزی دارالافتاء بریلی شریف

(۱) رفع یدین کب منسوخ ہوا؟

(۲) اگر رفع یدین منسوخ ہے (جیسا کہ علمائے احناف کہتے ہیں) تو پھر کیا وجہ ہے کہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں امام مسلم نے صحیح مسلم میں صرف رفع یدین ہی کی روایتیں نقل کی ہیں؟

(۳) بخاری شریف اور مسلم شریف میں رفع یدین کی روایتیں تین صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہیں (الف) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو حضور کے وصال تک آپ کے ساتھ مدینہ ہی میں رہے۔ یہاں تک کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے انتقال کے بعد ۶۳ سال تک زندہ رہے اور مدینہ منورہ ہی میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال (تاریخ صغیر البخاری) سے ظاہر ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کا اور تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عمل دیکھا اور اسکے بعد رفع یدین کی روایت آپ نے اپنے بیٹے سالم سے بیان کیا اور سالم نے امام زہری سے امام زہری نے امام مالک سے امام مالک نے عبد اللہ بن مسلمہ سے اور عبد اللہ بن مسلمہ نے امام بخاری سے رفع یدین کی روایت بیان کی۔ اس حدیث کی سند کے تمام راوی مدینہ ہی کے ہیں۔ اگر رفع یدین منسوخ ہوتا تو ان لوگوں کو ضرور علم ہوتا کیونکہ مدینہ تو اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آماجگاہ تھی (ب) دوسری روایت بخاری و مسلم میں مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے جو کہ ۹ھ میں ایمان لائے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قبیلے کے بیس نو جوانوں کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں بیس دن قیام کیا اور حضور ﷺ کے ایک ایک عمل کو دیکھتے رہے ۱۰ھ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا۔

اب سوال یہ ہے کہ اس دوران رفع یدین منسوخ ہوا؟ جب کہ مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کے انتقال سے چھ یا سات مہینے قبل حضور ﷺ کو رفع یدین سے نماز پڑھتے دیکھا اور روایت بیان کی۔ (ج) تیسری روایت وائل بن حجر سے ہے جو کہ یمن کے شہزادے تھے۔ یہ بھی ۹ھ میں مدینہ تشریف لائے اور حضور ﷺ کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رفع یدین سے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ (بخاری و مسلم)

(۴) اگر رفع یدین منسوخ ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ امام ترمذی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ترمذی شریف میں ۱۹ صحابہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہم کے نام ذکر کئے ہیں جن سے رفع یدین کی روایتیں ہیں۔ ان میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابو ہریرہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر جیسے عظیم المرتبت صحابہ ہیں۔ کیا ان لوگوں کو رفع یدین کی منسوخیت کا علم نہیں ہوا؟

ترمذی ہی میں امام ترمذی نے امام ابوحنیفہ کے شاگرد امام عبداللہ بن مبارک کا قول نقل کیا ہے "ثابت ہوئی ہے حدیث اس شخص کی جو رفع یدین کرتے ہیں اور نہیں ثابت ہوئی ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی"۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ امام ترمذی بھی اسی کے قائل ہیں کہ رفع یدین بلا شبہ سنت ہے منسوخ نہیں ہے پھر علمائے احناف اسے منسوخ کیوں قرار دیتے ہیں؟

(۵) امام بخاری نے اپنے رسالہ جز "رفع یدین" میں یہ قول فیصل درج کیا ہے کہ حضور کے ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کسی بھی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رفع یدین ترک کرکے نماز پڑھنا ثابت نہیں ظاہر ہے کہ امام بخاری جو کہ امام المحدثین ہیں اس مسئلہ میں انہوں نے فیصلہ بلا وجہ اور بلا دلیل نہ لکھا ہوگا جبکہ امام بخاری احادیث کے لئے تمام بلاد اسلامیہ کا سفر کیا اور چھ لاکھ حدیثیں آپ نے جمع کیں تو کیا امام بخاری کا یہ قول درست نہیں ہے؟

(۶) احادیث کو جمع اور مرتب کرنے والے تمام محدثین مثلاً امام بخاری، امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہما، امام ترمذی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام مالک، امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما، امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، دارقطنی، امام ابی شیبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، امام بیہقی، امام ابوعوانہ، امام حمیدی، امام داؤد ظاہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم وغیرہ تمام ہی نے رفع یدین (عندالرکوع) کو سنت تسلیم کیا ہے۔ نامنسوخ اور ان تمام محدثین نے اپنی اپنی تصنیفات میں رفع یدین کی روایتیں نقل کی ہیں تو کیا یہ تمام محدثین رفع یدین کے معاملے میں غلطی پر ہیں؟

(۷) کیا وجہ ہے کہ حنفی مدارس میں احادیث کی کتب میں سے بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، اور ابوداؤد تو پڑھائی جاتی ہیں لیکن علمائے احناف جب اپنا مسلک ثابت کرنے پر اتر آتے ہیں تو طحاوی، ابوعوانہ ابن ابی شیبہ، بیہقی وغیرہ ایسی کتب حدیث کا حوالہ دیتے ہیں جنکی روایتیں اکثر ثابت نہیں ہوتیں اور نہ ہی یہ کتابیں حنفی مدارس میں پڑھائی جاتی ہیں۔

(۸) امام ابوحنیفہ کا صرف ایک قول بیان کیجئے کہ جس میں آپ نے اپنی تقلید کرنے کا حکم دیا ہو۔

(۹) کیا تقلید شخصی کا رواج خیر القرون (صحابہ، تابعین، تبع تابعین) کے زمانے میں تھا؟

(۱۰) کیا چاروں اماموں نے اپنے ماننے والوں کو اپنی تقلید کرنے کا حکم دیا تھا؟ اگر ہاں تو دلیل دیجئے اگر "نہیں" تو پھر کیا وجہ ہے کہ انکی تقلید کی جاتی ہے۔

(۱۱) اگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تابعین اور تبع تابعین تقلید شخصی نہیں کرتے تھے تو وہ مقلد ہوئے یا غیر مقلد؟

(۱۲) جو شخص براہ راست قرآن وحدیث کا مطالعہ کر سکتا ہو تو کیا اسکے لئے بھی تقلید ضروری ہے؟

(۱۳) تقلید سنت ہے؟ واجب ہے؟ فرض ہے؟ مستحب ہے؟

(۱۴) کیا حنفی، شافعی، مالکی حنبلی چاروں مسلک برحق ہیں؟

(۱۵) اگر یہ مسالک برحق ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ایک ہی عمل ایک مسلک میں جائز اور دوسرے مسلک میں ناجائز ہے؟ مثلاً سورۂ فاتحہ کا نماز میں امام کے پیچھے پڑھنا امام

شافعی کے نزدیک مقتدی پر سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔ اگر کوئی شخص نہ پڑھے تو اسکی نماز ہی نہ ہوگی جبکہ حنفی مسلک میں اسکے بالکل ہی الٹ ہے۔ اگر کوئی شخص امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھ لے تو اسکی نماز باطل، اسکے باوجود یہ دعویٰ ہے کہ دونوں برحق ہیں۔ مگر کیسے؟

(۱۶) امام شافعی نے اپنی تصنیف کتاب الام میں لکھا ہے کہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنا واجب ہے جو شخص جان بوجھ کر رفع یدین ترک کر دے اسکی نماز باطل ہے کیوں کہ رفع یدین ترک کر کے نماز پڑھنا حضور ؐ سے ثابت نہیں ہے جبکہ حنفی مسلک میں اسکے بر خلاف رفع یدین (عند الرکوع) منسوخ ہے۔ اور منسوخ پر عمل کرنا جائز نہیں ہے حنفی، شافعی اس معاملے میں ایک دوسرے کے خلاف ہیں اور دعویٰ یہ کہ دونوں برحق بھی ہیں۔ کیسے؟

(۱۷) کیا حضور ؐ نے مرد کو زیر ناف اور عورت کو سینے پر ہاتھ باندھنے کا حکم دیا تھا؟ کوئی ایک صحیح اور صریح حدیث بیان کیجئے۔

(۱۸) کیا حضور ؐ نے تکبیر تحریمہ کے وقت مرد کو کانوں کی لوتک اور عورت کو شانوں تک رفع یدین کرنے کا حکم دیا تھا؟

(۱۹) کیا مرد اور عورت کی نماز میں فرق ہے؟ کوئی ایک صحیح حدیث بیان کیجئے۔

(۲۰) کیا حضور ؐ وضو میں گردن کا مسح ہتھیلی کی پشت سے کیا کرتے تھے؟ کوئی ایک صحیح حدیث بیان کیجئے۔

(۲۱) کیا حضور ؐ وتر کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت سے پہلے رفع یدین کرتے تھے؟ کوئی ایک صحیح حدیث بیان کیجئے۔

(۲۲) کیا فرض نماز کے بعد اجتماعی دعاء سنت ہے؟ کوئی ایک صحیح حدیث بیان کیجئے۔

(۲۳) کیا حضور نے صحابہ ؓ کو نماز میں رفع یدین کرتے دیکھ کر کہا تھا کہ "نماز میں سرکش گھوڑوں کی دم کی طرح ہاتھ کیوں اٹھاتے ہو؟" جبکہ یہی عمل تکبیر تحریمہ کے وقت کیا جاتا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ جو عمل حضور خود کرتے ہوں صحابہ ؓ کو کرتے دیکھ کر اتنے سخت الفاظ سے منع فرمایا ہو؟ اگر رفع یدین اتنا ہی ناپسندیدہ عمل ہے تو حنفی مسلک میں وتر کی تیسری رکعت میں ایک بار اور عیدین کی نمازوں میں چھ چھ بار کیوں کیا جاتا ہے؟ اگر یہ حدیث رفع یدین کی منسوخیت میں ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ فن حدیث کے ماہرین امام مسلم امام ابوداؤد، امام نسائی نے اس کو تشہد کے باب میں پیش کیا ہے نہ کہ رفع یدین کی منسوخیت میں ہے؟

منجاب — الشبان المسلمین
موتی پورہ، مالے گاؤں

تنبیہ ضروری :- سوال میں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جگہ ؐ لکھا ہے یہ سخت ناجائز ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں پہلا وہ شخص جس نے درود شریف کا ایسا اختصار کیا اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ علامہ سید طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں "فتاویٰ تاتارخانیہ" سے منقول ہے من کتب علیه السلام بالهمزة والميم يكفر لانه تخفيف و تخفيف الانبياء كفر" یعنی کسی نبی کے نام پاک کے ساتھ درود یا سلام کا ایسا اختصار لکھنے والا کافر ہو جاتا ہے کہ یہ ہلکا کرنا ہوا اور معاملہ شان انبیاء سے متعلق ہے اور انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی شان کا ہلکا کرنا ضرور کفر ہے اور شک نہیں کہ اگر معاذ اللہ تقید استخفاف شان ہو تو قطعاً کفر ہے حکم مذکور اسی صورت کے لئے ہے اور جو لوگ محض کسل کاہلی نادانی و جاہلی میں ایسا کرتے ہیں وہ اس حکم کے مستحق نہیں مگر بے برکتی بیدولتی کم بختی میں شک نہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہم کے نام کے ساتھ بجائے رضی اللہ تعالیٰ عنہ ؓ بھی لکھنا مکروہ و باعث محرومی ہے علامہ سید طحطاوی فرماتے ہیں: یکرہ

الرمز بالترضی بالکتابة بل یکتب ذٰلك كله بكماله ،امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں:ومن اغفل هذا حرم خیراعظیما وفوت فضلا جسیما. جواس سے غافل ہوا خیر عظیم سے محروم رہا اور بڑا فضل اس سے فوت ہوا والعیاذ باللّٰہ تعالیٰ۔

الجواب بعون الملک الوہاب:۔حضور پرنور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہرگز کسی حدیث میں ثابت نہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ہمیشہ رفع یدین فرمایا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا خلاف ثابت ہے۔ نہ احادیث میں اسکی مدت مذکور۔ ہاں حدیثیں اسکے فعل و ترک دونوں میں وارد ہیں سنن ابی داؤد سنن نسائی و جامع ترمذی وغیرہا میں ایسی سند سے ہے جسکے رجال صحیح مسلم ہیں۔ بطریق عاصم بن کلیب عن عبد الرحمٰن بن الاسود عن علقمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی قال الا اخبركم بصلاة رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال فقام فرفع يديه اول مرة ثم لم يعد۔یعنی انہوں نے فرمایا کیا میں تمہیں خبر نہ دوں کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کس طرح پڑھتے تھے یہ کہہ کر نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھائے پھر نہ اٹھائے امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث حسن و به يقول غير واحد من اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ و التابعين وهو قول سفيان و اهل الكوفة یعنی حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث حسن ہے اور یہی مذہب تھا متعدد علماء منجملہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و تابعین کرام وامام سفیان وعلمائے کوفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا۔ مسند امام الائمۃ مالک الازمہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے حدثنا حماد عن ابراهيم عن علقمة والاسود عن عبد الله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنهما ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان لا يرفع يديه الا عند افتتاح الصلوٰة ثم لا يعود له شیء من ذٰلك ۔یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف نماز کے شروع میں رفع یدین فرماتے پھر کسی جگہ ہاتھ نہ اٹھائے امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "شرح معانی الاثار" میں فرماتے ہیں حدثنا ابو بكر حد ثنا مومل حدثنا سفيان عن المغيرة قال قلت لابراهيم حديث وائل انه رأى النبی ﷺ يرفع يديه اذا افتتح الصلوة و اذا ارکع و اذارفع راسه من الركوع فقال ان كان وائل رأه مرة يفعل ذٰلك فقد رأه عبد الله خمسين مرة لا يفعل ذلك یعنی مغیرہ کہتے ہیں میں نے امام ابراہیم نخعی سے حدیث وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت دریافت کیا کہ انہوں نے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور نے نماز شروع کرتے اور رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین فرمایا ابراہیم نے فرمایا وائل نے اگر ایک بار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے دیکھا تو عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پچاس بار دیکھا کہ حضور نے رفع یدین نہ کیا صحیح مسلم شریف میں ہے:حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مالی اراکم رافعی ایدیکم کانها اذ ناب خیل شمس اسکنوافی الصلوۃ۔کیا ہوا کہ میں تمہیں رفع یدین کرتے دیکھتا ہوں گویا تمہارے ہاتھ چنچل گھوڑوں کی دُمیں ہیں قرار سے رہو نماز میں۔

اصول کا قاعدہ متفق علیہا ہے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوص سبب کا اور حاظر مبیح پر مقدم ہے۔ہمارے ائمہ کرام

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے احادیث ترک پر عمل فرمایا حنفیہ کو ان کی تقلید چاہئے شافعیہ وغیرہم اپنے ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی پیروی کریں کوئی محل نزاع نہیں۔ ہاں وہ لوگ تقلید ائمہ دین کو شرک وحرام جانتے ہیں اور علمائے مقلدین کا کلام سمجھنے کی لیاقت نہیں اپنے لئے اجتہاد کا منصب مانتے ہیں اور مسلمانوں کے درمیان تفریق واختلاف وفساد چاہتے ہیں ان کے راستے سے مسلمانوں کو بہت دور رہنا چاہئے نفس مسئلہ کا جواب اسی قدر بس ہے مگر اس فرقہ غیر مقلدین کے سوالات کے بعض مندرجات کا جواب بھی تحریر کرتا ہوں تاکہ ان کی فریب کاری کا پردہ فاش ہو جائے۔

امام ترمذی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۹ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا نام ذکر فرمایا ہے کہ وہ رفع یدین فرماتے تھے مگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں بعض صحابہ کرام مثل سیدنا عمر فاروق ومولیٰ علی کرم اللہ وجہہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ یوہیں حضرت عبد اللہ عباس حضرت عبد اللہ بن زبیر بلکہ خود عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی ترک رفع یدین کا ثبوت ملتا ہے ان حضرات کے علاوہ عشرہ مبشرہ۔

براء بن عازب، جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ترک رفع یدین کا ثبوت ہے چنانچہ امام طحاوی امام بیہقی نے اسود سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت اٹھایا پھر نہیں اٹھایا۔ اور ایسا ہی حضرت ابراہیم وامام شعبی کرتے تھے۔ امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں روایت کیا ہے کہ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھاتے پھر نہ اٹھاتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر سے مروی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو مسجد الحرام میں نماز پڑھتے دیکھا جو رکوع کے وقت ہاتھ اٹھاتا تھا تو فرمایا منھا ھذا ان ھذا شئ فعلہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثم ترکہ ایسا نہ کر یہ وہ چیز ہے جسے حضور نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کرتے تھے پھر ترک فرما دیا۔ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ رفع یدین فرمائے تھے تو ہم بھی کرتے تھے اور آپ نے ترک کر دیا یا تو ہم نے بھی ترک کر دیا اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ عشرہ مبشرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہاتھ نہیں اٹھاتے مگر صرف تکبیر تحریمہ کے لئے بلکہ خود حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ تعالیٰ عنہما نے رفع یدین ترک کر دیا تھا چنانچہ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے دو سال عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو میں نے نہیں دیکھا کہ آپ نے تکبر تحریمہ کے علاوہ ہاتھ اٹھایا ہو والراوی اذا عمل بخلاف ماروی سقطت روایتہ یعنی راوی جب اپنی روایت کے خلاف عمل کرے تو اس کی روایت ساقط ہو جاتی ہے۔

امام ترمذی نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہی بتایا ہے کہ آپ رفع یدین نہیں فرماتے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جلیل القدر صحابہ کرام رفع یدین نہیں فرماتے تھے۔ ان میں عشرہ مبشرہ، عبد اللہ بن مسعود، براء بن عازب، جابر بن سمرہ، عبد اللہ بن زبیر، عبد اللہ بن عمر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا نام سر فہرست ہے اور تابعین وغیرہم میں حسب بیان علامہ عینی قدس سرہ حضرت سفیان ثوری، ابراہیم نخعی ابن ابی لیلی، علقمہ بن قیس، اسود بن یزید، عامر شعبی، ابو اسحاق، خثیمہ، مغیرہ، وکیع عاصم بن کلیب، امام زفر اور ایک روایت پر امام مالک رضوان اللہ علیہم کے نزدیک رفع یدین کا حکم نہیں ہے۔ اور رفع یدین کا حکم منسوخ ہے ورنہ وہ جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم جو سرکار دو عالم ﷺ کے قریب میں کھڑے ہوتے تھے وہ رفع یدین ترک نہ فرماتے اور امام ترمذی کی جانب یہ نسبت کہ آپ نے عبد اللہ بن مبارک کے لئے فرمایا ہے کہ ثابت نہیں حدیث ابن

مسعود رضی اللہ عنہ کی صحیح نہیں اس لئے کہ امام ترمذی نے خود عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کو حدیث حسن فرمایا ہے اور امام نسائی نے عبد اللہ بن مبارک سے حدیث روایت کی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں فقام فرفع یدیہ اول مرۃ ثم لم یعد اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت کو صحیح جانتے ہیں تو عبداللہ بن مبارک سے جو نقل ہے وہ صحیح نہیں ہے اور جب ثابت ہوا کہ عبداللہ بن مبارک کی جانب اس قول کی نسبت غلط ہے بلکہ ان سے یہی ثابت ہے کہ رفع یدین کا حکم منسوخ ہے۔

اور یہ بھی غیر مقلدین کا افترا معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ایسا فرمایا ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا فرمان یہ ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے اور یہی قول بہت سے صحابہ کرام اور تابعین عظام و امام سفیان اور اہل کوفہ کا ہے اگر امام بخاری قدس سرہ کا قول تسلیم کیا جائے تو امام ترمذی کا فرمان غلط ہے اور امام ترمذی کا قول صحیح و درست ہے تو امام بخاری قدس سرہ کی جانب منسوب قول غلط ہوتا ہے غیر مقلدین ہی فیصلہ کر کے بتائیں کہ کس امام کا قول صحیح ہے اور غیر مقلدین پر لازم ہے کہ وہ امام بخاری رحمۃ اللہ الباری کی عبارت نقل کریں اور یہ بھی کہ امام بخاری نے چھ لاکھ حدیثیں جمع کیں ہیں۔

حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے ’’شرح سفر السعادت‘‘ میں فرمایا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ مجھے ایک لاکھ صحیح حدیثیں یاد ہیں اور دو لاکھ غیر صحیح اور بخاری شریف میں سات ہزار دو سو پچھتر حدیثیں باتکرار درج ہیں احادیث مکررہ کو حذف کر کے کل چار ہزار حدیثیں بخاری میں مذکور ہیں اور چھیانوے ہزار احادیث صحیح امام بخاری قدس سرہ نے درج کتاب بخاری شریف نہ کیا۔ ایسا کیوں؟ اس کا جواب غیر مقلدین کے ذمہ ہے اور یہی حال مسلم شریف کا بھی ہے اس میں بھی تقریباً چار ہزار صحاح احادیث ہیں اور امام مسلم نے فرمایا کہ میں نے اس کتاب مسلم میں صحاح احادیث کو جمع کیا اور میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ جو کچھ میں نے ترک کر دیا ہے وہ ضعیف حدیثیں ہیں اور امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے اس کتاب (صحیح بخاری) میں وہی احادیث ذکر کی ہیں جو صحیح ہیں اور بہت سی صحاح احادیث کو چھوڑ دیا تا کہ کتاب طویل نہ ہو جائے۔

ان دونوں جلیل القدر اماموں کے فرمان سے معلوم ہوا کہ بخاری و مسلم میں صحاح احادیث منحصر نہیں ہیں۔ تو ابن خزیمہ کا یہ کہنا کہ کچھ صحاح حدیثیں امام بخاری و مسلم سے فوت ہوئی ہیں صحیح نہیں اور عدم تدبر کی دلیل ہے چنانچہ امام نووی نے فرمایا کہ امام بخاری و مسلم نے جن احادیث کو ترک فرمایا ان میں صحاح بہت ہیں البتہ امام ترمذی، ابوداؤد نسائی نے جن احادیث محل کو اپنی اپنی سنن میں فرمایا اسکے بعد بھی صحاح احادیث ہیں انہیں دوسرے محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں درج کیا اسی وجہ سے احناف کو اپنے مذہب کے اثبات کے لئے احادیث کی دوسری صحیح کتابوں کی جانب رجوع کرنا پڑتا ہے۔ امام طحاوی و امام بیہقی نے ہر مذہب کی مرویات کو لیا ہے۔ اسی طرح دوسرے محدثین نے بھی اور غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ اگر وہ روایتیں ثابت نہیں غلط و باطل ہے اور ثبوت ان کے ذمہ ہے اس سے سوال ۷ کا بھی جواب واضح ہو گیا۔ صحیح ابن عوانہ، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن ابی شیبہ، مستدرک وغیرہ کتابیں اپنی صحت پر دلیل ہوئی ہیں اور ان کتابوں میں صحیح احادیث موجود ہیں اور اگر عوام کو یہ تاثر دینا ہے کہ بخاری و مسلم کے علاوہ اور کتب حدیث میں صحیح احادیث نہیں ہیں تو یہ محض فریب صحاح ستہ میں بھی احادیث حسن و ضعیف موجود ہیں۔ اگر آپکو اس کا علم نہیں ہے تو کسی سنی عالم دین کی جانب رجوع کریں۔

رفع یدین کے مسئلہ پر امام اعظم ابوحنیفہ وامام اوزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مناظرہ مشہور وکتب حدیث وفقہ میں مسطور ہے۔ مکہ معظمہ دار الخیاطین میں دونوں امامان کی ملاقات ہوئی حضرت امام اوزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تم رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد ہاتھ کیوں نہیں اٹھاتے امام اعظم نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سے اس باب میں کوئی صحیح نہ پہنچی۔ امام اوزاعی نے فرمایا حدثنی الزھری عن سالم عن ابیہ ان رسول ﷺ کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوۃ و عند الرکوع و عند الرفع منہ۔ امام اعظم نے فرمایا حدثنا حماد عن ابراھیم عن علقمۃ والاسود عن عبد اللہ بن مسعود ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم کان لایرفع یدیہ الا عند افتتاح الصلوٰۃ ثم لا یعود بشئ من ذلک۔ امام اوزاعی نے فرمایا میں زہری اور وہ سالم اور وہ ابن عمر سے روایت کرتا ہوں اور تم ان کے برابر حماد اور وہ ابراہیم اور وہ علقمہ واسود سے روایت کرتے ہو یعنی میری سند تمہاری سند سے بلند وبرتر ہے امام اعظم نے فرمایا حماد زہری سے افقہ ہیں اور ابراہیم سالم سے افقہ ہیں اور علقمہ ابن عمر سے فقہ میں کم نہیں اگرچہ ابن عمر کو فضیلت صحبت حاصل ہے اور اسود کو بہت فضیلت ہے اور عبد اللہ خود عبد اللہ ہیں یعنی ان کا مرتبہ فقہ اور حضرت رسالت علی صاحبہا التحیہ سے قرب میں مشہور ہے پس امام اوزاعی نے سند کے عالی ہونے کے سبب ترجیح دی اور امام اعظم راویوں کے افقہ ہونے کے سبب اور یہی آپ کا مذہب ہے۔

جامعان احادیث مبارکہ مثل امام بخاری ومسلم و ترمذی وابوداؤد وغیرہما کا مذہب اپنی جگہ درست ہے کہ حدیثیں اسکے فعل وترک دونوں میں مروی ہیں۔ مگر ترجیح ان ائمہ احادیث ومشائخ جامعان احادیث کو ہے اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب مشہور ترک رفع یدین کا ہے باقی حضرات بواسطہ یا بلاواسطہ ائمہ احادیث کے شیخ مشائخ ہیں اور انہیں سے استفادہ فرمایا ہے۔ سچ فرمایا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے الناس عیال ابی حنیفۃ فی الفقہ لوگ فقہ میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد ہیں۔ اور فرمایا ہے: صرت فقیھا بکتب محمد بن حسن میں امام محمد بن حسن شاگرد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی کتابوں سے استفادہ کر کے فقیہ ہوا۔

ان ائمہ احادیث کی جلالت علمی تفقہ وورع وتبحر علمی فی الحدیث بہت بلند ہے حضرت سفیٰن ثوری حجۃ اللہ علے خلقہ فقہ واجتہاد کے جامع ہیں زہد وعبادت وفقہ میں بلند منصب رکھتے ہیں ان کے زمانہ میں آپ ہی علم حدیث کے منتہی مانے جاتے تھے ائمہ مجتہدین سے ہیں اقطاب اسلام و ارکان دین سے ہیں ۹۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۶۱ھ میں وفات پائی۔ معمر، امام اوزاعی، ابن جریج، امام مالک، امیر المومنین فی الحدیث شعبہ، فضیل بن عیاض نے آپ سے احادیث کی روایت کی۔

امام اعمش رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۶۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۴۸ھ میں وصال فرمایا علم حدیث وقرأت کے جلیل القدر امام تھے۔ اکثر اہل کوفہ نے آپ سے احادیث کی روایت کی۔

امام ابواسحاق السبعی، آپ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ وعبد اللہ بن عباس وغیرہما صحابہ کرام کو دیکھا ہے اور براء بن عازب، زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے آپ نے روایت کی ہے خلافت عثمانی میں پیدا ہوئے اور ۱۲۹ھ میں وفات پائی امام اعمش وامام ثوری وغیرہما نے آپ سے روایت حدیث کی ہے مشہور تابعی ہیں۔ آپ کثیر الروایۃ ہیں۔

حضرت خثیمہ بن عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبار تابعین ہیں مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ وحضرت عبد اللہ بن عمر

وغیرھما سے حدیث کی روایت کی ہے اور آپ سے امام اعمش ومنصور وغیرہم نے روایت کی ہے۔ حضرت عاصم بن کلیب سے امام ثوری و امام شعبہ نے روایت کی ہے۔ حضرت عبدالرحمن ابن ابی لیلی انصاری خلافت فاروقی میں پیدا ہوئے اور ۸۳ھ میں وفات پائی طبقہ اولیٰ کے تابعین ہیں۔

حضرت وکیع بن الجراح کوفی، ہشام بن عروہ اور امام اوزاعی و امام ثوری سے سماعت حدیث کی اور آپ سے امام عبداللہ بن مبارک امام احمد بن حنبل، یحی بن معین، علی بن المدینی نے روایت کی مشائخ حدیث سے ہیں ثقات ہیں مرجع احادیث تھے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے اور آپ کے قول پر فتوی دیتے تھے ۹۹ھ میں پیدا ہوئے ۱۹۷ھ میں وفات ہوئی۔

امام عبداللہ بن مبارک ۱۱۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۸۱ھ میں وفات پائی۔ ہشام بن عروہ، امام مالک ثوری امام شعبہ، امام اوزاعی، وکیع بن الجراح وغیرہم سے حدیث کی سماعت کی آپ سے سفین بن عینہ، یحی بن سعید یحی بن معین وغیرھم نے روایت کی، ان حضرات ائمہ حدیث کے علاوہ امام نخعی، علقمہ بن قیس، اسود بن یزید، عامر شعبی، مغیرہ وغیرہم جلیل القدر ائمہ حدیث ہیں جن کی جلالت علمی معروف ومشہور ہے۔ تابعی وتبع تابعین سے ہیں جن سے امام بخاری ومسلم وترمذی وابوداؤد وغیرہم کے مشائخ نے احادیث کو اخذ کیا ہے یہ سب حضرات رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

یہ حضرات مراتب علیہ رکھنے والے تابعی وتبع تابعین سے ہیں جامعان صحاح کو یہ فضل حاصل نہیں۔ متقدین محدثین کے اقوال حقہ کو چھوڑ کر متاخرین کے قول کو اختیار کرنا کہاں کی دانشمندی ہے اور سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے امام امت واجلۂ اولیاء نے حضرت عزت سے ہونے کا اب انکار نہ کرے گا مگر گمراہ بددین یا ملحد بیدین مرتد بالیقین۔ امامت وولایت وجلالت شان ورفعت مکان حضرات عالیہ ائمہ اربعہ علیہم الرضوان پر امت اجابت کا اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ مبتدعین مثل وہابیہ وغیر مقلدین امت اجابت سے نہیں اسلئے ان کا خلاف معتبر نہیں اصول بزدوی میں ہے صاحب الھوی المشہور بہ لیس الامۃ علی الاطلاق ۔ عالم دین کی توہین کفر مبین ہے۔ اشباہ والنظائر وغیرہ میں ہے۔ الاستھزاء بالعلم والعلماء کفر. بلکہ علمائے دین کی توہین کرنے والے کو حدیث میں منافق کھلا منافق فرمایا ہے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ثلثۃ لایستخف بحقھم الامنافق بین النفاق ذوالعلم، ذوالشیبۃ فی الاسلام و امام مقسط ۔ تین شخصوں کا حق ہلکا نہ جانیگا مگر منافق جو کھلا منافق ہو:

(۱) عالم دین (۲) اور وہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا (۳) اور سلطان اسلام عادل۔

''میزان شریعۃ الکبریٰ'' صفحہ ۱۷۲ میں ہے۔ سمعت سیدی علیا المرصفی رحمہ اللہ تعالیٰ یقول اعتقادنا ان اکابر الصحابۃ والتابعین والائمۃ المجتھدین کان مقامھم اکبر من مقام باقی الاولیاء بیقین. یعنی سیدی علی مرصفی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہمارا اعتقاد ہے کہ بیشک اکابر صحابہ تابعین وائمہ مجتہدین کا مقام باقی اولیاء سے بڑا ہے۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے: من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب. جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے میں نے اعلان فرمادیا ہے اس سے لڑائی کا رواہ البخاری فی صحیحہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ دوسری حدیث میں ہے اھل البدع کلاب اھل النار ۔ گمراہ

لوگ دوزخیوں کے کتے ہیں۔ اس سے غیر مقلدین کا حکم ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رسالہ "انصاف" میں لکھتے ہیں دوصدی کے بعد مسلمانوں میں تقلید شخصی نے ظہور کیا کم کوئی رہا جو ایک معین کے مذہب پر اعتماد نہ کرتا ہو "میزان" میں ہے مقلد پر واجب ہے کہ خاص اسی بات پر عمل کرے جو اسکے مذہب میں راجح ہو۔ ہر زمانے میں علماء کا اسی پر عمل رہا۔ جو پایۂ اجتہاد نہ رکھتا ہو نہ کشف و ولایت کے اسی مرتبہ عظمیٰ تک پہونچا ہو اس پر تقلید امام معین قطعاً واجب ہے اور اسی پر علماء کا عمل رہا۔

حجۃ الاسلام امام غزالی قدس سرہ "کیمیائے سعادت" میں فرماتے ہیں مخالفت صاحب مذہب خود کردن نزد ہیچ کس روا نہ باشد اور یہ ائمہ اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے مقلدین کو حاصل ہے بلکہ جو تقلید کے علاقہ سے جدا ہیں ان کے بارے میں علامہ سید طحطاوی قدس سرہ فرماتے ہیں: من كان خارجا عن هذه الاربعة فى هذا الزمان فهو من اهل البدع والنار۔ جو ان چاروں مذہب سے اس زمانہ میں باہر ہے وہ بدعتی جہنمی ہے۔

تقلید کو مطلقاً شرک و نافی ایمان کہنا قرآن و حدیث واجماع امت سب کا انکار وکفر ہے "کشف اصول بزدوی" میں ہے: رجوع العامى الى قول المفتى وجب بالنص والا جماع. "فصول البدائع" جلد دوم صفحہ ۴۳۳ میں ہے للعامى تقليد المجتهد فى فروع الشريعة خلا فا للمعتزلة لبغداد لنا ان علماء الا مصار لا ينكرون علے العوام الاقتصار علے اقاويلهم فحصل الاجماع قبل حدوث المخالف. بلاشبہ گیارہ سو برس سے عامہ امت محمدیہ على صاحبها و عليها افضل الصلوة التحية۔ مقلدین ائمہ دین ہیں۔ جن کو سواد اعظم اور جماعت سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے انہیں مشرک کہنا عامہ امت مرحومہ کی تکفیر ہے اور یہ غیر مقلدین کی سب سے بڑی گمراہی ضلالت بلکہ کفر ہے صحیح مسلم ج ۱ صفحہ ۵۷ میں ہے حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ايما امرى قال لاخيه كا فر فقد باء بها احد هما ان كان كما قال والا رجعت اليه. ترجمہ:- یعنی جو کسی کلمہ گو کو کافر کہے ان دونوں میں ایک پر یہ بلا ضرور پڑیگی اگر جسے کہا وہ سچ کافر جب تو خیر ورنہ یہ لفظ اسی کہنے والے پر پلٹ آئیگا صحیح بخاری صفحہ ۸۹۳ صحیح مسلم صفحہ ۵۷ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحدیث حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث: ليس من دعا رجلا بالكفر او قال عدوالله وليس كذلك الا حار عليه۔ ترجمہ:- جو کسی کو کافر پکارے یا خدا کا دشمن کہے اور وہ حقیقت میں ایسا نہ ہو تو اسکا یہ کہنا اسی پر پلٹ آئیگا۔ "حدیقہ ندیہ" میں ہے: كذلك يامشرك و نحوه اسی طرح کسی کو مشرک یا اسکی مثل کوئی لفظ کہنا کہ وہ مشرک نہ تھا تو کہنے والا خود مشرک ہو گیا۔ یہاں سے غیر مقلدین کا حکم ظاہر ہوا جو تقلید کو شرک اور مقلدین ائمہ دین کو جن میں بیشمار علماء و محدثین و مجتہدین اور اولیائے کرام اقطاب و غوث اعظم ہوئے ہیں بے ایمان و مشرک گردانتا ہے۔

تقلید شرعی کے معنی ہیں کہ کسی کے قول و فعل کو اپنے اوپر لازم شرعی جاننا یہ سمجھ کر کہ اس کا کلام اور اسکا کام ہمارے لئے حجت ہے کیونکہ یہ شخص شرعی محقق ہے جیسے کہ ہم مسائل شرعیہ میں امام صاحب کا قول و فعل اپنے لئے دلیل سمجھتے ہیں اور دلائل شرعیہ میں نظر نہیں کرتے۔ حاشیہ حسامی صفحہ ۸۶ پر "شرح مختصر المنار" سے ہے: التقليد اتباع الرجل غيره فيما سمعه يقول اوفى فعله على زعم انه محقق بلا نظر فى الدليل. نیز امام غزالی قدس سرہ کتاب المستصفی جلد دوم صفحہ ۳۸۷ میں فرماتے ہیں: التقليد هو قبول قول بلا حجة. اس تعریف

سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی اطاعت کرنے کو تقلید نہیں کہہ سکتے ہیں کیونکہ حضور کا ہر قول وفعل دلیل شرعی ہے تقلید میں ہوتا ہے دلیل شرعی کو نہ دیکھنا لہٰذا ہم حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے امتی ہیں نہ کہ مقلد۔

اسی طرح صحابہ کرام وائمہ دین حضور علیہ السلام کے امتی ہیں نہ کہ مقلد اسی طرح عالم کی اطاعت جو عام مسلمان کرتے ہیں اسکو بھی تقلید نہ کہا جائیگا کیونکہ کوئی بھی ان عالموں کی بات یا ان کے کام کو اپنے لئے حجت نہیں بناتا بلکہ یہ سمجھ کر ان کی بات مانتا ہے کہ یہ جو کچھ بتارہے ہیں وہ اللہ و رسول کا حکم ہے (جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم) کسی دینی کتاب سے بتارہے ہیں۔ بخلاف ائمہ مجتہدین کے کہ ان کا قول ہمارے لئے بلا دلیل حجت ہے کہ وہ مجتہد ہیں۔ پھر تقلید ہر مسئلے میں نہیں۔

(۱) عقائد

(۲) وہ احکام جو صراحۃً قرآن پاک یا حدیث پاک سے ثابت ہوں اجتہاد کو ان میں دخل نہ ہو ان میں تقلید نہیں۔

(۳) تقلید ان احکام میں جو قرآن یا حدیث سے استنباط واجتہاد کر کے نکالے جائیں ان میں غیر مجتہد کو تقلید کا حکم ہے۔

مجتہد وہ ہے جس میں اس قدر علمی لیاقت اور قابلیت ہو کہ قرآنی اشارات ورموز سمجھ سکے اور کلام کے مقصد کو پہچان سکے اور اس سے مسائل نکال سکے۔ ناسخ ومنسوخ کا پورا علم رکھتا ہو علوم لازمہ مثل صرف ونحو میں مہارت رکھتا ہو احکام کی آیتوں اور حدیثوں پر اسکی نظر ہو اسکے علاوہ ذکی وخوش فہم ہو۔ پھر مجتہد کے طبقات چھ طبقے ہیں ان میں مجتہد فی الشرع وہ حضرات ہیں جنھوں نے اجتہاد کرنے کے قواعد بنائے جیسے ائمہ اربعہ حضرت ابوحنیفہ وامام شافعی وامام مالک وامام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور دوسرے نمبر پر مجتہد فی المذہب وہ حضرات ہیں جو ان اصول میں تقلید کرتے ہیں اور ان اصول سے مسائل شرعیہ فرعیہ خود استنباط کر سکتے ہیں جیسے امام ابو یوسف ومحمد وعبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ یہ حضرات قواعد میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد ہیں اور مسائل میں مجتہد ہیں۔

تیسرے نمبر پہ مجتہد فی المسائل وہ حضرات ہیں جو قواعد اور مسائل فرعیہ دونوں میں مقلد ہیں، مگر وہ مسائل جن کے متعلق ائمہ کی تصریح نہیں ملتی ان کو قرآن وحدیث سے نکال سکتے ہیں۔ جیسے امام طحاوی وقاضی خاں وشمس الائمہ سرخسی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ۔ اسکے بعد اصحاب تخریج۔ اصحاب ترجیح۔ اصحاب تمیز کا مرتبہ ہے۔

اسی طرح دوسرے ائمہ مجتہدین کے یہاں بھی ہے۔ پھر جن میں ان چھ وصفوں میں سے کچھ بھی نہ ہو وہ مقلد محض ہیں جیسے مجتہدین کے علاوہ عام علماء کہ ان کا صرف یہ ہی کام ہے کہ کتاب سے مسائل دیکھ کر لوگوں کو بتادیں۔ مجتہد کو تقلید حرام ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ (۱) چھ طبقوں میں جو صاحب جس درجہ کے مجتہد ہوں گے وہ اس درجہ سے کسی کی تقلید نہ کریں گے اور اس سے اوپر اس درجے میں مقلد ہوں گے جیسے امام ابو یوسف ومحمد رضی اللہ تعالیٰ کہ یہ حضرات اصول اور قواعد میں تو مقلد حضرت امام ہیں اور مسائل میں چونکہ وہ خود مجتہد ہیں اسلئے ان میں مقلد نہیں۔

تقلید اور تقلید شخصی کے دلائل کے لئے اہل سنت و جماعت نے اپنی کتابوں میں ذکر کئے ہیں۔ چند آیات و احادیث ذکر کرتا ہوں۔ اور وجہ استدلال کیلئے غیر مقلدوں کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اپنے مجتہدانہ خصوصیت کا اظہار کر کے جواب دیں

(۱) اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم ہم کو سیدھا راستہ چلا ان کا راستہ جن پر تونے احسان کیا۔

(۲) والسابقون الاولون من المها جرين

والانصار والذین اتبعوهم باحسان رضی اللہ عنهم رضوا عنه اورسب میں اگلے پچھلے مہاجر و انصاراور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ ان سے راضی ہے جو مہاجرین اور انصار کی اتباع یعنی تقلید کرتے ہیں یہ بھی تقلید ہوئی۔

(۳) اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اولوالامر کی جو تم میں سے ہوں۔

(۴) فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون تو اے لوگوں علم والوں سے پوچھو اگر تم کو علم نہیں۔

(۵) واتبع سبیل من اناب اور اسکی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا۔

(۶) ولو ردوه الی الرسول والی اولی الامر منهم لعلمه الذین یستنبطونه منهم اور اگر اس میں رسول اور امر والے لوگوں کی طرف رجوع کرتے تو ضرور ان میں سے اسکی حقیقت جان لیتے وہ جو استنباط کرتے ہیں۔ان آیات سے تقلید کا اثبات ہوتا ہے اور قرآن و احادیث کو مجتہد پر پیش کرنا ضروری ہے اور جو لوگ تقلید کے منکر ہیں وہ قرآن و احادیث کے معانی سے بے بہرہ ہیں۔ چنانچہ ''فتح الغیث'' صفحہ ۵ اور طریقہ ۷ میں ہے ''نجاست گوہ اور موت ہے آدمی کا مطلق مگر موت لڑکے شیر خوار کا اور لعاب ہے کتے کا اور لینڈ بھی اور خون بھی حیض و نفاس کا اور گوشت ہے سور کا اور اس کے سوا ہے اس میں اختلاف ہے اور اصل اشیاء میں پاکی ہے اور نہیں جاتی پاکی مگر نقل صحیح سے کہ جسکے معارض کوئی دوسری نقل نہ ہو'' اسی عبارت میں غیر مقلدین نے سات چیزوں میں حصر کر دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ غیر مقلدوں کے نزدیک مرغی کا گوہ یا سور کا موت یا کتے کی منی پاک ہیں اب اگر کوئی غیر مقلد ان چیزوں کو اپنے جسم پر مل کر نماز پڑھ لے یا یہ چیزیں کیسی ہی کثرت سے پانی میں مل جائیں اگر چہ رنگ و مزہ و بو کو بدل دیں غیر مقلد کے لئے جائز اور اسکی نماز درست ہے۔ ''روضہ ندیہ'' کے صفحہ ۱۲ میں ہے شراب و مردار و خون کی حرمت ان کی نجاست پر دلیل نہیں جو انہیں ناپاک بتائے دلیل پیش کرے اھ ملخصاً مولوی محمد سعید شاگرد مولوی نذیر ہدایت ''قلوب قاسیہ'' کے صفحہ ۳۶ میں لکھتے ہیں ''جو اپنی بیوی سے جماع کرے اور انزال نہ ہو تو اسکی نماز بغیر غسل کے درست ہے۔ مولوی ابراہیم کے فتاوی میں ہے وضو میں بجائے پاؤں دھونے کے مسح فرض ہے۔ ''فتح المغیث وطریقه محمدیه'' میں ہے ''پانی کتنا بھی کم ہو نجاست پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک رنگ و بو یا مزہ نہ بدلے''۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک لوٹا پانی میں دو تین ماشے اپنا یا کتے کا پیشاب ڈال دو تو غیر مقلد کے نزدیک ناپاک نہ ہوگا۔ یہ ایک نمونہ ہے تقلید کے منکرین کے مسائل کا جو ان کو مبارک رہے۔ باقی سوالات کے جوابات بارہا دئے گئے ہیں اور علمائے اہل سنت کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ اور غیر مقلدین کے باطل عقائد کا بیان امام اہل سنت مجدد اعظم اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے رسالہ مبارکہ ''الکوکبة الشهابیه فی کفریات ابی الوهابیه'' اور ''سل السیوف الهندیه المعروف کفریات بابائے وهابیه'' میں مذکور ہے فروعی مسائل کے بجائے عقائد کے مسائل پر اپنے دلائل پیش کرو اور اپنے مذہب باطل کی حقانیت کا ثبوت دو۔ اسکے بعد فروعی مسائل کا جواب حاصل کرنے کی کوشش کرنا چاہئے واللہ الہادی ہو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ
مرکزی دارالافتاء، ۸۲، سوداگران بریلی شریف

☆☆☆

قربانی کے فضائل ومسائل

قال اللہ تعالیٰ: "فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ"
اپنے رب کے لئے نماز پڑھواور قربانی کرو۔

حدیث (۱) ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: کہ یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) میں ابن آدم کا کوئی عمل خدا کے نزدیک خون بہانے (قربانی کرنے) سے زیادہ پیارا نہیں اور وہ جانور قیامت کے دن اپنی سینگ اور بال اور کھروں کے ساتھ آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے قبل خدا کے نزدیک مقام قبول میں پہنچ جاتا ہے۔ لہٰذا اس کو خوش دلی سے کرو۔ رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ۔

حدیث (۲) زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ یہ قربانیاں کیا ہیں؟ فرمایا کہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ ہمارے لئے اس میں کیا ہے فرمایا ہر بال کے مقابل نیکی ہے عرض کی اون کا کیا حکم ہے فرمایا اون کے ہر بال کے بدلہ میں نیکی ہے۔ رواہ ابن ماجہ۔

حدیث (۳) ابوہریرہ سے مروی ہے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جس میں وسعت ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔ رواہ ابن ماجہ

قربانی کی تعریف: مخصوص جانور کو مخصوص دن میں بہ نیت تقرب ذبح کرنے کو قربانی کہتے ہیں۔ قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے جو اس امت کے لئے باقی رکھی گئی ہے۔

قربانی کا وجوب: کبھی منت ماننے سے کبھی بہ نیت قربانی جانور خریدنے سے ہوتا ہے اور کبھی احیائے سنت ابراہیمی وبقائے حیات کے شکریہ کے سبب ہوتا ہے۔ صورت اولیٰ میں قربانی غنی وفقیر دونوں پر واجب صورت ثانیہ میں صرف فقیر پر واجب اور صورت ثالثہ میں صرف غنی پر واجب ہوتی ہے۔

شرائط وجوب قربانی: مسلمان ہونا، مقیم ہونا، اس نصاب کا مالک ہونا جس سے صدقہ فطر واجب ہوتا ہے، آزاد ہونا اور بالغ ہونا اصح قول پر، شرائط کا پورے وقت میں پایا جانا ضروری نہیں ہے بلکہ ایام قربانی کے کسی حصہ میں شرائط مذکورہ کا پایا جانا وجوب کے لئے کافی ہے۔

قربانی کا سبب: وقت ہے، جب وہ وقت آئے اور شرائط پائے گئے قربانی واجب ہوگئی۔

قربانی کا رکن: مخصوص جانوروں کو قربانی کی نیت سے ذبح کرنا ہے۔

قربانی کا حکم: یہ ہے کہ اس کے ذمہ جو قربانی واجب ہے کرلینے سے بری الذمہ ہوجائے گا اور ریا وغیرہ کی مداخلت کے بغیر اچھی نیت سے کیا تو اللہ کے فضل سے امید ہے کہ آخرت میں اس کا ثواب ملے گا۔

قربانی کا وقت: دسویں ذی الحجہ کے طلوع صبح صادق سے بارہویں کے غروب آفتاب تک ہے یعنی تین دن دوراتیں۔ دسویں تاریخ افضل پھر گیارہویں اور بارہویں سب سے کمتر ہے۔ قربانی کے وقت میں قربانی کرنا ہی لازم ہے بکری یا اس کی قیمت کا صدقہ قربانی کے قائم مقام نہیں ہوسکتا اور نہ ہی وجوب سے بری الذمہ ہوگا۔
دیہات میں طلوع فجر ہی سے قربانی ہوسکتی ہے۔ بہتر

طلوع آفتاب ہے اور شہر میں قبل نماز عید قربانی نہیں ہوسکتی بعد نماز عید کرے۔ قربانی کے ایام گزر گئے اور قربانی نہیں کی تو اس کی قربانی فوت ہوگئی اب نہیں ہوسکتی۔ پھر جانور یا اس کی قیمت صدقہ کرے۔

قربانی کے جانور: تین قسم کے ہیں اونٹ، گائے، بکری، ہر قسم میں اس کی جتنی نوعیں ہیں سب داخل ہیں۔ بھینس گائے میں، اور بھیڑ اور دنبہ بکری میں داخل ہیں نر اور مادہ خصی سب کی قربانی ہوسکتی ہے۔ وحشی جانور کی قربانی جائز نہیں ہے۔

قربانی کے جانور کی عمریں: اونٹ پانچ سال کا، گائے دو سال کی، اور بکری ایک سال کی ہو۔ اس سے کم عمر ہو تو قربانی جائز نہیں زیادہ ہو تو جائز بلکہ افضل ہے۔ قربانی کے جانور کو عیب سے خالی ہونا چاہئے، تھوڑا سا عیب ہو تو قربانی ہوجائے گی، اور زیادہ عیب ہو تو نہیں ہوگی۔

جانور میں شرکت: اونٹ، گائے، بھینس میں سات لوگ شریک ہوسکتے ہیں۔ شرکاء میں سے ایک بھی کافر ہو یا کسی شخص کا مقصود قربانی نہیں بلکہ گوشت حاصل کرنا ہے، تو کسی کی قربانی نہ ہوگی۔ قربانی کے سب شرکاء کی نیت تقرب الی اللہ ہونا چاہئے، شرکاء میں مرتدین زمانہ وہابیہ و دیابنہ وغیرہما میں سے ایک بھی ہو تو کسی کی بھی قربانی نہ ہوگی۔

قربانی کا گوشت: قربانی کا گوشت خود بھی کھا سکتا ہے اور غنی و فقیر کو بھی دے سکتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ گوشت کے تین حصہ کرے ایک حصہ فقراء کے لئے ایک دوست واحباب کے لئے اور ایک حصہ اپنے گھر والوں کے لئے۔ کل صدقہ کرنا بھی جائز اور پورا گوشت گھر ہی رکھ لے یہ بھی جائز ہے۔ شرکت میں گائے وغیرہ کی قربانی ہو تو ضرور ہے کہ گوشت وزن کر کے تقسیم کیا جائے اندازے سے تقسیم کرنا جائز نہیں ہے۔

قربانی کا چمڑا: اس کو باقی رکھتے ہوئے اپنے کام میں لاسکتا ہے۔ نیز قربانی کا چمڑا ایسی چیز سے بدل سکتا ہے جس کو باقی رکھتے ہوئے نفع اٹھایا جائے۔ قربانی کا چمڑا بطور اجرت نہیں دیا جاسکتا ہے۔ قصاب یا ذبح کرنے والے کو بطور اجرت دینا ناجائز ہے۔ چرم قربانی گرچہ واجب التصدق نہیں پھر بھی اس کا بہترین مصرف مدارس دینیہ ہیں۔

آپ کا محبوب دینی ادارہ "جامعۃ الرضا" بھی انہیں مصارف میں سے ایک ہے جو مذہب اہل سنت کی ترویج واشاعت میں شب وروز مصروف ہے۔ لہٰذا اس خیر کے موقع سے و دیگر صدقات واجبہ ونافلہ وعطیات کے موقع سے اپنے جامعۃ الرضا کو ہرگز فراموش نہ کریں۔

قربانی کس طرح کریں: اپنے ہاتھ سے قربانی کرنا افضل ہے خود نہ کرسکے تو اس کی اجازت سے دوسرا کرسکتا ہے اور سنت ہے کہ اپنے سامنے قربانی کرائے جانور کو بھوکا پیاسا نہ رکھے۔ نہ جانور کے سامنے چھری تیز کرے۔ نہ ایک کو دوسرے کے سامنے ذبح کرے۔ جب تک سرد نہ ہوجائے کھال نہ اتارے اور ذبح کرنے سے پہلے یہ پڑھے: "اِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۔ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ"۔ جانور کو قبلہ رو بائیں پہلو پر لٹائیں اور اپنا داہنا پاؤں اس کے شانے پر رکھیں اور تیز چھری سے: "اَللّٰهُمَّ لَکَ وَمِنْکَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکْبَرُ" کہہ کر جلد ذبح کریں نہ ایسا گہرا کہ چھری گردن کے مہرے تک پہنچ جائے، اگر کوئی جانور کو پکڑے ہو تو وہ بھی تکبیر کہے اور اگر اپنا ذبح کرے تو بعد ذبح پڑھے: "اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ کَمَا

تَقَبَّلْتَ مِنْ خَلِيْلِكَ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَحَبِيْبِكَ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ" دوسرے کا ہوتو مِنّیْ کی جگہ مِنْ کہنے کے بعد اس کا نام لے۔

تکبیر تشریق کے مسائل: نویں ذی الحجہ کی فجر سے تیرہویں کی عصر تک ہر نماز فرض پنجگانہ کے بعد جو جماعت مستحبہ کے ساتھ ادا کی گئی ایک بار بلند آواز سے کہنا واجب ہے اور تین بار افضل تکبیر تشریق "اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ"۔ تکبیر تشریق سلام پھیرنے کے بعد فوراً واجب ہے یعنی جب تک ایسا فعل نہ کیا ہو کہ اس نماز پر بنانہ کر سکے۔

نماز عید الاضحیٰ کا طریقہ و نیت:

نیت کی میں نے دو رکعت نماز عید الاضحیٰ واجب چھ زائد تکبیروں کے ساتھ واسطے اللہ تعالیٰ کے پیچھے اس امام کے منہ میرا کعبہ شریف کی طرف اللہ اکبر نیت کے بعد کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہکر ہاتھ باندھ لے پھر ثنا پڑھے پھر کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ چھوڑ دے، پھر تیسری بار ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہکر ہاتھ چھوڑ دے پھر چوتھی بار کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہکر ہاتھ باندھ لے پھر اور نمازوں کی طرح امام کی اقتداء میں ایک رکعت مکمل کرے۔

دوسری رکعت میں امام قرأت کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے تین بار کان تک ہاتھ لے جا کر اللہ اکبر کہے اور ہاتھ باندھے اور چوتھی بار بغیر ہاتھ اٹھائے اللہ اکبر کہتا ہوا رکوع میں جائے پھر اور نمازوں کی طرح باقی نماز پوری کرے۔ بعد سلام خطبہ سنے اور بعد دعاء مصافحہ ومعانقہ کرے۔

☆☆☆

عاشقِ رسول

ہر سمت ایک جشنِ چراغاں ہے آج بھی
در پر تمہارے نور پریشاں ہے آج بھی

مشاطۂ نگار رضا چاہئے اسے
دین مبین کی زلف پریشاں ہے آج بھی

چاہا عدو نے گل ہو چراغِ رضا مگر
کل بھی تھا یہ فروزاں، فروزاں ہے آج بھی

ہر دم تجلیات کا رہتا ہے اک ہجوم
روضہ رضا کا طور بداماں ہے آج بھی

دکھلا بھی دیجئے کبھی وہ شکل باجمال
دل میں تصورات کا ارماں ہے آج بھی

وہ عاشق رسول جس کا ہر ایک شعر
قرآن اور حدیث کا عرفاں ہے آج بھی

در در بھٹک رہا ہے جو فکر حیات میں
در پر رضا کے زیست کا ساماں ہے آج بھی

دل سے جگر تلک اسے ملتی ہے روشنی
داغِ غم رضا مہہ تاباں ہے آج بھی

حالانکہ برسوں ہو گئے پردہ کئے ہوئے
در پر تمہارے درد کا درماں ہے آج بھی

کل بھی ایسی مثال تھا تابندہ یہ محبّ
مسلک یہ مثل مہر درخشاں ہے آج بھی

از: ڈاکٹر محب
گلشن آبادی، (جاؤرہ)

مسلک اعلیٰ حضرت پر اکابر مشائخ کی استقامت

از: مولانا محمد حسن علی رضوی بریلوی، میلسی ملتان

یہ ایک نا قابل تردید مسلم حقیقت ہے کہ گذشتہ چودھویں صدی اور موجودہ صدی کے اکثر بیشتر مسلم ومعتمد علیہ اکابر و مشاہیر علماء اہل سنت اعاظم مفتیان شریعت فقہاء امت امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت مولانا الشاہ الامام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلک حق پر ہیں، عہد حاضر و عمر رواں کے ۹۹ فی صد علماء اہل سنت فقہاء امت مسلک اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے وابستگی و میلان طبع کا اظہار کرتے ہیں اور سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی روحانی و مسلکی نسبت کے باعث خود کو سنی بریلوی اور اپنے مدارس و علمی مراکز کو سرکاری وغیر سرکاری ریکارڈ و کاغذات میں بریلوی ظاہر کرتے ہیں اسی طرح سرکاری و صحافتی سطح پر بھی ہم اہل سنت کو امتیاز و علامت کے طور پر سنی بریلوی کہا اور لکھا جاتا ہے اور حد یہ ہے کہ مخالفین اہل سنت بھی محبوبان خدا حضرات انبیاء و اولیاء کی خداداد عظمتوں کو ماننے والے ہم اہل سنت کو بریلوی کہتے ہیں اور لکھتے ہیں اگرچہ بریلوی کوئی نیا دین و مذہب اور نومولود فرقہ نہیں۔ چونکہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین و ملت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مذہب حق اہل سنت کے عقائد و معمولات کو دلائل و شواہد و تحقیقات علمیہ کے نکھار کو پیش کیا اس لئے خالص سنیت

السلام علیکم ورحمۃ المولیٰ وبرکاتہ

بعد سلام سنت ورحمت خیریت طرفین نیک مطلوب آپ جیسے ہمدرد دین وملت پاسبان اہل سنت ومشن امام اہل سنت سے ہم امید کامل کرتے ہیں کہ مسلک حقہ کی محافظ عظیم و بے مثال ولاجواب عبقری شخصیت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ پر عالم اسلام کے بزرگ اکابر فقہاء محدثین ومفسرین ومحققین و مدبرین و مفکرین جو اخلاص وعمل کے پیکر جمیل بلکہ سراپا دین کا نشان تھے ان کے علم وعمل کے برابر کوئی عالم نہیں ہے ان کے اقوال زرین امام اہل سنت کے بارے میں ایک پرمغز شاندار مضمون عالم باوقار مجاہد قادریت خلیفہ حضور سیدی سرکار مفتی اعظم ہند حضرت علامہ حسن علی میلسی قبلہ دامت فیوضہم کے قلم حق رقم سے تحریر شدہ ہے وہ ارسال ہے پہلی فرصت میں پورا مقالہ کو شامل ماہنامہ کر کے ہم سب کو مشکور فرمائیں امید کرتے ہیں کہ اس سلسلے میں آپ کی ہمدردیاں ہمارے ساتھ ہوں گی اور حوصلہ افزائی کا باعث ہوں گی۔

مولیٰ تعالیٰ آپ سے دین وسنیت کی پیش از بیش خدمت لے آپ کے کان وابرو جان مال کی حفاظت فرمائے اس ماہ نامہ کو روز افزوں ترقی عطا کرے آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

(ولی محمد رضوی، باسنی)

کی واضح علامت بریلوی بن گیا جیسے نجدی وہابی فرقہ کی علامت نجد اور دیوبندی وہابی فرقہ کی علامت دیوبند بنا، اسی طرح عہد حاضر میں محبوبان خدا حضرات انبیاء واولیاء علیہم الصلاۃ والسلام قدست اسرارہم سے سچی حقیقی محبت و عقیدت رکھنے والے ہم اہل سنت مسلک اعلیٰ حضرت کی اتباع کے باعث بریلوی کہلائے جانے لگے مگر اس گئے گذرے دور میں جبکہ دینی وروحانی اقدار روبہ زوال و انحطاط ہیں اور نئے نئے محققین جنم لے رہے ہیں اور عوام سے تقویٰ واتباع سنت وشریعت اٹھتا جارہا ہے یہ نئے نئے محققین، محقق مسائل جدیدہ بن کر اور فروعی مسائل میں تحقیق کا بہانہ بنا کر اپنی بے ہنگم تحقیق جدید پیش کررہے ہیں اور اکابر کرام کی اکثریت کے طے شدہ متفقہ مسائل کی بزعم خود تغلیط وتحقیر کا ارتکاب کررہے ہیں۔

ان جدید محققین میں ایک کراچی اور ایک انڈیا کے ہیں جو مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف اپنی تحقیق جدید کو ایک تحریک اور ایک مہم کی صورت میں چلارہے ہیں ان حضرات کی نئی نرالی انوکھی اور سراسر جارحانہ تحقیق اور اسلوب تحریر نے پاک و ہند میں کافی علماء اہل سنت حامیان مسلک اعلیٰ حضرت کو بیدار کردیا ہے کہیں مسئلہ میں تحقیق و مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف لکھا جاتا ہے، کہیں کھلم کھلا کنز الایمان ترجمہ اعلیٰ حضرت کی تغلیط کی جاتی ہے کہیں مسئلہ رویت ہلال میں تحقیق و مسلک اعلیٰ حضرت سے انحراف کیا جاتا ہے کہیں چلتی ٹرین میں نماز پڑھنے کے مسئلے پر تو کہیں داڑھی کی مقدار وغیرہم مسائل پر سردھڑ کی بازی لگائے ہوئے ہیں۔

بالخصوص ایسے مسائل جن پر عوام اپنی عملی کمزوری و بے راہ روی اور آوارگی فکر کے باعث عمل دشوار سمجھتے ہیں عوام کی خوشنودی کے لئے ایسے مسائل کی تحقیق پر توانائیاں صرف ہوتی ہیں پہلے عوام کو ان کی مرضی و آزادی کے متعلق غلط تحقیق اور غلط فتاویٰ دیکر آزاد و بے باک بنا کر تیار کیا جاتا ہے اور پھر بلوی کا بہانہ بنا کر اور تغیرات زمانہ کا لیبل لگا کر مسلک اعلیٰ حضرت و مسلک اکابر اہل سنت سے اختلاف وانحراف کا جواز پیدا کیا جاتا ہے۔

حق سے بدہو کے زمانے کا بھلا بنتا ہے
ارے میں خوب سمجھتا ہوں معما تیرا

شہزادۂ اعلیٰ حضرت سیدنا مفتی اعظم قدس سرہٗ العزیز فرمایا کرتے تھے: ''جسے کوئی کام کرنا اس کو کوئی مشکل نہیں اور جسے کچھ کام نہیں کرنا اس کو بڑا مشکل ہے اس کو سو بہانے اور ہزار عذر ہیں'' مسائل کی تحقیقات کے بارے میں ہم نے پہلے بھی متعدد بار یہ گزارش کی ہے۔ ان مسائل میں تحقیقات کریں جن پر ہمارے مسلم اکابر سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ جیسے مشاہیر نے تحقیق فرماکر متفقہ فیصلہ نہ کردیا ہو جن مسائل میں اکابر کا متفقہ فیصلہ اور فتویٰ موجود ہو ان مسائل میں تحقیق سے خلفشار و انتشار ہوگا اور جماعتی مفاد و اتحاد کو نقصان پہنچے گا۔

عموم بلوی کوئی اتنا منہ زور لگام نہیں کہ عموم بلوی بہانہ بنا کر مسلک اعلیٰ حضرت یا مسلمہ اکابر اہل سنت کے متعلقہ فتاویٰ کی تغلیط وتحقیر کی جائے اور اپنی علمی تحقیقی برتری کا سکہ بٹھایا جائے۔ جس کے تئیں نامعقول عذر اور فرضی بہانے بنا کر آج کے جدید محققین عوام اہل سنت کو اپنے اکابر اور مسلک اعلیٰ حضرت سے برگشتہ کرنا چاہتے ہیں، سوچنے اور سمجھنے کی بات ہے کہ ان مسائل میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اللہ کے معاصرین وسرکردہ علماء بھی اگر کوئی گنجائش ہوتی تو اختلاف کرسکتے تھے اور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے مقابلہ میں اپنی تحقیق پیش کرسکتے تھے، مگر ہم جب اپنے مسلم و معتمد علیہ چوٹی کے اکابر اہل سنت کے ارشادات وفرمودات پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ تحقیق و مسلک

اعلیٰ حضرت پر متفق الرائے نظر آتے ہیں۔

چند اکابر اہل سنت کے ارشادات و فرمودات اختصار کے ساتھ نقل کئے جاتے ہیں۔فن حدیث کے مسلم امام حضرت علامہ مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی قدس سرہٗ جن کو ''اصول وفروعات کے ایک مسئلہ میں بھی حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اختلاف نہ تھا'' ملخصاً۔ شیخ المشائخ سیدنا شاہ علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ''میرا مسلک شریعت وطریقت میں وہی ہے جو اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے میرے مسلک پر چلنے کے لئے اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے''۔میں فرشتوں کے کاندھوں پر قطب الارشاد اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ مبارکہ دیکھ کر رو پڑا ہوں۔ملخصاً

سب سے پہلے محبّ الرسول تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مجدد مائۃ الحاضرہ'' کا خطاب دیا۔شیر ربانی میاں شیر محمد نقشبندی شر قپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے مراقبہ کی حالت میں حضور پرنور سیدنا غوث اعظم جیلانی قدس سرہٗ سے عرض کیا کہ حضور اب دنیا میں آپ کا نائب کون ہے فرمایا بریلی میں مولانا احمد رضا خاں۔ میں نے خود بریلی میں دیکھا اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں اس طرح درس حدیث دیتے ہیں کہ جیسے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن سن کر ارشاد فرمارہے ہوں، ملخصاً جبل پور شریف کے مشہور و معروف مجذوب بزرگ برہان ملت علامہ مفتی برہان الحق جبل پوری علیہ الرحمہ نے فرمایا: ''ان (اعلیٰ حضرت) کے پیچھے چلتے رہو تمہارے پیچھے سب چلیں گے''۔

حضرت علامہ وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اعلیٰ حضرت امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں اگر میں برسہا برس صرف اس فن میں تلمذ کروں تو ان (اعلیٰ حضرت) کا پاسنگ نہ ٹھہروں'' استاذ الاساتذہ مولانا شاہ ارشاد حسین نقشبندی رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے نواب رام پور سے کہا ''بریلی کے ان دونوں علماء (مولانا احمد رضا خاں اور مولانا نقی علی خاں کا فتویٰ صحیح ہے میرا غلط'' شیخ الشیوخ سیدنا شاہ آل رسول برکاتی تاجدار مارہرہ مطہرہ نے فرمایا: ''اوروں کو تیار کرنا پڑتا ہے یہ (مولانا احمد رضا خاں) بالکل تیار آئے تھے صرف نسبت کی ضرورت تھی ....کل بروز قیامت جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے آل رسول تو دنیا سے کیا لایا تو میں احمد رضا کو پیش کروں گا'' ملخصاً۔صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہماری نگاہ میں سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی تحقیقات عالیہ علامہ ابن عابدین شامی کی تحقیقات سے عالی وبلند تر ہیں۔''

یہ نہ دیکھا گیا کہ محققانہ طور پر کسی شخص کو اس امام المتکلمین (سیدنا امام احمد رضا) کے سامنے لب کشائی کی جرأت ہوئی ہو، اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسے بہت سے علوم عطا فرمائے تھے جس سے آج دنیا کے ہاتھ خالی ہیں۔ ایک خداداد نعمت تھی ایک وہبی فیض تھا جس کو سمجھنے میں عقل حیران ہے۔علم فقہ میں جو تبحر وکمال حضرت ممدوح کو حاصل تھا اس کو عرب وعجم مشارق ومغارب کے علماء نے گردنیں جھکا کر تسلیم کیا۔اعلیٰ حضرت کے مخالفین کو بھی تسلیم ہے کہ فقہ میں ان کا نظیر آنکھوں نے نہیں دیکھا۔

قطب مدینہ مولانا الشیخ ضیاء الدین مدنی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ سیدنا مرشد برحق حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کتاب الدولۃ المکیہ کی ایک نقل برائے تصدیقات علماء حجاز ومصر وشام وغیرہ مجھے عطا فرما گئے میں نے بہت سے علماء کرام کی تصدیقات کرائیں ان علماء نے تصدیقات تو فرمادیں مگر کہتے تھے اس بات کو عقل تسلیم

نہیں کرتی کہ کوئی شخص اپنے گھر کتب خانہ سے اتنی دور ہو بخار کی حالت ہو آٹھ گھنٹے میں اتنی طویل وضخیم کتاب لکھ دے میں نے یہی بات حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی تو آبدیدہ ہو کر فرمایا جب حرم مکہ میں مقام ابراہیم کے پاس بیٹھ کر فقیر نے یہ کتاب لکھنی شروع کی تو خانۂ کعبہ کے دروازہ پر ایک طرف حضور آقائے دو عالم ﷺ اور ایک طرف سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور درمیان میں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قیام فرماتے تھے جو کچھ یہ فرماتے جاتے فقیر لکھتا جاتا تھا۔ جب میرا مکان باب السلام کے قریب تھا۔

ایک بار میں بارگاہ بیکس پناہ میں حاضری کے لئے باب السلام میں حاضر ہوا تو دیکھا مواجہ اقدس میں مقدس سنہری جالیوں کے سامنے سیدنا اعلیٰ حضرت حاضر سرکار ہیں وہاں میں حاضر ہوا اور سلام عرض کر کے واپس آیا تو باب السلام سے مڑکر دیکھا تو پھر حضور اعلیٰ حضرت بارگاہ بیکس پناہ میں حاضر ہیں پھر دوبارہ حاضر ہوا تو کچھ بھی نہیں واپس آکر پھر باب السلام سے مڑکر دیکھا تو اعلیٰ حضرت کو پھر مواجہ اقدس میں موجود دیکھتا ہوں۔ بس میں سمجھ گیا کہ یہ ان کے آقا اور بندہ بے دام کا معاملہ ہے مداخلت نہ کروں۔

محدث اعظم ہند مولانا ابوالمحامد سید محمد اشرفی جیلانی محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''جب تکمیل درس نظامی وتکمیل درس حدیث کے بعد میرے مربیوں نے کار افتاء کے لئے اعلیٰ حضرت کے حوالہ کیا زندگی کی یہی گھڑیاں میرے لئے سرمایہ حیات ہوگئیں اور میں محسوس کرنے لگا کہ آج تک جو کچھ پڑھا تھا وہ کچھ نہ تھا اور اب دریائے علم کے ساحل کو پالیا۔'' علم القرآن کا اندازہ اگر صرف اعلیٰ حضرت کے اس اردو ترجمہ سے کیجئے جو اکثر گھروں میں موجود ہے جس کی کوئی مثال نہ سابق عربی زبان میں ہے نہ فارسی میں نہ اردو میں جس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس جگہ لایا نہیں جاسکتا جو بظاہر محض ایک ترجمہ ہے، مگر درحقیقت وہ قرآن کی صحیح تفسیر اور اردو زبان میں قرآن ہے اس ترجمہ (اعلیٰ حضرت) کی شرح (تفسیر) حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء مولانا شاہ نعیم الدین علیہ الرحمہ نے حاشیہ پر لکھی ہے وہ فرماتے تھے: ''کہ دوران شرح میں ایسا کئی بار ہوا کہ اعلیٰ حضرت کے استعمال کردہ لفظ کے مقام استنباط کی تلاش میں دن پر دن گذرے اور رات پر رات کٹتی رہی اور بالآخر ماخذ نکلا تو ترجمہ اعلیٰ حضرت کا لفظ اٹل ہی نکلا''۔

عالمی مبلغ اسلام شیخ طریقت مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی قادری قدس سرہٗ فرماتے ہیں: ''الحمد للہ میں مسلک اہل سنت پر زندہ رہا اور مسلک اہل سنت وہی ہے جو مسلک اعلیٰ حضرت ہے۔ جو اعلیٰ حضرت کی کتابوں میں مرقوم ہے اور الحمد للہ اسی (مسلک اعلیٰ حضرت) پر میری عمر گزری اور الحمد للہ آخری وقت اسی مسلک (اعلیٰ حضرت) پر حضور پرنور ﷺ کے قدم مبارک میں خاتمہ بالخیر ہو رہا ہے''۔ نبیرۂ امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری مولانا سید اختر حسین شاہ صاحب علی پوری نے فرمایا: ''میرا اور جد محترم حضرت (پیر جماعت علی شاہ صاحب) محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وہی ہے جو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت عاشق رسول ﷺ مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔'' ملخصاً۔

امام اہل سنت محدث اعظم علامہ ابوالفضل محمد سردار احمد قادری رضوی چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شجرہ شریف کی ہدایت میں صاف صاف ارقام فرمایا: امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا علامہ شاہ احمد رضا خاں صاحب قدس سرہٗ العزیز کے

مسلک پر مضبوطی سے قائم رہیں ان کا مسلک مذہب اہل سنت وجماعت ہے۔''

اور محققین مسائل جدیدہ کا رد کرتے ہوئے فرمایا:'' جو مولوی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی تحقیقات مبارکہ کے بالمقابل اپنی تحقیق پر اتراتا ہے اور اسے ترجیح دیتا ہے یہ اس کی تحقیق نہیں تخیل ہے اور وہ محقق نہیں مجہول ہے'' مفتی اعظم دہلی شریف علامہ مفتی مظہر اللہ نقشبندی دہلوی قدس سرہٗ العزیز فقیر (محمد حسین علی رضوی) کے نام اپنے مکتوب گرامی میں فرماتے ہیں امام اہل سنت (اعلیٰ حضرت) قدس سرہٗ کی تحقیقات میں کس کا زہرہ ہے کہ جرأت لب کشائی کر سکے'' اس قسم کے متعدد خطوط ہیں۔

فقیہ اعظم مولانا محمد شریف محدث کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پہلے زمانہ میں ہوتے تو اپنے بلند پایہ فقہی مقام کے باعث مجتہد تسلیم کئے جاتے امام العلماء مولانا محمد امام الدین کوٹلوی علیہ الرحمہ نے مولانا ابو النور علامہ محمد بشیر صاحب کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا دیکھو تمہارے والد فقیہ اعظم (مولانا محمد شریف محدث کوٹلوی) رحمۃ اللہ علیہ اور تمہارے تایا حضرت مولانا محمد عبد اللہ اور میں عمر بھر اعلیٰ حضرت بریلی شریف کے مسلک کی تبلیغ کرتے رہے تم بھی اسی مسلک (اعلیٰ حضرت) پر قائم رہنا خدا تمہاری مدد فرمائے گا۔''

شیخ المحدثین علامہ مفتی محمد دیدار علی شاہ محدث الوری رحمۃ اللہ علیہ نے بریلی شریف میں ایک کنویں پر بہشتی (ماشکی) کے نابالغ لڑکے سے وضو کے لئے لوٹے میں پانی طلب فرمایا تو بہشتی کے لڑکے نے کہا میرے دیئے ہوئے پانی سے آپ کا وضو نہ ہوگا تو محدث الوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا'' دیدار علی تجھ سے تو اعلیٰ حضرت کی گلیوں کے بہشتیوں کے بچے بڑھ گئے۔'' ملخصاً

مفتی اعظم پاکستان علامہ ابو البرکات سید احمد قادری شیخ الحدیث دار العلوم حزب الاحناف لاہور علیہ الرحمۃ نے فقیر راقم الحروف کے ایک استفتاء کے جواب میں تحریر فرمایا تعجب ہے کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت بریلوی قدس سرہٗ العزیز کا فتویٰ ہوتے ہوئے فقیر سے استفسار کیا جا رہا ہے فقیر کا اور فقیر کے آباو اجداد (باپ، دادا) کا وہی مسلک ہے جو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا ہے'' فخر الاکابر مولانا علامہ قاری سید محمد خلیل الکاظمی محدث امروہوی رحمۃ اللہ نے فرمایا فقیر کا مسلک ان دونوں مسئلوں ریڈیوں کے اعلان کے حجت شرعیہ نہ ہونے میں اور لاؤڈ اسپیکر پر نماز نہ ہونے میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے مسلک کے بالموافق ہے طوالت کی ضرورت نہیں۔''

غزالی زمانہ علامہ سید احمد سعید کاظمی سابق شیخ الحدیث انوار العلوم ملتان فرماتے ہیں اب رہا منکرین و معترضین کا امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مجدد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شان اقدس میں ناشائستہ کلمات کہنا اور حضرت ممدوح کے رسالہ مبارکہ پر پھبتیاں اڑانا تو یہ کوئی نئی بات نہیں یہ لوگ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصانیف جلیلہ پر اپنی لاعلمی کی وجہ سے مذاق اڑاتے ہیں اور منہ کی کھاتے رہے ہیں۔''

اس مضمون کے مطالعہ سے یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہو جائے گی کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وسعت علم کو پانا تو درکنار اسے سمجھنا اور اندازہ لگانا بھی ان لوگوں کو لئے آسان نہیں ہے۔ امام اہل سنت مجدد ملت حضور پرنور اعلیٰ حضرت بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسالہ مبارک ''نفی الفئی انار بنورہ کل شیٔ'' پر وارد کئے ہوئے جملہ اعتراضات ہباءً منثوراً ہو گئے اور یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہوگئی کہ اعلیٰ حضرت

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصانیف جلیلہ کی پھبتیاں اڑانا اوران پراعتراض کرنا گویا سورج کا منہ چڑھانا اور چاند پر تھوکنا ہے جس کا انجام ذلت وندامت کے سوا کچھ نہیں۔متعدد بار فرمایا: ''وہ میرا نہیں جو مسلک اعلیٰ حضرت پر نہیں'' ملخصاً۔

ان منتخب روزگار ہستیوں کے اقوال وارشادات سے معلوم ہوا کہ اگر فی الواقع اعلیٰ حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمہ کی تحقیق ومسلک میں کوئی کمی ستم یا علمی تحقیقی تسامح ہوتا تو مذکورہ بالا چوٹی کے اکابر اہل سنت ضرور ضرور اعلیٰ حضرت کی تحقیق کے خلاف اپنی تحقیق کو پیش کرتے یہ کام وقت کے کسی غلام مولوی یا کسی بزعم خود محقق کے لئے اٹھا کر نہ رکھتے،سخت حیرت اور تعجب تو اس بات پر ہے کہ یہ لوگ پیش آمدہ جدید مسائل میں تحقیق کا بہانہ بنا کر ان متفقہ و طے شدہ مسائل میں رخنہ انداز کرتے ہیں جن کا فیصلہ حضور سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی۔سیدنا صدر الصدور الشریعت مولانا امجد علی اعظمی صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی، مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی۔حضرت علامہ ابوالمحامد سید محمد محدث کچھوچھوی۔

قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی۔محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد مفتی پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری حافظ ملت علامہ عبدالعزیز مبارک پوری مفتی اعظم دہلی مولانا محمد مظہر اللہ نقشبندی۔علامہ محمد خلیل الکاظمی محدث امروہوی وغیرہم قدست اسرارہم جیسے اکابر امت نے فرمادیا ہو۔

آج کل جدت پسند خود ساختہ محققین یہ مفروضہ بھی چھوڑتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے بھی تو اپنے سے پہلے اور اپنے معاصرین سے اختلاف کیا ہے اب اگر ہم اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے علمی تحقیقی اختلاف کریں تو یہ اعلیٰ حضرت کا اتباع ہے (سبحان اللہ) اس لایعنی ڈھکوسلے پر ہم عرض کریں گے کہ تم پہلے اعلیٰ حضرت تو بنو اعلیٰ حضرت کو دنیا بھر کے علماء وفقہاء نے اپنا امام ومجدد مانا ہے مجدد کا کام کارتجدید ہے تمہارا کام کارتخریب ہے اہل سنت میں خلفشار وانتشار پیدا کرنا ہے جس کا انجام خدا نخواستہ یہ ہوسکتا ہے کہ سنی عوام اپنے خدا ترس اکابر امت کی تحقیقات عالیہ کے ظل رحمت سے بھی آزاد ہوجائیں ان اکابر امت کا وقعت وحیثیت ان کی ظاہر بینی نظر میں ختم ہوجائے اور پھر تمہارے بعد پیدا ہونے والے جدید سے جدید محققین تحقیق کے نام پر مسائل کی مزید حجامت کرتے جائیں اور اپنی خود آرائی کے سانچے میں ڈھالتے جائیں کہ عموم بلویٰ اور تغیرات زمانہ کا بہانہ بنا کر ہر مسئلہ کی چمڑی ادھیڑی جاسکتی ہے۔

لہٰذا اس دور میں بالخصوص علماء اہل سنت کو خبردار و بیدار رہنے کی اشد ضرورت وشدید حاجت ہے اور مسلک وفتاویٰ اعلیٰ حضرت مجدد ملت امام احمد رضا حنفی قادری بریلوی قدس سرہٗ سامی پر سختی سے کاربند رہنے میں عقیدہ و ایمان کی حفاظت ہے ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کے کارپرداز ان خصوصاً علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نقشبندی حفظہ اللہ، صدر ادارہ صاحبزادہ وجاہت رسول قادری رضوی مصطفوی اور جنرل سکریٹری پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری زید مجدہما مبارکباد کے مستحق ہیں کہ اعلیٰ حضرت کے افکار ونظریات اور علمی ورثہ کی چہاردانگ عالم میں گذشتہ صدی سے اشاعت وابلاغ میں مشغول ہیں۔الحمدللہ آج ان کی کاوشوں کی بدولت عالمی جامعات کے ایوانہائے تدریس میں نغمات رضا کی گونج سنی جارہی ہے، فجزاھم اللہ احسن الجزاء میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ادارے کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔

☆☆☆

رسول کریم ﷺ کا منہج دعوت وتبلیغ

از: مولانا محمد اسلم قادری مدرسہ اسلامیہ رحمانیہ، باسنی، ناگور شریف، راجستھان

(بقیہ گزشتہ شمارے کا)

اسلام کے نظام اصلاحی میں اس کی سخت ممانعت کی گئی اور اجتناب واحتراز کا حکم دیا گیا ہے'' (۵)

جیسا کہ ارشاد رب العزت ہوتا ہے:

"یآ ایھا الذین اٰمنوآ انّما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوه لعلکم تفلحون" (المائدہ:۵/۹۰)

''اے ایمان والو شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک ہی ہیں شیطان کا کام تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ'' (کنز الایمان)

یوں تو عربوں کی تاریخ، اور ان کے سماج، معاشرے میں بہت سی غلط رسومات وخرافات نہایت آب وتاب کے ساتھ شائع وذائع تھیں جو تاریخ کے زریں اوراق پر مثل آفتاب چمک رہی ہیں اور ان کی بدکرداری وبداخلاقی کا اعلان کررہی ہیں جن کو پڑھ کر اذہان وقلوب محو حیرت واستعجاب ہوجاتے ہیں، نیز وہ اخلاق کی پستی میں حددرجہ غرق تھے، جس کا روشن اور واضح ثبوت یہ ہے کہ وہ صنف نازک (عورت) کے ساتھ جس نوع کا رویہ وسلوک اختیار کرتے تھے وہ یقیناً جہاں سوز، دل دوز ہے''

فقیہ اعظم ہند، شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی علیہ الرحمہ عرب عہد جاہلیت پر خامہ فرسائی کرتے ہوئے رقمطراز ہیں'' آفتاب رسالت جس افق سے طلوع ہونے والا تھا، خود وہ دنیا کے دوسرے خطوں سے کم تاریک نہ تھا، خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وادی غیر ذی زرع میں اپنے لخت جگر کو آباد کرکے بیت اللہ کی تعمیر تو اس لئے کی تھی کہ لوگ اس مرکز سے وابستہ رہ کر وحدہٗ لاشریک کی عبادت کریں، لیکن امتداد زمانہ سے بدعات کی اختراع ہوتی گئی اور رفتہ رفتہ یہ آندھی اتنی تیز ہوگئی کہ ملت ابراہیم کا چراغ گل ہوگیا'' (۶)

مزید تحریر فرماتے ہیں'' اخلاقی حیثیت سے اہل عرب کی اکثریت بہت گری ہوئی تھی، ڈاکہ زنی، چوری، غارتگری، بے حیائی، شراب نوشی، قمار بازی، زنا کاری، دختر کشی، سفا کی، بے رحمی، درندگی بہیمیت، سود خوری، دجل و فریب، ان کو گھٹی میں پلادی گئی تھی، عوام تو عوام بڑے بڑے سر برآوردہ روٴسا میں بھی یہ عیوب پائے جاتے تھے، پھر بھی وہ ریاست کی مسند پر بیٹھے ہوئے تھے'' (۷)

نیز عورتوں کی زبوں حالی اور پسماندگی کا ذکر اس طرح کرتے ہیں'' عورتوں کو جوؤں میں ہار جاتے تھے، ایک عورت کے کئی کئی شوہر ہوتے'' ستی'' اور'' جوہر'' کی ظالمانہ رسم معیار غیرت وحمیت تھی، بعض تہواروں پر شراب کے نشے کی سرمستی میں ماں، بیٹی بہن اپنی پرائی جو بھی مل جاتی تھی اس سے اپنے جذبہٴ شہوانی کی تکمیل کرنا بڑے پن کا کام سمجھتے، عورتیں بیچی جاتیں'' اھ (۸)

(۳) دور جاہلیت میں عورت کا مقام

عرب عہد جاہلیت میں اسلام کے دور مسعود سے قبل عورت کی جنس سب سے زیادہ زبوں حالی اور ذلیل وخوار تھی اس کو سماج اور معاشرے میں ہر شخص عزت وآبرو کی

نگاہ سے دیکھنے میں ننگ و عار محسوس کرتا تھا، آفتاب رسالت، محسن انسانیت، حضور اقدس ﷺ کی ولادت باسعادت سے پہلے کوئی عورت کو پاپ کہتا، کوئی سراپا لعنت قرار دیتا، کوئی شیطان و منحوس بناتا، قبیلہ و خاندان اور معاشرے میں کوئی مقام اور اہمیت حاصل نہ تھی، وہ صرف حظِ نفس اور خواہشات نفسانی کا واحد ذریعہ سمجھی جاتی تھی، ایک ایک مرد کے پاس اس کی مالی پوزیشن کے مطابق اس کے تحت دس دس پندرہ پندرہ عورتیں بیک وقت بیوی کے نام سے رہتی تھیں، جب دو چار سے نفس امارہ حظ و تمتع اٹھا لیتا تو ان کو چھوڑ کر دوسری عورتوں کو بیوی بنا لیتا گویا کہ وہ عورت کو حظ نفس کا ذریعہ اور واسطہ سمجھتے تھے، اور بس!

جب ہم یہود و نصاریٰ کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو اس میں ہمیں یہ بات صراحت اور وضاحت کے ساتھ ملے گی ''کہ عورت خواہش نفس کی تکمیل کا ذریعہ ہے'' یہی وجہ ہے کہ جب عورت کے حسن و شباب میں فرق پڑتا اس کو گھر سے نکال دیا جاتا تھا، اور عزت و وقار کی زندگی سے ذلت و بے وقعتی کی زندگی گزارنے پر مجبور کیا جاتا تھا، اس کی عزت و حرمت اور عصمت و پاکدامنی کا کوئی محافظ و پاسبان نہ تھا عورتیں جن دنوں عوارض نسوانیہ میں ہوتیں۔

ان ایام میں ان کے ساتھ ربط و اختلاط اور میل جول، اٹھنا بیٹھنا، یکسر ترک کر دیا جاتا تھا، ان تمام باتوں سے یہ بخوبی عیاں اور ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان کے نزدیک عورت کی حیثیت ایک کھلونے جیسی تھی، ستم بالائے ستم امر یہ ہے کہ جب کسی کے یہاں لڑکی پیدا ہوتی تو وہ سمجھتا کہ مجھ پر قیامت ٹوٹ پڑی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں ان کی اس حالت کو بیان کیا ہے:

"واذ بشر احد هم بالانثیٰ ظلّ وجههٗ مسودّا وهو كظيم" (سورة النحل: ۱۶/۵۸)

''اور جب ان میں کسی کو بیٹی ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے، اور وہ غصہ کھاتا ہے'' (کنزالایمان)

لڑکی کی پیدائش پر صرف غمگین وافسردہ ہی نہیں ہوتے تھے بلکہ لوگوں سے منہ چھپاتے پھرتے تھے، اس سے بڑھ کر ظلم یہ کہ بعض قبیلوں میں یہ رسم بھی جاری وساری تھی کہ شقی القلب باپ اپنے ہی ہاتھوں، اپنی لخت جگر، ماں کا سہارا بچی کو زندہ زمین بوس کر دیتا تھا، اس کے بعد ہی وہ سکون محسوس کرتا تھا، ایسے ہی ظالم باپ کے بارے میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

"واذا المؤدة سئلت بایّ ذنب قتلت" (سورة التكوير: ۸۱/۹/۸)

''اور جب زندہ دبائی ہوئی سے پوچھا جائے گا تو کس خطا پر ماری گئی''۔

اسلام جو خیر و فلاح اور صلاح کا سرمایہ عظیم ساتھ لیکر آیا تھا اس نے اس ظالمانہ رسم و رواج کا خاتمہ کر کے معاشرے کی پیشانی سے یہ بدنما داغ بھی مٹا دیا، خدا کا فضل و کرم ہوا اس ظلمت کدہ ماحول پر کہ اس نے اپنی نبی آخر الزماں کو رحمۃ العالمین بنا کر بھٹکتی و سسکتی ہوئی انسانیت کے لئے رہنما بنا کر مبعوث فرمایا، جنہوں نے اپنی انتھک مساعیٔ جمیلہ سے غلط رسومات و خرافات اور خواہشات کا خاتمہ کر کے عورتوں کو ان کا صحیح مقام عطا فرما دیا۔

جہاں تاریک تھا ظلمت کدہ تھا سخت کالا تھا
کوئی پردے سے کیا نکلا کہ گھر گھر میں اجالا تھا

ماہ کامل کی ولادت باسعادت

یہی وہ ماحول تھا جب مشیت ایزدی نے چاہا کہ اس زخم خوردہ انسانیت کو واپس راہ عمل پر ثابت قدم رکھنے کے لئے اسے اس مرکز سے شرفیاب کر دیا جائے جو اس کو عہد آدم علیہ السلام میں حاصل تھا، اچانک رحمت و انوار کی

گھنگور گھٹائیں آسمانی دنیا پہ چھانے لگیں، نور و نکہت سے ظلمت کدہ روشن ہوگیا، دعائے خلیل اور نوید مسیح ربیع الاول شریف کے مہینہ میں، سفیدۂ صبح کے نمودار ہونے سے قبل حضرت سیدہ آمنہ کی گود میں تشریف لایا، جس کی سرگمی آنکھوں پر ایک جہاں فدا، جس کی پیشانی سے نبوت و رسالت کا نور ظاہر، جس کے لبہائے مبارک پر دوامی تبسم، جس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی مثل چمکدار خدائے وحدہٗ لاشریک نے اس کو بھی یکتا و یگانہ بنایا، جس کے حسن و جمال، فضل و کمال، جود و نوال کی مثال نہیں، دیکھنے والوں کی نظریں خیرہ ہوگئیں اور اس حسن و جمال کے پیکر نے اپنے رخ زیبا کی تابانی سے انہیں یہ کہنے پر مجبور کر دیا کہ آمنہ کی گود میں کوئی مبشر نہیں بلکہ نوری فرشتہ ہے۔

اب سیدہ کا در خالی نہ تھا، وہاں پر صرف انسانوں کا جم غفیر نہیں تھا، بلکہ ملاء اعلیٰ کے فرشتے بھی اس چہرۂ پر ضیاء کی زیارت کے لئے آسمان سے فرش زمین پر اتر آئے تھے“ اس کیف و سرور سے مملو منظر کی عکاسی اور منظر کشی کرتے ہوئے شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں ”آج بہار خلد وادی تہامہ میں اتر آئی ہے، آسمان اپنی انجمن کے ساتھ دولت سرائے آمنہ پر جھکا ہوا ہے، ماہتاب وسط آسمان پر کھڑا، فضائے بسیط پر اپنی نقرئی چاندنی تانے ہوئے، آفتاب بڑی تیزی سے افق مکہ کی طرف بڑھ رہا ہے۔

جبرئیل امین ملاء اعلیٰ کے نورانی انفاس کی فوج در فوج جلو میں لیکر دست بستہ کاشانۂ عبد اللہ پر کھڑے ہیں، کارکنان قضا و قدر چشم براہ، ملکہ مصر آسیہ، کنواری بتول مریم، حوران بہشت کے ساتھ خلوت کدۂ آمنہ میں حاضر ہوئیں، کیوں؟

اس لئے کہ نور ازل کا آئینہ جمال و کمال، قادر کل کا مظہر ذات و صفات رب العالمین کا خلیفۂ اعظم، خالق کو نین کا نائب اکبر، خزائن السموات والارض کا مالک، نعمتہائے الہیہ کا قاسم ملکوت و ملک کا تاجدار، بحر و بر کا مختار، سید المرسلین، خاتم النبین رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، دعائے خلیل، تمنائے کلیم، بشارت مسیح، جگر گوشہ عبد اللہ، نور دیدۂ آمنہ، رونق افزائے عالم شہود ہونے والا ہے“ (۹)

سیدہ آمنہ کا ستارہ عروج پر تھا، ہر طرف ہر جگہ اسی بچہ کا تذکرہ، ہر گھر میں اسی مخدومہ محترمہ کا ذکر خیر، آج دادا عبد المطلب کی خوابیدہ کلیاں بیدار ہوگئیں تھیں، دادا نے اپنے اس پوتے کا نام ”محمد“ تجویز کیا، ماں اور دادا کی شفقتوں تلے اس ماہ کامل، اور آفتاب رسالت کی پرورش ہوئی۔

آپ نے سب سے پہلے ثوبیہ کا دودھ پیا، پھر سات دن تک والدہ ماجدہ کا دودھ نوش فرمایا، آخر حضرت حلیمہ سعدیہ کو رضاعی ماں بننے کا شرف و اعزاز ملا، تقریباً پانچ سال آپ قبیلہ بنوسعد میں رہے، چھ سال کی عمر میں اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ مدینہ شریف تشریف لے گئے، والدہ کے انتقال پر ملال کے بعد دادا نے اپنی کفالت میں لے لیا۔

آٹھ برس کی عمر میں دادا جان کی شفقتیں بھی ختم ہوگئیں، پھر آپ اپنے چچا ابو طالب کی نگرانی میں رہے، دس بارہ سال کی عمر شریف میں بکریاں بھی چرائیں، جب آپ سن شعور کو پہونچ تو کسب معاش کے لئے تجارت کے میدان میں قدم رکھا، معاملات میں آپ کی دیانتداری، امانتداری نے لوگوں کا دل جیت لیا، آپ کے حسن معاملہ اور اچھی کارکردگی کی باعث حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے اپنا تجارتی مال لیکر ملک شام بھیجا، واپسی پر آپ کی ایمانداری، دیانتداری سے حضرت خدیجہ بہت متاثر ہوئیں، تین ماہ بعد شادی کا پیغام بھیج دیا، اس وقت آفتاب رسالت، ماہ کامل کی عمر ۲۵، سیدہ کی عمر ۴۰ رتھی، عقد مسنون ہوگیا۔

آپ کے احباب خاص میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق، حضرت حکیم بن حزام، حضرت ضماد بن ثعلبہ، حضرت قیس بن سائب مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے"

جب آپ کی عمر شریف چالیس سال ہوئی تو آپ نے اپنی نبوت ورسالت کا اعلان فرمایا: تاکہ بھٹکے ہوئے انسانوں کو پھر سے وہ اجالا میسر آجائے جس اجالے میں زمین پر انسانیت کا آغاز ہوا تھا، ورقہ نوفل نے آپ کے واقعات کو سن کر کہا تھا" یہی وہ ناموس ہے جو حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر اترا تھا"

آپ کی بعثت کا اہم ترین مقصد

مولانا سید سعادت علی قادری آپ کی بعثت و رسالت کے اہم ترین پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے خامہ فرسائی کرتے ہیں" سرور عالم حضور اکرم ﷺ کے مقاصد بعثت میں سے ایک اہم ترین مقصد یہ تھا کہ آپ مرضی الٰہی کے مطابق قرآن کریم کی شرح و توضیح کریں اور امت کو اس کی قومی، عملی تعلیم دیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"لمآ ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم اٰیتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتٰب والحکمة ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون" (البقرہ: ۲/ ۱۵۱)

" واضح رہے کہ رسول امت تک صرف پیغام الٰہی منتقل ہی نہیں کرتا بلکہ وہ اس کا مفسر اور شارح ہوتا ہے، وہ امت کا معلم ہوتا ہے، اسی لئے ضروری ہوا کہ رسول اکرم کو ایسے کامل اور اکمل سے نوازا جائے کہ اس کی تعلیم میں کسی قسم کی کوئی کمی باقی نہ رہے، اور نہ ہی کسی شک وشبہ کی گنجائش، دنیا کا کوئی معلم رسول کی تعلیم کو چیلنج نہ کر پائے، اور صرف رسول ہی کی تعلیم پر عمل دنیا و آخرت کی کامیابی کا ضامن ہو، ایسا علم نہ تو دنیا کے معلمین دے سکتے ہیں اور نہ ہی دنیا کی کسی کتاب سے حاصل کیا جا سکتا ہے، لہٰذا رسول کریم ﷺ کو نہ تو کسی کا شاگرد بنایا، نہ ہی حصول تعلیم کے لئے کتابوں کا محتاج بنایا، وہ ظاہر میں نظروں کے لئے "امی" ہی رہے لیکن معلم حقیقی وحدہٗ لاشریک نے انہیں بلا واسطہ اپنے خزانہ علم سے اتنا مالا مال کیا کہ اس سے علم کی کوئی انتہا اور حد باقی نہ رہی، وہ ایسا معلم بنا جو ہر چیز کو جانتا

"ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون"

کا ارشاد اس پر گواہ ہے وہ ایسا معلم بنا کہ اس کی تعلیم میں کسی قسم کی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہی کیوں کہ

"وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحیٌ یوحیٰ"

کا فرمان اس پر صادق، اس کی تعلیم کا ایک ایک حرف اللہ کی رضا کے عین مطابق ہوتا ہے، اس کی تعلیم پر عمل رضائے الٰہی کے حصول کا یقینی اور واحد ذریعہ ہے، رسول کے احکام کو اپنانے کا حکم جاری فرمایا گیا

"وما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا"

رسول رحمت ﷺ کی صرف تعلیمات ہی نہیں بلکہ رسول محترم ﷺ کی ادائیں بھی شریعت مطہرہ کا حصہ ہیں، رسول ہی معلم شریعت ہیں، وہی پیکر شریعت ہیں، تمہاری زندگی سنوارنے سدھارنے کے لئے بہترین نمونہ ہے

"لقد کان فی رسول اللہ اسوۃ حسنة" اھ (۱۰)

رسول کریم ﷺ کا منہج دعوت و تبلیغ

اس مدنی تاجدار، داعی الی الحق، رسول ہاشمی کی دعوت و تبلیغ اسلام کا انداز بھی حکیمانہ اور تدبیرانہ تھا جو ایسے اوصاف وخصائص وکمالات اور افادیت کا جامع تھا کہ دل خود نمونہ موم ہو کر اس نبوی پیغام کو سننے کے لئے بیتاب نظر آتے تھے، اس اسلوب پر خامہ فرسائی کرتے ہوئے محدث مکہ حضرت علامہ سید محمد بن علوی مالکی علیہ الرحمۃ الرضوان تحریر فرماتے ہیں:

"آپ پیغام حق کی اشاعت وتبلیغ کے لئے ایسے طریقے اپناتے تھے جو یقینی کامیابی کا ضامن ہوتے تھے، موقع کے مطابق گفتگو فرماتے، مطالب ومفاہیم کو اس کے شایان شان پیرایہ میں بیان فرماتے، ہر قبیلہ سے ان کی ذہنی سطح سے کلام فرماتے، لوگوں کے سامنے اپنی سیرت طیبہ کا ایسا بہترین نمونہ پیش کرتے کہ وہ خود بخود نہایت تیزی سے حق کی بات قبول کر کے گمراہی سے ہٹ جاتے تھے، قرآن کریم کی آیات اور حجت کے ساتھ دعوت اسلام دیتے، جب بھی اصول دین پر گفتگو فرماتے تو اس پر واضح براہان قائم کرتے، کسی طرح کے شبہ یا پیچیدگی کو باقی نہ چھوڑتے، دین پھیلانے کے سلسلے میں آپ قبیلے کے معززین کو ہدیہ بھیجتے، آپ کی تبلیغ اسقدر حکمتوں، آیات قرآنیہ اور احادیث سے مرصع ہوتی، کہ دیکھنے والے پر روشن ہوجاتا کہ اسلام کی دعوت حق ہے، دعوت حق کے سلسلہ میں صبر، نرمی تحمل سے کام لیتے تھے، نہایت نرمی سے اپنا موقف پیش فرماتے، ہر شخص سے درگزر اور احسان و مروّت سے پیش آتے، کسی کو بے موقع وعظ پر وعظ نہ فرماتے، بادشاہوں اور قبائل کو خط لکھتے وقت اختصار اور جامعیت کا خیال فرماتے، سوال کرنے والے کو باقاعدہ جواب عطا فرماتے، دوران کلام آپ نئی نئی تشبیہات اور بہترین ضرب الامثال ڈھالتے تھے، کیوں کہ تشبیہ اور مثال کے ذریعہ پوشیدہ حقائق کی وضاحت اور نادر مطالب کو فانوس بنانے میں بہت مدد ملتی ہے، قطع تعلقی کو پھر سے جوڑ دیتے اور دلوں کو حق کو طرف مائل ہونے پر آمادہ کرتے تھے" (۱۱)

محترم قارئین! اب ہم ذیل میں رسول کریم ﷺ کے اسلوب دعوت وتبلیغ کے چند نمونے اور ان کے دوررس نتائج وثمرات پر قدرے روشنی ڈال رہے ہیں، یقیناً سرکار دوعالم ﷺ کی مکمل حیات طیبہ (مکی ہو یا مدنی) دعوت وتبلیغ، اصلاح فکر واعتقاد، رشد وہدایت کی تعلیم ہی میں منحصر ومحصور نظر آتی ہے جس کی خاطر اس محسن انسانیت، غمخوار امت کو کیسی کیسی تکالیف، جذبہ وایثار، مصائب و آلام، اور دشمنان خدا واسلام کی بر سر راہ طعن وتشنیع کا مقابلہ کرتے ہوئے صبر وتحمل، حلم و بردباری، کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے اس تبلیغی ودعوتی مشن کو جاری و ساری رکھنے میں کس قدر حکمت ودانائی، فکر وتدبر سے کام لینا پڑا ہوگا۔

نیز کلمہ حق لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی رفعت وسربلندی کے لئے وادی مکہ کے کوچہ وبازار میں اسلام دشمن عناصر کی زبانی برسر عام تضحیک و تذلیل برداشت کرنی پڑی ہوگی، اسی کلمۂ حق کی خاطر مکہ کی گلیوں میں اپنے جسم نازنین پر گندگی، طائف کے میدان میں پتھروں کی بوچھار کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ مگر اس داعی الی اللہ کے پیروں میں تھوڑا سا بھی زلزلہ نہ آیا، گالیاں بھی برداشت کیں۔ قبیلہ وخاندان کی مخالفت ومخاصمت کی کوئی فکر نہ کی اور مختصر سے وقت میں یہ پیغام حق سارے عالم میں پھیلا دیا۔

خفیہ طور پر تبلیغ اسلام

ابتداً جب رسول محترم رحمت عالم ﷺ پر وحی نازل ہوئی تو آپ اعلانا تبلیغ کے لئے مامور نہ تھے، بلکہ اس میں صرف آپ کی ذات کے احکام تھے، پھر کچھ ایام تک سلسلۂ وحی منقطع رہنے کے بعد جب آپ پر وحی نازل ہوئی تو اس میں تبلیغ اسلام کا حکم ہوا۔ مگر دنیا میں جہالت وضلالت کی حکمرانی ونافرمانبرداری تھی، بالخصوص عرب کا تکبر اور غرور اور آبائی تقلید انہیں حق پر کان دھرنے کی اجازت نہ دیتی تھی، اس لئے ابتداء حکمت الہیہ کا اقتضاء یہ ہوا کہ آپ کو اعلانا تبلیغ اسلام کا امر نہ کیا جائے، تاکہ اول ہی سے لوگ متنفر وبیزار نہ ہوجائیں۔

چنانچہ بانی اسلام رسول اکرم ﷺ نے شروع میں دعوت اسلام اپنے جان پہچان کے لوگوں کو دی جن میں سب سے پہلے ام المومنین حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت سیدنا ابو بکر صدیق، حضرت علی، حضرت زید بن حارثہ، رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو تبلیغ اسلام کی دعوت دی، اور یہ سب مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ اسلام میں داخل ہونے کے بعد حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسلام کی تبلیغ شروع کر دی، چنانچہ آپ ہی کی تبلیغ سے متاثر ہوکر حضرت عثمان، سعد، طلحہ، عبدالرحمان، اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم مشرف بہ اسلام ہوئے، ان حضرات کے بعد حضرت سعد بن زید، ابوذر غفاری، ارقم بن ابی ارقم، عبد اللہ بن مسعود، عثمان بن مظعون، ابوعبیدہ بن الجراح، عبیدہ بن حارث، حصین بن عمار بن یاسر، خباب بن ارث، خالد بن سعید، سعید بن عدی، ابو سلمہ مخزومی، خالد بن ولید، اور صہیب رومی، وغیرہم اسلام کے ہراول دستہ ہیں''۔

پروفیسر سید شجاعت علی قادری رقم فرماتے ہیں: عورتوں میں مندرجہ ذیل عورتیں پہلے اسلام لائیں، فاطمہ بنت خطاب، اسماء بنت ابی بکر، اسماء بنت سلامہ، اسماء بنت عمیس، فاطمہ، ذکیہ بنت میسار، رملہ بنت ابی عوف، اور امینہ بنت ابی خلف رضی اللہ تعالیٰ عنہن'' (۱۲)

اس وقت تک یہ دعوت اسلام محض خفیہ طور پر جاری تھی، عبادات و اعمال شرعیہ بھی چھپ چھپ کر ادا کئے جاتے تھے، یہاں تک کہ بیٹا باپ سے اور باپ بیٹے سے چھپ کر نماز ادا کرتا، جب ان جاں نثاروں کی تعداد ۳۰ رہوگئی تو نبی اکرم ﷺ نے ان کے لئے ایک گھر مقرر فرما دیا، جس میں وہ سب جمع ہو جاتے تھے اور آپ ان سب کو تعلیم، تبلیغ فرماتے، اس طریق کی یہ دعوت و تبلیغ تقریباً تین سال تک جاری رہی، اس دوران قریش کی ایک حامی جماعت دامن اسلام میں آ گئی۔ اور لوگ کشاں کشاں دامن مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ ہونے لگے۔ اور جب حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے تو اعلاناً دعوت حق کا وقت آپہونچا''

اعلاناً تبلیغ اسلام

"وعن ابن عباس قال لما نزلت "وانذر عشيرتك الاقربين واخيض جناحك لمن اتبعك من المومنين" (الشعراء: ٢٦/٢١٤) صعد النبي ﷺ الصفا نجعل ينادى يا نبي فهر يا بني عدىّ لبطون قريش حتى اجتمعوا فقال ارائيتكم لواخبر تكم ان حيلا بالبوادى تريد ان تغير عليكم اكنتم مصدقى؟ قالوا نعم ماجر بنا عليك الاصدقا قال فانى نذير لكم بين بدى عذاب شديدا فقال ابو لهب بنالك سائر القوم الهندا جمعتنا؟ فنزلت ثبت يدا ابى لهب وتبّ الخ متفق عليه "اھ (۱۳)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جس وقت آیت پاک (وانذر عشيرتك الاقربين الخ) نازل ہوئی تو ہادی عالم، رسول اعظم نے فاران کی چوٹی پر کھڑے ہوکر اپنے قریبی اعزاء و اقرباء سرداران قریش کو پکارا، اور فرمایا اے بنو قہر، اے بنو عدی، اے بنو تمیم، اے بنو زہرہ، یہاں تک کہ جب سب جمع ہوگئے تو ان کے نفسی تاثرات کا جائزہ لینے اور ان کو خود اپنے قول کا پابند بنانے کے لئے فرمایا: ''اگر میں کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے ایک حملہ آور فوج چلی آ رہی ہے تو کیا تم مجھ پر بھروسہ کروگے؟ انہوں نے بیک زبان ہوکر کہا ہاں! ہم نے آپ کو ہمیشہ سچا پایا ہے''۔

پھر ارشاد فرمایا کہ: خدا پر ایمان لاؤ اللہ نے مجھے بشیر و نذیر بنا کر تمہارے درمیان بھیجا ہے ورنہ تم پر سخت عذاب

ہوگا۔ تو ابولہب بدبخت نے کہا تباہی ہو تیرے لئے تو نے اسی لئے ہم کو یہاں جمع کیا تھا؟ پھر سورۂ تبت یدا ابی لھب الخ اس کی مذمت میں نازل ہوئی۔

اس آواز سے سارا مجمع طیش میں آ گیا، اور وہی لوگ جو پہلے آپ کی صداقت، امانت، پر مہر تصدیق ثبت کر چکے تھے، تضحیک تذلیل، بدزبانی، بداخلاقی کی اس پستی پر اتر آئے جو بیان زبان وقلم سے باہر ہے، خصوصاً شیوخ قریش اور بالخصوص بدنصیب ابولہب نے ذلت اور کمینگی کے دوسرے الفاظ کے علاوہ معاذ اللہ ''لفظ غارت'' بھی استعمال کیا اور کہا! ''کہ آج ہی کے دن یہی بات تھی جس کے لئے تم نے ہم سب کو جمع کیا''!

رسول اکرم ﷺ نے لوگوں کو دعوت اسلام اور انہیں خیرخواہی کی دعوت دینے کے لئے قرآن مجید کے طریق کو اپنایا ارشاد رب العزت ہوتا ہے:

"ادع الیٰ سبیل ربّك بالحكمة والموعظة الحسنة" (النحل: ١٥/ ١٢٥)

''اپنے رب کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے''

تحت آیت کریمہ حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں صاحب قبلہ نعیمی علیہ الرحمہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''یہ آیت کریمہ ظاہراً تو مختصر لیکن حقیقت میں اصول رشد وہدایت، حکمت دلائل، مواعظ حسنہ، اور مجادلۂ عظمہ میں دعوت اسلام کے لئے خوشگوار گفتار، فن مناظرہ، طریقۂ مکالمہ، ضوابط مجادلہ، اور حصول مکابرہ میں ایک انمول اور علمی خزانہ ہے'' اھ (۱۴)

اعلاناً تبلیغ اسلام پر یہ آیات اور دیگر قرآنی آیات دال ہیں:

"یٰٓایھا الرسول بلّغ مآانزل الیك من رّبّك" (المائدہ: ٥/ ٦٧)

''اے رسول پہنچا دو جو کچھ اترا تمہیں تمہارے رب کی طرف سے''

"فذكّر انّ نفعت الذكریٰ" (الاعلیٰ: ٨٧/ ٩)

''تو تم نصیحت فرماؤ اگر نصیحت کام دے''

"فذكّر بالقرآن من یخاف وعید" (قٓ: ٥٠/ ٤٥)

''تو قرآن سے نصیحت کرو اسے جو میرے دھمکی سے ڈرے'' (کنز الایمان)

قبائل اور ایام حج میں تبلیغ اسلام

حضور اکرم ﷺ وفود عرب کے ہر قبیلے کے خیمے میں تشریف لے جاتے اور انہیں اسلام کی دعوت دیتے، اور اللہ کی پرستش کی طرف بلاتے، یہ سلسلہ دس سال جاری رہا، حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے دس سال اس طرح دعوت اسلام کی کہ جب موسم حج آتا اور متعدد قبائل فریضۂ حج کے لئے مکہ آتے اپنی رہائش کے لئے الگ الگ خیمے نصب کرتے تو نبی کریم ﷺ ہر قبیلہ کی قیام گاہ پر تشریف لے جاتے تھے اور انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے'' (۱۵)

بازاروں میں تبلیغ اسلام

حضور اکرم ﷺ مکہ کی تجارتی منڈیوں اور ان مقامات پر جہاں لوگوں کی بھیڑ ہوتی تھی تشریف لے جاتے اور انہیں اسلام کی دعوت دیتے'' (۱۶)

قبائل مدینہ میں تبلیغ اسلام

مدینہ منورہ میں دو قبیلے اوس، خزرج، آباد تھے آپ ان میں تشریف لے جاتے اور قرآنی آیات پڑھکر انہیں اسلام کی دعوت دیتے اور فرماتے میں اللہ کا رسول ہوں مجھ پر ایمان لاؤ کامیاب رہوگے'' (۱۷)

گھر پر دعوت اور تبلیغ اسلام

دعوت وتبلیغ کو عام کرنے کے لئے آپ نے یہ قدم بھی اٹھایا کہ ایک مرتبہ سارے خاندان والوں کی گھر پر

دعوت کی، کھانے سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا ''میں جس پیغام کولیکر آیا ہوں یہ دین اور دنیا دونوں کا کفیل ہے، کون اس پر میرا ساتھ دے گا؟ تمام پر خاموشی طاری رہی صرف ایک مرد مجاہد کی آواز بلند ہوئی اور وہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی آواز تھی جو دامن مصطفیٰ ﷺ میں آکرہی شیر خدا بنے (کرم اللہ وجہہ الکریم) (۱۸)

خانۂ کعبہ میں تبلیغ اسلام

خانۂ کعبہ میں بھی اس توحید ورسالت کے علمبردار نے کھڑے ہوکر توحید اور اپنی رسالت ونبوت کا اعلان کیا، مشرکین دوڑ پڑے، آپ کو گھیر لیا، حارث بن ام ہالہ کو معلوم ہوا دوڑے ہوئے آئے اور آپ ﷺ کو بچاتے ہوئے شہید ہوگئے۔ اسلام کی حمایت میں یہ پہلی شہادت تھی'' (۱۹)

خطوط کے ذریعہ دعوت اسلام

جب کئی افراد واشخاص دامن اسلام میں آگئے، اور یہ کاروان محبت جانب منزل رواں دواں تھا، مسلمانوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا تھا تو ۶ھ میں صلح حدیبیہ کے بعد اللہ رب العزت کی طرف حکم ہوا کہ والیان ممالک کو اسلام کی دعوت دیں'' ''تم فرماؤ اے کتابیو! ایسے کلمے کی طرف آؤ جو ہم تم میں یکساں ہے، یہ کہ عبادت نہ کریں مگر صرف خدا کی، اور اس کا کسی کو شریک نہ کریں'' (آل عمران: ۶۴/۳) اس حکم ربانی کی تعمیل کرتے ہوئے آقائے دوعالم ﷺ نے سلاطین عالم کو خطوط کے ذریعہ اسلام کی دعوت دی، اور حکم دیا کہ اسلام قبول کریں، ورنہ جزیہ دیں، تقریباً ان مکتوبات نبوی ﷺ کی تعداد تین سو بتائی جاتی ہے یہ خطوط دعوتی اور تبلیغی نوعیت کے ہیں جو مختلف سرداران قبائل، اور حکمرانوں کے نام لکھے گئے اور انتظامی امور کے بھی ہیں جو عہدیداران مملکت اسلامی کو بھیجے گئے۔ ہم یہاں پر چند کے اسماء تحریر کرتے ہیں، نجاشی، ہرقل، کسریٰ، شاہ یمامہ، حارث غسان، شاہ مقوقش، منذر بن مساویٰ، شاہ ہرمزان، یوحنا، مسلمہ کذاب وغیرہم۔

رئیس التحریر، مناظر اہل سنت، حضرت علامہ ارشد القادری قدس سرہٗ العالی رقمطراز ہیں'' اسلام تلواروں کا مذہب نہیں، عشق ووارفتگی کا مذہب ہے،! اسلام طاقت کا مذہب نہیں سپردگی کا مذہب ہے، محبت ودل ربائی کا مذہب ہے! اسلام زر، زمین، زن، کی رشوتوں کا مذہب نہیں، نبی کے اخلاق کی کشش، نبی کے چہرۂ پرنور کی طلعت زیبا، نبی کے کردار کے تقدس سیرت کی پاکیزگی، اور نبی کے لائے ہوئے دین کی سچائیوں کا مذہب ہے'' (۲۰)

پیغام حق سنایا رسالت مآب نے
پھیلایا نور افق بہ افق آفتاب نے
دنیا کو روئے امن ملی آشنی ملی
انسان کی نگاہ کو تابندگی ملی

نبوی تعلیم وتبلیغ کے کئی متنوع انداز تھے، جس سے لوگ نور اور کمال کے راستوں پر چل نکلے اور اسی طریق تعلیم وتبلیغ کا نتیجہ تھا کہ ایک ایسے اسلامی نظام معاشرت کی داغ بیل پڑگئی جس نے فتح مبین کی حسین شکل اختیار کرلی، اور امت مسلمہ ''خیرامت'' کے عظیم ترین اعزاز سے نوازی گئی'' (۲۱)

اس رسول برحق کو مفسد معاشرے کو سدھارنے سنوارنے میں کن کن مصائب وآلام کا سامنا کرنا پڑا، ہادی کو کیسے کیسے مراحل طے کرنے پڑے، اس کی نظیریں تاریخ اسلام کے ہزارہا صفحات پر مرقوم ہیں جو کسی فکر ونظر، سے مخفی دپوشیدہ نہیں ہے؟ مگر رسول ہاشمی ﷺ مصائب ومشکلات کے سخت طوفان میں عزم دپامردی، استقلال وثابت وقدمی، کے چراغ روشن کررہے تھے، ہر طرف سے دباؤ ڈالا جارہا تھا، دولت وثروت، مان ومنصب، کی بڑی سے

بڑی پیشکش، ظلم، تشدد کے انتہائی حوصلہ شکن ہتھیار بھی استعمال کئے جارہے تھے، مگر آپ کا آخری اور قطعی فیصلہ اپنی جگہ پر آہنی وفولادی چٹان کی طرح اٹل تھا'' ایک خدا کی پرستش کرو، اس کی ذات وصفات میں کسی کو شریک مت بناؤ، شریعت خدا وندی اور قانون قدرت کا احترام کرو، بتوں کو چھوڑ کر اللہ عزوجل کی پرستش کرو، اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو، ایک راستہ اور ایک منزل کی حصولیابی کے لئے ایک صف میں آجاؤ، نفاق کو اتفاق میں بدل ڈالو، نفرت وعداوت کو محبت وخلوص کے سانچے میں ڈال لو، اس لئے کہ تم کو تباہی و ہلاکت سے بچانے کے لئے تمہارے پروردگار نے مجھے تمہارے درمیان بھیجا ہے۔

داعی الی اللہ، محمد عربی ﷺ کی دعوت حق وتبلیغ اسلام اپنے مرحلوں سے گزر رہی تھی، آپ نے اس منصب عظیم پر فائز رہ کر اپنی انقلاب آفریں تعلیمات، دل نشیں خطابات، پرکشش تدبیر وحکمت، کامیاب تدبیر وسیاست، انسانیت نواز اخلاق وکردار، جمہوریت ومساوات سے بھر پور عدل وانصاف کو بروئے کار لاکر قوم مسلم تو قوم مسلم دنیا کے تمام اقوام وملل کے قلوب پر توحید ورسالت کی عظمت اور اسلام کی حقانیت کا نقش جمادیا۔

آپ کی ۲۳؍سالہ تبلیغ و ہدایت سے اسقدر حیرت انگیز وخوشگوار انقلابات رونما ہوئے جنہوں نے دنیا کا نقشہ بدل دیا، تاریخ اسلام کا وہ دور شروع ہوا کہ جب سے کائنات کے گوشے گوشے میں بس ایک ہی نغمہ گونج رہا ہے اور وہ نغمہ ہے توحید ورسالت کا، ایمان وعرفان کا، عشق الٰہی وحب رسول کا، حق شناسی وخدا پرستی کا، اسلام کی وفاداری اور پیغمبر اسلام کی غلامی و جاں نثاروں کا، پرچم حق و صداقت کی سربلندی اور امت مسلمہ کی فتح وکامرانی کا۔

حضور لائے ہیں وہ انقلاب دنیا میں
کہ اس کے بعد روا کوئی انقلاب نہیں

آپ کی تعلیمات نے انسان کو بیدار کیا، کہ اس کے ظاہر ہی کی نہیں بلکہ باطن کی بھی تطہیر کردی، اللہ کی ذات یکتا ویگانہ پر ان کے ایمان راسخ کا عالم یہ ہوگیا۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل تھی محو تماشائے لب بام ابھی

کتابیات

(۱) قرآن مجید
(۲) نظام مصطفیٰ ص؍۲۴۶
(۳) نظام مصطفیٰ ص؍۲۴۸
(۴) تفسیر خزائن العرفان ص؍۶۲۹
(۵) نظام مصطفیٰ ص؍۲۶۲،۲۶۳
(۶) اشرف السیر ص؍۲۱۱
(۷) اشرف السیر ص؍۲۱۷
(۸) اشرف السیر ص؍۲۰۹
(۹) اشرف السیر ص؍۱۳۳
(۱۰) یآایھا الذین آمنوا جلد اول ص؍۶۲۰
(۱۱) انسان کامل ص؍۱۱۳
(۱۲) سیرت رسول اکرم ص؍۱۵
(۱۳) مشکوۃ شریف (باب الانذار والتحذیر) ص؍۴۶۰
(۱۴) تفسیر نعیمی جلد ۱۴؍ص؍۵۹۳
(۱۵) ضیاء النبی جلد ۲؍ص؍۵۹۳
(۱۶) ضیاء النبی جلد ۲؍ص؍۴۶۸
(۱۷) ضیاء النبی جلد ۲؍ص؍۵۸۲
(۱۸) سیدنا محمد عربی نمبر (ماہنامہ استقامت کانپور) ص؍۴۰۶
(۱۹) (ماہنامہ استقامت کانپور) ص؍۴۰۶
(۲۰) دینی دعوت (میگزین) ص؍۶۷
(۲۱) انسان کامل ص؍۴۰۲۔

صحبت علماء کی فضیلت واہمیت

از:- مولانا محمد عبدالقادر رضوی امجدی، جامعہ اہلسنّت فیضان اشفاق ناگور شریف

آج لوگ علماء کی صحبت اختیار کرنا عار سمجھتے ہیں۔ خاص کر موڈرن طبقے کے لوگ مجلس علماء سے کوسوں دور رہتے ہیں، اور علماء کے وعظ ونصیحت سے گھبراتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ مگر وہ لوگ اس کا احساس نہیں کرتے کہ وہ چراغ اور روشنی کو چھوڑ کر اندھیرے میں جارہے ہیں، ایسے لوگ لاشعوری کا شکار ہیں پھر رفتہ رفتہ جادۂ مستقیم سے ہٹ کر روش شیطان کو اختیار کرلیتے ہیں، کبھی کبھی بد مذہبیت اور دیوبندیت کے جال میں پھنس کر اپنی دنیا و آخرت کو برباد کردیتے ہیں، اسی لئے علماء کی صحبت کو کیمیائے سعادت قرار دیا گیا۔ اس لئے کہ ایک عالم باعمل رشد وہدایت کا مینار ہوتا ہے رشد وہدیٰ جس کی مجلس سے تقسیم ہوتا رہتا ہے۔

صحبت علماء عبادت کا شوق، تقویٰ کا ذوق اور معاصیت وگناہ سے نفرت پیدا کرتی ہے۔ احکام شرع کی تعلیم دی جاتی ہے، عشق رسول کی بات ہوتی ہے۔

صحبت علماء سے عوام کی دوری کے متعلق امام المتکلمین حضرت علامہ نقی علی خاں بریلوی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں ''آٹھواں فرقہ نماز، روزہ، بطور رسم ادا کرتا ہے اس کی صحت وفساد سے کام نہیں رکھتا۔ اکثر معاملات ان کے نادانستہ بے سود اور فاسد ہوجاتے ہیں، نہ آپ جانتے ہیں نہ کسی سے پوچھتے ہیں، بلکہ عالم کی صحبت اور وعظ ونصیحت سے گھبراتے ہیں اور جو کسی کی خاطر سے سن لیتے ہیں تو عمل نہیں کرتے۔ افسانہ بے ہودہ سمجھتے ہیں۔ اہل عملہ ووکلا کے گھر جانا فخر اور علماء کی خدمت میں حاضر ہونا عار ہے، ایک مقدمہ کچہری میں بیس وکیلوں سے دریافت کرکے دائر کرتے ہیں، شریعت کی تحقیق سے انکار ہے جو لوگ علم سے کسی قدر بہرہ رکھتے ہیں علماء سے بھی تحقیق مسائل کرتے رہتے ہیں کیا یہ کندۂ ناتراشیدہ ان سے زیادہ جانتے ہیں کہ علماء سے استفسار کی حاجت نہیں رکھتے؟ اگر علماء کی صحبت کہ درحقیقت کیمیائے سعادت ہے اختیار کرتے، آخرت کی مصیبتوں سے نجات حاصل ہوتی۔ اور تھوڑی محنت میں بہت دولت عقبیٰ انکے ہاتھ آتی'' (ہدایۃ البریہ الی الشریعۃ الاحمدیہ ص ۵۷)

ہم دنیا کی رنگارنگی میں ہر طرح کی صحبت اختیار کرسکتے ہیں مگر کبھی آپ نے غور کیا کہ بعض لوگوں کی صحبت بری اور غیر مفید ہوتی ہے اور بعض مجالس کی شرکت فائدہ مند ثابت ہوتی ہے، ان کی صحبت اور مجلس کی ہم نشینی سے نیک اور صالح بھی بنا جاسکتا ہے اور برا بھی بن سکتا ہے اس لئے کہ اچھی اور بری صحبت کا اثر مرتب ہوتا ہے۔

اس لئے حدیث پاک میں اچھی صحبت کو صاحب مشک اور بری صحبت اور ہم نشینی کو لوہار کی بھٹی سے تعبیر کیا گیا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے "قال رسول اللہ ﷺ مثل الجليس الصالح والجليس السوء كمثل صاحب المسلك وكير الحداد" یعنی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اچھے مصاحب کی صحبت اور برے دوست کی ہم نشینی کی کہاوت ایسی ہے جیسے مشک والا اور لوہار کی بھٹی'' (بخاری شریف بحوالہ

فتاویٰ رضویہ جلد نہم ج ص ۲۰۹)

صحبت علماء احادیث کی روشنی میں:

اب ہم مندرجہ ذیل سطور میں وہ احادیث نقل کرتے ہیں جو صحبت علماء کی فضیلت پر شاہد ہیں تا کہ عوام اہلسنت میں مجالس علماء اور صحبت علماء میں حاضر ہونے کا ذوق و شوق پیدا ہو۔

(۱)" قال رسول الله ﷺ مجالسة العلماء عبادة" یعنی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا علماء کی مجلس میں حاضر ہونا عبادت ہے" (کنز العمال جلد دہم ص ۱۶۹)

(۲)" قال رسول الله ﷺ اغد عالماً او متعلماً او مستمعاً او محباً ولاتكن الخاسر فتهلك" یعنی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا عالم دین بنو یا طالب علم بنو یا عالم دین کی بات سننے والا بنو یا اس سے محبت کرنے والا بنو۔ پانچواں مت بنو کہ ہلاک ہو جاؤ گے" (کنز العمال جلد ۱۰ ص ۱۹۳)

(۳)" قال رسول الله ﷺ من جالس العلماء فقد جالسني ومن جالسني فكأنما جالس ربي" یعنی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا" کہ جو شخص علماء کے ساتھ بیٹھا تو تحقیق کہ وہ میرے ساتھ بیٹھا اور جو شخص میرے ساتھ بیٹھا گویا کہ وہ رب قدیر کے ساتھ بیٹھا، (کنز العمال ۱۰۲۰ ص ۱۷۰)

مذکورہ بالا تینوں احادیث کریمہ سے مجلس علماء کی فضیلت آشکار ہو رہی ہے، مگر بہت ہی افسوس کی بات ہے کہ پھر بھی ہماری عوام علماء اہل سنت کی صحبت اور مجلس سے کیوں دوری اختیار کئے ہوئے ہے آخر اس کے اسباب و علل کیا ہو سکتے ہیں؟ اگر ہیں؟ تو ان کا حل ہمارے پاس ہے یا نہیں؟ ہاں عوام اہل سنت کی جانب سے تین عذر پیش کئے جاتے ہیں جن کی بنیاد پر وہ علماء اہل سنت کی صحبت سے دور رہتے ہیں صحبت علماء سے گریزاں حضرات کے یہ تینوں اعذار بھی کسی حد تک درست ہیں، مگر ان اعذار کا جواب بھی ہمارے اساطین دین وملت نے دیا ہے عوام اہل سنت کو ان اعذار پر نظر ثانی کرنے کی ضرورت ہے، اب ہم مندرجہ ذیل سطور میں عوام کے اعذار مع جوابات تحریر کرتے ہیں۔ جیسا کہ والد ماجد حضور اعلیٰ حضرت امام المتکلمین علامہ نقی علی خاں بریلوی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

پہلا عذر: علماء باہم اختلاف رکھتے ہیں ہم کس کی بات مانیں اور کس کے قول پر عمل نہ کریں؟ لہٰذا ہم صحبت علماء سے دور رہنے ہی میں عافیت سمجھتے ہیں؟

جواب:

اس کا یہ ہے کہ جو باتیں مجتہدین امت اور ائمہ ملت نے بعد ملاحظہ نصوص کتاب وسنت بکمال تحقیق، ورد وکد، وبحث وتفتیش، ورعایت وجہ ترجیح وتطبیق، اور دفع تعارض ادلہ، باوجودان امور کے جو اس کام کے لئے ضرور ہیں ٹھرا دیں اور اشعریہ، ماتریدیہ نے سلفاً وخلفاً معتبر رکھی اور مابہ الامتیاز قرار دیں کہ یہ مذہب اہل سنت ہے اور خلاف اس کا بدعت، باب عقائد میں کافی ہے۔

۱- اگر کوئی بد مذہب خلاف ان کے بیان کرے اور براہ کج فہمی اور جہل مرکب کسی آیت، حدیث سے سند لائے قابل لحاظ نہیں۔ اور نہ کسی نئی بات کی عوام کو حاجت علماء کرام سے صرف اس قدر دریافت کریں کہ یہ عقیدہ صاف صریح کتب متداولہ اہل سنت میں مذکور ہے یا نہیں؟ اگر نشان دیں واجب التسلیم ہے اور جو صریح نہ دکھا سکے اس کی بات پر اصلاً اعتماد نہ کریں کہ سلف صالح نے اس باب میں کوئی بات جس کی عوام کو ضرورت ہو اٹھا نہیں رکھی ہے۔

اور حدیث میں فرمایا سیکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یا تونکم من الاحادیث بمالم تسمعوا انتم ولا آباء کم فایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونھم " یعنی آخری زمانے میں دجال وکذاب ہوں گے جو باتیں تم نے اور تمہارے باپ ،دادا، نے نہ سنیں تم سے بیان کریں گے پس تم ان سے بچو اور انہیں اپنے سے دور رکھو کہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور فتنے میں نہ ڈالدیں"(بخاری ومسلم،ابن ماجہ عقیلی)

۲- بلکہ جو اعمال ہمیشہ سے خواص وعوام میں مشہور، اور اب بھی حرمین شریفین وغیرہما بلاد دار السلام میں رائج و معمول میں بے تکلف کریں ان کی ممانعت میں کسی کی بات نہ سنیں۔ ہاں جس فعل کو علماء دین سلفاً و خلفاً منع کرتے رہے گو کہ عوام کے نزدیک محبت خدا و رسول کا مقتضی اور شوکت اسلام کا سبب ہو جائز نہیں۔

اس سہل تدبیر سے عقائدان کے بخوبی صحیح ہو جائیں گے اور بہت جھگڑوں سے محفوظ رہیں گے البتہ نماز، روزہ وحج زکوٰۃ وغیرہا واجبات، اور بیع وشراء ہبہ واجارہ ورہن اور دیگر معاملات کی تحقیق جن میں علمائے عصر کو اختلاف ہے اور کتب فقہ میں بھی دونوں طرح کی روایت واقوال مذکور ہیں عوام کو دشوار ہے اردو فارسی کے اکثر رسالوں پر اعتماد کلی نہیں کرسکتے کہ نقل مضمون اور ترجمہ میں خطا محتمل ہے اور برتقدیر صحت معلوم نہین کہ کس کتاب سے روایت اخذ کی ہے۔ لیکن ایسے مسائل میں ایک جانب راجح اور مفتی بہ ہوگی یا فتوئ بھی مختلف ہوگا۔

پہلی صورت میں فتوئ اور رجحان دریافت کرلیں۔ اور دوسری صورت میں جس قول پر چاہیں بفراغ خاطر عمل کریں۔ یہ اختلاف عوام کے حق میں سراسر رحمت ہے، اسے مانع صحبت علماء وتحقیق مسائل اور وجہ بے اعتقادی و موجب طعن وتشنیع اہل علم قرار دینا سخت نادانی اور جہالت ہے۔ ان حضرات کو نہ مسائل کا شوق، نہ استفسار کا سلیقہ، ناحق جھوٹے عذر بتاتے ہیں اور علماء کرام کو برا ٹھہراتے ہیں۔ مانند اس فاتقہ کے کہ ناچنا نہیں جانتی اور صحن کو ٹیڑھا بتاتی ہے۔(ہدایۃ البدیہ الی الشریعۃ الاحمدیہ ص ۵۸،۵۹)

دوسرا عذر: اس زمانے میں علم کہاں ہے؟ اور عالم کون ہے؟ جس کی طرف رجوع اور مسائل کی تحقیق کریں؟ لہٰذا جیسا چاہتے ہیں ویسا ہی کرتے ہیں؟

جواب:

عوام کا سالبہ کلیہ بالبداھۃ باطل ہے ابھی فضل الٰہی سے ان بلاد میں ہر علم کے ماہر موجود ہیں کہ طلبہ ہر قسم کی کتابیں ان سے پڑھتے ہیں اور عوام کو عبادات ومعاملات میں جس مسئلہ کی حاجت ہو ان سے دریافت کرسکتے ہیں باوجود اس کے علم کو عنقا سمجھنا عوام کا جوش جنون ہے۔ کیا تمہاری ہدایت کے لئے اس قدر علم کافی نہیں؟ اس کے مراتب کی تحقیق اور کم زیادہ کی تفتیش بے فائدہ ہے جس حالت میں تم لوگ علم ماہیت سے آگاہ نہیں تو کامل وناقص میں کس طرح تمیز کرسکتے ہو؟ (ایضاً ص ۶۰)

تیسرا عذر: علماء کرام ہماری طرح گناہوں میں مبتلا ہیں ان کی بات کیوں کر مانیں؟ لہٰذا ان سے تو ہم لوگ ہی بہتر ہیں ایسوں کی مجلس میں جا کر کیا کریں؟

"او خویشتن گم است کرا رہبری کند"

جواب:

اوّلاً: بہتان وافتراء خصوصاً علماء پر جاہلوں کا شیوہ ہے۔ یہ کیا ضرور ہے کہ جو فاسق، فاجر براہِ عداوت و شرارت کسی طرح کی بات ان کی نسبت کہدے اس کو سچ جانیں اور آیت سراسر ہدایت "یآ ایھا الذین اٰمنوا ان جآء کم فاسق بنبا فتبینوآ ان تصبحوا قوما بجھالۃٍ فتصبحوا علیٰ مافعلتم نٰدمین" اے ایمان والو اگر کوئی فاسق

تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو کہ کہیں کسی قوم کو بے جانے ایذا نہ دے بیٹھو پھر اپنے کئے پر پچھتاتے رہ جاؤ (حجرات آیت ص ۶) کو طاق نسیان پر رکھیں کیا تماشا ہے؟ کہ جو فضول اور یاوہ گو کسی بے قدر بے قیاس بات عالم دین کی طرف نسبت کردے بے قائل اس پر اعتبار کرتے ہیں، نہ قائل کے حالات پر نظر ہوتی ہے نہ اس کی عداوت پر لحاظ نہ عالم دین کی عادات واطوار پر خیال، اور جو اس طرح کا آدمی کسی عامی شخص کی نسبت کچھ کہئے تو ہرگز جائز نہیں مانتے۔ ان صاحبوں کو علم کے نام سے عداوت ہے اور عداوت علم موجب خسران دنیا وآخرت نعوذ باللہ من ذلک

ثانیاً: عصمت خاصہ انبیاء ملائکہ ہے۔ اگر احیاناً علماء سے گناہ واقع ہوجائے تو ان کی صحبت سے عار اور فضل وبزرگی سے انکار جائز نہیں۔ بلکہ انصاف کریں کہ ان کے گناہ ہمارے گناہوں سے کیا نسبت رکھتے ہیں۔ اور وہ ان معاصی کے ساتھ کس قدر نیکیاں کرتے ہیں، ہماری سال بھر کی عبادت ان کی ساعت کے وعظ ونصیحت کے برابر ہوسکتی ہے یانہیں؟ حتیٰ کہ اگر کوئی عالم کسی غرض فاسد خواہ صحیح سے قول مرجوح پر عمل کرلے تو اس پر ہزار لعن وتشنیع کرتے ہیں کہ دمضو وصدہا محرمات قطعیہ کے مرتکب ہوتے ہیں درحقیقت ان لوگوں نے علماء کو ہدف طعن وتشنیع قرار دیا ہے واہ شاباش! عوض ان احسانات کا کہ عوام پر ہیں یہی ہے آیت کریمہ "ھـل جـزاء الاحسـان الا الاحسـان" نیکی کا بدلہ کیا ہے مگر نیکی (الرحمٰن ۲۷؍۲) پر خوب عمل کیا۔ مگر علماء کرام کو چاہئے کہ عوام کی ان حرکتوں سے بددل نہ ہوں کہ سپید کپڑے پر تھوڑا دھبہ دور سے نظر آتا ہے۔ بلکہ شکر اپنے مولیٰ کا بجالاویں جس نے محض اپنے فضل وکرام سے انہیں اس مرتبہ سے نوازا۔ (ایضاً ص ۶۲، ۶۳، ۶۴)

صحبت عالم کے فوائد

ہر مجلس اور صحبت کے کچھ فوائد اور نقصان ہوتے ہیں بعض مجالس میں جانے سے آدمی اچھا بن جاتا ہے اور بعض صحبتوں کے اثر کی وجہ سے آدمی برا ہوجاتا ہے آج کے دور میں ہر شخص اسی کی مجلس میں حاضر ہوتا ہے جس سے کچھ نہ کچھ فائدہ حاصل ہوچکا ہے وہ (دنیوی یا دینی) تو لیجئے اب ہم صحبت عالم کے فوائد تحریر کرتے ہیں تفسیر کبیر اور تفسیر عزیزی میں ہے کہ حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندی علیہ الرحمۃ الباری نے فرمایا "کہ عالم کی صحبت میں حاضر ہونے میں سات فائدے ہیں خواہ اس سے علم حاصل کرے یا نہ کرے۔ اب ترتیب سے ہم ان کو نقل کرتے ہیں:

(۱) عالم کی صحبت میں حاضر ہونے والا طالب علموں کے زمرے میں شمار کیا جاتا ہے اور ان کا ثواب پاتا ہے۔

(۲) جب تک عالم کی مجلس میں بیٹھا رہے گا گناہوں سے بچا رہے گا۔

(۳) جس وقت یہ اپنے گھر سے طلب علم کی نیت سے نکلتا ہے ہر قدم پر نیکی پاتا ہے۔

(۴) علم کے حلقے میں رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے جس میں یہ بھی شریک ہوجاتا ہے۔

(۵) علم کا ذکر سنتا ہے جو کہ عبادت ہے۔

(۶) وہاں جب کوئی مشکل مسئلہ سنتا ہے جو اس کی سمجھ میں نہیں آتا اور اس کا دل تنگ ہوتا ہے تو حق تعالیٰ کے نزدیک منکسر القلوب (دل ٹوٹا ہوا جو رحمت کا مستحق ہوتا ہے) میں شمار کیا جاتا ہے۔

(۷) اس کے دل میں جو عالم کی صحبت میں حاضر ہوتا ہے علم کی عزت اور جہالت سے نفرت پیدا ہوجاتی ہے"
(تذکرۃ الاولیاء ص ۳۸)

مولائے قدیر ہم سب کو صحبت علماء سے قریب کرے آمین۔

☆☆☆

علامہ ارشد القادری
ایک آفاقی شخصیت

از: مولانا انیس عالم سیوانی جامعۃ القراء لکھنؤ

حضرت علامہ ارشد القادری صاحب علیہ الرحمہ کی ذات اپنے معاصرین ہی میں نہیں بلکہ اپنی روشن خیالی، دور بینی، اجتماعی فکر، ہمہ جہتی، عالمگیریت، ہمہ گیریت، اور آفاقیت کے لحاظ سے اپنے بہت سے پہلوں پر بھی فائق و برتر نظر آتی ہے۔ اپنی ذاتی معلومات اور نقطۂ نظر کو پیش کروں تو میرے نزدیک حضرت علامہ کی شخصیت جماعت اہل سنت میں بے مثال اور لاجواب تھی، موجودہ دور میں اتنا وسیع النظر اور عالمگیر حیثیت کا حامل کوئی داعی و مبلغ نظر نہیں آتا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے یہاں جس قدر علوم وفنون میں تنوع اور توسّع پایا جاتا ہے، اسی طرح ان کے افکار میں علو اور خیالات میں بلندی اور ان کا دعوی میدان نہایت وسیع وعریض ہے، فاضل بریلوی نے اپنی مختصری مدت حیات میں شرق وغرب کے علماء سے رابطے پیدا کئے اور اپنے نقطہائے نظر سے آگاہ کیا، بدعقیدوں کی بد عقیدگی اور شان الوہیت و رسالت میں گستاخوں کی جرأتمندانہ تحریروں کو پیش کر کے رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں اہانت کرنے والوں پر اسلامی دنیا کو تنگ سے تنگ تر کر دیا۔ لیکن فاضل بریلوی کے وصال کے بعد علمائے اہل سنت کی دنیا سمٹتی چلی گئی، ہر آن ہمارے لئے ہمارے سامنے ایک نئی دیوار کھڑی نظر آئی۔

یہود کی ناجائز اولاد آل سعود، رسول اللہ کی آل و اصحاب کی قبور اور قبّوں کی بے حرمتی کرتے رہے، آثار پیمبر کو دن کے اجالے میں پامال کیا جاتا رہا، اسلام کی مقدس تواریخ مسخ کی جاتی رہی، اور ہم اپنی قبروں پر لعل و گہر لٹاتے رہے اور یہ نہ خیال کیا کہ خوبصورت گنبد اہل قبر کی مغفرت نہیں کرا سکتے، ہاں جس طرح متعلقین کے اچھے اعمال کا فائدہ اہل قبر کو پہنچتا ہے اسی طرح ان کے نام پر کی جانے والی غیر ضروری حرکتوں سے ان کو روحانی اذیت پہنچتی ہے، (اللہ انہیں محفوظ رکھے آمین)

ہماری مسجدیں غیروں کے قبضے میں چلی گئیں، شہر ہو کہ قصبہ و دیہات جلدی کوئی مسجد و امام نہیں ملتا جہاں ہم باجماعت نماز ادا کر سکیں۔ ان حالات کو سامنے رکھئے پھر قائد اہل سنت کی قائدانہ سرگرمیوں، ان کے افکار عالیہ، ان کی خدمات کے دائرہ کار کو دیکھئے تو لگتا ہے کہ اگر علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی کے زمانے میں ہوتے تو امام عشق ومحبت آپ کو اپنی بارگاہ کے مقربین میں شامل فرماتے، قائد اہل سنت نے اپنی دعوتی اور تبلیغی سرگرمیوں کو تمام طرح کی تنگ نظری اور عصبیت سے پاک رکھا اور اپنی جماعت کے علماء اور مشائخ کی روایتوں کے برخلاف اپنی سرگرمیوں کا مرکز بڑی جگہوں اور شہروں کو بنایا، تاکہ بآسانی زیادہ سے زیادہ لوگوں تک اپنی بات پہنچائی جا سکے، ہمارے علماء نے اگر کسی شہر میں قدم رکھا تو چندوں یا تقاریر مع نذرانہ کی خاطر، اور مشائخ نے پیری مریدی کے لئے، لیکن علامہ نے رانچی، پٹنہ، جمشید پور، کلکتہ،

دہلی، سہارنپور، لندن، کو اپنی توجہات کا مرکز بنایا، حالانکہ ان کا وطن اصلی سید پورہ بلیا تھا، وہ چاہتے تو بلیا میں مدرسہ کھولتے یا خانقاہ تعمیر کرواتے لیکن ایسا کچھ نہیں کیا اور نہ ہی ممبئی جیسے کسی شہر کا انتخاب کیا اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ جہاں پہلے سے علماء کام کر رہے ہیں اور عوام بیدار ہے وہاں اپنی قوت صرف کرنے کی بجائے دیار غیر میں پنجہ جمایا جائے، گلشن میں پھول کا کھلنا کوئی کمال نہیں، کمال تو جب ہے کہ وادیٔ غیر ذی ذرع میں پھول کھلے اور یہ کام صرف علامہ نے کر کے دکھایا ہے، میں نے ایک مرتبہ مولانا قمر الزماں خاں اعظمی سے دریافت کیا کہ کیا آپ سے پہلے کوئی سنی عالم، برطانیہ گیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ مجھ سے چھ ماہ پیشتر اہل برطانیہ کی دعوت پر علامہ ارشد القادری صاحب تشریف لے گئے تھے اور اس مدت میں وہاں اپنی دعوت و تبلیغ کا آغاز کر چکے تھے، جب میں پہنچا تو فرمایا کہ تم یہیں رکو یہاں کام بہت زیادہ ہے، میں اکیلا کیا کیا کروں گا، مولانا کے بقول یہ واقعہ ۱۹۶۷ء کا ہے، اس سے پہلے زلزلہ شائع ہو چکی تھی اور لندن پہنچ چکی تھی، زلزلہ ہی باعث بنی علامہ کے سفر برطانیہ کے لئے۔

علامہ نے عام علماء اور مشائخ کی طرح دعاء تعویذ اور پیری مریدی یا مدرسوں کو کنبہ پروری کا ذریعہ نہیں بنایا بلکہ تنظیم، تحریک، تحریر، تصنیف، تعمیر کا راستہ اختیار کیا، اب تک مجھے کوئی ایسا مدرسہ نہیں ملا، جس کے قائم کرنے والوں نے اس میں اپنے وارثوں کے لئے اور اپنے لئے اختیارات نہ محفوظ رکھے ہوں، اس کے برخلاف علامہ نے مدارس قائم کئے اور اسے ملت کے مقصد و مفاد کے لئے استعمال کیا اور کبھی اسے خاندان پروری کا ذریعہ نہ بنایا، یہی وجہ ہے کہ آپ کے صاحبزادگان دینی کتابوں کی طباعت و اشاعت کا کام کرتے ہیں اور چھوٹے صاحبزادے مولانا زرقانی صاحب امریکہ میں مقیم ہیں، آخری عمر میں آپ نے دہلی کی سرزمین پر ذاکر نگر کے اندر جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء قائم کیا، اس ادارے کے قیام کا مقصد تھا کہ سنی مدارس کے فارغین علماء کو انٹرنیشنل زبانوں سے واقف کرایا جائے، تاکہ دور جدید کے چیلنجوں کا مقابلہ کیا جا سکے، آپ کی کوششوں سے بہت ہی جلد تعمیر کا کام مکمل ہوا، ادارہ کا الحاق جامعہ ازہر سے کرایا، اپنے طلباء کو جامعہ ازہر بھیجا، آج بھی جامعہ نظام الدین اولیاء کا دو سالہ کورس مکمل کرنے والے منتخب طلباء جامعہ ازہر میں داخلہ لے رہے ہیں، اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ حضرات کہاں تک علامہ کے منصوبوں کی تکمیل میں معاون ثابت ہو پا رہے ہیں یا یہ کہ آزادروی اور حصول زر میں مبتلا ہوتے ہیں۔

اس وقت مجھے علامہ کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا اور سمجھنے کا، جب ۱۱/۱۲؍جنوری ۲۰۰۱ء کی شب میں مولانا مقبول احمد گورکھپوری پرنسپل جامعہ نظام الدین کیساتھ ملنے کا اتفاق ہوا۔ ۱۳؍جنوری ۲۰۰۱ء کی صبح میری فلائٹ تھی دہلی سے جارڈن کے لئے میں نے سوچا کہ بہت طویل سفر ہے، بغداد شریف جامعۃ صدام علوم اسلامیہ حصول علم کی غرض سے سفر کر رہا ہوں اس لئے اپنے اکابر کی دعائیں لیتے چلوں، حاضر خدمت ہوا، کرم فرما مولانا مقبول احمد مصباحی صاحب نے محبت سے بھرپور تعارف کرایا، فرمایا کہ یہ صحافی ہیں، اکثر اخباروں میں لکھا کرتے ہیں۔ یہ سنکر علامہ بے حد خوش ہوئے، بڑی تکریم فرمائی، میرے تصور میں بھی نہ تھا کہ اتنی بڑی بارگاہ میں رسائی ہوگی اور قدر افزائی کا یہ منظر، لگے ہاتھوں مولانا مقبول احمد صاحب مصباحی نے فرمایا کہ حضور پرسوں صبح مورخہ ۱۳؍جنوری ۲۰۰۱ء کو مولانا انیس صاحب بغداد شریف کے لئے روانہ ہو رہے ہیں جامعۃ صدام علوم اسلامیہ سے قبول آ گیا ہے۔ اتنا سننا تھا کہ خوشیوں سے مچل اٹھے، حوصلہ افزائی کی انتہا نہ رہی، خادم کو بلایا اور فرمایا کہ جب تک مولانا یہاں رہیں گے ان کا کھانا

مدرسے میں ہوگا اور کل دوپہر کا کھانا میرے ساتھ ہوگا۔ میواجات اور چائے کے ساتھ عشائیہ میں شامل فرمایا، جب میں نے عرض کیا کہ حضور حکومت اتر پردیش کے نام ایک مکتوب تحریر کر دیا جائے، لکھنؤ کی سرزمین پر قدیم لکھنؤ چوک میں الحاج قاری محمد صابر علی رضوی علی گڑھی کی مسجد پر وہابیوں نے حملہ کر کے قبضہ کر لیا ہے اس علاقے میں سنی بہت کم ہیں، آپ نے فرمایا کہ آپ خود صحافی ہیں آپ جو بھی لکھ کر کے لائیے میں دستخط کر دوں گا۔ اتنا بڑا اعتماد یہ بڑی مشکل گھڑی تھی، میرا قلم جو کبھی لکھنے سے نہ جھجھکتا ہے نہ رکتا ہے لیکن پوری رات لگا رہا کہ ایک صفحہ لکھ لوں، بڑی مشکل سے لکھا اور اپنے محترم ادیب شہیر مولانا مقبول صاحب سے اصلاح کرا کر دوسرے دن بعد عشاء حاضر ہوا، حرف بحرف پڑھا پھر فرمایا کہ مولانا مقبول نے دیکھا میں نے عرض کیا جی ہاں پھر اپنے رعشہ والے ہاتھوں کو سنبھالا اور دستخط ثبت فرمایا، اخیر میں، میں نے عرض کیا حضور دعاء فرما دیں میرے لئے تو فرمایا کہ میں کیا دعاء کروں آپ ایسی بارگاہ میں جا رہے ہیں کہ جہاں دعاؤں کو اجابت خود بڑھکر گلے لگاتی ہے، آپ ہم سب کے لئے دعاء کیجئے گا، آپ جائیے پڑھیے اور اعلیٰ حضرت کی تعلیمات کو علمائے عرب تک پہنچائیے، جامعہ نظام الدین اولیاء آپ کا ہے اور بھی بہت سارے حوصلہ افزا کلمات ارشاد فرمائے، میری ملاقات ۱۱رجنوری کی رات میں ہوئی، سخت سردی کا موسم تھا، بدن میں عمر کے سبب کپکپی طاری تھی، وضو فرمایا لیکن رعشہ کے سبب وضو بنانے میں پورا کپڑا بھیگ گیا، کپڑا تبدیل کیا اور نماز میں مشغول ہو گئے، دوسری شب ۱۲رجنوری کو جب عشاء کے بعد پہنچا تو دیکھا کہ دلائل الخیرات شریف پڑھ رہے ہیں، غالباً دو مرتبہ پڑھا، آواز میں وہی کڑک، کھنک اور گرج، چہرے پہ عجیب و غریب نورانیت جس سے عالمانہ شان و وقار ٹپکتا تھا۔

ایک مرتبہ ۱۹۹۰ء کے قریب جب میں جامعہ اشرفیہ مبارکپور میں ابتدائی درجوں کا طالب علم تھا، حضرت علامہ صاحب علیہ الرحمہ مبارکپور تشریف لائے تھے، حضرت شارح بخاری فقیہ عصر مفتی محمد شریف الحق امجدی متوفی ۲۰۰۰ء کے حجرے کی طرف سے آئے، اس وقت محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہ العالی عزیزی ہال میں حسب معمول جلوہ افروز تھے، علامہ ارشد القادری صاحب علیہ الرحمہ جب عزیزی ہال کے سامنے آئے تو اشارہ فرمایا اپنے بھانجے محدث کبیر کی طرف اور آگے بڑھ گئے، عجیب منظر تھا، علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری صاحب کو دیکھا کہ دوڑتے ہوئے جس طرح کوئی طالب علم ہو آئے اور علامہ ارشد القادری صاحب کے پیچھے پیچھے چلنے لگے جب حضرت علامہ کو احساس ہوا تو پیچھے مڑکر محدث کبیر سے مخاطب ہوئے، حضرت محدث کبیر کی عالمانہ حیثیت ان کا منصب جلیل، ان کی شان استغناء پھر یہ ادب و احترام کا معاملہ حیرت انگیز تھا، علامہ ارشد القادری کے اندر جو خوبیاں اور خصوصیات تھیں ان میں سے کسی ایک خوبی کا تصور بھی دوسری شخصیات میں مشکل نظر آتا ہے منصوبہ بندی، پلاننگ، بنجر زمینوں میں ہریالی پیدا کرنا، غیر سطح علاقوں کو ہموار کرنا، حالات کے رخ کو پہچاننا، مخالفین کو اپنا ہمنوا بنانا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا، انہوں نے ہمیشہ مسلک و ملت کے مفاد کے لئے کام کیا، چھوٹوں کی حوصلہ افزائی کی، لوگوں کو بڑھایا، اپنوں کا بڑھنا دیکھ کر ہمیشہ خوش ہوئے، لیکن افسوس کے جن غنچوں کی آبیاری کی وہی جب کھلنے کا موقع آیا تو ان کے لئے خار ہی خار بنے، کون نہیں جانتا کہ شاہ بانو کیس جب ابھر کر آیا تو علامہ نے مسلم پرسنل لاء کی حفاظت کی خاطر پورے ملک میں زبردست تحریک چلائی، کتنوں کو پروان چڑھایا، آگے بڑھایا، لیکن شیطان زمانہ نرسمہاراؤ کے دور اقتدار میں دہلی کے اندر ایک عظیم الشان کانفرنس بلائی جس میں لگ بھگ پچاس ہزار سے زائد سنی مسلمانوں

نے شرکت کی، اسی کانفرنس میں تمام اکابر علماء نے شرکت کی، خصوصاً فقیہ اسلام، جانشین حضور مفتی اعظم مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری صاحب مجاہد دوراں مولانا سید مظفر حسین صاحب کچھوچھوی، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب وغیرہ۔

اس کانفرنس کا مقصد غالباً یہ تھا کہ دہلی کی سرزمین پر اس وقت کی حکومت سے ایک بڑی آراضی حاصل کرنا لیکن تنگ نظری کا کیا کیجئے گا حافظ عبید اللہ خان اعظمی جو اس وقت جنتا دل سے راجیہ سبھا کے ممبر تھے اپنی پارٹی کے ساتھ وفاداری نبھاتے ہوئے پوری تقریر انہوں نے اپنے داعی کے خلاف اور بے موقع محل کانگریس کے رد میں کرڈالی، مولانا کی تقریر سے پوری وہابی لابی خوب خوش ہوئی اور ان کے سر میں سر ملا کر خوب واہ واہی کی، وہابیوں کا مقصد کانگریس، جنتادل سے نہیں تھا بلکہ وہ خائف تھے علامہ ارشد القادری کے منصوبوں سے، اخیر کار منصوبہ ناکام ہوا، ملت کا قلعہ تعمیر کرنے کا خواب مولانا کی تقریر سے چکنا چور ہو کر رہ گیا، جس کا قلق علامہ کو پوری زندگی رہا ہوگا۔ اس لئے کہ وہ جو کچھ کر رہے تھے ملت کے لئے کر رہے تھے، حالانکہ اعظمی صاحب نے ملت کے لئے کانگریس سے سمجھوتا تو نہ کیا لیکن راجیہ سبھا کی ممبری کی خاطر سونیا گاندھی کی پناہ لینا ہی پڑی، اے کاش ذاتی مفاد کے ساتھ کبھی جماعتی مفاد کے لئے بھی سوچا ہوتا۔

علامہ نے مختلف ملکوں کے تبلیغی دورے کئے اور جہاں جہاں قدم رکھا کچھ کر کے دکھایا، دورے تو لوگ بہت کرتے ہیں۔ بعضوں نے تو دوروں کو غنیمت جانا اور اپنے وطن کو خیر باد ہی کہہ دیا، علامہ نے سعودیہ حکومت کے سفیر سے ملاقات کی اپنے وفد کے ساتھ اور دعوت دی کہ حکومت سعودیہ علمائے اہل سنت سے مختلف فیہ مسائل پر بات کرے اور اہل سنت کے ساتھ اپنی دورخی پالیسی کو تبدیل کرے، اور حجاز کی سرزمین پر اہل سنت اور عام مسلمانوں کے معتقدات کا تحفظ کرے، ایران کا دورہ کیا، وہاں کے مذہبی حالات کا گہرائی سے جائزہ لیا، ایران کی شیعہ حکومت کی طرف سے سنی عوام پر ہونے والی زیادتیوں پر آواز بلند کیا، مختلف عالمی اور قومی تنظیمیں تشکیل دیں، جن میں ورلڈ اسلامک مشن لندن، تحریک دعوت اسلامی، مسلم پرسنل لاء کانفرنس، ادارۂ شرعیہ پٹنہ، اس کے علاوہ بہت ہی کامیاب کتابیں تصنیف کیں، آج تک ان تصنیفات کی مثال نہیں پیش کی جاسکی، دیوبندی جماعت کے رد میں ادبی لب و لہجے میں لکھی جانے والی زلزلہ جس نے دیوبند اور ندوہ کی بدعقیدگی اور دوغلے دھرم کی بنیادیں ہلا کر رکھ دی، زیر و زبر، تعزیرات قلم نوجوانوں کے حسب حال اسلامی قصوں کا مرقع لالہ زار، تبلیغی جماعت حقائق کے اجالے میں، تبلیغی جماعت احادیث کی روشنی میں، جماعت اسلامی، محمد رسول اللہ قرآن میں اس کے علاوہ سیکڑوں صفحات پر پھیلے مضامین جو اپنے آپ میں مستقل تصنیف کا درجہ رکھتے ہیں مثلاً امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات، سوانح اعلیٰ حضرت انوار الحدیث، محمد عربی میدان جنگ میں ان کتابوں پر تقریظات و مقدمات اہل علم کی توجہ کا مرکز ہیں۔

علامہ کی ولادت ۱۹۲۵ء سید پورہ بلیا میں ہوئی، آپ کے والد مولانا شاہ عبد اللطیف اور دادا مولانا عظیم اللہ اور آپ کے بڑے بھائی مولانا غلام آسی تھے، آپ کے والد حضرت صوفی عبد العلیم آسی غازیپوری کے مرید تھے، انہیں کی نسبت سے علامہ کا نام غلام عبد الرشید رکھا گیا، اس لئے کہ حضرت آسی غازیپوری حضرت دیوان رشید جونپوری (مصنف مناظرہ رشیدیہ) کی خانقاہ کے سجادہ تھے، علامہ نے آٹھ سال تک جامعہ اشرفیہ میں جلالۃ العلم حضرت حافظ ملت مولانا شاہ عبد العزیز مبارکپوری متوفی ۱۹۷۶ء بانئ جامعہ اشرفیہ کی بارگاہ میں رہ کر تعلیم حاصل کیا اور ۱۹۴۴ء میں سند فراغ حاصل کیا۔

اپنی زندگی میں حق اور باطل کے درمیان ہونے والے

بہت سارے مناظروں میں شرکت کی اور اپنی زیرکی، علمی کمالات، فنی مہارتوں سے حقانیت اور صداقت کا پرچم بلند کیا، آپ کی زبان وقلم، تحریک و تنظیم اور منصوبوں سے ہمیشہ باطل افکار و نظریات پیچھا چھڑانے کی کوشش کرتے رہے، قائد اہل سنت جس سمت گئے سکے بٹھا دیئے اپنے وجود کا احساس دلادیا، ان کی تحریریں، ان کی تقریریں اپنی پہچان آپ ہیں، ان کے ہر ہر جملے اور لفظ سے ان کی شان عبقریت نظر آتی ہے، جیسے کہ خوبصورت قسم کے پتھروں کو کسی نے ایک لڑی میں پرودیا ہو، ہیرے، جواہرات، یاقوت و زبرجد کو ترتیب سے سجا دیا گیا ہو، انہوں نے اپنے جملوں کو زبان بخش دیا ہے، ان کی ہر تصنیف بے مثال اور لاجواب ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت عطا کرے کہ ہم اپنے دین و مسلک پر قائم رہیں اور اپنے علماء و اکابر سے جڑے رہیں، ان کے دامن سے وابستہ رہیں، ۲۹/اپریل ۲۰۰۲ء شام ۴/بج کر ۳۵/منٹ پر دہلی میں اسلام وسنیت کے بطل جلیل، کاروان عشق ومحبت کا پیشوا علمبردار سنیت مبلغ اسلام، ناشر سنیت، ترجمان مسلک اعلیٰ حضرت، شیدائی مفتی اعظم ہند نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا انا للہ وانا الیہ راجعون دنیائے سنیت، پرغم واندوہ کے بال چھا گئے، آسمان علم و فضل کا نیر تاباں ہماری نظروں سے اوجھل ہوگیا قدسیوں نے بڑھ کر سلامی دی ہوگی، آسمان دنیا سے صدا آرہی ہوگی، مہمان کی آمد آمد ہے سرنگوں ہوجاؤ، باادب ہوجاؤ، اپنے جلو میں لے لو رحمت و نور کی چادر میں ڈھک لو میرے محبوب کا غلام ہے، یکم مئی ۶/بج کر ۲۰/منٹ پر عیدگاہ میدان جمشید پور میں آپ کے بھانجے، عالم اسلام کے مقتدر عالم دین، مشہور عالم حدیث محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہ العالی نے نماز جنازہ پڑھائی۔

پہنچ جائے گا ان کا نام لیکر خلد میں ارشد
تہی دامن سہی ناز غلامانہ نہ جائے گا

نرگسِ مست

حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی

یادِ وطن ستم کیا دشتِ حرم سے لائے کیوں
بیٹھے بٹھائے بدنصیب سر پہ بلا اٹھائے کیوں

دل میں تو چوٹ تھی دبی ہائے غضب ابھر گئی
پوچھو تو آہِ سرد سے ٹھنڈی ہوا چلائے کیوں

چھوڑ کے اس حرم کو آپ بن میں ٹھگوں کے آبسو
پھر کہو سر پہ دھر کے ہاتھ لٹ گئی سب کمائی کیوں

باغِ عرب کا سروِ ناز دیکھ لیا ہے ورنہ آج
قمری جانِ غمزدہ گونج کے چہچہائی کیوں

نامِ مدینہ لے دیا چلنے لگی نسیمِ خلد
سوزشِ غم کو ہم نے بھی کیسی ہوا بتائی کیوں

کس کی نگاہ کی حیا پھرتی ہے میری آنکھ میں
نرگسِ مست ناز نے مجھ سے نظر چرائی کیوں

تو نے تو کردیا طبیب آتشِ سینہ کا علاج
آج کے دُودِ آہ میں بوئے کباب آئی کیوں

ہونہ ہو آج کچھ مرا ذکر حضور میں ہوا
ورنہ مری طرف خوشی دیکھ کے مسکرائی کیوں

حسرتِ نو کا سانحہ سنتے ہی دل بگڑ گیا
ایسے مریض کو رضاؔ مرگِ جواں سنائی کیوں

فضیلت علم اور "جامعۃ الرضا"

محمد عارف رضا حشمتی شعبۂ قرأت، متعلم جامعۃ الرضا

خداتعالیٰ جل مجدہٗ کا بے انتہا وشکر واحسان ہے کہ جس نے ہمیں "لقد کرّمنا" بنی آدم کے تاج زریں سے سرفراز فرما کر اشرف المخلوقات کے مقدس زمرہ میں داخلے کا شرف بخشا اور رسول کونین علیہ ﷺ کا کرم خاص ہے کہ آپ نے حلت وحرمت حسن و قباحت شرافت ورزالت ترقی وپستی روشنی وتاریکی کے مابین خط امتیاز قائم کرنے کے لئے حصول علم کو لازم فرمایا جیسا کہ حدیث پاک میں ہے "طلب العلم فریضة علیٰ کل مسلم و مسلمة" یعنی ہر مسلمان مرد وعورت پر لازم ہے کہ علم دین حاصل کریں یوں تو کماحقہٗ حق عبودیت سے طاقت بشری قاصر ہے کیوں کہ قرب خداوندی کا ذریعہ عبادت ہے اور عبادت کا صحیح طور پر طریقہ بغیر علم کے ممکن نہیں اور جس طرح خوف الٰہی اور خشیت ایزدی علماء کے اندر ہے اور کسی کے اندر نہیں جیسا کہ اللہ رب العزت کا فرمان عالی شان ہے "انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء" مزید فضیلت علم کے تعلق سے اللہ رب العزت کا ارشاد ہے "ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون" کیا وہ لوگ جو علم والے ہیں اور وہ لوگ جو علم والے نہیں ہیں برابر ہیں آئینہ مقدس سے ظاہر ہے کہ علم و جاہل برابر نہیں ہوسکتے نبی کونین علیہ ﷺ کا مقدس ارشاد ہے" العلم نور" یعنی علم نور ہے ان مقدس ارشادات سے واضح ہے کہ۔

بے علم چوں شمع باید گداخت ☆ کہ بے علم نتواں خدارا شناخت

علمی فضیلت وشرافت روز روشن کے مانند عیاں ہے محسن انسانیت علیہ التحیۃ والثناء اپنے فرمان زریں میں ارشاد فرماتے ہیں "فضل العالم علی العابد کفضل علیٰ ادنیٰ کم" یعنی عالم باعمل کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے کہ میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ پر اور ایک دوسری جگہ اللہ کے رسول علیہ ﷺ کا ارشاد ہے پاک ہے "فقیہ واحد اشدّ واعلیٰ الشیطان من الف عابد" یعنی ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے سخت ہے علم کی ضرورت اور اس کی فضیلت کا انکشاف علیٰ وجہ الکمال ہونے کے بعد اب میں عرض کرنا چاہوں گا کہ "مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعة الرضا" جس کو حضور تاج الشریعہ مفتی الحاج محمد اختر رضا خاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی نواسۂ مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چند سال قبل قائم فرمایا۔

الحمدللہ آج یہ ادارہ پوری دنیا کے توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے جس میں تشنگان علوم دینیہ وعصریہ زیور علم وعمل سے آراستہ وپیراستہ ہو رہے ہیں۔ اس پرفتن دور میں جبکہ باطل قوتیں مذہب وملت کی صورت مسخ کرنے میں کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دے تیں ہمہ وقت دین میں رخنہ اندازی کے نئے نئے طریقے اپناتی رہتی ہیں۔ ایسے پرفتن دور میں ضرورت تھی ایک ایسے ادارہ کی جس میں دینی وعصری تعلیم کا انتظام وانصرام ہوتا کہ باطل قوتوں کی بیخ کنی کی جاسکے قابل داد وتحسین ہیں حضور تاج الشریعہ اور شہزادۂ حضور تاج الشریعہ جنہوں نے قوم کی دکھتی ہوئی رگ کو پہچان لیا اور مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعة الرضا کی بنیاد ڈال کر ملت پر احسان فرمایا جامعہ نے قلیل مدت میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں جس کو کرنے کے لئے مدت درکار ہے۔

الحمدللہ ثم الحمدللہ یہ ادارہ ترقی کی منزلوں پر رواں، دواں ہے اور مسلک اعلیٰ حضرت کا کلمۃ الحق کی صدا گا رہا ہے اگر یہ کہا جائے کہ ان سب کارکردگی اور خدمت دین کی نمایاں نشر واشاعت کا سہرا حضور تاج الشریعہ اور ان کے فرزندار جمند حضور مفتی عسجد رضا خاں صاحب قبلہ کے سر پر ہے تو بیجا نہ ہوگا۔ رب قدیر بطفیل نبی رؤف الرحیم علیہ افضل الصلوٰۃ واکرام التسلیم اس جامعہ کو ترقی دوام اور بانی جامعہ کی عمر شریف میں برکت عطا فرما کر ہمارے سروں پر ان کا سایہ تادیر قائم رکھے۔ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قارئین کرام

''امام احمد رضا ٹرسٹ'' اپنی تمام تر توجہات کے ساتھ جامعہ وطلبائے جامعہ کی تعمیری و تعلیمی ترقیوں کے لئے برسرپیکار ہے۔ بحمدہٖ تعالیٰ اس وقت ''جامعۃ الرضا'' میں تقریباً تین سو طلبہ ۱۹؍ ذی استعداد و باصلاحیت اساتذہ کرام کے زیر نگرانی مختلف علوم وفنون سے آراستہ ہو رہے ہیں جن کے حوائج ضروریہ مثلاً طلبہ کے بہترین طعام و قیام کا انتظام، علاج ومعالجہ، درسیاتی ومطالعہ جاتی کتب کا اہتمام وانصرام، امتیازی طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لئے انعامات، تحریری وتقریری مسابقہ جات کا انعقاد، طلبہ کی دیگر تعلیمی وتربیتی ضروریات کی تکمیل جیسے گراں بار ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی انجام دے رہا ہے۔ نیز متذکرہ بالا منصوبہ جات کو عملی جامہ پہنانے کے لئے بھی روز وشب کوشاں ہے۔ ظاہر ہے ان مہمات سے عہدہ برآ ہونا کوئی معمولی کام نہیں پھر بھی امام احمد رضا ٹرسٹ ''ہمت مرداں مدد خدا'' کے تحت استاذنا الکریم تاج الشریعہ فقیہ اعظم قاضی القضاۃ مفتی **محمد اختر رضا** قادری ازہری دام ظلہ کی دعاؤں کے سائے میں ہر ممکن تگ ودو میں لگا ہے اس لئے یہ ادارہ اپنی مہمات کی کامیابی میں **آپ جیسے** مخیر ہمدردان اہل سنت ومرکز اہل سنت کی خصوصی توجہ کا حامل ہے تاکہ حسب منشاء آپ اپنے مرکزی ادارہ کو ترقیوں کے بام عروج پر جلوہ فگن دیکھ سکیں۔ اور آپ حضرات کو معلوم ہے کہ جامعہ ہذا کا کوئی سفیر نہیں لہٰذا جامعہ سے متعلق اپنی امدادی رقوم بصراحت مدعا قائی نمائندے کو سپرد کریں یا جامعہ کے ذمہ دار ملازمین یا براہ راست ناظم جامعہ شہزادۂ تاج الشریعہ حضرت مولانا **محمد عسجد رضا** قادری مدظلہ کو بشکل چیک یا ڈرافٹ بنام ''امام احمد رضا ٹرسٹ IMAM AHMAD RAZA TRUST'' ۸۲؍ سوداگران، رضا نگر، بریلی شریف ارسال فرمائیں۔

مرکز کے منصوبے

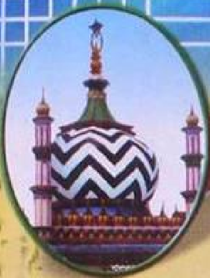
دار الحفظ ☆ دار القرأت ☆ کلیۃ الشریعہ ☆ شعبۂ تقابل ادیان ☆ شعبۂ تربیت افتا ☆ ازہری لائبریری ☆ امام احمد رضا ریسرچ سینٹر ☆ غزالی دار التصنیف ☆ پرائمری سکینڈری وہائی اسکول ☆ شعبۂ کمپیوٹر سائنس ☆ حامدی مسجد ☆ علامہ نقی دار الاقامہ ☆ تاج الشریعہ کمرشیل کامپلیکس ☆ البرکات آفسیٹ ☆ رضا ہیلتھ کیئر سینٹر ☆ جیلانی گیسٹ ہاؤس ☆ نوری اسٹاف کالونی ☆ مرکزی دار الافتاء ☆ مرکزی دار القضاء ☆ مرکزی رویت ہلال کمیٹی ☆ شرعی کونسل آف انڈیا ☆ فقہی ڈپلومہ (کالجیٹ طلبا کے لئے اسلامی عقائد اور فقہی معلومات کا ایک سالہ کورس)۔

تعاون کے طریقے

امام احمد رضا ٹرست کی کامیابی کے لئے اپنے مفید مشوروں سے نوازیں، چند طلبہ کے خورد ونوش کی کفالت کریں، ایک ملازم کی تنخواہ کا انتظام کریں، ہاسٹل کے کمرے کی تعمیر کرائیں، ٹرسٹ کے منصوبہ جات میں سے کسی منصوبہ کی تکمیل میں تعاون کریں، درسی وغیر درسی کتب کے لئے رقم ارسال کریں، امتیازی پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کے وظائف کا اہتمام کریں، نیز زکوٰۃ وفطرہ وغلہ وعطیات وغیرہ میں ادارہ آپ کی توجہ کا حامل ہے۔ ہمدردان اہل سنت مذکورہ بالا تعاون کے طریقوں میں انفرادی یا اجتماعی طور پر ٹرسٹ کی حوصلہ افزائی فرمائیں۔

The Monthly
[S]UNNI DUNIA BAREILLY
Regd. No. 17(82) Vol-1 Annual Subscription
Rs.(100) Per Copy Regd. PO. No. BR/211/2007

مرکز سوادِ اعظم اہلِ سنت وجماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی و اصلاحی ترجمان





10.2.07

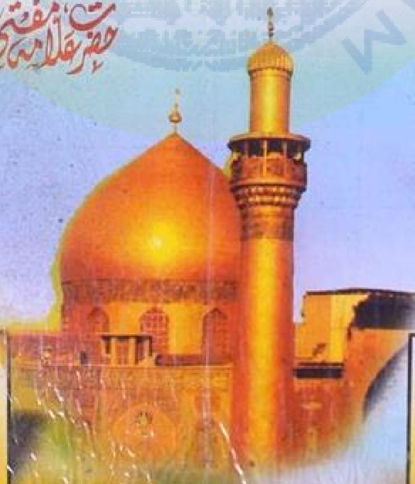
سُنّی دُنیا

7.2.07

زیرِ سرپرستی

قاضی القضاۃ جانشین مفتی اعظم

حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری



مُدیر:
یونس رضا مونس
وائس پرنسپل جامعۃ الرضا

مالک و نگراں:
مولانا محمد عسجد رضا قادری
ناظمِ اعلیٰ جامعۃ الرضا

مرکز سواد اعظم اہل سنت وجماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ

علمی دینی اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ سنی دنیا

جلد: ۲۷

شمارہ: ۲

فروری ۲۰۰۷ء

زیر سرپرستی: جانشین مفتی اعظم قاضی القضاۃ فی الہند حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری

مالک و نگراں: مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

مدیر: یونس رضا مونس

فی شمارہ ۱۰ روپے ٭ زر سالانہ: ۱۰۰ روپے ٭ بیرونی ممالک: ۳۰۰ روپے ٭ لائف ممبری: ۲۰۰۰ روپے

رابطہ کا پتہ

دفتر سنی دنیا ۸۲ سوداگران بریلی شریف (یوپی) فون 0581-2458543 فیکس: 0581-2472166

W.site: markazeahlesunnat.com
W.site: hazrat.org

چیک یا ڈرافٹ بنام "اختر رضا خاں" یا "امام احمد رضا ٹرسٹ" بنائیں۔ مرکزی دار الافتاء کے لئے جوابی لفافہ ضرور روانہ فرمائیں۔

کمپوزنگ و ڈیزائننگ: عتیق احمد حشمتی (شجاع مَلِک) 9719918868

اَللّٰہُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا — نَحْنُ عِبَادُ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا

اشاریات

اسلام میں شہادت و قربانی

اداریہ

یونس رضا مونس

قارئین ماہنامہ ''سنی دنیا'' عالم اسلام کو اسلامی نیا سال محرم الحرام ۱۴۲۸ھ مبارک ہو۔

خلاق کائنات نے اسلامی سال کی ابتداء جس میں شہزادہ گل گوں قبا امام عالی مقام حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اہل وعیال محبین واعزہ نے اللہ ورسول کے دین کی بقا اور رضا کے لئے فنائے جسمانیت کی اعلیٰ اور اعظم قربانی و ایثار پیش فرما کر اور انتہا جس میں ایک جلیل القدر پیغمبر علیہ السلام کا امتحان میں ثابت قدمی اور اطاعت خدا وندی اور والدین کی تابعداری کا روشن درس کے ساتھ ساتھ ایثار وقربانی کا اعلیٰ درس ہے۔

مرتبۂ شہادت: خداوند قدوس ارشاد فرماتا ہے: ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون۔

[پ ٤، رکوع ٨]

ترجمہ: جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے انہیں مردہ ہرگز نہ خیال کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق پاتے ہیں۔

حدیث: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کہ میں نے اس آیت کریمہ کا معنی رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کے جسم میں ہیں، ان کے رہنے کے لئے عرش الٰہی کے نیچے قندیلیں لٹکائیں گئی ہیں۔ جنت میں جہاں انکا جی چاہتا ہے وہ سیر کرتے ہیں اور اس کے میوے کھاتے ہیں۔ [مسلم، مشکوٰۃ ص ۳۳۰]

اور سرکار اقدس ﷺ شہدائے اسلام کی عظمت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ شہید کے لئے خدائے تعالیٰ کے نزدیک چھ خوبیاں ہیں۔ (۱) خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی اسے بخش دیا جاتا ہے اور روح نکلنے ہی کے وقت اس کو جنت میں اس کا ٹھکانہ دکھا دیا جاتا ہے۔ (۲) قبر کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے۔ (۳) اسے جہنم کے عذاب کا خوف نہیں رہتا (۴) اس کے سر پر عزت و وقار کا ایسا تاج رکھا جائے گا کہ جس کا بیش بہا یاقوت دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہوگا۔ (۵) اس کے نکاح میں بڑی بڑی آنکھوں والی بہتر ۷۲ر حوریں دی جائیں گی، (۶) اور اس کے عزیزوں میں سے ستر ۷۰ر آدمیوں کے لئے اس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

[ترمذی، مشکوٰۃ ص ۳۳۳]

اور سرکار دوعالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو لوگ لڑائی میں قتل کئے جاتے ہیں ان کی تین قسمیں ہیں، ایک وہ مومن جو اپنی جان اور اپنے مال سے اللہ کی راہ میں لڑے اور دشمن سے خوب مقابلہ کرے یہاں تک کہ قتل کر دیا جائے۔ یہ وہ شہید ہے جو صبر اور مشقت کے امتحان میں کامیاب

ہوا۔ یہ شہید خدائے تعالیٰ کے عرش کے نیچے خدا کے خیمہ میں ہوگا۔ لا یفضلہ النبیون الا بدرجۃ النبوۃ۔ انبیائے کرام اس سے صرف درجۂ نبوت میں زیادہ ہوں گے یعنی مرتبہ نبوت اور اس سے جو کمالات متعلق ہیں ان کے علاوہ ہر مرتبہ اور ہر کمال اس شہید کو حاصل ہوگا۔

اور دوسرا وہ مومن جس کے اعمال دونوں طرح کے ہوں یعنی کچھ اچھے اور کچھ برے، وہ اپنی جان و مال، سے خدا کی راہ میں جہاد کرے جس وقت دشمن سے سامنا ہو اس سے لڑے یہاں تک کہ قتل کر دیا جائے، یہ ایسی شہادت ہے جو گناہوں اور برائیوں کو مٹانے والی ہے پھر فرمایا: ان السیف محاء للخطایا واد خل من ای ابواب الجنۃ شاء، یعنی بیشک تلوار گناہوں کو بہت زیادہ مٹانے والی ہے اور یہ شہید جس دروازے سے چاہے گا جنت میں چلا جائے گا۔

اور تیسرا وہ منافق ہے جس نے اپنی جان اور اپنے مال سے جہاد کیا اور جب دشمن سے مقابلہ ہوا تو خوب لڑا یہاں تک کہ مارا گیا۔ یہ شخص دوزخ میں جائے گا۔ حضور نے فرمایا اس لئے کہ ان السیف لا یمحو النفاق۔ نفاق یعنی چھپے ہوئے کفر کو تلوار نہیں مٹاتی ہے۔

[دارمی، مشکوٰۃ ص ۳۳۶]

اس حدیث شریف سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ اللہ کی راہ میں شہید ہونے والا مرتبۂ نبوت اور اس کے متعلقہ کمالات کے علاوہ سارے درجات سے سرفراز کیا جاتا ہے اور اس کے تمام گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں ساتھ ہی یہ بھی واضح ہوا کہ اگر دل میں کفر چھپائے ہو اور صرف ظاہر میں مسلمان ہو تو چاہے زندگی بھر جہاد کرے یہاں تک کہ اپنی عزیز ترین جان بھی قربان کر دے مگر وہ جہنم ہی میں جائے گا۔

اسی طرح جو لوگ محبوب خدا ﷺ کے بغض و عداوت کا کفر اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں اور ان کی عظمت کے دشمن ہیں۔ اگر وہ دن رات عبادت کریں اور زندگی بھر ساری دنیا میں اسلام کی نشر و اشاعت کریں اور تبلیغ کرتے پھریں یہاں تک کہ اسی حال میں مر جائیں تو ان کا ٹھکانہ جہنم ہی ہوگا اس لئے کہ اس طرح کی کسی بھی نیکی سے کفر نہیں معاف ہوتا۔

شہادت کا لطف: دنیا کی بے شمار نعمتوں سے انسان لطف و لذت حاصل کرتا ہے۔ کسی نعمت کو کھاتا ہے، کسی کو پیتا ہے، کسی کو سونگھتا ہے، کسی کو دیکھتا ہے، کسی کو سنتا ہے اور ان کے علاوہ مختلف طریقوں سے تمام نعمتوں کو استعمال کرتا ہے اور ان سے محفوظ ہوتا ہے لیکن مرد مومن کو شہادت کی جو لذت حاصل ہوتی ہے اس کے سامنے دنیا کی ساری لذتیں ہیچ ہیں۔

یہاں تک کہ شہید جنت کی تمام نعمتوں سے فائدہ اٹھائے گا اور ان سے لطف اندوز ہوگا مگر جب اس کو اللہ و رسول کی محبت میں سر کٹانے کا مزہ یاد آئے گا تو جنت کی بھی ساری نعمتوں کا مزہ بھول جائے گا اور تمنا کرے گا کہ اے کاش! میں دنیا میں واپس کیا جاؤں اور بار بار شہید کیا جاؤں۔

حدیث شریف میں ہے: سرکار اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد پھر کوئی جنتی وہاں کی راحتوں اور نعمتوں کو چھوڑ کر دنیا میں آنا پسند نہ کرے گا کہ جو چیزیں ہمیں زمین میں حاصل تھیں وہ پھر مل جائیں۔ الّا الشہید یتمنیٰ ان یرجع الی الدنیا فیقتل عشر مرّات۔ مگر شہید آرزو کرے گا کہ وہ پھر دنیا کی طرف واپس ہو کر اللہ کی راہ میں دس مرتبہ قتل کیا جائے۔

شہادت کبریٰ: اسلام کی نشر و اشاعت اور اس کی بقا کے لئے بیشمار مسلمان اب تک شہید کئے گئے مگر ان تمام لوگوں میں سید الشہدا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کی شہادت بے مثل ہے کہ آپ جیسی مصیبتیں کسی دوسرے شہید نے نہیں اٹھائیں۔ آپ تین دن کے بھوکے پیاسے شہید کئے گئے اس حال میں کہ آپ کے تمام رفقاء، عزیز و اقارب و اہل وعیال بھی سب بھوکے پیاسے تھے اور چھوٹے بچے پانی کے لئے تڑپ رہے تھے۔ یہ آپ کے لئے اور زیادہ مصیبت کی بات تھی اس لئے کہ انسان اپنی بھوک و پیاس تو برداشت کر لیتا ہے لیکن اہل وعیال اور خاص کر چھوٹے بچوں کی بھوک و پیاس اسے پاگل بنا دیتی ہے۔

اور جب پانی کا وجود نہیں ہوتا تو پیاس کی تکلیف کم ہوتی ہے لیکن جبکہ پانی کی بہتات ہو جسے عام لوگ ہر طرح سے استعمال کر رہے ہوں یہاں تک کہ جانور بھی اس سے سیراب ہو رہے ہوں مگر کوئی شخص جو تین دن کا بھوکا پیاسا ہو اسے نہ پینے دیا جائے تو یہ اس کے لئے زیادہ تکلیف کی بات ہے۔

اور میدان کربلا میں یہی نقشہ تھا کہ آدمی اور جانور سبھی لوگ دریائے فرات سے سیراب ہو رہے تھے مگر امام عالی مقام اور ان کے تمام رفقاء پر پانی بند کر دیا گیا تھا یہاں تک کہ آپ اپنے بیماروں اور چھوٹے بچوں کو بھی ایک قطرہ نہیں پلا سکتے تھے۔

اور پھر غیر ایسا کرے تو تکلیف کا احساس کم ہوگا اور یہاں حال یہ ہے کہ کھانا پانی روکنے والے اپنے کو مسلمان ہی کہلاتے ہیں، کلمہ پڑھتے ہیں، نمازیں ادا کرتے ہیں، اور ان کے نانا جان کا اسم گرامی اذانوں میں بلند کرتے ہیں مگر نواسے پر ظلم و ستم کا پہاڑ توڑتے ہیں۔

اگرچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھی پانی بند کر دیا گیا تھا مگر وہ اپنے گھر اور اپنے وطن میں تھے اور امام عالی مقام اپنے گھر سے دور بے وطن اس کے ساتھ تیز دھوپ تپتی ہوئی زمین اور گرم ہواؤں کے تھپیڑے بھی ہیں۔

اور آپ کو یہ اندیشہ بھی دامن گیر تھا کہ میری شہادت کے بعد میرا تمام ساز و سامان لوٹ لیا جائے گا، خیمہ جلا دیا جائے گا، مستورات بے سہارا ہو جائیں گی، اور انہیں قید کر لیا جائے گا۔

ان حالات میں اگر رستم بھی ہوتا تو اس کے حوصلے پست ہو جاتے اور وہ اپنی گردن جھکا دیتا لیکن سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان مصائب و آلام کے ہجوم میں بھی باطل کے مقابلہ کے لئے صبر و رضا کا پہاڑ بن کر قائم رہے اور آپ کے پائے استقلال میں لغزش نہیں پیدا ہوئی یہاں تک کہ بہتر ۷۲ زخم کھا کر شہید ہو گئے اور پھر آپ کی لاش مبارک گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندی بھی گئی۔

آپ کی یہ شہادت بے مثل ہے جس نے یزیدیت کو مردہ کر دیا اسے دنیا میں نہیں پھیلنے دیا اور دین اسلام کو مسخ ہونے سے بچا لیا۔

عزیز مسلمان بھائیو! قرآن مجید اور احادیث کریمہ سے روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا کہ شہادت کا مرتبہ بہت عظیم اور بلند و بالا ہے۔ اس کے باوجود ہمارے اندر جذبۂ شہادت بدرجۂ اتم موجود کیوں نہیں ہے؟ ہم اپنی تخلیق کے مقصد کو بھول کیوں چکے ہیں؟ ہمارے ہاتھ غریبوں، فقیروں، اور مظلوموں کی مدد کے لئے کیوں نہیں اٹھتے؟

ہمارے اکابر نے ہمیں جو درس دیا ہے ہم اس کو عملی جامہ کیوں نہیں پہناتے؟ ہم اپنے ان اسلاف کو کیسے بھول چکے ہیں جنہوں نے اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے اپنی جان مال اور اولاد سب کچھ قربان کر چکے ہیں، اٹھو مسلمانو! اسلامی تعلیمات کو اپناؤ اپنے آپ کو اسلامی لباس سے مزین کرو۔

اسلامی فکر کے حامل بنو اسلامی مشن کو عام سے عام کرنے میں تن من دھن سے دن و رات مصروف ہو جاؤ۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

تجلیاتِ نعت

حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی

ہم خاک ہیں اور خاک ہی ماویٰ ہے ہمارا
خاکی تو وہ آدم جدِّ اعلیٰ ہے ہمارا

اللہ ہمیں خاک کرے اپنی طلب میں
یہ خاک تو سرکار سے تمغا ہے ہمارا

جس خاک پہ رکھتے تھے قدم سید عالم
اس خاک پہ قرباں دلِ شیدا ہے ہمارا

خم ہوگئی پشت فلک اس طعن زمیں سے
سن ہم پہ مدینہ ہے وہ رتبہ ہے ہمارا

اس نے لقب خاک شہنشاہ سے پایا
جو حیدرِ کرّار کہ مولیٰ ہے ہمارا

اے مدعیو خاک کو تم خاک نہ سمجھے
اس خاک میں مدفوں شہِ بطحا ہے ہمارا

ہے خاک سے تعمیر مزارِ شہِ کونین
معمور اسی خاک سے قبلہ ہے ہمارا

ہم خاک اڑائیں گے جو وہ خاک نہ پائی
آباد رضؔا جس پہ مدینہ ہے ہمارا

قاضی القضاۃ حضور تاج الشریعہ مدظلہ

شجاعت ناز کرتی ہے جلالت ناز کرتی ہے
وہ سلطان زماں ہیں ان پہ شوکت ناز کرتی ہے

صداقت ناز کرتی ہے امانت ناز کرتی ہے
حمیت ناز کرتی ہے مروّت ناز کرتی ہے

شہ خوباں پہ ہر خوبی و خصلت ناز کرتی ہے
کریم ایسے ہیں وہ ان پر کرامت ناز کرتی ہے

جہانِ حسن میں بھی کچھ نرالی شان ہے انکی
نبی کے گل پہ گلزاروں کی زینت ناز کرتی ہے

شہنشاہ شہیداں ہو، انوکھی شان والے ہو
حسین ابن علی تم پر شہادت ناز کرتی ہے

بٹھا کر شانۂ اقدس پہ کردی شان دو بالا
نبی کے لاڈلوں پر ہر فضیلت ناز کرتی ہے

جبین نازاں کی جلوہ گاہ حسن ہے کس کی
رخ زیبا پہ حضرت کی ملاحت ناز کرتی ہے

فدائی ہوں تو کس کا ہوں کوئی دیکھے مری قسمت
قدم پر جس حسیں کے جان طلعت ناز کرتی ہے

خدا کے فضل سے اخترؔ میں ان کا نام لیوا ہوں
میں ہوں قسمت پہ نازاں مجھ پہ قسمت ناز کرتی ہے

ضیائے قرآن

(کنزالایمان) اعلیٰ حضرت **امام احمد رضا** فاضل بریلوی علیہ الرّحمۃ والرّضوان

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

اے ایمان والو نبی کے گھروں میں **ق۱۳۲** نہ حاضر ہو جب تک اذن نہ پاؤ **ق۱۳۳** مثلاً کھانے کے لئے بلائے جاؤ نہ یوں کہ خود اس کے پکنے کی راہ تکو **ق۱۳۴** ہاں جب بلائے جاؤ تو حاضر ہو اور جب کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ نہ یہ کہ بیٹھے باتوں میں دل بہلاؤ۔

(خزائن العرفان) صدر الافاضل **مولانا نعیم الدین** مرادآبادی علیہ الرّحمۃ والرّضوان

ق۱۳۲ مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ گھر مرد کا ہوتا ہے اور اسی لئے اس سے اجازت حاصل کرنا مناسب ہے شوہر کے گھر کو عورت کا گھر بھی کہا جاتا ہے اس لحاظ سے کہ وہ اس میں سکونت کا حق رکھتی ہے اسی وجہ سے آیت واذکرن مایتلیٰ فی بیوتکنّ میں گھروں کی نسبت عورتوں کی طرف کی گئی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکانات جن میں حضور کے ازواج مطہرات کی سکونت تھی اور حضور کے پردہ فرمانے کے بعد بھی وہ اپنی حیات تک انہیں میں رہیں وہ حضور کی ملک تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ازواج مطہرات کو ہبہ نہ فرمائے تھے بلکہ سکونت کی اجازت دی تھی اسی لئے ازواج مطہرات کی وفات کے بعد ان کے وارثوں کو نہ ملے بلکہ مسجد شریف میں داخل کردیئے گئے جو وقف ہے اور جس کا نفع تمام مسلمانوں کے لئے عام ہے۔ **ق۱۳۳** اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں پر پردہ لازم ہے اور غیر مردوں کو کسی گھر میں بے اجازت داخل ہونا جائز نہیں آیت اگرچہ خاص ازواج رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں وارد ہے لیکن حکم اس کا تمام مسلمان عورتوں کے لئے عام ہے۔ **شان نزول** جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینت سے نکاح کیا اور ولیمہ کی عام دعوت فرمائی تو جماعتیں کی جماعتیں آتی تھیں اور کھانے سے فارغ ہو کر چلی جاتی تھیں آخیر میں تین صاحب ایسے تھے جو کھانے سے فارغ ہو کر بیٹھے رہ گئے اور انہوں نے گفتگو کا طویل سلسلہ شروع کردیا اور بہت دیر تک ٹھہرے رہے مکان تنگ تھا اس سے گھر والوں کو تکلیف ہوئی اور حرج ہوا کہ وہ ان کی وجہ سے اپنا کام کاج کچھ نہ کر سکے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور ازواج مطہرات کے حجروں میں تشریف لے گئے اور دورہ فرما کر تشریف لائے اس وقت تک یہ لوگ اپنی باتوں میں لگے ہوئے تھے حضور پھر واپس ہو گئے یہ دیکھ کر وہ لوگ روانہ ہوئے تب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دولت سرائے میں داخل ہوئے اور دروزہ پر پردہ ڈال دیا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اس سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال حیا اور شان کرم وحسن اخلاق معلوم ہوتی ہے کہ باوجود ضرورت کے اصحاب سے یہ نہ فرمایا کہ اب آپ چلے جائیں بلکہ جو طریقہ اختیار فرمایا وہ حسن آداب کا اعلیٰ ترین معلم ہے **ق۱۳۴**

بہارِ حدیث

فضائل اہل بیت

از: شہزادۂ حضور تاج الشریعہ حضرت مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری بریلی شریف

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو میرے اہل بیت میں کسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا میں روز قیامت اس کا صلہ اسے عطا فرماؤں گا۔ ❁ امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اولاد عبد المطلب میں کسی کے ساتھ دنیا میں نیکی کرے گا اس کا صلہ دینا مجھ پر لازم ہے جب وہ روز قیامت مجھ سے ملے گا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ ان احادیث کے تحت فرماتے ہیں:

اللہ اکبر اللہ اکبر، قیامت کا دن وہ سخت ضرورت، سخت حاجت کا دن، اور ہم جیسے محتاج، اور صلہ عطا فرمانے کو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسا صاحب التاج، خدا جانے کیا کچھ دیں اور کیسا کچھ نہال فرما دیں ایک نگاہ لطف ان کی جملہ مہمات دو جہان کو بس ہے۔ بلکہ یہ ہی صلہ کروڑوں صلے سے اعلیٰ وانفس ہے کہ جس کی طرف کلمہ کریمہ "اذا لقینی" اشارہ فرماتا ہے۔ بحمد اللہ روز قیامت وعدہ وصال ودیدار محبوب ذوالجلال کا مژدہ سناتا ہے۔ مسلمانو! اور کیا کچھ درکار ہے، دوڑو اور اس دولت وسعادت کو لے لو۔

اہل بیت جنتی ہیں ایذا دینے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت:

❁ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنے رب عزوجل سے مانگا کہ میرے اہل بیت سے کسی کو دوزخ میں نہ لیجائے اس نے میری مراد عطا فرمائی۔ ❁ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا میں یہ ہے کہ حضور کے اہل بیت سے کوئی شخص دوزخ میں نہ جائے۔ ❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت سے جو شخص اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور میری رسالت پر ایمان لائے گا اسے عذاب نہ فرمائے گا۔ ❁ امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے علی! سب سے پہلے وہ چار کہ جنت میں داخل ہوں گے، میں ہوں، اور تم اور حسن وحسین اور ہماری ذریتیں ہمارے پس پشت ہوں گی۔ ❁ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چھ شخص ہیں جن پر میں نے لعنت کی، اللہ انہیں لعنت کرے اور ہر نبی کی دعا قبول ہے، کتاب اللہ میں بڑھانے والا، جیسے رافضی کچھ آیتیں، سورتیں، پارے جدا بتاتے ہیں، اور تقدیر الٰہی کا جھٹلانے والا، اور وہ جو ظلم کے ساتھ تسلط کرے کہ جسے خدا نے ذلیل بنایا اسے عزت دے اور جسے خدا نے معزز کیا اسے ذلیل کرے، اور حرم مکہ کی بے حرمتی کرنے والا، اور میری عترت کی ایذا وبے تعظیمی روا رکھنے والا، اور جو سنت کو برا ٹھہرا کر چھوڑ دے۔

❁ ❁ ❁

☆مصدقہ☆

جانشین حضور مفتی اعظم ہند فقیہ اسلام تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں

قادری ازہری دامت برکاتہم العالیہ قدسیہ

فتاویٰ مرکزی دارالافتاء

سوال:-

(۱) کیا کسی کو غصب کی ہوئی جائداد کسی مذہبی ادارے کو زبانی وقف کرنے کا حق پہونچتا ہے جبکہ اس کی جائداد میں کوئی موجود ہے وہ کسی مجبوری کے سبب اس کے خلاف کارروائی نہ کر سکے کیا کسی غیر کو منع کرنے کا حق پہونچتا ہے جبکہ قانون میں اس کی کوئی اجازت نہیں۔

(۲) کیا وقف کی ہوئی جائداد بیچی جاسکتی ہے یا اپنے استعمال میں لائی جاسکتی ہے؟

(۳) جو چیز مسجد کے نام عوام خیرات کر دیں یا ان کے چندے سے بنائی جائے وہ بیچی جاسکتی ہے؟

(۴) کیا ایسی مساجد جہاں مسلمان نہیں ہیں وہاں مساجد بیکار جارہی ہیں کیا انکا عملہ اور زمین بیچ کر دوسری مساجد میں لگائی جاسکتی ہے؟ فقط

الجواب:- (۱) شیٔ مغصوبہ کا واپس کرنا لازم ہے اس میں تصرف کرنا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) ہرگز جائز نہیں ہاں اگر واقف نے شرط کر دی ہو کہ متولی جب چاہے اسے بیچ کر دوسری جائداد اس کے بدلے میں خرید لے تو جائز ہے وہ خریدی ہوئی جائداد بیچی ہوئی کی جگہ ٹھہرے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) نہیں اگر وقف کر دیا ہے اور واقف نے تبدیل کی شرط نہیں ذکر کی ہے اور اگر مسجد کی ملک کر دی ہے وقف نہیں کی ہے تو مصالح مسجد کے لئے بیچ سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) مسجد ابدالآباد تک کے لئے مسجد ہے اگر مسجد آباد نہ ہو سکے تو زمین کو گھیر دیا جائے اسے بیچنا جائز نہیں مسجد کو محفوظ طور پر رکھا جاسکے تو اسے محفوظ کر دیں اور اگر خراب ہوجانے یا چوروں کے اٹھالے جانے کا اندیشہ ہو تو سامان دوسری مسجد میں صرف کر سکتے ہیں۔ مگر یہ بیع قاضی کے حکم سے ہوگی جہاں قاضی نہیں وہاں اعلم علمائے بلد سے اجازت حاصل کرلے وہ بھی نہ ہو تو چند دیندار مسلمان مل کر فروخت کر دیں شامی ہے:

"فی الذخیرة قال وفی فتاوی النسفی سئل شیخ الاسلام عن اهل قرية رحلوا وتداعی مسجد ها الی الخراب و بعض المتغلبة يستولون علیٰ خشبة وينقلوهم الیٰ دورهم هل لواحد لاهل المحلة ان يبيع الخشب بامر القاضی ويمسك الثمن ليصرفه الی بعض المسجد اوالیٰ هذا المسجد قال نعم والمولیٰ تعالیٰ اعلم"۔

قاضی عبدالرحیم بستوی غفرلہٗ

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر مصطفی رضا قادری غفرلہٗ

سوال: (۱) عورت کا آپریشن کر کے بچہ دانی کو نکال لیا جائے۔

(۲) نسبندی (جس میں مرد کی کسی رگ کا آپریشن کر کے مادہ تولید ختم کر دیا جاتا ہے)

(۳) لوپ (ایک ایسی چیز جس کو ڈاکٹر عورت کے اندرونی مقام میں فٹ کر دیتا ہے جو رحم کے لئے مادہ تولید کو ناقابل قبول بنادیتا ہے؟

الجواب: ان تینوں صورتوں کا حکم یہ ہے کہ یہ تینوں صورتیں تو یوں بھی حرام اشد حرام کہ ستر بے ضرورت شرعی کھولنا حرام سوا زن و شوہر کے سامنے۔ یوں ہی بے ضرورت ستر مس کرنے اور عورت کا غیر محرم کے سامنے بے پردہ آنا ہی ناجائز ہے اس سے بدتر غیر مسلم کے سامنے ہونا۔ ستر وہ بھی ستر غلیظ کھولنا اور اس کا ہاتھ لگانا معاذ اللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ختنہ سنت خیر الانام علیہ الصلاۃ والسلام اور شعار اسلام ہے مگر جس بالغ کا ختنہ نہ ہوا ہو اسے غیر سے ختنہ کرانا جائز نہیں،

غیر مرد غیر عورت کے ستر غلیظ کو چھوئے نہیں بلکہ اندر ہاتھ ڈالے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ نیز قطع عضو بے ضرورت شرعی ناجائز۔ عورت و مرد دونوں راضی ہوں اور اس ڈر سے یہ نہ ہو بلکہ اور وجہ معقول و مقبول سے تو یہ صورت جائز ہوگی۔ مرد اپنے آلہ پر چڑھائے یا عورت اندام نہانی میں خود رکھے یا ایسی دوائیں کھالے جس سے کوئی نقصان نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہٗ (نور اللہ مرقدہٗ)

یہ ہمارا جواب ہے جس پر مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ العزیز کی تصدیق ہے اس کی روشنی میں آپ کے سوالوں کا جواب واضح ہے۔

(۱) وجہ معقول و مقبول کی بنا پر عارضی اور وقتی دوا کا استعمال جائز ہے خواہ ملازم ہو یا عام مسلمان ہو۔

(۲-۳) عارضی طور پر دوا وغیرہ استعمال کرنا جائز ہے دائمی ترکیب و دوا جائز نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) متوقع اولاد کے بدمذہب یا ناخلف ہونے کے اندیشہ سے جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر استقرار حمل سے بیوی کو شدید خطرہ لاحق ہونے کا امکان قوی ہے تو ایسی دوائیں جو مانع حمل ہوں استعمال کر سکتی ہے۔ نسبندی یا تولیدی صلاحیت کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنا جائز نہیں ہے۔ شوہر کی نسبندی یا اسکا اختصاء شرعاً جائز نہیں ہے حدیث میں ہے: لا خصاء فی الاسلام اور ہمیشہ کے لئے اس کی قوت مردمی ختم کرنے کی ترکیب بھی جائز نہیں ہے اور مقاصد شرع کے خلاف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) غربت و مفلوک الحالی کوئی قوی سبب نہیں ہے البتہ بیوی کی لاغری و بیماری کی صورت میں عارضی طور پر مانع حمل کی دوا یا غیر مضر ترکیب جائز ہے لہٰذا نرودھ کنڈوم وغیرہ کا استعمال درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۶) بلا عذر شرعی اسقاط حمل کی اجازت نہیں ہے اور عذر ہو تو جائز ہے در مختار میں منظومہ وہبانیہ سے ہے: ویکرہ ان تسقی لا سقاط حملها وجاز لعذر حیث لا یتصور، یعنی مکروہ ہے اسقاط حمل اور عذر ہو تو صورت بننے سے قبل جائز ہے۔ ردالمحتار میں ہے: وفی الذخیرۃ لو ارادت القاء الماء بعد وصوله الی الرحم قالوا ان مضت مدة ینفخ فیه الروح لا یباح لها وقبله اختلف المشائخ فیه والنفخ مقدر بمائة وعشرین یوما. بالحدیث، یعنی ذخیرہ میں ہے اگر مادہ منویہ رحم میں پہنچ جانیکے بعد حمل گرانے کا ارادہ کرلے فقہا نے فرمایا اگر اتنے دن گزر گئے ہیں جس میں روح پھونک دی جاتی ہے تو جائز نہیں اور اس سے قبل میں مشائخ کا اختلاف ہے اور نفخ کی مدت ایکسو بیس ۱۲۰ دن کی مقدر حدیث سے ہے۔

ردالمحتار ص۴۲۹ ج۶ میں ہے: علامہ شامی قدس سرہٗ

فرماتے ہیں: (قوله وجاز لعذر) كالمرضعة اذا ظهر بها الحبل وانقطع لبنها وليس لابى الصبى ما يستاجر به الظئرو يخاف هلاك الولد قالوا يباح لها ان تعالج فى استنزال الدم مادام الحمل مضغة اوعلقة ولم يخلق له عضو وقدرو ا تلك المدة بمائة وعشرين يوما۔ اورعذر کی بنا پر اسقاط حمل جائز ہے جیسے وہ مرضعہ جسکا حمل ظاہر ہو گیا اور اس کا دودھ خشک ہو گیا اور بچے کے باپ کے پاس دایہ کو اجرت رکھنے کی استطاعت نہیں ہے اور بچے کے ہلاک ہونے کا خوف ہے مشائخ نے فرمایا اسے مباح ہے کہ استنزال دم کے لئے علاج کرائے جب تک حمل مضغہ یا علقہ ہو اور کوئی عضو نہ بنا ہو اور اس کی مدت ایکسو بیس دن ہے اس کے بعد اسقاط حمل جائز نہیں ہے۔ والله الهادی وتعالیٰ اعلم

کتبہ قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ

سوال: زید نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ زید کی برادری کے پنچ لوگوں نے زید کو یہ سزا دی کہ تقریباً ۲۴۰۰۰ر چوبس ہزار روپے جرمانہ لیا اور دوسری سزا یہ کہ زید پر پابندی لگا دی کہ تو سات سال تک شادی نہیں کریگا دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا یہ فیصلہ جو برادری کے پنچوں نے کیا ہے درست ہے یا نہیں؟ زید سے جرمانا لینا پنچوں کو جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز نہیں تھا تو جرمانا لینے والوں اور خلاف شرع پابندی لگانے والوں پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں عین کرم ہوگا۔ فقط والسلام، میرانپور کٹرہ ضلع شاجہاں پور

الجواب:۔ بضرورت طلاق دینا مباح ہے اور برادری والوں کا ۲۴۰۰۰ر چوبس ہزار روپے جرمانہ لینا ناجائز وحرام ہے: لان التعزير بالمال منسوخ والعمل بالمنسوخ حرام اور دوسری سزا بھی ناجائز و حرام ہے اور زید کا اس پر عمل کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ زید فوراً شادی کر سکتا ہے اور پنچ والوں پر لازم ہے کہ جو جرمانے میں روپے لئے ہیں وہ زید کو واپس کریں اور صدق دل سے توبہ واستغفار کریں واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد مظفر حسین قادری رضوی

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ

سوال:۔ زید نے اپنی بیوی ہندہ سے کہا اگر تو اپنی بہن کے گھر گئی تو تجھے طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے اس جملہ میں وقوع طلاق معلق ہے دخول دار پر دریافت طلب امر یہ ہے کہ تجھے طلاق ہے یعنی پہلا جملہ صرف معلق ہو اور دوسرا تیسرا سے فوراً واقع ہو جائے یا تینوں معلق ہوں یہاں دونوں احتمال ہے تو اس صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ حوالہ سے مبرہن فرمائیں۔

المستفتی محمد اصطفی عالم ضلع پرنیہ بہار

الجواب:۔ اگر ہندہ بہن کے گھر جائیگی تو ہندہ پر تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور یہ تعلیق ہے فتاویٰ قاضی خاں میں ہے رجل قال لا مراته اگر تو بخانہ مادر روی ترا طلاق فذهبت الى باب دارها ولم تدخل اختلف المشائخ منه الصحيح انها لا تطلق لانهم يريدون بهذ المنع عن الدخول فلا تطلق بدونه اور تین طلاق سے بچنے کا حیلہ یہ ہے کہ ہندہ کو ایک طلاق دیدے جب عدت گزر جائے اور عدت میں رجعت نہ کرے اور عدت گزرنے پر عورت نکاح سے باہر ہو جائیگی پھر ہندہ اپنی بہن کے گھر جائے پھر ہندہ سے نکاح کر لے اور ہندہ اپنی بہن کے یہاں آتی جاتی رہے گی طلاق نہ پڑیگی فتاویٰ رضویہ جلد خامس، ص ۷۸۷ میں ہے: لانه لما ابانها و انقضت العدة لم تبق محلا للطلاق فاذا حنث بعده نزل الجزا المعلق ولم يصادف

محلا فمضى هملا وقد انتهى اليمين لعدم ما يدل على التكرار فاذا تزوجها بعد الذهاب الى بيت الاخت لم يحنث درمختار میں ھے: تنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقاً لكن ان وجد فى الملك طلقت و الا لا فحيلة من علق الثلاث بدخول الدار ان يطلقها واحدة ثم بعد العدة تدخلها فتنحل اليمين ۔والله تعالىٰ اعلم۔

کتبہ محمد مظفر حسین قادری رضوی

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

سوال:۔ایک شخص نے زید کی نماز جنازہ بوجہ کثرت باراں مسجد میں پڑھادی دریافت طلب امر یہ ھیکہ نماز جنازہ ہوئی یا نہیں؟ اور اس میں شرکت کرنے والے کا کیا حکم ہے؟ آیا نماز پڑھنے اور پڑھانے والے گنہگار ہوئے یا نہیں؟ دلائل کی روشنی میں مسئلہ کی بھرپور وضاحت فرمائیں کرم ہوگا بینوا توجروا۔

المستفتی محمد اختر حسین، سدھور بارہ بنکی، یوپی

الجواب:۔علماء کرام نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کو مکروہ تحریمی فرمایا ہے اور یہی مختار ہے ''درمختار'' میں ہے: وكرهت تحريما و قيل تنزيها فى مسجد جماعة هو اى الميت فيه و حده او مع القوم و اختلف فى الخارجة عن المسجد و حده او مع بعض القوم والمختار الكراهة مطلقا خلاصة ۔ اور کثرت بارش کی وجہ سے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی گئی نماز ہوگئی یعنی فرض اتر گیا اور نماز جنازہ کے اعادہ کا حکم نہیں ہے اور جس نے کہا کہ قبر سے نکال کر دوبارہ نماز پڑھی جائے اس کا قول بے اصل ہے اور مسجد میں نماز پڑھنے و پڑھانے والے توبہ کریں واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد مظفر حسین قادری رضوی

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

سوال:۔زید کا قول بروز قیامت رسول گرامی علیہ التحیۃ والثناء کا حاضر ہونا امر یقینی ہے لیکن اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا قیامت کے دن حاضر رہنا غیر یقینی ہے کیونکہ اعلیٰ حضرت کا شعر ''کاش محشر میں جب انکی آمد ہو اور'' سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ ''کاش'' اس میں اعلیٰ حضرت کا شک تھا کہ قیامت کے دن آپ حاضر نہ ہوں گے ورنہ کاش نہ لاتے تو کیا یہ زید کا قول حق ہے اگر نہیں ہے تو مذکورہ شعر کا کیا وضاحت ہوگی مفصل و مدلل تحریر کریں کرم ہوگا فقط والسلام۔

محمد ربیع الاسلام رضوی

امام مسجد ایک رات والی نیا شہر بریلی

الجواب:۔حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بروز قیامت میدان محشر میں ہونگے اور امر یقینی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مقام محمود عطا فرمائیگا جہاں تمام اوّلین و آخرین حضور نبی رؤف و رحیم کی تعریف و توصیف کریں گے اور سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کے سلامی اشعار حق و صحیح ہیں اور لفظ کاش کا تعلق مجھ سے خدمت کے قدسی سے ہے اور شعراء حضرات ایسا کرتے ہیں۔یعنی خدمت کیلئے جو قدسی ہوں گے وہ مجھ سے فرمائیں گے کہ کاش مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام زید نرا جاہل ہے زید توبہ کرے اور ایسی بات کرنے سے باز آئے۔واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد مظفر حسین قادری رضوی

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

عرض خدمت یہ ہے کہ جناب انتظار حسین صاحب

کے پاس کوئی اولاد اپنی نسل سے نہیں ہے۔ اس لئے انہوں نے بڑے بھائی عبدالحفیظ صاحب کا لڑکا لیکر اپنی ذمہ داری پر ہمیشہ کیلئے پرورش کر رہے تھے۔ اسی درمیان ۱۵/۱۰ اکتوبر ۱۹۹۵ء میں ان کا انتقال ہوگیا۔ اور اب ان کی اہلیہ خاتون بیگم زوجہ انتظار حسین کی ذمہ داری میں پرورش ہو رہی ہے۔ اب وہ لڑکا بنام ضیا الاسلام کی عمر ۱۸ ر سال ہے اللہ کے فضل سے عقلمند بالغ اور ہوشیار ہو چکا ہے۔ اور اپنی چچی خاتون بیگم صاحبہ کو اپنی امی کی طرح مانتا ہے اور وہ اپنے بیٹے کا درجہ دیتی ہیں اور یہی ضیاء الاسلام ان کی آخری عمر تک امی کا حق ادا کرتے رہیں گے۔

لہٰذا حضور والا سے گذارش ہے کہ یہ رشتہ اسلام کی روشنی میں کیسا ہے؟ قرآن وحدیث سے مفصل ومدلل تحریر فرمائیں۔ آپ کی عین نوازش ہوگی۔ فقط والسلام۔

(مسماۃ) خاتون بیگم زوجہ انتظار حسین

ساکن پرتاپور ڈاکخانہ پرتاپور تحصیل کاشی پور ضلع ادھم سنگھ نگر

الجواب:- جو لوگ لاولد ہوتے ہیں اور رشتہ دار کے بچہ کو لیکر پالتے ہیں تو اس کا پالنا جائز ہے اور اس بچہ سے خدمت لینا بھی جائز ہے اور وہ اپنی حیات میں اس بچہ کو جس چیز کا مالک بنا کر قبضہ دیدیں تو وہ اس کا مالک بھی ہو جائیگا مگر وہ حقیقی بیٹا نہیں ہے اور اس کے مرنے پر ترکہ نہیں پائیگا اور اسکو اسکے باپ کا نام لیکر پکارا جائے قرآن عظیم کا حکم ہے: ادعوھم لآبائھم ان کو انکے باپ کا نام لیکر پکارو ھو اقسط عند اللہ فان لم تعلموا آباء ھم فاخوانکم فی الدین یعنی یہ اللہ کے نزدیک زیادہ ٹھیک ہے پھر اگر تمہیں انکے باپ معلوم نہ ہوں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں اور ارشاد ہے: ماجعل اللہ ادعیائکم ابناءکم ذلکم قولکم بافواھکم اور نہ تمہارے لے پالکوں کو تمہارا بیٹا بنایا یہ تمہارے اپنے مونھ کا کہنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد مظفر حسین قادری رضوی

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

سوال:- ہمارے یہاں پر کچھ لوگ جانوروں کی تجارت کرتے ہیں۔ آتے وقت گاؤں والے روپئے لیتے ہیں راستہ گاؤں کے بیچ سے ہو کر نکلتا ہے۔ مگر راستہ عام ہے ایک جوڑا جانوروں کا کم سے کم پانچ روپئے لیتے ہیں گاؤں والے اس روپئے سے اگر جلسہ یا جلوس یا مسجد میں لگائیں تو کیسا ہے؟ اور اگر اسکا روپیہ غریب یا مسکین یا طالب علم کو دیں تو کیسا ہے؟ ایسے کام کرنے والے کے لئے کیا حکم شرع ہے؟ قرآن وحدیث کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں کرم ہوگا۔

(۲) چین والی گھڑی پہننا کیسا ہے اور پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ زید کا کہنا ہے کہ اسکا ڈائل بھی تو لوہا ہے اسکو بھی نکال دیں اسکے بارے میں وضاحت بیان کردیں کرم آپ کا ہوگا۔

المستفتی محمد ابوبکر صدیق دیناجپوری

الجواب:- جب وہ راستہ عام ہے تو جانوروں کی تجارت کرنے والوں سے روپئے وصول کرنا جائز نہیں ہے ان لوگوں پر لازم ہے کہ وہ روپئے واپس کریں اور اس روپئے کو مسجد ومدرسہ میں صرف کرنا جائز نہیں اور کسی غریب ومسکین کو دینا بھی جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) چین والی گھڑی کا پہننا ناجائز ہے اور اسے پہن کر نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی اور ڈائل ضرورت میں داخل ہے اور چین ضرورت میں داخل نہیں ہے بلکہ پٹا لگائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد مظفر حسین قادری رضوی

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ

۞ ۞ ۞ ۞ ۞

قرآن حکیم کی معجزانہ تاثیر اور کنزالایمان

از: محمد رضا عبدالرشید، مالیگاؤں، متعلم مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا، بریلی شریف

قرآن مقدس کے پہلے مخاطب عرب تھے جن کو اپنی فصاحت و بلاغت اور قادر الکلامی پر ناز تھا۔ قرآن حکیم نے عربوں کو چیلنج کیا کہ اگر تم اس کے وحی الٰہی ہونے کا انکار کرتے ہو اور اسے انسانی ذہن کی اختراع قرار دیتے ہو تو اس جیسی کتاب بنا کر دکھادو۔ اگر یہ نہیں کر سکتے تو دس سورتیں ہی اس جیسی بنالاؤ، اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو قرآن کریم کی ایک سورۃ جیسی سورۃ ہی بنا کر پیش کردو لیکن اس چیلنج کے آگے ان کی گردنیں خم ہو گئیں انہیں یقین تھا کہ ماھذ کلام البشر۔ قرآن کریم کی جس خوبی سے عرب متاثر تھے وہ اس کا دلوں کو موہ لینے والا اسلوب اس کی لغوی اور ادبی خوبیاں، اس کی فصاحت و بلاغت اور اس کی حیرت انگیز تاثیر تھی۔ قرآن حکیم مومنوں کے ساتھ ساتھ کافروں کے دلوں میں بھی اپنی تاثیر کے حیرت انگیز کرشمے دکھارہا تھا اور دکھارہا ہے اور دکھاتا رہے گا۔

جارج سیل (George Sela) اپنے قارئین کو اپنی تصنیف "Tha Quran" میں بتاتا ہے کہ مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ قرآن کی مثال پیش کرنا انسانوں کے لئے ممکن نہیں، اور حضور ﷺ نے اسی قرآن حکیم کو اپنے دعویٰ رسالت کے ثبوت کے طور پر پیش کیا تھا اور ہزاروں عرب، جن کو اپنی قادر الکلامی پر ناز تھا ان کو چیلنج کیا تھا کہ وہ اس کی ایک سورۃ جیسی سورۃ بنا کر دکھادیں۔ جارج سیل آگے تحریر کرتا ہے کہ ''یہاں میں بے شمار مثالوں میں سے صرف ایک مثال یہ ظاہر کرنے کے لئے پیش کروں گا کہ اس کتاب کے متعلق یا اس کتاب کے اسلوب کی تعریف وہ لوگ بھی کیا کرتے تھے جن کو اس کتاب کے متعلق فیصلہ کرنے کے لئے اہل اور جج قرار دیا جا سکتا ہے۔ لبید بن ربیعہ Labid ebn Rabia جو محمد ﷺ کے زمانے کے عظیم عرب شعراء میں سے ایک تھا اس کی ایک نظم خانہ کعبہ کے دروازے پر آویزاں کی گئی۔ اور یہ ایک ایسا اعزاز تھا جو صرف ان ادب پاروں کو حاصل ہوتا تھا جن کے مقابلے کی دوسرے شعراء میں ہمت نہ ہوتی تھی۔ لیکن جلد ہی لبید کی نظم کے ساتھ قرآن حکیم کی دوسری سورۃ آویزاں کردی گئی لبید اس سورۃ کی ابتدائی آیات پڑھ کر ہی اس کے لئے سراپا تعریف بن گیا، اس نے فوراً وہ دین قبول کرلیا جس کی تعلیم وہ سورۃ دے رہی تھی اور ساتھ ہی اعلان کیا کہ یہ کلام صرف ایسے شخص کی زبان سے نکل سکتا ہے جس پر خدا کی طرف سے وحی آتی ہو''۔

اسی طرح ولید بن مغیرہ قرآن اور صاحب قرآن کا دشمن تھا۔ اس کی قادر الکلامی کی دھوم پورے مکہ میں تھی ابو جہل چاہتا تھا کہ اس کی زبان سے قرآن حکیم کے خلاف کچھ کلمات نکلوائے، ولید بن مغیرہ اسلام کا دشمن تو تھا۔ لیکن قرآن کی عظمت کے سامنے سرنگوں تھا۔ ابوجہل کے اصرار پر اس نے کہا: تم جانتے نہیں ہو کہ میں تمام اصناف سخن میں تم سے زیادہ شناسا ہوں لیکن خدا کی قسم محمد کا کلام ان اصناف سخن میں سے کسی کے ساتھ بھی تعلق نہیں رکھتا اس موقعہ پر ولید بن مغیرہ نے یہ تاریخی جملے کہے: "واللہ ان بقوله لحلاوة وان علیه لطلاوة وانه لمنير اعلاه مشرق اسفله وانه ليعلو وما يعلى وانه ليحطم ماتحتهٔ" ''خدا کی قسم اس کلام میں ایک عجیب سی مٹھاس ہے۔ حسن و جمال اس پر سایہ کناں ہے۔ یہ غالب آتا ہے

مغلوب نہیں ہوسکتا۔ جو اس کے نیچے آتا ہے۔ یہ اسے پیس کے رکھ دیتا ہے۔'' کفار مکہ اپنی زبردست اسلام دشمنی کے باوجود اس بات کو خفیہ نہ رکھ سکے کہ وہ قرآن حکیم کی معجزانہ تاثیر کو تسلیم کرتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفار مکہ نے مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے روکا، انہوں نے اس کے سبب کو خفیہ نہیں رکھا بلکہ انہوں نے علی الاعلان کہا کہ وہ ابوبکر کو مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے اس لئے روک رہے ہیں کہ ان کی تلاوت قرآن کی تاثیر سے ان کو اپنی عورتوں اور بچوں کے سحر ہونے کا خطرہ ہے۔ ایک فرانسیسی فلسفی کا قول ہے وہ کہتا ہے کہ ''عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنی نبوت کے ثبوت کے لئے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی طرح کوئی معجزہ پیش نہیں کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ محمد ﷺ خشوع وخضوع کے ساتھ قرآن حکیم کی تلاوت کرتے تھے اور ان کی قرأت کی تاثیر سے لوگوں کو اپنی طرف مائل کرتے تھے جو جملہ انبیائے کرام کے معجزات نے نہیں کیا۔''

قرآن حکیم کسی ایک علم کی کتاب نہیں، اس نے کائنات کے ہر ضوع کو اپنے اندر سمیٹ رکھا ہے۔ یہ صرف معلومات فراہم کرنے والی کتاب نہیں بلکہ یہ کتاب ہدایت ہے۔ یہ اس حکیم کا کلام ہے جس کا کوئی فعل حکمت نہیں۔ قرآن حکیم اخلاقی بیماریوں کا قلع قمع کر کے حسن اخلاق کے گلشن کھلانا چاہتا ہے۔ وہ اوہام واباطیل کے اندھیروں میں بھٹکنے والی انسانیت کو نور عرفان سے بہرہ ور کرنا چاہتا ہے۔ وہ انتشار وافتراق کی بھٹی میں سلگتی ہوئی نسل آدم کو وحدت واخوت کی لڑی میں پرونا چاہتا ہے۔ وہ امیر وغریب، شاہ وگدا، آقا ومولیٰ اور گورے اور کالے کے امتیازات کو مٹا کر نسل آدم میں مساوات قائم کرنا چاہتا ہے۔ وہ عورتوں کی زبوں حالی اور غلاموں کی بے بسی کو ختم کر کے انہیں دوسرے انسانوں کے برابر مقام عطا کرنا چاہتا ہے۔

قرآن روح کی غذا ہے، مسلمان نماز کے اندر یا نماز کے علاوہ کسی اور حالت میں قرآن کی کوئی سی بھی سورت یا آیت پڑھے، اس سے اس کی روح کو غذا ملتی ہے۔ کفار مکہ کے سینوں میں اسلام دشمنی کی آگ شعلہ زن تھی اس لئے انہوں نے اپنی زبان سے تو ایسی باتیں کہیں جن سے قرآن حکیم کی عظمت جھلکتی تھی لیکن چونکہ انہوں نے قرآن کریم کی تنویرات سے اپنی زندگیوں کو منور کرنے کا فیصلہ نہیں کیا تھا اس لئے ان کے قول وفعل سے قرآن کی حقیقی عظمتوں کا صحیح اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ قرآن کی تاثیر کی قوت کا صحیح اندازہ کرنا ہو تو اس کی انفرادی، اجتماعی، سماجی، معاشی، اخلاقی، سیاسی اور روحانی انقلاب پر ایک نظر ڈالی جائے جو قرآن حکیم نے مسلمانوں کی زندگیوں میں برپا کیا تھا۔ کیا بت پرستوں کا بت شکن بن جانا، توہمات کے اندھیروں میں بھٹکنے والوں کا ایمان وایقان کی دولت سے بہرہ ور ہو جانا اور اپنی اولاد کے قاتلوں کا رحمت ورافت کا علمبردار بن جانا کوئی معمولی بات تھی؟ کیا ایک دوسرے کے خون کے پیاسوں کے دلوں میں محبت واخوت کے گلشن کھلا دینا کسی انسان کے بس میں تھا؟ کیا شراب کے پجاریوں کی کسی قوم کو کسی نے اپنے ہاتھوں سے شراب کے مٹکے توڑتے ہوئے دیکھا ہے؟ اگر یہ سب کچھ ہوا اور ساری دنیا کے سامنے ہوا تو اس کی توجیہہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ یہ بے مثال انقلاب قرآن حکیم کی لازوال تاثیر کی برکت سے رونما ہوا۔

مسلمانوں نے اس کتاب مقدس کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا آئین قرار دیا۔ زندگی کے مختلف شعبوں کے متعلق اسی سے رہنمائی حاصل کی اور اس کے نتیجے میں وہ ساکنان عرب، جو آئین ودستور کی پابندیوں کو خاطر میں نہ لاتے تھے وہ قانون کی حکمرانی کے علمبردار بن گئے۔ مسلمانوں کو یقین تھا کہ ان کی کامیابی، ان کی عزت وشوکت اور ان کا ملی وقار قرآن حکیم سے وابستہ ہے، ان کی تاریخ

بھی اس کی عکاسی کرتی ہے کہ انہوں نے جب تک قرآنی تعلیمات کو اپنی اجتماعی زندگی کا منشور بنائے رکھا، دنیا ان کی عظمتوں اور نعمتوں کو سلام کرتی رہی، اور جب انہوں نے اپنی عقل کے بھروسے پر قرآنی تعلیمات کو غیر ضروری قرار دے کر نظر انداز کر دیا تو وہ دنیا میں ذلیل وخوار ہو کر رہ گئے۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اور ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

یہ تو عربوں کا معمول تھا کہ وہ قرآن حکیم کو سنتے تو اس کی تاثیر ان میں سرایت کر جاتی وہ عربی زبان سے واقف ،عربی تہذیب وتمدن سے واقف لوگ ہیں۔ لیکن جو عربی زبان نہیں جانتے وہ بھی صرف عربی ہی پڑھ کر اپنے قلوب کو عشق الٰہی کی پیاس سے بجھاتے ہیں لیکن ان عربی عبارتوں کو مع ترجمہ پڑھا جائے تو اس کی تاثیر کا اندازہ لگانا بہت ہی مشکل ہو جائے گا لیکن ترجمہ بھی کسی غیر کا نہ پڑھا جائے جو ترجمے امت مسلمہ میں انتشار وافتراق کے لئے کئے گئے ہیں، اور عشق رسول ﷺ کی حدود کو مدنظر رکھ کر نہ کئے گئے ہیں۔ یا پھر منشائے قرآن کے مطابق نہ ہو۔

ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"اب تک تقریباً دنیا کی ہر زبان میں قرآن کریم کے تراجم ہو چکے ہیں اردو زبان میں بھی قرآن مقدس کے متعدد تراجم موجود ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ مجدد اسلام امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ' العزیز کے اردو ترجمۂ قرآن "کنز الایمان" نے جو مقبولیت اور اعتبار حاصل کیا ہے وہ کسی بھی ترجمہ کو نہیں ہوا۔ کنز الایمان خزانۂ ایمان بھی ہے اور خزانۂ علم وعرفان بھی۔ بد مذاہب کے تراجم قرآن نے تقدیس الٰہی ،عصمت رسالت اور صداقت اسلام پہ ضرب کاری لگا کر مسلمانوں کو گمراہی کے دلدل میں ڈھکیلنے اور اعدار اسلام کو اسلام کے بانی کو بدنام کرنے کا سامان فراہم کیا تھا۔ امام احمد رضا نے ان کے تارو پود بکھیر دیئے۔ مسلمانوں کے عقیدہ وایمان کے شہرستان میں اجالا برپا کر دیا اور زمانہ پر اسلام کی حقانیت واضح کر دی پیغمبر اسلام کی عظمت ورفعت کا سکہ بٹھا دیا اور شہر شہر سے لیکر گھر گھر اور قلب وجگر اور فکر ونظر میں محبت الٰہی اور عشق واحترام رسالت پناہی کی شمعیں فروزاں کر دیں۔" اور ایک جگہ رقمطراز ہیں: "کنز الایمان کا لفظ لفظ معتبر اور منشائے قرآن کے مطابق ہے۔ اور اس ترجمہ سے امام احمد رضا کی قرآن فہمی اور علمی وادبی شان، تجدیدی آن بان اور عشق مصطفوی کے تب وتاب اور توانائی کی شعاعیں مچلتی نظر آتی ہیں۔ ترجمۂ قرآن کا یہ تقدیسی کارنامہ بھی امت مسلمہ پر بلکہ عالم انسانیت پر بھی امام احمد رضا کا ایک عظیم احسان ہے۔" (کنز الایمان اور تحقیقی امور، نوری مشن مالیگاؤں) صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری صاحب اپنے مقالہ "کنز الایمان احادیث مبارکہ، صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین اور اسلاف کرام کی تفاسیر کا نچوڑ ہے اور یہ کہ اس میں کوئی خلاف شرع، یا خلاف اسلام مواد نہیں ہے، یہاں ہم امام احمد رضا سے علمی اور مسلکی اختلاف رکھنے والے علمار اور اسکالرز سے بھی درخواست گزار ہیں کہ آپ علم وتحقیق کے میدان میں ذاتی بغض وعناد، گروہی حسد اور مسلکی تعصب کی عینک اتار کر نگاہ عشق ومستی کی ٹھنڈی روشنی میں کنز الایمان کا مطالعہ کریں ان شار اللہ آپ کو یہاں ایمان اور عشق مصطفی ﷺ کی دولت بیدار ملے گی۔ امام احمد رضا محدث بریلوی کو ہر قسم سے بالاتر ہو کر علم کی کسوٹی پر پرکھیں ان شار اللہ ان کو کھرا پائیں گے اور فکری اتحاد ویگانت کی راہ پیدا ہوگی۔ جس کی آج ہمیں شدید ضرورت ہے۔ دانش نورانی کی روشنی میں ان کی شخصیت وتصانیت کا مطالعہ کریں ان شار اللہ اندھیروں سے اجالوں میں آجائیں گے اس لئے کہ نور بصیرت سے مزین مطالعہ اندھیروں سے اجالے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ (معارف رضا پاکستان، ناشر: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا) ❁ ❁

امام حسین کا خروج برحق تھا

ترتیب: مولانا شفیع احمد پاکستانی

کیا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خروج بلا وجہ، بغاوت، فساد فی الارض اور خدا اور رسول کے خلاف جنگ کے مترادف تھا؟

جواب: سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خروج کو بلا وجہ، بغاوت، فساد فی الارض، اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف جنگ کرنے کے مترادف قرار دینا صریح ظلم اور جہالت ہے ایسی بات وہی کہے گا جس کے دل میں مرض نفاق اور اہل بیت نبوت کا بغض ہوگا۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک از روئے شریعت یزید ہرگز مسلمانوں کی امامت وسیاست کے لائق نہیں تھا اور نہ قواعد شرعیہ کے مطابق متفقہ طور پر اس کی امامت قائم ہوئی تھی اور نہ آپ نے اس کی بیعت کی تھی کہ آپ پر اس کی اطاعت واجب ہوتی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

واذابتلیٰ ابراھیم ربّہ بکلمٰت فاتمّھنّ قال انّی جاعلك للنّاس اما ما۔ قال ومن ذرّیّتی قال لاینال عھدی الظالمین٭

ترجمہ: اور یاد کرو جبکہ ابراہیم کو اس کے رب نے کچھ باتوں سے آمایا تو انہوں نے وہ پوری کر دکھائیں اللہ نے فرمایا میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں، انہوں نے عرض کی اور میری اولاد میں سے؟ فرمایا میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

اس آیہ کریمہ کے تحت علماء امت نے تصریح کی ہے کہ ظالم وجابر اور فاسق وفاجر امامت وخلافت کے اہل نہیں ہیں اوران کی امامت باطل ہے چنانچہ علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

انّ الامام یکون اھل العدل والاحسان والفضل مع القوّۃ علی القیام بذالك وھو الذی امر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الا ینازعوا الامر اھلہ وامّا اھل الفسوق والجور فلیسوا لہ باھل۔ [تفسیر قرطبی]

ترجمہ: بیشک امام وہ ہوسکتا ہے جو عدل وانصاف اور فضل جیسی صفات حسنہ سے متصف ہو، اور اس کے ساتھ اس میں حکومت کی ذمہ داریوں کو بجالانے کی قوت بھی ہو، ایسے ہی امام کے متعلق حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ اس سے مت جھگڑو، لیکن جو فاسق وفاجر اور ظالم ہوں وہ امامت وخلافت کے اہل نہیں۔

مشہور فقیہ امام ابوبکر الجصاص حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسی آیہ کریمہ کے تحت فرماتے ہیں:

فلا یجوز ان یکون الظالم نبیا ولا خلیفۃ لنبی ولا قاضیا ولا من یلزم الناس قبول قولہ فی امور الدین من مفت اوشاھد او مخبر عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خبرا۔ [احکام القرآن ۱/ص ۶۹]

ترجمہ: پس یہ جائز نہیں کہ کوئی ظالم نبی یا نبی کا خلیفہ یا قاضی ہو یا ایسا عہدہ دار ہو کہ (امور دین) میں اس کی بات کا ماننا لوگوں پر لازم ہو جیسے مفتی ہونا یا گواہ ہونا یا نبی ﷺ سے حدیث روایت کرنے والا محدث ہونا۔

یہی امام چند سطور کے بعد فرماتے ہیں:

فثبت بدلالۃ ھذہ الآیۃ بطلان امامۃ

الفاسق وانّہ لا یکون خلیفۃ وان من نصب نفسہ فی ھذا المنصب وھو فاسق لم یلزم الناس اتباعہ ولا طاعتہ۔

[احکامہ القرآن ۱/ص ۷۰]

ترجمہ: پس اس آیت کی دلالت سے ثابت ہوا کہ فاسق کی امامت باطل ہے اور بلا شبہ وہ خلیفہ نہیں ہوسکتا اور اگر وہ اپنے آپ کو اس منصب پر مسلط کردے در آں حالیکہ وہ فاسق ہے تو لوگوں پر اس کی اتباع واطاعت لازم نہیں ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیہ کریمہ کے تحت فرماتے ہیں:

قال الجمہور من الفقہاء والمتکلمین الفاسق حال فسقہٖ لایجوز عقد الامامۃ لہ واختلفوا فی انّ الفسق الطارئ ھل یبطل الامامۃ ام لا؟ وحتجّ المجمہور علیٰ انّ الفاسق لایصلح ان تعقد لہ الامامۃ بھذہ الایۃ۔

[تفیسر کبیر ۱/ص ۴۹۴]

ترجمہ: جمہور فقہاء اور متکلمین نے فرمایا ہے کہ فاسق کوا کی حالت فسق میں امام مقرر کرنا جائز نہیں اور اس فسق کے بارے میں جو امام پر بعد میں طاری ہوجائے (لوگوں نے) اختلاف کیا ہے کہ وہ اس کی امامت کو باطل کرلے گا یا نہیں؟ تو جمہور نے اس آیت سے یہی استدلال کیا ہے کہ بیشک فاسق اس بات کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا کہ اس کو امام مقرر کیا جائے۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسی آیۂ کریمہ کے تحت فرماتے ہیں:

قلنا معنیٰ قولہٖ تعالیٰ لاینال عھدی الظالمین انّ الفاسق وان کان امیراً فلا یجوز اطاعتہ فی الظلم والمعصیّۃ لقولہٖ علیہ السلام لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق۔

ترجمہ: ہم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان لاینال عھدی الظالمین کا معنیٰ ہوہے کہ بیشک فاسق اگر چہ وہ امیر ہو اس کی اطاعت ظلم اور معصیت میں جائز نہیں کیوں کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔

قرآن کریم کی اس آیت اور ائمہ کرام کے تفسیری ارشادات سے ثابت ہوا کہ ظالم وجابر اور فاسق وفاجر لوگ امامت وخلافت کے اہل نہیں اور ان کی امامت وخلافت باطل ہے اور ان کی اتباع واطاعت جائز نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ولاتطیعوا امر المسرفین الذین یفسدون فی الارض ولایصلحون۔ [الشعراء ۱۵۱]

ترجمہ: اور نہ مانو حکم ان حد سے گزر جانے والوں کا جو زمین میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔

اس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ ان آمر لوگوں کی اطاعت نہیں کرنی چاہئے جو کفر وشرک یا ظلم وفسق سے ملک میں فساد پھیلاتے ہیں اور ایمان وعدل اور تقویٰ ونیکی سے اصلاح نہیں کرتے۔

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے لاطاعۃ لمن عصی اللہ جو اللہ کی نافرمانی کرے اس کی اطاعت نہیں۔

لا ماعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق۔

ترجمہ: خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں۔

امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلیفہ ہونے کے بعد اپنی پہلی تقریر میں ہی فرمادیا تھا:

اطیعونی ما اطعت اللہ ورسولہ فاذا عصیت اللہ ورسولہ فلا طاعۃ لی علیکم

[کنز العمال ۵/ص ۳۴۹]

ترجمہ: جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تم لوگ میری اطاعت کرو اور جب میں اللہ

اور اس کے رسول کی نافرمانی کردوں تو تم لوگوں پر میری کوئی اطاعت نہیں ہے۔

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا:

ما امرتکم به من طاعة الله فحق علیکم طاعتی فیما احببتم وما کرهتم وما امرتکم به من معصیة الله فلا طاعة لاحد فی المعصیة الطاعة فی المعروف، الطاعة فی المعروف الطاعة فی المعروف۔

[کنز العمال ٥/ص٤٦٦]

ترجمہ: جو حکم میں تم کو اللہ کی اطاعت کے بارے میں دوں تو میرا وہ حکم ماننا تم پر لازم ہے خواہ تم اسے پسند کرو یا نا پسند کرو اور جو حکم میں تمہیں اللہ کی نافرمانی کے لئے دوں تو نافرمانی میں کسی کے لئے طاعت نہیں۔ طاعت صرف اچھے کام میں ہے، طاعت صرف معروف میں ہے۔ طاعت صرف معروف میں ہے یعنی نیکی اور بھلائی کے کاموں میں۔

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ ﷺ نے فرمایا:

ستکون علیکم امراء من بعدی یامرونکم بما لا تعرفون ویعلمون بما تنکرون فلیس اولئك علیکم بائمة۔

[السراج المنیر ٤/ص ٣١٤]

ترجمہ: میرے بعد عنقریب تم پر ایسے امر (مسلط) ہوں گے جو تمہیں ایسے امور کا حکم دیں گے جن میں تم بھلائی نہیں دیکھو گے اور وہ ایسے کریں گے جن کو تم برا جانو گے۔ پس وہ تم پر امام نہیں یعنی ان کی اطاعت تم پر لازم نہیں۔

حضرت طلحہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا:

الا یآ یّها النـاس لا یقبل الله صلوة امام حکم بغیر ما انزل الله۔ [المستدرك ٤/ ٨٩]

اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ جو حاکم اللہ کے نازل کئے ہوئے (قانون) کے خلاف حکم کرتا ہے اللہ اس کی نماز قبول نہیں کرتا۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شارح صحیح مسلم شریف میں فرماتے ہیں:

اجمع العلماء علیٰ وجوبها فی غیر معصیة وعلیٰ تحریمها فی المعصیة نقل الاجماع علیٰ هذا القاضی عیاض وآخرون۔

[نووی علیٰ مسلم ٢/ ١٢٤]

ترجمہ: تمام علماء اس پر متفق ہیں کہ امیر کی اطاعت غیر معصیت میں واجب ہے اور معصیت میں حرام ہے اس پر امام قاضی عیاض اور دوسرے (علماء) نے اجماع نقل کیا ہے۔

یہی امام دوسری جگہ فرماتے ہیں:

قال القاضی عیاض رحمه الله اجمع العلماء علیٰ انّ الامة لاتنعقد لکافر وعلیٰ انه لوطرء علیه الکفر انعزل قال و کذالو ترك اقامة الصلوٰة والدعاء الیها قال وکذلك عند جمهورهم لبدعة۔ [نووی شرح مسلم ٢/ ١٢٥]

ترجمہ: امام قاضی عیاض رحمہ اللہ نے دیا ہے کہ علماء کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ کافر کی امامت منعقد نہیں ہوتی تو اگر امام پر کفر طاری ہو جائے تو معزول ہو جائے گا۔ فرمایا ایسے ہی اگر نماز قائم کرنا اور اس کی طرف دعوت دینا چھوڑ دے تو بھی معزول ہوگا۔ فرمایا اسی طرح جمہور کے نزدیک بدعت کا طاری ہونا بھی ہے۔

یہی امام تیسری جگہ فرماتے ہیں:

قال القاضی فلوطرء علیه کفر او تغیر للشرع اوبدعة خرج عن حکم الاولایة وبدعة

سقطت طاعته ووجب على المسلمين القيام عليه وخلعه ونصب امام عادل ان امكنهم ذلك فان لم يقع ذلك الّا لطائفة وجب عليهم القيام بخلع الكافر ولا يجب فى المبتدع الّا اذا ظنّوا القدرة عليه فان تحققوا العجز لم يجب القيام وليهاجر المسلم عن ارضه الىٰ غيرها ويفرّ بدينه۔ [نووی علیٰ مسلم ۲/۱۲۵]

امام قاضی عیاض نے فرمایا ہے کہ اگر امام پر کفر یا شرع کو بدلنا یا بدعت طاری ہو جائے تو وہ امام (خود بخود) ولایت و امامت سے خارج ہو جائے گا اور اس کی اطاعت ساقط ہو جائے گا اور مسلمانوں پر اس کے خلاف کھڑا ہونا اور اس کو امامت سے ہٹانا اور اس کی جگہ امام عادل کا مقرر کرنا واجب ہو جائے گا۔ بشرطیکہ ان میں اس کی قدرت و طاقت ہو اور اگر ایسا نہ ہو (کہ سارے مسلمان اس کے خلاف کھڑے ہوں) بلکہ کوئی چھوٹی جماعت کھڑی ہو تو اس پر کافر کا ہٹانا تو واجب ہوگا اور مبتدع کا ہٹانا اس وقت واجب ہوگا جب اس جماعت کو اپنی قدرت کا ظن غالب ہو پس اگر ان کو اپنا عجز و کمزور متحقق ہو تو (اس کے خلاف) کھڑا ہونا واجب نہیں اور مسلمان اس کے ملک سے کسی دوسری زمین میں ہجرت کر جائے اور اپنے دین و ایمان کے ساتھ (وہاں سے) بھاگ جائے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

انّ الامام ينعزل بالفسق والجور وكذا كل قاض وامير واصل المسئالة انّ الفاسق ليس من اهل الولاية انه لاينظر لنفسه فكيف ينظر لغيره۔ [شرح عقائد ص ۱۱۰]

ترجمہ: بیشک امام ظلم و فسق کی وجہ سے خود بخود معزول ہو جاتا ہے اور ایسے ہی ہر قاضی اور امیر بھی اور اصل مسئلہ یہی ہے کہ فاسق ولایت و امامت کا اہل ہی نہیں ہے۔ اس لئے کہ جب وہ اپنی ہی ذات کا خیال نہیں کرتا تو کسی دوسرے کا خیال کیسے کرے گا۔

اگرچہ فاسق و فاجر امام و امیر کا خود بخود معزول ہو جانا مختلف فیہ ہے لیکن اس کا مستحق عزل ہو جانا متفق علیہ ہے چنانچہ علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وكذا فى انعزاله بالفسق والاكثرون علىٰ انّه لا ينعزل و هوا المختار من مذهب الشافعى وابى حنيفة وعن محمّد رضى الله عنه روايتان ويستحق العزل بالاتفاق۔

[شرح عقائد ۲/۲۸۳]

ترجمہ: اور ایسے ہی فسق کی وجہ سے امام کا خود بخود معزول ہو جانا (مختلف فیہ) ہے اور اکثر اس پر کہ فسق سے خود بخود معزول نہیں ہوتا اور یہی مذہب مختار ہے، امام شافعی اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اور امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس امر میں دونوں روایتیں ہیں اور فاسق کا مستحق عزل ہو جانا تو متفق علیہ ہے یعنی اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ، خلفاء راشدین، ائمہ عظام، اور علماء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ارشادات سے ثابت ہوا کہ فاسق و فاجر ظالم و مبتدع اور مغیر الشرع یہ صلاحیت ہی نہیں رکھتا کہ وہ مسلمانوں کا امام و امیر ہو سکے۔ اس کی امامت باطل اور اس کی اتباع و اطاعت ناجائز ہے۔

علامہ امام عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال الا فانى فى شرح جوهرته فى شرط الامامة انها خمسة الاسلام والبلوغ والعقل و الحرية وعدم الفسق بحارحة الاعتقاد لان الفاسق لايصلح لامر الدين ولا يوثق باوامره ونواهيه والظالم يختلّ به امر الدين والدنيا فكيف يصلح للولاية ومن الوالى لدفع شره

الیس یعجب استرعاء الغنم الذئب۔

ترجمہ: آفانی شرح جوہرہ میں فرماتے ہیں کہ امامت (کبریٰ) کے لئے پانچ شرطیں ہیں۔ اسلام، بلوغ، عقل، آزاد ہونا، اعتقادی وعملی فسق کا نہ ہونا، اس لئے کہ فاسق امر دین کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا اور نہ اس کے اوامر ونواہی پر وثوق کیا جاسکتا ہے اور ظالم سے دین ودنیا کا امر مختل یعنی تباہ ہوکے رہ جائے گا تو کس طرح وہ ولایت وامارت کے لائق ہے اور اس کے شر کو دفع کرنے کے لئے اور کون حاکم ہوگا۔ کیا پھر بھیڑیئے سے بکریوں کی رکھوالی تعجب خیز نہیں۔

اور اگر کوئی ظالم وفاسق شخص کسی وجہ وطریقہ سے اس منصب امامت پر قائم ہوجائے یا قائم کردیا جائے تو وہ امام برحق یا عادل نہیں قرار پائے گا بلکہ وہ ظالم وفاسق ہی رہے گا۔ ہاں اس پر خروج کرنے اور اس کے خلاف کھڑے ہونے کے سلسلہ میں ائمہ کرام نے کتاب وسنت کی روشنی میں چند اصول وقوانین مقرر فرمائے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ:

وہ ظالم وفاسق امام وامیر جس کا ظلم وفسق ذاتی وانفرادی ہو یعنی اس کی اپنی ذات تک محدود ہو اور اس کا اثر دوسرے حکام اور رعایا تک نہ پہنچتا ہو جیسا کہ بعض امراز ذاتی حد تک چھپ کر عیاشی اور بدکاری کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں مگر رعایا کے حقوق اور معاملات حکومت میں عدل وانصاف بھی کرتے ہیں تو محض ان کے پوشیدہ ذاتی فسق وفجور کی بنا پر ان پر خروج کرنا جائز نہیں، کیوں کہ ان کے عدل وانصاف کی وجہ سے بہر حال امارت کے مقصد کی تکمیل تو ہو ہی رہی ہے اگر چہ ذاتی فسق وفجور میں مبتلا ہونے کی وجہ سے وہ سخت گنہ گار اور عند اللہ مستحق سزا ہیں۔

احادیث مبارکہ میں جو یہ آیا ہے کہ ظالم وفاسق امام وامیر سے جھگڑا نہ کرو بلکہ اس کی بات سنو اور مانو، اس سے مراد ایسا ہی امام وامیر ہے جس کا ظلم وفسق ذاتی وانفرادی اور پوشیدہ ہو۔ چنانچہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا اے عبادہ:

اسمع واطع فی عسرك ویسرك ومنشطك ومكرهك واثرة علیك وان اكلوا مالك وضربوا ظهرك الا ان تكون معصیة الله بواحا۔

[كنز العمال ٥/٤٦٧]

ترجمہ: (حاکم وقت) کی سنو اور اطاعت کرو مشکل وآسانی اور خوشی وناخوشی اور اس کو اپنے اوپر ترجیح دینے میں اگر چہ وہ تمہارا مال کھائیں اور تمہاری پیٹھ پر ماریں مگر یہ کہ کھلم کھلا اللہ کی نافرمانی ہو۔

اس ارشاد گرامی سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ امام وامیر جب علانیہ طور پر فسق وفجور کا ارتکاب کرنے لگے تو پھر اس کو ماننا اور اس کی اطاعت کرنا جائز نہیں ہے اور وہ امام وامیر جس کا ظلم وفسق اس کی ذات سے گزر کر حکام۔ اکابر امت اور عام لوگوں تک پہنچنے اور اثر انداز ہونے لگے تو اس صورت میں اگر وہ خود بخود معزول نہیں بھی ہوتا تو مستحق عزل تو بالاتفاق ضرور ہوجاتا ہے۔ اگر مسلمان قدرت وطاقت رکھتے ہوں تو ان پر اس کا ہٹانا اور اس کی جگہ عادل امام مقرر کرنا واجب ہوجاتا ہے اور اگر قدرت وطاقت نہ رکھتے ہوں تو پھر ان پر یہ ہے کہ وہ صبر کریں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں اور فتنہ وفساد اور جانوں کے ضیاع کے خوف کی وجہ سے خروج نہ کریں کیوں کہ اس صورت میں وہ معذور بھی ہیں اور بہت زیادہ نقصان کا اندیشہ بھی ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ یزید فاسق وفاجر، ظالم وشرابی اور بدکار تھا یا نہیں؟ تو بلاشک وشبہ بالاتفاق وہ فاسق وفاجر اور ظالم وشرابی تھا بلکہ اس نے ایسے ایسے اعمال قبیحہ اور افعال شنیعہ کئے کہ بعض اکابر امت کے نزدیک وہ کافر ہوگیا تھا (جیسا کہ آئندہ صفحات میں آئے گا) تو امام عالی مقام کے نزدیک وہ ہرگز مسلمانوں کی امامت وسیادت کا اہل ہی نہ تھا

اور نہ ہی قواعد شرعیہ کے مطابق متفقہ طور پر اسکی امامت قائم ہوئی تھی۔ نہ ہی آپ نے اس کو امام و امیر تسلیم کیا تھا۔ آپ کے نزدیک اس کی امامت باطل تھی اور اس کی ہٹانا واجب و ضروری تھا۔ لیکن آپ یہ سمجھتے تھے کہ پچھلے حالات وواقعات کے پیش نظر مسلمانوں میں آپس میں بہت زیادہ فسادات اور خونریزی ہوئی ہے، سب لوگ میرا ساتھ نہیں دیں گے لہٰذا صبر کیا جائے اور مدینہ منورہ سے ہجرت کر کے مکہ مکرمہ سکونت اختیار کی جائے کہ بمطابق فرمان خداوندی جائے من ہے "ومن دخله كان أمنا" چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا لیکن کوفیوں کے پے در پے خطوط اور وفود کے آنے اور پھر حضرت مسلم بن عقیل کے کوفہ جا کر بچشم خود حالات کا جائزہ لے کر اطلاع دینے سے کہ حالات تسلی بخش ہیں، امام عالی مقام کو یہ یقین ہو گیا کہ اب اتنے حامی مل گئے ہیں جن کے ساتھ وہ اس ظالم حکومت کے خلاف کامیاب انقلاب بر پا کر سکتے ہیں تو اس یقین کے بعد وہ مکہ مکرمہ سے نکل کھڑے ہوئے۔

چنانچہ علامہ ابن خلدون لکھدون لکھتے ہیں:

واما الحسين فانه لما ظهر فسق يزيد عند الكافة من اهل عصره بعثت شيعة اهل البيت بالكوفة للحسين ان ياتيهم فيقوموا بامره فرائ الحسين ان الخروج علىٰ يزيد متعين من اجل فسقه لا سيما من له القدرة علىٰ ذلك وظنها من نفسه باهليه وشوكة فاما الاهلية فكانت كما ظن وزيادة واما الشوكة فغلط يرحمه الله فيها.

[مقدمه ابن خلدون ص ۱۸۰]

ترجمہ: اور رہے امام حسین! تو جب یزید کا فسق وفجور اس کے زمانہ کے سب لوگوں کے نزدیک ظاہر ہو گیا تو کوفہ سے اہل بیت کے شیعوں نے امام حسین کے پاس پیغامات بھیجے کہ وہ ان کے پاس تشریف لے آئیں تو وہ سب ان کی اطاعت میں (یزید کے مقابلہ میں) کھڑے ہو جائیں گے، پس اس وقت امام حسین نے سمجھ لیا کہ اب طاقت مقابلہ حاصل ہو گئی ہے لہٰذا یزید کے خلاف اس کے فسق وفجور کی وجہ سے کھڑا ہو جانا متعین ہو گیا ہے خاص کر اس شخص کے لئے جسے اس پر قدرت حاصل ہو جائے اور حضرت امام حسین کو اپنی ذات میں اس قدرت وقوت اور اہلیت و صلاحیت کا ظن غالب پیدا ہو گیا تھا (ابن خلدون لکھتے ہیں) جہاں تک اہلیت وصلاحیت کا تعلق ہے تو وہ بلاشک وشبہ ان میں تھی جیسا کہ ان کا گمان تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ تھی لیکن جہاں تک قوت وشوکت کا تعلق ہے (جس کا کوفیوں نے یقین دلایا تھا) تو اس کے سمجھنے میں غلطی کھائی۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔

یہی علامہ آگے لکھتے ہیں:

فقد تبين لك غلط الحسين الا انه فى امر دنيوى لايضره الغلط فيه واما الحكم الشرعى فلم يغلط فيه لانه منوط بظنه وكان ظنه القدرة علىٰ ذلك.

[مقدمه ابن خلدن ص ۱۸۱]

ترجمہ: تم پر یہ واضح ہو گیا کہ امام حسین نے (یزید کے مقابلہ میں اپنی مادی قوت وشوکت کے سمجھنے میں کوفیوں کے تعاون کے یقین کی وجہ سے غلطی کی) مگر یہ غلطی ایک دنیوی امر (جنگی تدبیر وقوت) میں تھی اور اس غلطی میں ان کا کچھ بھی نقصان نہ تھا۔ رہا حکم شرعی تو اس میں انہوں نے کوئی غلطی نہیں کی کیوں کہ ان کا گمان یہ تھا کہ (انہیں یزید کے مقابلہ کی) قدرت حاصل ہے۔

اور رہا بعض صحابہ کرام کا امام عالی مقام کو یزید کے خلاف خروج سے روکنا تو وہ اس وجہ سے نہیں تھا کہ ان کے نزدیک یہ خروج ناجائز یا خلیفۂ برحق کے ساتھ بغاوت پر مبنی

تھا بلکہ وہ اہل کوفہ کی بیوفائی کے پیش نظر تھا۔ کیوں کہ وہ اہل کوفہ کو قابل اعتماد نہیں سمجھتے تھے اور جانتے تھے کہ وہ اپنے وعدوں پر قائم نہیں رہیں گے گویا ان کے نزدیک اسباب خروج مہیا نہ تھے اس لئے انہوں نے امام پاک کو روکنے کی بہت کوشش کی اور امام پاک نے اہل کوفہ کے پیہم اصرار اور مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر ان کی بیعت اور پھر مسلم بن عقیل کی تسلی بخش اطلاع کے آنے پر یہ سمجھ لیا کہ اسباب خروج مہیا ہو گئے ہیں۔ لہٰذا نکل کھڑے ہوئے۔

حاصل کلام یہ کہ امام پاک اور صحابہ کرام کے درمیان اختلاف صرف اسباب کے مہیا ہونے یا نہ ہونے پر تھا۔

چنانچہ افسوس صد افسوس کہ محبت اہل بیت کے دعوے دار کوفیوں نے صحابہ کرام کے خیال کے مطابق بے وفائی کی اور امام عالی مقام یزید کی حکومت کے خلاف انقلاب برپا نہ کر سکے اور ان کو اپنے اہل وعیال کے سامنے اپنے جگر کے ٹکڑوں اور بہترین ساتھیوں کے ساتھ انتہائی مظلومیت کے عالم میں جام شہادت نوش کرنا پڑا۔ اس ناچیز کے نزدیک امام پاک نے وہ عظیم انقلاب برپا کیا کہ اس کے اثرات فوری نہ سہی دیر پا ضرور تھے چنانچہ آج بھی ان کی قربانی مشعل راہ ہے۔

ثابت ہوا کہ امام عالی مقام کا خروج ہرگز بلا وجہ، بغاوت اور فساد فی الارض کے مترادف نہ تھا بلکہ ظالم حکومت کے تسلط کو دفع کرنے اور مسلمانوں کو یزید کے ظلم وستم سے بچانے کے لئے تھا۔ چنانچہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"خروج امام حسین علیہ السلام بنا بر دعوائے خلافت راشدۂ پیغامبر کہ بمرور سی سال منقضی گشت نبود بلکہ بنا بر تخلیص رعایا از دست ظالم بود واعانۃ المظلوم علی الظالم من الواجبات"۔ [فتاویٰ عزیزی ۱/۲۱]

ترجمہ: حضرت امام حسین علیہ السلام کا خروج (یزید کے خلاف) دعوائے خلافت راشدہ کی بنا پر نہ تھا کیوں کہ وہ تیس سال گزرنے پر ختم ہو چکی تھی بلکہ رعایا کو ایک ظالم (یزید) کے ہاتھ سے نجات دلانے کی بنا پر تھا۔ اور ظالم کے مقابلے میں مظلوم کی مدد کرنا واجبات دین سے ہے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں:

"آنچہ در مشکوۃ شریف ثابت است کہ حضرت ﷺ از بغی وخروج بر بادشاہ وقت اگر چہ ظالم باشد منع فرمودہ اند پس درآں وقت کہ آں بادشاہ ظالم بلا منازع ومزاحم تسلط تام پیدا کردہ باشد وہنوز اہل مکہ واہل کوفہ بہ تسلط یزید پلید راضی نہ شدہ بودند ومثل حضرت امام حسین وعبد اللہ بن عباس وعبد اللہ بن عمر وعبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم بیعت نہ کردہ بالجملہ خروج امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ برائے دفع تسلط او بود نہ برائے رفع تسلط وآنچہ در حدیث ممنوع است کہ برائے رفع تسلط سلطان جائز باشد والفرق بين الدفع والرفع ظاهر مشهور فى المسائل الفقهية"۔

[فتاویٰ عزیزی ۱/۲۱]

ترجمہ: اور یہ جو مشکوۃ شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ﷺ نے بادشاہ وقت کی بغاوت اور اس کے خلاف کھڑے ہونے سے منع فرمایا ہے خواہ وہ ظالم ہی کیوں نہ ہو یہ اس وقت کے لئے ہے کہ وہ ظالم بادشاہ بلا کسی جھگڑے اور مزاحمت کے پورا پورا تسلط حاصل کر لے اور یہاں ابھی تک اہل مدینہ واہل مکہ واہل کوفہ یزید پلید کے تسلط سے راضی ہی نہ تھے اور حضرت امام حسین وعبد اللہ بن عباس وعبد اللہ بن عمر وعبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم جیسے حضرات نے اس کی بیعت ہی نہیں کی تھی۔ الحاصل حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خروج یزید کے (ظالمانہ) تسلط کے دفع کرنے کے لئے تھا نہ کہ رفع کے لئے (کیوں کہ تسلط مان کر خروج ہوتا تو رفع ہوتا ماننے سے پہلے تو دفع کی صورت ہوئی جو ممنوع نہیں اور وہ خروج جو حدیث میں ممنوع ہے وہ وہی

ہے جو ظالم بادشاہ کا تسلط رفع کرنے کے لئے ہو اور دفع اور رفع میں جو فرق ہے وہ مسائل فقہیہ میں ظاہر و مشہور ہے۔

علامہ امام ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں:

وما تفوه بعض الجهلة من ان الحسين كان باغيا فباطل عند اهل السنة والجماعة و لعل هذا من هذيانات الخوارج الخوارج عن الجادة۔ [شرح فقه اكبر ص ۸۷]

ترجمہ: اور یہ جو بعض جاہلوں نے افواہ اڑا رکھی ہے کہ حضرت امام حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) باغی تھے تو یہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک باطل ہے شاید یہ خارجیوں کے ہذیانات (بکواس) ہیں راہ مستقیم سے ہٹے ہوئے ہیں۔

امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ جو لوگ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ باغی وغیرہ کہتے ہیں اور یزید پلید کو امام عادل اور برحق سمجھتے ہیں وہ ہرگز ہرگز اہل سنت و جماعت میں سے نہیں ہیں۔ بلکہ وہ خارجی و یزیدی ہیں اور حضرت امام پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو باغی وغیرہ کہنا یہ ان کی بکواس ہے۔

الحمد للہ دلائل حقہ شرعیہ سے ثابت ہو گیا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک یزید پلید بوجہ فاسق و فاجر ہونے کے ہرگز مسلمانوں کی امامت و سیادت کے لائق نہ تھا اور نہ اس کی امامت قواعد شرعیہ کے مطابق ہوئی تھی اور نہ آپ نے اس کی بیعت کی تھی اور نہ آپ پر اس کی اطاعت واجب تھی۔ اس لئے آپ نے اس کے خلاف جو کچھ کیا وہ کتاب و سنت کے احکام کے مطابق کیا لہٰذا آپ کو باغی، فسادی کہنا بالکل غلط اور پرلے درجے کی جہالت اور آپ کی سخت اہانت اور اہل بیت نبوت کے ساتھ بغض و عداوت کی کھلی دلیل ہے۔

-------❁ ❁ ❁ ❁-------

حسین کی محبت

حسین کی جسے بھی محبت ہے حاصل
وہی ہوگا جنت میں جانے کے قابل

اے لعلِ محمد! تمہارے سہارے
لگی آکے ایماں کی کشتی کنارے
کوئی کیسے بھولے گا احساں تمہارے
بچایا ہے حق کو، مٹایا ہے باطل

حسین کی جسے بھی محبت ہے حاصل
وہی ہوگا جنت میں جانے کے قابل

چراغ حسین کو، جو دل میں جلالے
عقیدت کے پھولوں کو دل میں کھلالے
اگر دل سے کوئی حسین کو بلالے
تو بے شک ملے گا بھنور میں بھی ساحل

حسین کی جسے بھی محبت ہے حاصل
وہی ہوگا جنت میں جانے کے قابل

شہیدوں کے سید! کرم مجھ پہ کردو
شہادت کا درجہ مجھے بھی عطا ہو
مری التجا کو، مرے آقا سن لو
ہوں میں بھی تمہارے سخی در کا سائل

حسین کی جسے بھی محبت ہے حاصل
وہی ہوگا جنت میں جانے کے قابل

علی کے دلارے! کرم کی نظر ہو
اے زہرہ کے پیارے، مری جھولی بھر دو
محمد کے تارے، کبھی اتنا کہہ دو
کہ میری غلامی میں نیّر بھی شامل

حسین کی جسے بھی محبت ہے حاصل
وہی ہوگا جنت میں جانے کے قابل

از: نیّر احمد رضوی آلدوری دمام۔عرب شریف

مروّجہ تعزیہ داری ناجائز و حرام

از: مفتی محمد کوثر علی رضوی، مرکزی دارالافتاء، بریلی شریف

تعزیہ کی اصل اس قدر تھی کہ روضۂ پر نور حضور شہزادۂ گلگوں قبا امام حسین شہید ظلم و جفا صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علی جدہ الکریم وعلیہ کی صحیح نقل بنا کر بہ نیت تبرک مکان میں رکھنا اس میں شرعاً کوئی حرج نہ تھا کہ تصویر مکانات وغیرہ ہر غیر جاندار کی بنانا رکھنا سب جائز اور ایسی چیزیں کہ معظمان دین کی طرف منسوب ہو کر عظمت پیدا کریں ان کی تمثال بہ نیت تبرک پاس رکھنا قطعاً جائز جیسے صدہا سال سے طبقۃً فطبقۃً ائمہ دین وعلماء معتمدین نعلین شریفین حضور سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقشے بنانے اور ان کے فوائد جلیلہ ومنافع جزیلہ پر مستقل رسالے تصنیف فرمائے ہیں جسے اشتباہ ہو امام علامہ تلمسانی کی فتح المتعال وغیرہ مطالعہ کرے مگر جہال بے خرد نے اس اصل جائز کو بالکل نیست و نابود کر کے صدہا خرافات وہ تراشیں کہ شریعت مطہرہ سے الامان الامان کی صدائیں آئیں اول تو نفس تعزیہ میں روضہ مبارک کی نقل ملحوظ نہ رہی ہر جگہ نئی تراش نئی گڑھت جسے اس نقل سے کچھ علاقہ نہ نسبت پھر کسی میں پریاں کسی میں براق کسی میں اور بیہودہ طمطراق پھر کوچہ بکوچہ و دشت بدشت اشاعت غم کے لئے ان کا گشت اور ان کے گرد سینہ زنی و ماتم سازشی کی شور افگنی کوئی ان تصویروں کو جھک جھک کر سلام کر رہا ہے کوئی مشغول طواف کوئی سجدے میں گرا ہے پھر باقی تماشے باجے تاشے مردوں عورتوں کا راتوں کو میل اور طرح طرح کے بیہودہ کھیل ان سب پر طرہ ہیں غرض عشرہ محرم الحرام کہ اگلی شریعتوں سے ان شریعت پاک تک نہایت بابرکت ومحل عبادت ٹھہرا ہوا تھا ان بیہودہ رسوم نے جاہلانہ وفاسقانہ میلوں کا زمانہ کر دیا پھر وبال ابتداع کا۔ وہ جوش ہوا کہ خیرات کو بھی بطور خیرات نہ رکھا ریا وتفاخر علانیہ ہوتا ہے پھر وہ بھی یہ نہیں کہ سیدھی طرح محتاجوں کو دیں بلکہ چھتوں پر بیٹھ کر پھینکیں گے روٹیاں زمین پر گر رہی ہیں رزق الٰہی کی بے ادبی ہوتی ہے مال کی اضاعت ہو رہی ہے مگر نام تو ہو گیا کہ فلاں صاحب لنگر لٹا رہے ہیں اس طرح روٹیاں پھینکنا ممنوع و مذموم ہیں کہ رزق الٰہی کی بے تعظیمی ہوتی ہے۔ بہت سارے علمائے کرام نے تو روپیوں پیسوں کا لٹانا جس طرح دلہن دولہا کی نچھاور میں معمول ہے منع فرمایا کہ روپئے پیسے کو اللہ عزوجل نے خلق کی حاجت روائی کے لئے بنایا ہے تو اسے پھینکنا نہ چاہئے پھر روٹی کا پھینکنا تو سخت بے ہودہ ہے۔ حالانکہ کھانا کھلانا لنگر بانٹنا مندوب و باعث اجر ہے جبکہ بہ نیت محمود اور خالصاً لوجہ اللہ ثواب رسانی ارواح طیبہ ائمہ اطہار مقصود ہو حدیث شریف میں ہے: ان اللہ عزوجل یباھی ملائکتہ بالذین یطعمون الطعام من عبیدہ، یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے جو لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں فرشتوں کے ساتھ مباہات فرماتا ہے کہ دیکھو یہ کیسا اچھا کام کر رہے ہیں، پانی یا شربت کی سبیل لگانا بھی بلاشبہ بہتر ومستحب وکار ثواب ہے، حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اذا کثرت ذنوبك فاسق الماء علی الماء تتناثر الذنوب کما یتناثر الورق من الشجر فی الریح العاصف۔ یعنی جب تیرے گناہ زیادہ ہو جائیں تو پانی پر پانی پلا گناہ جھڑ جائیں گے جیسے سخت آندھی میں پیڑ کے پتے۔ مگر یہ لنگر و سبیل مجمع روافض کے لئے نہ ہو کہ ان کو کھلانا پلانا تعلقات رکھنا ان کی مجالس میں شامل ہونا سب ناجائز وممنوع ہیں جیسا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فتاویٰ رضویہ جلد دہم میں تحریر فرماتے ہیں: "یہ سبیل اور کھانا چائے بسکٹ کہ رافضیوں کے مجمع کے لئے کئے جائیں جو تبرّا اور لعنت کا مجمع

ہیں ناجائز و گناہ ہیں اور ان میں چندہ دینا گناہ ہے اور ان میں شامل ہونے والوں کا حشر بھی انہیں کے ساتھ ہوگا۔ قال رسول اللہ ﷺ من کثر سواد قوم فھو منھم " یوں ہی فاتحہ امام ہمام و دیگر شہدائے کرام و اولیاء عظام و سائر اہل اسلام کھچڑا پر ہو یا کسی اور کھانے کپڑے وغیرہ پر ہر طرح جائز و مندوب و موجب اجر ہے مگر وہ فاتحہ تعزیہ کی نہ ہوں کہ تعزیہ کو ثواب پہنچانے کے کوئی معنی نہیں نہ تعزیہ رکھ کر ہو کہ یہ محض فضول بلکہ قرآن شریف کے ساتھ اسائت ادب ہے۔ خصوصاً جب کہ تعزیہ میں پری یا براق وغیرہ کی تصویریں ہوں کہ اس میں قرآن شریف کی زیادہ بے حرمتی اور نزول رحمت سے بالکل اجنبی ہے اسی طرح چھڑی، نشان، تخت، یا معاذ اللہ گور مصنوعہ قائم کرنا اور اس کی زیارت کرنا کس قدر سخت تر حرام ہے حدیث شریف میں وارد ہے: من زار قبراً بلا مقبورٍ فھو ملعون یعنی جو جھوٹی مصنوعی قبر کی زیارت کو جائے وہ ملعون ہے۔ اب بہار عشرہ کے پھول کھلے باجے تاشے بجتے چلے طرح طرح کے کھیلوں کی دھوم بازاری عورتوں کا ہر طرف ہجوم شہوانی میلوں کی پوری رسوم جشن یہ کچھ اور اس کے ساتھ خیال وہ کچھ گویا یہ ساختہ تصویریں بعینہٖ حضرات شہدائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے جنازے ہیں کچھ نوچ اتار باقی توڑتاڑ دفن کر دیئے یہ ہر سال اضاعت مال کے جرم و وبال جداگانہ ہے۔ غرض تعزیہ جس طرح رائج ہے نہ ایک بدعت مجمع بدعات و صدہا خرافات و ہزارہا واہیات ہے نہ وہ روضۂ مبارک کا نقشہ ہے بلکہ تعزیہ داروں کی اپنی ہوسات مخترعہ ہیں کعبہ معظمہ میں زمانے جاہلیت میں مشرکین نے سیدنا ابراہیم و سیدنا اسمٰعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کی تصویریں بنائیں اور ہاتھ میں پانسے دیئے تھے جن پر لعنت فرمائی اور تصویروں کو محو فرمادیا یہ تو انبیاء عظام کی طرف نسبت تھی کیا اس سے وہ معلون پانسے معظم ہو گئے یا تصویریں قابل ابقا، حالانکہ تعزیہ داری کہ اس کا آغاز اگرچہ یونہیں سنا گیا ہے کہ سلطان تیمور نے ازانجا کہ ہر سال حاضری روضۂ مقدسہ حضور سید الشہدا ء شہزادۂ گلگوں قبا علی جدہ الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والثناء کو مخل امور سلطنت دیکھا بنظر شوق و تبرک تمثال روضۂ مبارک بنوالی اس قدر کوئی حرج شرعی نہ تھا مگر یہ امر حقیقت متعارفہ سے وجوداً و عدماً بالکل بے علاقہ ہے اگر کوئی شخص روضۂ انور مدینہ منورہ و کعبہ معظمہ کے نقشوں کی طرح کاغذ پر تمثال روضۂ حضرت سید الشہدا ء آئینے میں لگا کر رکھے ہرگز نہ اسے تعزیہ کہیں گے نہ اس شخص کو تعزیہ دار حالانکہ اتنا امر قطعاً موجود ہے مگر اب کہ تعزیہ داری اس طریقۂ نامرضیہ کا نام ہے قطعاً بدعت و ناجائز و حرام ہے ہاں اگر اہل اسلام جائز طور پر حضرات شہدائے کرام علیہم الرضوان کی ارواح طیبہ کو ایصال ثواب کی سعادت پر اقتصار کرتے تو کس قدر خوب و محبوب تھا اور اگر نظر شوق و محبت میں نقل روضہ انور کی بھی حاجت تھی تو اسی قدر جائز پر قناعت کرتے کہ صحیح نقل بغرض تبرک و زیارت اپنے مکانوں میں رکھتے اور اشاعت غم و تصنع الم و نوحہ زنی و ماتم کنی و دیگر امور شنیعہ و بدعات قطعیہ سے بچتے۔ اس قدر میں کوئی حرج نہ تھا مگر اب اس نقل میں بھی اہل بدعت سے ایک مشابہت اور تعزیہ داری کا خدشہ اور آئندہ اپنی اولاد یا اہل اعتقاد کے لئے ابتلائے بدعات کا اندیشہ ہے حدیث شریف میں ہے: اتقوا مواضع التھم، یعنی تہمت کی جگہوں سے بچو اور وارد ہوا من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یقفن مواقف التھم۔ یعنی جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ تہمت کی جگہ نہ کھڑا ہو۔ لہٰذا روضۂ اقدس حضور سید الشہدا ء کی ایسی تصویر بھی نہ بنائیں بلکہ صرف کاغذ کے صحیح نقشے پر قناعت کریں اور اسے بقصد تبرک بے آمیزش منہیات اپنے پاس رکھیں جس طرح حرمین محترمین سے کعبہ معظمہ اور روضۂ عالیہ کے نقشے آتے ہیں اللہ تعالیٰ صدقہ حضرات شہدائے کربلا علیہم الرضوان والثناء کا ہمارے بھائیوں کو نیکیوں کی توفیق بخشے اور بری باتوں سے توبہ عطا فرمائے (آمین)

مسلمان اور سیاسی محاذ

ماضی اور حال کے تناظر میں

از: محمد توقیر احمد رضا، مدرسہ اکرم العلوم، محلہ لال مسجد، مرادآباد

ہندوستان کی ۵۹ رسالہ آزادی کے طویل عرصے میں مسلمانوں کا سیاسی وجود کس مقام پر ہے اور کس حیثیت کا حامل ہے۔ اس سے سبھی حضرات بخوبی واقف ہیں۔ ان ۵۹ رسالوں میں مسلمانوں کے سیاسی وجود کو مضبوط اور مستحکم بنانے کے لئے جماعتی وانفرادی سطح پر کیا کچھ جتن کیا گیا یہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ان کو حقوق دلانے کے لئے انہیں ریزوریشن دلانے کے لئے، ان کو عروج بخشنے کے لئے وقتاً فوقتاً سیاسی، سماجی پارٹیاں تشکیل میں آتی رہی ہیں۔ اور وجود مٹاتی رہی ہیں۔

یہ پارٹیاں یا جماعتیں عمل میں آئی تھیں مسلمانوں کو فلاح دینے کے لئے لیکن خود ہی خلاء میں گم ہوگئیں، وجود میں آئی تھیں، اس لئے کہ مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کریں گی لیکن اپنے وجود میں گم ہوگئیں، وجود میں آئی تھیں اس لئے کہ مسلمانوں کو عروج بخشیں گی لیکن خود زوال کا شکار ہوگئیں اور قائم کی گئیں تھیں اس لئے کہ قوم مسلم کو طاقتور اور مستحکم بنائیں گی لیکن خود ٹوٹ کر بکھر گئیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نہ خود عروج پا سکیں اور نہ عروج دلا سکیں۔ نہ خود قائم ودائم رہ سکیں اور نہ قوم کو قیام بخش سکیں، چونکہ

راستے میں جو سیاست کے ہوں خود بکھرے ہوئے
ایسے تنکے، رخ ہواؤں کا بدل سکتے نہیں

ان پارٹیوں کی ناکامی کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ نیک نیتی اتحاد اور قربانی کا فقدان کیوں کہ کسی بھی کام یا نفاذ کی کامیابی کے لئے جہاں نیک نیتی کا ہونا ازبس لازمی ہے وہیں ایثار کا جذبہ ہونا بھی ضروری ہے۔ ابھی تک جتنی بھی پارٹیاں بنیں وہ مسلمانوں کے مفاد کے لئے کم اور ذاتی مفاد کے لئے زیادہ عمل میں آئیں۔ اگر ان کی نیت میں صدق و اخلاص ہوتا اور وہ ضرور کامیابی کی اونچی فصیلوں پر نظر آئیں اور کامیابی سے ہمکنار ہوتیں۔

پرچم حق ہوں ہر اک دور میں لہراؤں گا
میں تمہیں اونچی فصیلوں پہ نظر آؤں گا

اب بات کرتے ہیں حال ہی میں تشکیل پائے دو مسلم فرنٹوں کی واضح رہے کہ ۱۵ر مئی ۲۰۰۶ء کو سات مسلم پارٹیوں نے لکھنؤ میں پیپلس ڈیموکریٹک فرنٹ، (P.D.F.) کے نام سے ایک محاذ بنایا۔ جس کے بنانے میں اہل تشیع کے امام جناب کلب جواد پیش پیش تھے۔ اسی محاذ میں شامل پارٹیوں کی اتفاق رائے سے کلب جواد صاحب کو صدر اور شاہی امام احمد بخاری صاحب کو سرپرست کی ذمہ داری سونپی گئی۔

اس فرنٹ میں مسلم مجلس، آل انڈیا مسلم فورم، مومن کانفرنس، پرچم پارٹی آف انڈیا، انڈین نیشنل لیگ، مجلس مشاورت اور نیشنل لوک تانترک پارٹی شامل ہوئیں۔

اس پی ڈی ایف کے قیام کا سبب بھی وہی تھا جو اس سے پہلے بننے والی مسلم پارٹیوں کا تھا یعنی مسلمانوں کو ان کے سیاسی حقوق دلانا، ان کی مفلسی و بے روزگاری دور کرنا

اور انہیں ہر لحاظ سے ترقی وعروج بخشا اس، فرنٹ کے بنے ہوئے ابھی ایک روز ہی ہوا تھا کہ احمد بخاری صاحب نے خود کو اس سے الگ بناتے ہوئے اسی دن ۱۰؍جون ۲۰۰۶ء کو ایک دوسرا محاذ بنانے کا اعلان کردیا۔ یہ تو بخاری صاحب ہی بتائیں گے کہ انہوں نے کن وجوہات کی بنا پر خود کو اس سے علیحدہ کیا اور اس علیحدگی سے کیا کچھ نقصانات یا اثرات مرتب ہوں گے، ہاں البتہ حالیہ طور پر بخاری صاحب کی اس بے رخی کا اثر یہ ہوا کہ پی ڈی ایف کے صدر نے ابھی جون ہی میں ہوئے ایک اجلاس میں آنے والے یوپی اسمبلی الیکشن میں اپنے تقریباً ۱۵۰؍امیدوار اتارنے کا اعلان کردیا۔

اب یہ امیدوار اسمبلی الیکشن میں اپنے صدر کی امیدوں پر پورا اتر پائیں گے یا نہیں، ابھی کچھ کہنا قبل از وقت ہے۔ چونکہ جن مسلم سیاسی جماعتوں کا کارواں لے کر جواد صاحب نے اپنا سیاسی سفر شروع کیا تھا وہ کارواں ایک دن چل کر ہی منتشر ہوگیا۔ اور جو کسر باقی رہ گئی تھی۔ وہ ۱۰؍جون ۲۰۰۶ء کو پوری ہوگئی۔ جس طرح یہ مسلم محاذ اپنے آغاز ہی میں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوا ہے شاید ہی کبھی آزادی کے بعد مسلم سیاست میں ایسی تاریخ رقم ہوئی ہو۔ بہر حال اس وقت کلب جواد صاحب کا حال یہ ہے کہ

ابتدا ہی میں مر گئے سب یار
عشق کی کون انتہا لایا

کلب جواد صاحب کی قیادت میں جو فرنٹ عمل میں آیا اس کی طاقت شروع میں ہی کیا تھی؟ یہ سب کے علم میں ہے اور بخاری صاحب اور کچھ مسلم پارٹیوں کے اس میں سے نکل جانے سے اب اس کی حیثیت کیا رہ گئی ہے؟ یہ بھی آشکار ہے، جواد صاحب نے آغاز ہی میں اونچی پرواز کی، مگر افسوس ان کے بازو ان کا ساتھ نہ دے سکے، یہ درست بھی ہے کہ جو جلدی بلندی پر پہونچتا ہے وہ کوئی کمال نہیں بلندیوں پر ٹھہرنا کمال ہوتا ہے۔

جواد صاحب کو آغاز زمینی سطح سے کرنا چاہئے تھا تا کہ پھر دھیرے دھیرے میدان تیار ہوتا۔ لیکن وہ ایسا کرنے سے قاصر سے رہے۔ یعنی اہل تشیع کی تعداد بہت مختصر ہے اور وہ بھی دو حصوں میں منقسم ہے ایک حصہ کلب صادق صاحب کے ساتھ ہے تو دوسرا کلب جواد صاحب کے ساتھ۔ ایسے میں جب کہ ان کی ذاتی بنیاد ہی مضبوط نہیں ہے تو پھر کیا پی ڈی ایف کی بنیاد مستحکم ہو سکتی ہے؟ چونکہ یہ ایک سیاسی محاذ ہے اور سیاست میں اپنی جماعت کی تعداد بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہوئی ہے۔ اس صورت حال میں جواد صاحب کے سیاسی سفر کا نتیجہ کیا ہوگا؟ قیاس لگایا جا سکتا ہے۔

اب تھوڑی گفتگو کرتے ہیں بخاری صاحب کے بارے میں۔ تو ان کے بیان کی روشنی میں گزشتہ چند سالوں سے مسلمانوں کی زبوں حالی کے تئیں ان کے دل میں رہ رہ، کر کرب اٹھا رہا تھا۔ اور مسلم پارٹی بنانے کو بیقرار تھے۔ تمنا تھی کہ کوئی مسلم محاذ یا پارٹی بنائی جائے اور مسلمانوں کے سیاسی مسائل اسی محاذ کے پلیٹ فارم سے حل کئے جائیں۔ تا کہ مسلمان جو گزشتہ ۵۹؍سالوں سے دیگر پارٹیوں کے ذریعے ٹھگ جاتے رہے ہیں۔ وہ اب نہ ٹھگے جائیں۔ ان سب کے ثمرہ میں ۱۰؍جون ۲۰۰۶ء کو احمد بخاری نے دہلی کی جامع مسجد سے یوپی کے مسلمانوں کو یوپی یوڈی ایف (UP-VDF) کی شکل میں ایک محاذ عطا کردیا۔ جو شاید کسی کھلونے سے کم نہیں ہوگا چونکہ اس سے کچھ دن تک دل بہلے گا اور وہ پھر کسی دن ایک ٹھیس میں ہی ....اور پھر نہ رہے گا بانس اور نہ.............

بہر حال اس جدید محاذ میں نیشنل لوک تانترک پارٹی، پرچم پارٹی آف انڈیا، مسلم لیگ (سیکولر) مسلم مجلس، راشٹر وادی سماج پارٹی، عوامی دل اور تحریک خاکسار پارٹیاں

شامل ہیں۔ اس جدید محاذ میں وہ پارٹیاں بھی شامل ہیں جو کلب جواد صاحب کے محاذ میں شامل تھیں۔

اسی فرنٹ میں ایک خاص بات یہ ہے کہ اس میں سابق مرکزی وزیر سی، ایم ابراہیم بھی شامل ہیں، جنہیں اس فرنٹ کی سپریم کونسل کا چیئرمین بنایا گیا ہے اور بخاری صاحب اس کے سرپرست بنے ہیں۔ اس فرنٹ کی کا قیام بھی مسلمانوں کے آئینی اور سیاسی حقوق کی حفاظت کے لئے ہوا ہے، اس فرنٹ میں جو ایک نمایاں بات ہے وہ یہ کہ اس میں دلتوں، برہنوں اور دیگر طبقے کے لوگوں کی بھی نمائندگی کرنے کا اعلان کیا گیا ہے۔

اب یہ فرنٹ مسلمانوں کو کیا دینا ہے وہ سامنے آ ہی جائے گا۔ لیکن دیگر طبقوں کو کیا عطا کرے گا کچھ کہنا مشکل ہے چونکہ جب یہ مسلمانوں کو ہی اب تک کچھ نہ دے سکے تو دیگر طبقوں کو کیا دیں گے؟ یہ بخاری صاحب کی وراثت کی دین ہے کہ مسلمانون کو صرف بھروسے میں رکھو اور دو کچھ نہیں۔

احمد بخاری وعبداللہ بخاری صاحبان، وہ شخصتیں ہیں جو آج تک مسلمانوں کا سودا ہی کرتی رہیں، اور موقع محل دیکھ کر کبھی کبھی پارٹی کی حمایت کردی ور کبھی کسی پارٹی کی۔ اور بیچارہ مسلمان ان کی آواز پر لبیک بھی کہتا رہا۔ حد تو تب ہوگئی جب کہ بخاری صاحب نے گزشتہ پارلیمانی انتخابات میں بے جے پی کو ووٹ دینے کی اپیل کی۔ جب کہ گجرات کا زخم ابھی تازہ ہی تھا۔

آخر کسی وجہ سے انہوں نے بی جے پی کی حمایت کی؟ کیا بخاری صاحب کا اس میں کوئی ذاتی مفاد شامل تھا؟ کیا بخاری صاحب کو بھی بے جے پی کے تئیں فیل گڈ ہوگیا تھا؟ کیا بخاری صاحب کے سامنے کوئی دوسرا بدل نہیں تھا؟ کیا ہر الیکشن کے موقع پر کسی نہ کسی پارٹی کی حمایت کرنا لازمی ہے؟ آخر اس ملک کے مسلمانوں کو ان کی اپیلوں کے بدلے میں کیا ملا؟ کبھی بابری مسجد کی شہادت جیسا المناک سانحہ، کبھی مختلف جگہوں پر مسلمانوں کا قتل عام اور کبھی گجرات جیسی مسلم نسل کشی اگر ان اپیلوں کے بدلے میں کبھی کسی کو ملا ہے تو وہ صرف بخاری صاحب کو ہی عام مسلمان تو سازش کا شکار ہوتا رہا۔ کسی کی حمایت میں اپیل کرنے اور نہ کرنے سے کیا فرق پڑا؟!

اب مسلم انکی کس بات پر اعتماد کرے؟ اور کیسے کرے؟ کیوں کہ جو شخص ذاتی مفاد کے لئے جی جے پی جیسی پارٹی سے ہاتھ ملانے میں گریز نہیں کرے تو وہ کیا نہیں کرسکتا؟ بخاری صاحب گجراتی کے مسلمانوں کی آہ بکا کو بھول گئے، معصوم بچوں کے قتل کو بھول گئے، مسلمان عورتوں کی عصمت دری کو بھول گئے، انکی برباد اور اپاہج زندگی کو بھول گئے۔ آخر ان سب کو بخاری صاحب نے کیسے بھلا دیا؟ کیسے ان کے ضمیر نے بی جے پی کہ دوستی کو قبول کرلیا؟ کیا بخاری صاحب کا مادۂ احساس ہی ختم ہوگیا تھا؟ اگر نہیں تو پھر کیوں بے جے پی کی حمایت کی؟ کیا اسباب ووجوہات تھے وہ کہ جنہوں نے بخاری صاحب کو یہ سب کچھ نظرانداز کرنے پر مجبور کردیا؟

اب رہا سوال اتحاد واتفاق کا، تو اسی اتحاد کی روشن دلیل پی ڈی ایف کے قیام کے دوسرے دن ہی اس سے ناطہ توڑ لینا ہے۔ اس محاذ میں کیا کوئی کمی تھی؟ ایسا تو ہرگز ہی نہیں ہوسکتا کہ جواد صاحب نے بخاری صاحب کا نام بغیر ان کی مرضی کے پی ڈی ایف میں شامل کردیا ہو۔ محسوس یہ ہوتا ہے کہ اس محاذ میں بخاری صاحب کو ضرور کوئی نہ کوئی ضرر پہنچ رہا ہوگا، ورنہ نام واپس لینے کا کیا سوال پیدا ہوسکتا ہے؟ جس کام کے لئے یو پی یوڈی ایف کی تشکیل دی ہے کیا وہ کام پی ڈی ایف کے پلیٹ فارم نہیں ہوسکتا تھا؟ کیا بخاری صاحب کے خواب پی ڈی ایف میں شرمندہ تعبیر نہیں ہو پائے؟

جہاں تک سوال دوسرے طبقے کے لوگوں کا ہے یعنی

دلت، برہمن وغیرہ کی نمائندگی کا ہے تو اسی میں کوئی شبہ ہی نہیں ہونا چاہئے جو شخص آج تک اپنے مذہب اور جماعت کے لوگوں کو ہی کچھ نہیں دلوا سکا تو وہ دوسروں کو کیا دلا پائے گا۔ کیوں کہ بخاری صاحب کی شخصیت اب تقریباً ایک موقع پرست اور مفاد پرست کی سی بن چکی ہے۔

دوسرے فرقے کے لوگوں کو ان کی قیادت، سیاست اور مکالت کی ضرورت ذرہ برابر بھی نہیں ہے۔ چونکہ ان کے پاس ان کے سچے، ہمدرد اور مخلص رہنما موجود ہیں جو ان کے حقوق انہیں دلوا رہے ہیں اور مزید دلوانے کی کوششیں بھی کر رہے ہیں۔

بخاری صاحب کے ساتھ جو لوگ ہیں ان میں سی ایم ابراہیم ارڈاکٹر مسعود کے علاوہ کوئی بھی قیادت کرنے کے لائق نہیں ہے۔ کیوں کہ ان لوگوں کا کوئی بھی سیاسی وسماجی وجود نہیں ہے۔ ان کی کوئی پہچان نہیں ہے۔ ان کی آواز پر لبیک کہنے والوں کی کوئی کثیر تعداد نہیں ہے۔ رہی بات سی ایم ابراہیم اور ڈاکٹر مسعود کی، تو ان میں ابراہیم صاحب کرناٹک سے تعلق رکھتے ہیں ان کا یوپی میں کوئی اثر ورسوخ نہیں ہے۔ یوپی میں ان کی کوئی خدمات نہیں ہیں۔

یوپی میں ان کی کوئی پہچان نہیں ہے۔ علاوہ اس کے کہ یہ سابق مرکزی وزیر ہیں۔ تو اس صورت میں عوام ان سے مشکل سے ہی جڑ جائے گی اور اگر جڑے گی بھی تو بہت کم تعداد میں۔ اس کے لئے انہیں یوپی میں رہ کر مسلسل جدو جہد کرنی ہوگی۔ جس کے لئے انہیں ابھی کافی وقت چاہئے۔ لیکن یوپی اسمبلی الیکشن قریب میں اس لحاظ سے موجودہ وقت میں سی ایم۔ ابراہیم بھی یوپی میں ناکام رہیں گے چونکہ اس محاذ کی تشکیل آنے والے یوپی اسمبلی الیکشن کو ہی دھیان میں رکھ کر کی گئی ہے۔

اب بچے صرف ڈاکٹر مسعود تو ان کا وجود صرف اتنا ہی ہے کہ یہ اتر پردیش کے سابق وزیر تعلیم ہیں اور اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ چونکہ ان کی حیثیت کا اندازہ گزشتہ پارلیمانی اور اسمبلی انتخابات میں لگ چکا ہے۔ انہوں نے بھی بڑے جوش وخروش کے ساتھ نیشنل لوک تانترک پارٹی کو قائم کیا تھا اور بڑے بڑے دعوے کئے تھے۔ لیکن نتیجہ کیا اخذ ہوا وہ نمایاں ہے؟

لہٰذا یہ بھی مسلمانوں کو یکجا اور متحد کرنے میں ناکام ہیں۔ اب باقی رہے اس محاذ کے روح رواں بخاری صاحب تو ان کا تذکرہ مذکورہ بالا سطروں میں کیا ہی جا چکا ہے۔ ان کا وجود اور پہچان یہ ہے کہ یہ شاہی امام ہیں دہلی میں رہتے ہیں اور آج تک انہوں نے ذاتی مفاد پرستی پر اجتماعی مفاد کو قربان کیا ہے۔

لہٰذا یہ بھی قیادت کے لائق نہیں ہیں۔ چونکہ ان کی خدمات کی روشنی میں عوام ان سے بدظن ہیں۔ بخاری صاحب کوشش کرلیں اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن ان کا امامت، قیادت اور سیاست کا خواب شاید دیرینہ ہی بن کر نہ رہ جائے۔ کیوں کہ قیادت وہ چیز ہے جو ایثار مانگتی ہے۔ اتحاد واتفاق کا جذبہ مانگتی ہے عوام کا مفاد چاہتی ہے۔ اگر یہ نہیں تو پھر کچھ نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ یوپی، یوڈی ایف بھی ماضی کا محاذ بن کر نہ رہ جائے۔

متحد ہوں گے تو سیلاب رواں ہو جائیں گے
اور بکھرے تو بے نام ونشاں ہو جائیں گے

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ پہلے بخاری صاحب عوام میں اپنا اعتماد بحال کرتے گھوم گھوم کر لوگوں کو سمجھاتے اپناتے اور لوگوں سے متحد ہونے کی اپیل کرتے تا کہ ان کی راہ ہموار ہوئی اور پھر بڑے بڑے مسلم لیڈروں کو اپنے ساتھ کے لئے اور کسی طرح انہیں جوڑنے ویکجا کرنے کی کوشش کرتے تب کہیں محاذ بنانے کی سوچتے، کیوں کہ جب زمین زرخیز ہوتی ہے تبھی فصل اچھی اگتی ہے۔

علم حدیث میں امام اعظم کی خدمات پر ایک تحقیقی نظر

از: مفتی محمد اسلم رضا قادری، (مرکزی) مدرسہ اسلامیہ رحمانیہ، باسنی، ناگور شریف

نام نیکو رفتگاں ضائع مکن
تا بماند نام نیکت برقرار

گلزار و گلشن میں کئی انواع و اقسام کے گل بوٹے ہوتے ہیں، ہر ایک کی خو اور بو جداگانہ ہوتی ہے، نیز لطافت و نزاکت میں بھی مابہ الامتیاز فرق ہوتا ہے، اس بیگانگی اور غیریت کو سمجھنے میں کس قدر جانفشانی و جگر سوزی کرنی پڑتی ہے، کتنی شب دیجور کو سفیدۂ سحری میں مبتدل کرنا پڑتا ہے، اس حقیقت واقعہ کا اندازہ صرف وہی شخص کرسکتا ہے جو برگ و بار، شجر و ثمر کی تازگی اور شگفتگی سے واقف و آگاہ ہو، اور موسم خزاں کے آتش فشاں جھونکوں اور موسم بہاراں کی نزاکتوں سے بھی بزد آزما ہوا ہو۔ اگر وہ اپنی عقل و فہم، علم و آگہی کے مطابق صحیح طور پر جاننے والا اور پرکھنے والا ہو جاتا ہے تو اسے ایک تجربہ کار ''گلشن آرا'' اور ایک ماہر باغباں ہونے کا خطاب دیا جاتا ہے۔

گلستاں اور چمن میں طرح طرح کی پھول، پتیاں ہوتی ہیں، ہر ایک پھول اپنی الگ رعنائی اور دلکشی کا حسین اور خوشنما دل پزیر منظر پیش کرتا ہے، ہر پتی اپنے دامن میں کئی اوصاف و خصائل کی جامع ہوتی ہے۔ مگر ان سب پتیوں اور بوٹوں میں جو حیثیت ''گلاب اور گل سر بعد'' کی ہوتی ہے اس کی حقیقت و ماہیت کو تجربہ کار گلشن آرا'' ہی اچھی طرح سمجھتا ہے اور جانتا ہے۔

ان تمہیدی کلمات کے بعد ہم ارباب دین و دانش اور اصحاب فکر و نظر کے سامنے یہ رائے قائم کرسکتے ہیں کہ علوم مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی تابندہ اور درخشاں کرنوں کی حقیقت و ماہیت کو جس انداز سے ایثار و اخلاص کی پیکر جماعت ''صحابہ کرام'' رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے سمجھا اور جانا، نیز نبی رؤف و رحیم کے پاکیزہ اور ''گل قدس کی پتیوں جیسے پتلے پتلے'' لبہائے مبارک اور لب شیریں سے جن کلمات طیبہ کا صدور ہوا تھا ان نورانی کلمات کی ضوافشانیوں سے ایک عالم کو مستفیض و مستیز کیا یہ انہیں کا حصہ تھا نیز اس نبوی پیغام کو اپنے مابعد آنے والے حضرات کو عطا کیا یہ اس ''پیکر وفا'' جماعت کا ایسا عظیم الشان کارنامہ ہے۔ جسے تاریخ کے زرّیں اوراق پر حروف زرّیں سے لکھا جاتا رہے گا۔ اگر صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مقدس گروہ یہ فریضہ انجام نہ دیتا تو اس مدنی آقا و مکی سرکار ﷺ کی زبان فیض ترجمان سے جن حقائق و معارف کا انکشاف ہوا تھا اور اس چشمۂ سیال سے نہ جانے کتنے افراد و اشخاص سیراب ہوئے تھے اور کتنے وفا پیشوں نے اس محمدی دربار گہربار سے اپنی تشنہ لبی کو بجھایا تھا یہ اسرار نہاں کسی پر افشاں نہ ہوتا اور علوم نبوت و پیغام نبوی کے سوتے وہی خشک و منجمد ہوجاتے ہزار ہا رحمت و انوار کی بارشیں ہوں ان نفوس قدسیہ پر جو تاریخ کو نبوی اور مصطفوی پیغام سے روشن و منور کر گئے نیز حضور اقدس ﷺ کے احوال و کوائف، تقریرات و

ارشادات، افعال و اقوال سے تابعین کرام کے اذہان و قلوب کو رحمت کا خزینہ بنا کر اس دنیا سے رخت سفر باندھ کر بیک اجل کو لبیک کہا۔

"خدا رحمت کند ایں عاشقاں پاک طینت را"

تابعین کرام، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، اولیائے کاملین، رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اس مدنی داتا، خواجۂ دوعالم ﷺ کی تعلیمات، اور ارشادات کو اپنی انتھک کاوشوں، مسلسل کوششوں سے پروان چڑھا کر ایک جہان کو تابناک و تابندہ کیا۔ انہی نفوس میں ایک نام اس شخصیت بارزہ کا بھی ہے جسے دنیائے اسلام امام الفقہاء والمحدثین امام الائمہ سراج الامۃ، کاشف الغمہ، معدن اسرار شریعت، مخزن انوار طریقت، امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کے نام سے جانتی اور گردانتی ہے، آپ کی حیثیت "تابعین کرام" میں "گل خندہ تر" کی ہے۔ منعم حقیقی جل مجدہ نے اپنی شان فیاضی سے آپ کو بے مثال فہم و ذکاوت، بے نظیر قابلیت، علمی وفنی کمالات، فصاحت و بلاغت، زبان و بیان کی اعلیٰ صلاحیتوں اور خوبیوں سے نوازا تھا۔

آپ کی نابغۂ روزگار اور عبقری الشرق والغرب شخصیت کا جس پہلو سے بھی جائزہ لیا جائے تو علم و فضل، زہد وورع، خشیت ربانی اور خصوصاً "علم حدیث وفقہ" میں کامل دسترس اور مہارت تامہ کی وجہ سے اپنے معاصرین فقہاء و محدثین میں یکتائے زمانہ نظر آتی ہے جس کی تائید و تصدیق مندرجہ ذیل اقوال محدثین کرام و فقہاء عظام سے ہوتی ہے۔
خلف بن ایوب نے کہا، ابوحنیفہ نادر الوجود شخص ہیں۔ اللہ عزوجل کی طرف سے علم حضور اقدس ﷺ کے پاس آیا، پھر صحابہ میں تقسیم ہوا۔ پھر تابعین میں پھر ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب میں" (کردوی وتبیض الصحیفہ ص ۲۳)

سفیان بن عیینہ نے کہا "میری آنکھوں نے ان کا مثل نہیں دیکھا" مکی بن ابراہیم (استاذ امام بخاری) نے کہا "امام ابوحنیفہ اپنے زمانے کے اعلم علماء تھے" امام مالک نے فرمایا: سبحان اللہ! وہ عجیب ہستی کے مالک تھے میں نے ان کا مثل نہیں دیکھا" (الخیرات الحسان) مذکورہ بالا تصریحات فقہاء و محدثین سے یہ بات "اظہر من الشمس ابین من الامس" ہوجاتی ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ اپنے عہد میں علوم و معارف کا گنجینہ اور علم حدیث وفقہ، علم کلام، ادب و معانی، منطق و فلسفہ، میں اس مقام پر فائز تھے جس کی حقیقت اور گہرائی کو اہل علم حضرات ہی جانتے ہیں اور پہچانتے ہیں ہر کس و ناکس کے سمجھ کی بات نہیں۔ خداوند قدوس کا بھی آپ پر بے پناہ فضل و کرم رہا، اور سرکار دوعالم ﷺ کا تو آپ معجزہ ہیں ہی۔

مولد و مسکن: امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرزمین کوفہ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔
آپ کی ولادت باسعادت جس عہد زریں میں ہوئی اس عہد آفریں میں کوفہ کے گوشہ گوشہ میں اصحاب حدیث وفقہ تشنگان علوم کی تشنہ لبی بجھا رہے تھے اور ان کے دامن مراد کو گوہر آبدار سے بھر رہے تھے، وہ فقہاء و محدثین کرام مسند تدریس و افتاء کی زینت تھے۔ جن میں ہر شخص اپنی اپنی جگہ علم و فن کا آفتاب و ماہتاب تھا۔ کوفہ کا ہر گھر علم و انوار کی تجلیات سے روشن و منور تھا،" اس مبارک شہر میں ایک ہزار پچاس صحابۂ کرام جن میں ستر اصحاب بدر اور تین سو بیعت رضوان کے شرکاء تھے آ کر آباد ہوئے۔ جس برج میں یہ نجوم ہدایت اکٹھے ہوں اس کی ضوفشانیاں کہاں تک ہوں گی۔ اس کا اندازہ ہر ذی فہم کر سکتا ہے" (نزہۃ القاری ۱/۱۱۱)

کوفہ کی تاریخ میں یہ بات نمایاں طور پر ملتی ہے کہ یہ شہر "مرکز علم و فن" رہ چکا ہے اور علوم و فنون، حدیث وفقہ، کے یہاں سے دریا بہے ہیں، جس کی روانی میں کئی اصحاب فکر و نظر نے غوطہ زنی کر کے اپنے مقدر کو چمکایا ہے بعدہٗ اس چشمۂ فیض سے ایک عالم کو سیراب کیا ہے اور اس زرخیز علاقہ سے

فقہاء، محدثین، مفسرین، محققین، منصۂ شہود پر جلوہ بار ہوئے۔

جیسا کہ شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی قدس سرہ السامی، اس مرکز علم وفن'' کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں: ''کوفے کو مرکز علم وفضل میں ان ایک ہزار پچاس صحابۂ کرام نے جو کیا وہ تو کیا ہی اصل فیض حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود وہ جلیل القدر صحابی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا'' رضيت لا متى مارضى لها ابن ام عبد و سخطت لامتى ماسخط لها ابن ام عبد يعنى ابن مسعود" (استیعاب) میری امت کے لئے ابن مسعود جو پسند کریں وہ میں بھی پسند کرتا ہوں اور جو وہ ناپسند کریں میں بھی ناپسند کرتا ہوں۔ ان کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفے کا قاضی اور وہاں کے بیت المال کا منتظم بنایا تھا۔ اسی عہد میں انہوں نے کوفے میں علم وفضل کے دریا بہائے۔

اسرار الانوار میں ہے: ''کوفے میں ابن مسعود کی مجلس میں بیک وقت چار چار ہزار افراد حاضر ہوتے تھے۔ ایک بار حضرت علی کوفہ تشریف لے گئے اور حضرت ابن مسعود ان کے استقبال کے لئے آئے تو سارا میدان ان کے تلامذہ سے بھر گیا۔ انہیں دیکھ کر حضرت علی نے خوش ہو کر فرمایا ابن مسعود تم نے کوفہ کو علم وفقہ سے بھر دیا، تمہاری بدولت یہ شہر مرکز علم بن گیا'' (نزہۃ القاری ۱/۱۱۲)

یہ ہے اس شہر کوفہ کی مختصر روداد جس کو اصحاب رسول نے آباد کیا اور اپنے علم وفضل، حدیث وفقہ، کی ضو بار کرنوں سے خاک کے ذروں کو ہمدوش ثریا کر دیا یہ سرزمیں گہوارۂ علم وفن پیدائش گاہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے یہ بدیہی بات ہے کہ خاک اثر ذات پر پڑتا ہے۔''

تابعیت کا ثبوت: امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلا ریب تابعی بزرگ ہیں اگر کوئی آپ کو تابعی نہ مانے تو وہ ضرور بالضرور بغض وحسد، اور آپ کی خداداد مقبولیت و شہرت دوام کی بنا پر ہی نہیں مانتا ہوگا۔ ورنہ تابعی ہونے کا شرف صرف امام اعظم ہی کو حاصل ہے، جیسا کہ شارح بخاری تحریر فرماتے ہیں: ''یہ وہ فخر ہے جو حضرت امام اعظم کے اقران میں دوسرے ائمہ کو نصیب نہ ہوا نہ امام مالک کو نہ امام اوزاعی کو نہ سفیان ثوری کو نہ لیث بن سعد کو۔ حضرت امام کا تابعی ہونا اتنا محقق ہے کہ علامہ ابن حجر عسقلانی کو بھی باوجود شافعی عصبیت کے یہ تسلیم کرنا پڑا کہ حضرت امام تابعی تھے انہوں نے کوفے میں اس وقت موجود متعدد صحابہ کی زیارت کی۔ تابعی ہونے کے لئے صحابی کی صرف رویت کافی ہے روایت شرط نہیں جیسے صحابی ہونے کے لئے حضور اقدس ﷺ کی زیارت کافی ہے۔ خود امام بخاری نے صحابی کی یہ تعریف کی ہے" من صحب النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اوراه من المسلمين فهو من اصحابه" (بخاری شریف ۱/۵۱۵)

جسے نبی ﷺ کی صحبت نصیب ہوئی جس نے آنحضور کی زیارت کی وہ حضور کے اصحاب میں سے ہے حضرت امام کی تابعیت کا انکار بداہت کا انکار ہے، ہماری تحقیق کے مطابق حضرت امام اعظم کی ولادت ۷۰ھ میں ہوئی ہے۔ اگر اسے کوئی صاحب صحیح نہ مانیں ۸۰ھ ہی سن ولادت مانیں جب بھی خود کوفے میں حضرت عبد اللہ بن اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے صحابہ اور ایک قول کی بنا پر حضرت ابو الطفیل عامر بن وائلہ بھی کوفہ ہی میں تشریف فرما تھے تو ان حضرات کی زیارت کرنا یقینی ہے'' اھ الخ

چند سطور کے بعد رقم فرماتے ہیں: ''اسی طرح بروایت صحیح ثابت ہے کہ حضرت امام نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی متعدد بار زیارت کی۔ حضرت انس کوفہ تشریف لاتے رہتے تھے حضرت علامہ ابن حجر نے حضرت انس اور حضرت عبد اللہ بن اوفی کی زیارت کی تصریح کی

ہے۔ علاوہ ازیں تہذیب التہذیب میں بھی حضرت ممدوح نے تصریح کی ہے کہ امام اعظم نے حضرت انس کو دیکھا ہے۔ علاوہ ازیں ابن سعد نے اپنے طبقات میں بھی اس کی تصریح کی ہے نیز امام ذہبی، امام نووی، خطیب بغدادی، دار قطنی، ابن الجوزی علامہ زین عراقی، علامہ سخاوی امام یافعی، امام جزری، امام ابونعیم، علامہ ابن حجر مکی، علامہ ابن عبد البر سمعانی، علامہ عبدالغنی مقدسی، سبط ابن الجوزی، فضل اللہ توریشی، ولی عراقی، ابن الوزیر علامہ خطیب قسطلانی وغیرہ نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ امام اعظم نے حضرت انس کی زیارت کی" (نزہۃ القاری ۱/۱۱۷)

قال علیہ الصلاۃ والسلام (خیر الناس قرنی الذین انا فیھم ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم) ویدل الحدیث الشریف المذکور الی ان التابعین ارفع و افضل من تبع التابعین واخیر ھم واتفق العلماء فی ان الامام الاعظم من التابعین لرویتہ بعضا من الاصحاب الکرام ولسماعہ احادیث شریفۃ منھم فمثلا انہ سمع ھذا الحدیث الشریف (من نبی للہ مسجد انبی ال لہ بیتا فی الجنۃ) من الصحابی عبد اللہ بن اوفی ویقول جلال الدین السیوطی الشافعی فی (تبییض الصحیفۃ) ان الامام عبد الکریم من العلماء الشافعیۃ قد صنف کتابا مستقلا ومفصلا حول الصحابۃ الذین راھم الامام الاعظم وذکر فی (در المختار) بانہ رای سبعا من الصحابۃ الکرام ولم ینل شرف الکون من التابعین من بین ائمۃ المذاھب الاربعۃ الا الامام الاعظم، والظاھر بان رفعۃ وافضلیۃ الامام الاعظم ابی حنیفۃ علی ائمۃ المذاھب الاخری بسبب کونہ من التابعین" (المعلومات النافعۃ ص ٤٣، مکتبۃ الحقیقۃ استابنول

مزیہ عبدالحی لکھنوی مقدمہ عمدۃ الرعایہ ص ٣٤) میں آپ کے تابعی ہونے کے متعلق فرماتے ہیں۔ "ھذا ھو الصحیح الذی لیس ماسواہ الاغلطا وقد نص علیہ الخطیب البغدادی والدار قطنی وابن الجوزی والنودی والذھبی وابن حجر العسقلانی فی جواب سوال سئل عنہ والولی العراقی وابن حجر المکی والسیوطی وغیرھم من اجلۃ المحدثین۔"

حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد اول ص ۲۴ پر امام اعظم کو تابعی لکھا ہے، مذکورہ بالا دلائل و براہین کی روشنی میں یہ بات آفتاب نیم روز کی طرح عیاں اور ثابت ہوگئی کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ متعدد اصحاب رسول کی زیارت سے مشرف ہونے کی وجہ سے تابعی ہیں۔ اور ائمہ مذاہب اربعہ میں سے یہ شرف آپ کے علاوہ کسی اور امام کو حاصل نہیں ہوا۔ لہٰذا آپ کی تابعیت کا انکار گویا بدیہی اور عینی چیز کا انکار کرنا ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ: حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمہ جہت اور قد آور شخصیت کسی تعارت کی محتاج نہیں آپ کی مقبولیت خداداد تھی۔ اللہ رب العزت کا رشاد ہے: "وتعز من تشاء وتذل من تشاء" (سورۂ آل عمران ٣/٢٦)" اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے" (ترجمۂ رضویہ)........

آج کل بعض غیر مقلدین، بدنام زمانہ، کوتاہ بیں اور متعصب حضرات فن حدیث میں امام اعظم ابوحنیفہ کی بصیرت پر نکتہ چینی کرتے ہیں اور کچھ بے لگام تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں، "کہ امام اعظم کو صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں" یہ لغو اور بیکار اعتراض کرتے ہوئے انہیں ذرا سی بھی شرم و حیا نہیں آتی کہ ہم اپنی اس ناپاک زبان کو کس عبقری

شخصیت کے بارے میں دراز کررہے ہیں اس شخصیت کے بارے میں جس کے بارے میں مختار دوعالم حضور اقدس ﷺ نے یہ کلمات طیبات ارشاد فرمائے: "وقال عليه الصلاة والسلام طوبى لمن رأنى وامن بى وطوبى لمن رأنى من رأنى" اسے خوشی کا مژدہ ہو جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اور اسے جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا۔ قال عليه الصلاة والسلام لاتمس النار مسلما رأنى وراى من رأنى۔ اس مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی۔ جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والوں کو دیکھا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۴، ردالمحتار) اور شیخ الاسلام علامہ علاء الدین حصکفی علیہ الرحمۃ والرضوان نے امام الائمہ، کاشف الغمہ، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اقدس ﷺ کا معجزہ لکھا ہے جیسا کہ قبلہ موصوف تحریر فرماتے ہیں: "ان ابا حنيفة النعمان من اعظم معجزات المصطفى بعد القرآن" اھ (درمختار) بے شک امام ابوحنیفہ قرآن کے بعد محمد مصطفیٰ ﷺ کے اعظم معجزات سے ہیں۔

"وان الحديث الشريف (يخرج من امتى رجل يقال له ابو حنيفة بين كتفيه خال يحى الله دينه على يديه) معروف" اھ (المعلومات النافعت ص ۳۹ مكتبة الحقيقة استابنول)

کیا ان متعصبین کی نظر کوتاہ میں یہ احادیث نبوی ﷺ کے پاکیزہ اور سنہرے کلمات نہیں ہیں اگر نہیں ہیں اور یقیناً نہیں ہیں تو انہیں اہلحدیث کا دعویٰ کرنے سے پہلے ان احادیث رسول کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے جن میں کسی شخصیت پر الزام تراشی کی مذمت و برائی آئی ہے بعدہ تعصب کی عینک اتار کر مذکورہ بالا احادیث کا ایک ایک حرف محبت وعقیدت کی نگاہ سے مطالعہ کریں تو ان کے سامنے یہ حقیقت آشکارا ہو جائے گی کہ امام اعظم ابوحنیفہ حضور اقدس ﷺ کے کیسے محبوب تھے اور نبی مختار دوعالم ﷺ نے آپ کی تعریف وتوصیف میں کیسے کیسے کلمات ارشاد فرمائے ہیں۔

یوں تو اس نام نہاد فرقۂ ضالہ کی شرانگیزیوں اور فتنہ پرویوں کی داستان بہت طویل ہے جس کا انحصار یہاں ممکن نہیں، البتہ ہم اس گمراہ کن فرقہ کی سب سے بڑی شرانگیزی آپ کے سامنے رکھتے ہیں تاکہ اس کی حقیقت آپ پر روز روشن کی طرح عیاں اور ظاہر ہو جائے وہ یہ کہ "تقلید شخصی ائمہ دین میں سے کسی بھی مسلمانوں پر فرض واجب نہیں اور نہ ہی اس پر نجات کا دارومدار ہے بلکہ بغیر شخصی بھی اللہ کے نزدیک انسان سچا پکا مومن بن سکتا ہے۔ قرآن وحدیث شریف میں تقلید کے متعلق کوئی حکم نہیں۔ اللہ کی کتاب اور حدیث نبی کریم ﷺ انسان کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے کافی ہیں" قرآن واحادیث کی کتب تقلید کے دلائل سے مالا مال ہیں مگر "دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے" کیسا صاف انکار کر بیٹھے کہ قرآن وحدیث میں تقلید کا ثبوت نہیں۔ العیاذ باللہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اطيعو الله واطيعو الرسول واولى الامر منكم" (سورة النساء ۵۹) حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول اللہ اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔ "فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون" (سورۂ نحل ۴۳) تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔ فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا فى الدين ولينذرو قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون" (سورۂ توبہ ۱۲۲) تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔ اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔ "يوم ندعوا كل اناس بامامهم" (سورۂ نبی اسرائیل ۷۱) جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے

امام کے ساتھ بلائیں گے۔ اور حدیث رسول ﷺ ہے۔ "ان اللہ لایجمع امتی علی ضلالة ویداللہ علی الجماعت من شذ شذی فی النار" (مشکوٰۃ شریف ص ۳۰) اللہ میری امت کو گمراہی پر جمع نہیں فرمائے گا۔ اللہ کا دست نصرت جماعت پر ہے جو شخص جماعت سے کٹا دوزخ میں الگ پڑا۔ "الا سألوا اذالم یعلموا فانما شفاء العی السوال" (مشکوٰۃ شریف ص ٥٤) جب انہیں حکم معلوم نہیں تھا تو یہ کیوں نہ ہوا کہ دریافت کر لیتے کہ آفت رسیدہ کی شفا ر پوچھ لینا ہی تو ہے۔ "نضر اللہ عبد سمع مقالتی نحفظها ووعاها داها فرب حامل فقهٍ غیر فقیه ورب حامل فقه الی من هوا فقه منه" (مشکوٰۃ شریف ص ۳٥) اللہ تعالیٰ اس بندے کو سرسبز کرے جس نے میری حدیث سن کر یاد کی اور اسے دل میں جگہ دی اور ٹھیک ٹھیک اوروں کو پہونچا دی کہ بہتیروں کو حدیث یاد ہوتی ہے مگر اس کے فہم وفقہ کی لیاقت نہیں رکھتے اور بہتیرے اگرچہ لیاقت رکھتے ہیں دوسرے ان سے زیادہ فہیم وفقیہ ہوتے ہیں۔

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ آج دنیائے اسلام کی اکثریت ائمہ اربعہ (حضرت امام اعظم، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل) کی مقلد اور پیروکار ہے اور انہیں کے مرتب کردہ فقہی اصول وضوابط پر عمل پیرا ہے بالخصوص امام الائمہ، کاشف الغمہ حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی پیروکار اور مقلد ہے اس تقلید کے تعلق سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں: "ان هذه المذاهب الاربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الامة اومن یعتدبه منها علی جواز تقليدها الی یومنا هذا وفی ذلك من المصالح مالا یخفی لاسیما فی هذه الایام التی قصرت فیها الهمم جدا واشربت النفوس الهوی واعجب كل ذی رای برائه" اھ (حجة الله البالغة ۱/ ۱٥٤) یہ چاروں فقہی مذاہب جو اس وقت رائج وشائع ہیں ان میں سے کسی ایک کی تقلید ہر پر زمانہ قدیم سے لیکر آج تک امت مسلمہ کا اتفاق رہا اور اس میں بڑی مصلحتیں ہیں بالخصوص ہمارے اس دور میں تو اس پر عمل کرنا بہت ضروری ہے کیوں کہ آج کل عقلوں میں کوتاہی آچکی ہے۔ اور لوگوں کے دلوں میں خواہشات نفسانیہ بھری ہوئی ہیں اور ہر شخص اپنی عقل اور سمجھ کو سب سے بہتر سمجھتا ہے اس لئے ان مذاہب میں سے کسی ایک کی تقلید ضروری ہے۔ ان چاروں مذاہب (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) میں سے کسی ایک پر جو عمل پیرا ہو گیا وہی نجات یافتہ اور صراط مستقیم پر گامزن ہے اور جو ہوائے نفس اور دام شیطان کا شکار ہو کر ان مذاہب اربعہ سے دور رہا وہ جادۂ مستقیم سے بھٹک گیا جیسا کہ مصر کے ایک عظیم الشان فقیہ حضرت علامہ سید احمد طحطاوی بطور تنبیہ فرماتے ہیں: "هذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم فی مذاهب اربعة وهم الحنفيون والمالكيون والشافعيون والحنبليون رحمهم الله تعالیٰ ومن كان خارجا عن هذه الاربعة فی هذ الزمان فهو من اهل البدعة والنار" اھ (حاشیۃ الطحطاوی علی الدرج ۱٥۳/۴۰) یہ نجات وہدایت والا گروہ اب چار مذاہب میں مجتمع ہے: حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت نازل فرمائے اس زمانے میں ان چار سے باہر ہونے والا بدعتی اور جہنمی ہے۔ مزید تاجدار اہلسنّت، شہزادۂ حضور اعلیٰ حضرت، حضور مفتی اعظم علامہ شاہ مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ السامی، "مسئلہ تقلید" پر نہایت ہی لطیف بحث کرتے ہوئے نیز تقلید کی اہمیت افادیت کو ظاہر و باہر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: "دیکھو! ہاں کہ قرآن عظیم میں سب کچھ ہے

کوئی بات ایسی نہیں جو اس میں نہیں مگر حضور کے ارشادات سے یہی ظاہر ہوا۔'' کہ صحابہ کرام بھی قرآن سے ہر حلال و حرام معلوم نہ فرما سکتے تھے۔ من وتو کی کیا گنتی! دیکھو! جس طرح کہ ہاں قرآن عظیم ہر شئے کا روشن تبیان بیان ہے، اتباع سنت بھی ضرور ہے۔ بے اتباع سنت قرآن عظیم تک رسائی ناممکن۔

یونہی اگرچہ سنت نہایت روشن بیان ہے مگر اس تک رسائی بے پیروی واتباع علمار سنت ممکن نہیں۔ کہ جیسے قرآن عظیم میں ناسخ منسوخ وغیرہ ہے یونہی سنت میں بھی۔ کتاب وسنت کا علم حاصل کرنے، انہیں سمجھنے کے لئے ہم ائمہ وعلمار کے محتاج ہیں تفاسیر قرآن وشروح حدیث کے ہم حاجت مند ہیں۔ تقلید کے بغیر ہم ایک قدم نہیں اٹھا سکتے، امام بخاری وغیرہ محدثین کو اگر یہ حق پہونچتا ہے کہ وہ حدیث کے مطالب کے ایضاح کے لئے منہ کھولیں احادیث سے استنباط مسائل کریں تو یارب ائمہ مجتہدین جو بخاری وغیرہ سے اقدم اور کہیں زیادہ افقہ واعلم ہیں ان کا یہ حق (جنکی تقلید جن کے اتباع و پیروی کا قلاوہ امام بخاری کے بھی زیب گلو ہے) غیر مقلدین کیوں سلب کرنے کی کوشش کرتے ہیں،''
(شفار العی فی جواب سوال بمبئی، ص ۳۸، ۳۹)

متعدد آیات بیّنات اور احادیث نبویہ علی صاحبہا التحیۃ والثنار اور تصریحات فقہار ومحدثین کی روشنی میں یہ امر (ثبوت تقلید) آفتاب نیم روز (کالشمس فی نصف النہار) کی مانند آشکارا اور واضح ہوگیا کہ ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کی تقلید ضروری اور اس پرفتن و پرآشوب ماحول میں نہایت ضروری ہے اس کا انکار گمراہی وبدمذہبی ہے۔ بدنام زمانہ غیر مقلدین کا یہ فریب ہے ان کی عیاری اور مکاری ہے کہ وہ تقلید شخصی کے قائل نہیں ہیں۔ اللہ عزوجل ہمیں اس فرقہ ضالہ اور دیگر فرقہائے باطلہ کی ہفوات اور ان کے مکائد سے دور ونفور رکھے اور غیر مقلدین کا یہ اعتراض کہ ''امام اعظم کو صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں'' اس کا ہم آگے چل کر تحقیقی جائزہ قارئین کے سامنے پیش کریں گے مختصر یہ ہے کہ وہ آپ کے حسد میں مبتلا ہیں جیسا کہ حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب نے اپنی کتاب ''سیف المقلدین علی اعناق المنکرین'' میں لکھا ہے: "بان المبتدعين يقولون (كان ابوحنيفة ضعيفا فی علم الحديث) وتظهر من اقوالهم هذه جهالتهم اوحسدهم وقال الامام الذهبی وابن حجر المكی بان ابا حنيفة كان محمدثا وسمع الحديث من اربعة الاف من العلماء منهم تلث مائة من المحدثين التابعين ويقول الامام الشعرانی فی الجلد الاول من كتابه (الميزان) (لقد اطلعت ثلاثةمن مسانيد الامام الا عظم وشاهدت بانها كلها مروية من مشاهير التابعين) وعداوة الملحدين للسلف الصالحين وحسد هم للائمة المجتهدين وخاصة لاقد مهم امام المسلين ابی حنيفة (المعلومات النافعة ص ٤٤ مكتبة الحقيقة استانبول) گمراہ کہتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ علم حدیث میں کمزور تھے۔ اور یہ ان کے اقوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ یا تو وہ یہ بات جہالت کی بنا پر کہہ رہے ہیں یا حسد کی بنیاد پر، اور امام ذہبی اور ابن حجر مکی نے فرمایا بے شک ابوحنیفہ ایک بہت بڑے محدث تھے انہوں نے چار ہزار علمار سے حدیثیں سنیں جن میں سے تین سو محدثین تابعین تھے اور امام عبدالوہاب شعرانی اپنی کتاب میزان جلد اول میں فرماتے ہیں: میں نے امام اعظم کی تین مسانید کو دیکھا میں گواہی دیتا ہوں کہ ان میں تمام مرویات مشاہیر تابعین سے ہیں۔ اور ملحدوں کی سلف صالحین سے دشمنی اور ائمہ مجتہدین سے ان کا حسد اور خاص کر امام المسلمین امام اعظم ابوحنفیہ سے ان کے سب سے زیادہ اقدم وافضل ہونے کی وجہ سے ہے۔

بشارت نبوی: شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی قدس سرہ السامی حدیث رسول "لوكان الدين عند الثريا لذهب به رجل من فارس اوقال من ابناء فارس حتى يتناوله" (مسلم فضائل صحابہ ص۳۱۲) کے تعلق سے اپنی تحقیق انیق پیش کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ''بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، امام احمد بن حنبل سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی معجم کبیر میں، شیرازی القاب میں، قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نیز طبرانی اسی معجم میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سلمان (فارسی) کے اوپر اپنا دست مبارک رکھا اور فرمایا: اگر ایمان، دین، علم ثریا کے پاس ہوتا تو بھی فارس کے مردوں میں سے کچھ مرد یا فارس کا ایک شخص اس کو حاصل کرلیتا'' اھ (نزہۃ القاری ۱/۱۲۸)

بلاشبہ حدیث مذکورہ بالا کے محمل ومصداق امام اعظم ابوحنیفہ ہی ہیں یہی اجلہ محدثین کی بے لاگ تحقیق ہے جیسا کہ کبار محدثین نے اس کی تصریح وتوضیح فرمائی ہے کہ اس کے مصداق حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی شافعی لکھتے ہیں: "قد بشر صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بالامام ابى حنيفة بالحديث الذى اخرجه ابو نعيم فى الحلية عن ابى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه (الى ان قال) فهذا اصل صحيح يعتمد عليه فى البشارة والفضيلة" اھ (تبییض الصحیفہ ص۳)

رسول اللہ ﷺ نے امام ابوحنیفہ کی اس حدیث میں بشارت دی ہے جسے ابو نعیم نے حلیہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے پھر اس حدیث کے مختلف حوالہ جات ذکر فرماتے ہیں: ''اصل صحیح ہے جس پر بشارت اور فضیلت میں اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ نیز علامہ سیوطی کے شاگرد سیرت شامی کے مصنف علامہ محمد بن یوسف شامی نے بھی اس کی تائید وتوثیق کی ہے رد المحتار میں خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی تحریر فرماتے ہیں: "فى حاشية الشبرا ملسى على المواهب عن العلامة الشامى تلميذ السيوطى قال ماجزم به شيخنا من ان اباحنيفة هو المراد من هذا الحديث ظاهر لاشك فيه لانه لم يبلغ من ابناء فارس فى العلم مبلغه احد" اھ (رد المحتار ج۱، ص۳۷)

مواہب کے شبراملسی کے حاشیہ میں ہے کہ علامہ سیوطی کے شاگرد علامہ شامی نے کہا وہ جس پر ہمارے شیخ نے یقین کیا ہے کہ ابوحنیفہ ہی اس حدیث سے مراد ہیں۔ بالکل ظاہر ہے اس میں کچھ شک نہیں اس لئے کہ ابناء فارس میں سے کوئی بھی علم میں ان کے درجے تک نہیں پہونچا۔ اور شارح صحیح مسلم حضرت علامہ غلام رسول سعیدی صاحب (پاکستان) علامہ شامی کے حوالے سے لکھتے ہیں ''اکثر علماء کی تصریح کے مطابق امام ابوحنیفہ کے دادا فارس کے رہنے والے تھے۔ حافظ سیوطی شافعی نے کہا ہے کہ اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے اس حدیث کی صحت پر اتفاق ہے اور اس میں امام اعظم ابوحنیفہ کی طرف اشارہ ہے امام ابوحنیفہ کے فضائل ومناقب میں یہ حدیث کافی ہے۔ حافظ سیوطی کے شاگرد علامہ شامی نے لکھا ہے کہ ہمارے استاذ نے جو یہ جزم کیا ہے وہ بالکل صحیح ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس حدیث سے مراد امام ابوحنیفہ ہیں کیوں کہ ابناء فارس میں امام ابوحنیفہ کے مرتبہ علم افضل تک کوئی نہیں پہنچا'' (رد المحتار ۱/۴۹، بحوالہ شرح صحیح مسلم ۶/۱۲۴۳)

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال زرّیں

۱-کارخانہ قدرت میں فکر کرنا بھی عبادت ہے۔

۲-عقل مند آدمی ہمیشہ فکر اور غم میں مبتلا رہتا ہے۔

۳- خندہ پیشانی سے پیش آنا سب سے بڑی نیکی ہے۔

۴-مال فتنوں کا سبب، حوادث کا ذریعہ، تکلیف کا باعث اور رنج و مصیبت کی سواری ہے۔

۵-جس بات کا علم نہ ہو اسے برا مت سمجھو، ہوسکتا ہے کہ کئی باتیں ابھی تک کان تک نہ پہنچی ہوں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال زرّیں

۱-موت تو ایک دن آنی ہے تو پھر بہتر ہے کہ اللہ کے راستے میں موت آئے، یہی شہادت ہے۔

۲- نیک لوگ اپنے انجام سے خوفزدہ نہیں ہوا کرتے۔

۳-بخل کرنے والا ذلیل ہوا کرتا ہے۔

۴-عزت اور آبرو کی حفاظت کے لئے مال ضرور خرچ کرو۔

۵-دنیا کا رنگ بدل گیا ہے اور وہ نیکی سے محروم ہوگئی ہے۔

۶-وقت آگیا ہے کہ مومن حق گوئی کے راستے میں بے چین ہوکر نکل کھڑا ہو۔

۷-اچھے عمل کئے جاؤ اور بدلے کی امید نہ رکھو۔

۸- یہ بھی حرام ہے کہ ظالموں کے ساتھ رہا جائے۔

۹- آخرت کے لئے بہترین چیزیں نیکی اور تقویٰ ہیں۔

۱۰-مسلمانو! اپنا سب کچھ اللہ کے لئے قربان کرنا سیکھو۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال زرّیں

۱-اعلیٰ درجے کی دانائی صرف تقویٰ ہے۔

۲-کفار کو آخرت کے لئے فکر نہیں ہوتی بلکہ اس کو تو دنیاوی عیش و آرام ہی سے فرصت نہیں ملتی۔

۳-حاجت مند کی جائز ضرورت کو پورا کرنا ایک ماہ کے اعتکاف سے افضل ہے۔

شوق شہادت

کون کہتا حسین ابن علی مجبور تھے
دل میں تھا شوق شہادت اس لئے مسرور تھے
آپ کی ہر بات میں اسرار حق مستور تھے
کون کہتا ہے نہر سے شاہ دیں کچھ دور تھے
رکھ لیا شبیر نے شمشیر کو یوں نیام میں
امت نانا کا خیال آہی گیا مجبور تھے
کیوں نہ آنکھوں سے بہے گا خون نشتر رات دن
خشک لب سوکھے گلے تھے اور گھر سے دور تھے

❁ ❁ ❁

امام احمد رضا بریلوی کے ہم عصر مولانا شاہ عبد القادر بدایونی

از: غلام حسین قادری نعیمی شعبۂ اردو فارسی گورونانک دیو یونیورسٹی، امرتسر، پنجاب

حضرت مولانا شاہ عبد القادر بدایونی کا سلسلۂ نسب بتیس (۳۲) واسطوں سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے آپ کے اجداد میں سے ۱۹ رنمبر پر آنے والے بزرگ حضرت شیخ دانیال قطری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہندوستان تشریف لانے والے پہلے بزرگ ہیں جو چھٹی صدی ہجری میں وارد ہندوستان ہوئے حضرت شاہ دانیال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شہاب الدین غوری کے لشکر کے ساتھ ہندوستان آئے۔ بدایوں کی فتح کے وقت آپ قطب الدین ایبک کے ساتھ تھے۔ ایبک نے آپ کو بدایوں کا قاضی مقرر کیا۔ ایبک کے دہلی جانے کے بعد شمس الدین بدایوں کا حاکم مقرر ہوا، اس نے بدایوں میں عالی شان جامع مسجد شمسی تعمیر کی جس میں پہلی نماز حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والد ماجد حضرت سید احمد نے پڑھائی پھر اس مسجد کے منتظم اور امام وخطیب حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ مقرر ہوئے۔

حضرت دانیال علیہ الرحمہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ العزیز کے مرید اور خلیفہ تھے۔ ۶۳۰ھ میں آپ کا انتقال ہوا آپ کے صاحبزادے حضرت رکن دین شمس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جامع مسجد کے پیچھے مدرسہ قائم فرمایا یہی مدرسہ آج مدرسہ قادریہ کے نام سے موجود ہے۔ قاضی صاحب کی اولاد میں مولانا محمد شفیع صاحب عالمگیری دور کے مشہور عالم دین تھے اور فتاویٰ عالمگیری کی تدوین میں شریک تھے۔

یہ حقیقت حیرت انگیز ہے کہ اس وقت سے لے کر آج تک آٹھ سو سال سے زیادہ کا طویل ترین عرصہ اس طرح گزرا ہے کہ یہ عثمانی خانوادہ ارباب علم وفضل اور اصحاب تقویٰ وطہارت ہستیوں سے کبھی خالی نہیں رہا۔ یہ وہ سرمایۂ صد افتخار ہے جس میں ہند و پاک کا کوئی خاندان اس خانوادے کا مدمقابل دکھائی نہیں دیتا۔

حضرت شاہ مولانا عبد القادر بدایونی کے والد ماجد حضرت سیف اللہ المسلول مولانا شاہ معین الحق فضل رسول بدایونی اور جد امجد حضرت شاہ عین الحق عبد المجید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہندوستان کے عظیم مشاہیر علماء ومشائخ میں سے تھے۔

اصل موضوع پر گفتگو کرنے سے پہلے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ حضرت شاہ عبد القادر بدایونی علیہ الرحمہ کے حالات زندگی مگر مختصر طور پر بیان کر دیئے جائیں۔

حضرت شاہ عبد القادر بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ [۱۷ ررجب ۱۲۵۳ھ/ ۱۸۳۷ء کو] بدایوں شریف میں پیدا ہوئے۔ باطنی الہام کی بنا پر ''شیخ الاسلام فی الہند'' تاریخی لقب رکھا گیا۔ جد امجد حضرت عین الحق شاہ عبد المجید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مظہر حق تاریخی نام تجویز فرمایا حضرت سیدنا

غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشارے کی بنا پر عبدالقادر نام پر عقیقہ کیا گیا۔ والد ماجد حضرت شاہ فضل رسول بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے محب رسول نام کا جزو قرار دیا۔

عام بچوں کو لہو ولعب کے علاوہ کسی چیز سے دل چسپی نہیں ہوتی۔ لیکن آپ اس عمر میں بھی مروجہ بدعات ناچ گانے وغیرہ سے ہمیشہ بچتے تھے جد امجد نے بسم اللہ خوانی کی تقریب ادا فرمائی اس کے بھی آپ کے چچا، استاذ الاساتذہ مولانا نور احمد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو علوم دینیہ کی تعلیم دی اور پایہ کمال کی منزل تک پہنچایا، والد ماجد سے تکمیل کر کے چودہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے معقولات کی اعلیٰ تعلیم کے لئے شہید تحریک آزادی علامہ محمد فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چند سال ان کی خدمت میں رہ کر ان کے قابل صد فخر تلامذہ میں شمار ہوئے۔

علامہ فضل حق خیرآبادی آپ پر ہمیشہ فخر فرماتے اور اکثر فرمایا کرتے تھے صاحب قوت قدسیہ ہر زمانہ میں ظاہر نہیں ہوتے۔ وقتاً بعد وقتٍ اور فرماتے تھے عصراً بعد عصرٍ (یعنی کسی کسی وقت ہی) پیدا ہوتے ہیں۔ اگر اس زمانہ میں کسی کا وجود مانا جائے تو آپ کی طرف اشارہ کر کے فرماتے کہ یہ ہیں: ''ایسے علامۃ العصر کا یہ تاثر معمولی نہیں ہے بعض اوقات حضرت علامہ فرمایا کرتے تھے ان کے ذہن کی جودت وسلامت ابوالفضل وفیضی کے اذہان ثاقبہ کی جودت کو مات کرتی ہے۔

والد ماجد سیف اللہ المسلول حضرت مولانا شاہ فضل رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

مجھ سے مولانا فیض احمد صاحب قدس سرہٗ (حضرت کے بھانجے) کی ذہانت وذکاوت زیادہ ہے'' مگر برخوردار عبدالقادر کی ذہانت مجھ سے اور مولوی فیض احمد صاحب دونوں سے زیادہ ہے''۔

حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی کے سینکڑوں شاگردوں میں سے چار حضرات عناصر اربعہ سمجھے جاتے تھے۔

(۱) حضرت مولانا عبدالحق خیرآبادی (فرزند ارجمند)

(۲) مولانا فیض الحسن سہارنپوری

(۳) حضرت مولانا ہدایت اللہ خاں جونپوری

(۴) حضرت تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(پہلے تین حضرات) کسی خاص فن میں یکتائے عصر اور وحید روزگار ہیں (مثلاً علامہ عبد الحق خیرآبادی معقولات میں علامہ سہارنپوری شارح حماسہ ادب میں اور علامہ مولانا ہدایت اللہ جونپوری منقولات میں) مگر حضرت علامہ مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی کا تبحر اور جامعیت جملہ علوم وفنون میں ہے۔

علوم عقلیہ ونقلیہ سے فارغ ہوکر سند حدیث والد ماجد سے حاصل کی سلسلہ عالیہ قادریہ میں والد اقدس کے ہاتھ مبارک پر بیعت ہوئے۔ اور جب ۱۲۷۹ھ میں پہلی بار حرمین شریفین کی حاضری کا ارادہ کیا تو اجازت وخلافت سے بھی نوازے گئے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر نے والد ماجد کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا کہ حرمین شریفین کی حاضری کا ارادہ ہے اجازت اور ہدایت سے نوازیں تو حضرت والد ماجد نے ۲۱؍رجب ۱۲۷۹ھ/۱۸۶۳ء کو جو مکتوب ارسال فرمایا اس کا ترجمہ مندرجہ ذیل سطور میں پیش کیا جاتا ہے کیوں کہ اس میں مندرجہ ذیل ہدایت شاید آپ کو کسی دوسری جگہ نہ ملیں۔

برخوردار، سعادت وشاد فضیلت آثار قرۃ العین ''فلاح الکبد'' راح القلب مولوی عبد القادر حفظہ اللہ تعالیٰ بالباطن والظاہر، دعاؤں کے بعد آپ کو معلوم ہو کہ راحت نامہ موصول ہوکر فراواں خوشی کا باعث ہوا۔ جس چیز کا آپ نے مطالبہ کیا ہے آپ کے حج وزیارت کے ارادے کے ظاہر

ہونے کے وقت ہی سے میں تہہ دل سے اسے بیان کرنا چاہتا تھا۔ لیکن آپ کی طلب کا منتظر تھا کہ ان امور میں طالب کی طلب اور رغبت زیادہ کام کرتی ہے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آپ کو طلب کی توفیق مل گئی۔ اس کے ثمرات سے بھی سعادت مند ہوں۔

میری جان اللہ تعالیٰ کے فضل سے

(۱) جب جہاز پر سوار ہوں "بسم اللہ مجرھا ومرسٰھا انّ ربّی لغفور رحیم" پڑھیں۔

(۲) صحیح بخاری شریف اوّل سے آخر تک ختم کریں بطور وظیفہ۔

(۳) کپڑے اور جائے نماز کی پاکیزگی اور وضو کا التزام کریں۔

(۴) ضروریات طبعیت مثلاً کھانے پینے اور سونے اسی طرح ضروریات شرعیہ مثلاً نماز، تلاوت معمول کے وظائف اور نوافل کے علاوہ دن رات کے تمام اوقات کو بخاری شریف کی تلاوت میں صرف کریں، گویا آپ نے پوری کتاب ایک نشست میں مسلسل پڑھی ہے کیوں کہ تمام وظائف میں مسلسل پڑھنے کو وقفے سے پڑھنے پر فضیلت حاصل ہے۔

اس طرح کتاب ختم کرنے کے بعد کتاب الحج اور جو کچھ زیارت سے متعلق ہے اور وہ ابواب جن کا تعلق مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ سے ہے، نیز حضور اکرم ﷺ کی عبادت معاملات عادت، سفر ہجرت اور غزوات کے مقامات جو مدینہ منورہ مکہ مکرمہ اور ان دونوں حرموں کے درمیان آئے ہیں انہیں اس کتاب سے خوب ذہن نشین کریں۔

(۵) احرام سے لیکر طواف رخصت تک حج کا مکمل طریقہ یاد کریں۔

(۶) جب میقات سے احرام باندھیں تو تصور کریں کہ حضرت محمد عربی ﷺ نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے اور میرا احرام رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق ہے اسی طرح لباس تلبیہ اور حج کے۔

(۷) تمام رکن میں حضور اکرم ﷺ کے فضل کو سامنے رکھیں۔

(۸) جب مکہ مکرمہ پہنچیں شہر کی عظمت کا اس طرح تصور کریں کہ اس جگہ اللہ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کردہ مسجد ہے چونکہ بیت اللہ شریف کو اللہ تعالیٰ کا مظہر خاص ہونے کا شرف حاصل ہے اس لئے اسے قبلہ قرار دیا ہے نیز اس جگہ نبی اکرم ﷺ کی جائے پیدائش ہے۔

(۹) خاص مقامات مثلاً طواف اور سعی کی جگہ ''صفا'' مروہ اور غار حرا، وغیرہ کہ حدیث شریف میں اس مقامات پر نبی اکرم ﷺ کے بیٹھنے یا گزرنے کا ذکر ہے ان میں سے ہر جگہ نبی کریم ﷺ کو اسی حال میں تصور کریں گویا کہ آپ کی زیارت کر رہے ہیں، مساجد، مقامات، آثار اور عرفات وغیرہ کے راستے میں اسی تصور کو مستحکم رکھیں۔

(۱۰) اور جب مدینہ پہونچیں تو دل میں یہ عقیدہ خوب مضبوط رکھیں کہ نبی کریم ﷺ زندہ و پائندہ موجود ہیں اور مشاہدہ فرما رہے ہیں: خصوصاً حضرت نبی کریم ﷺ کے حضور حاضری کے وقت اسی عقیدے کو یقین کی حد تک پہنچا دیں۔ اس بحث کا باقی حصہ مراقبۂ محمدیہ کے طریقہ سے واضح ہو جائے گا۔

(۱۱) میں نے مولوی سراج الحق کو کہہ دیا ہے کہ طریقہ مراقبہ کلمہ طیبہ اور طریقۂ مراقبۂ محمدیہ نقل کر کے آپ کو ارسال کریں، ان دونوں طریقوں کی شرح کر کے ایک کتابچے میں جمع کر دیں۔ ممکن ہے کسی طالب کے کام آجائے۔ ان دونوں تحریروں میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے نیز تمام اوراد ''اذکار'' اشغال، اعمال اور اوفاق کی جن کی مجھے میرے والد ماجد علیہ الرحمہ سے اجازت ہے میں آپکو

اجازت دیتا ہوں علاوہ ازیں آپ کو سلاسل عالیہ قادریہ ''چشتیہ'' اور نقشبندیہ سہروردیہ میں اگر کوئی طالب اصرار کرے تو ان طرق کی شرائط اور لوازم کے ساتھ بیعت کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔

اگر طالب اور فیض حاصل کرنے والا رغبت رکھنے والا ہو تو سبحان اللہ دل و جان سے جو کچھ معلوم ہو اس کی خدمت میں پیش کیا جائے اور اس کی تعظیم بجالائی جائے۔ کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا طالب ہے اور اگر وہ عوام میں سے ہے تو بھی اللہ تعالیٰ کے محبوں اور محبوبوں کی محبت کی لڑی میں پروئے جانے کے فائدے سے خالی نہیں ہے۔

اسی سفر میں والد ماجد کے ارشاد کے مطابق مولانا شیخ جمال عمر حنفی مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سند حدیث کی اجازت حاصل کی۔ چونکہ آپ نے حرمین شریفین کی حاضری کے لئے کئی بار سفر کیا اور والد و مرشد گرامی کی ہدایت کے مطابق حوائج ضروریہ کے علاوہ اکثر اوقات بطور وظیفہ بخاری شریف کی تلاوت میں مصروف عمل رہتے تھے۔

حافظہ تو اللہ تعالیٰ نے نہایت قوی عطا فرمایا تھا۔ کثرت تلاوت کی برکت سے آپ کو تمام بخاری شریف تقریباً یاد تھی۔

ابتداء میں درس و تدریس کی طرف مکمل توجہ تھی۔ آخر میں تدریس کا مشغلہ ترک ہو گیا چند نامور شاگردوں کے نام درج ذیل ہیں۔

(۱) حضرت مولانا محب احمد بدایونی
(۲) حضرت مولانا فضل احمد بدایونی
(۳) حضرت مولانا فضل مجید بدایونی
(۴) حضرت مولانا مفتی حافظ بخش بدایونی
(۵) حضرت مولانا سید عبد الصمد مودودی چشتی (حافظ بخاری شریف)
(۶) حضرت مولانا محمد حسن سنبھلی
(۷) حضرت مولانا عبد الرزاق مکی
(۸) حضرت مولانا سید مصطفیٰ گیلانی، سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ بغداد شریف
(۹) حضرت شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں مارہروی
(۱۰) حضرت مولانا سید شاہ ابو القاسم حاجی اسمٰعیل حسن مارہروی
(۱۱) حضرت سید شاہ حسین میر مارہروی (جد محترم احسن العلماء حضرت حسن میاں مارہرہ مقدسہ)

ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں:

شاہ عبد القادر بدایونی اپنے وقت کے ایک جید عالم دین اور بزرگ تھے اس لئے مولانا احمد رضا خاں بریلوی ان سے غایت درجہ کی محبت کرتے تھے ان کی تعظیم بھی کرتے تھے اور مسائل علمیہ میں ان سے ہمیشہ مشورہ لیتے تھے حضرت شاہ مولانا عبد القادر بدایونی ان تمام خصوصیات کے ساتھ ایک زمانہ تک آپ بدایوں شریف میں قائم رہے اور دین حق مسلک حق کی خدمت کرتے رہے۔

۱۷ر جمادی الاخریٰ کو اتوار کا دن گزار کر پیر کی رات ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد ایک ہفتہ علیل رہ کر دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ (انّ للہ وانـــا الیہ راجعون)

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا اور حضرت تاج الفحول شاہ عبد القادر

حضرت مولانا شاہ عبد القادر بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا خاندان پورے بھارت میں نہایت محترم اور منصب افتار وقضاء اور دعوت وارشاد پر فائز ہو کر صدیوں پرچم اسلام بلند کئے ہوئے تھا۔ مولانا احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے اس خانوادے کے ساتھ بہت گہرے مراسم تھے۔ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے حضرت شاہ فضل رسول بدایونی کی شان میں دو قصیدے عربی زباں میں تحریر

فرماہیں۔

(۱) حمائد فضل رسول (۱۳۰۰ھ)

(۲) محامد فضل رسول (۱۳۰۰ھ)

جن کے اشعار کی تعداد اصحاب بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعداد (۳۱۳) کے برابر ہے۔ حضرت شاہ عبد القادر بدایونی کے ساتھ ان کی عقیدت ومحبت کا ثبوت ایک سو پانچ اشعار پر مشتمل اردو زبان میں قصیدہ مبارکہ ''چراغ انس'' ہے۔

(۱) حضرت تاج الفحول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مارہرہ مقدسہ لے جاکر حضرت سیدنا شاہ آل رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست اقدس پر بیعت کروایا، اس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

اور تو اور شیخ تجھ سے ملا
اس سے بڑھ کر ہے کیا؟ محب رسول
شیخ بھی کون؟ حضرت آل رسول
خاتم الاولیاء محب رسول
اس کے در تک رسائی تجھ سے ملی
تو ہوا راہنما، محب رسول
مجھ پر واجب ہے تیرا شکر نعم
مجھ پر واجب دعا، محب رسول

(۲) حضرت شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے محبت وعقیدت کی دوسری وجہ ان کا صاحب علم وفضل اور صائب النظر ہونا ہے مولانا احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

ہندوستان میں میرے زمانہ ہوش میں دو بندۂ خدا تھے جن پر اصول وفروع وعقائد وفقہ سب میں اعتماد کلی کی اجازت تھی۔

(۱) اوّل اقدس حضرت خاتم المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد

(۲) دوم والا حضرت تاج الفحول محب رسول مولانا شاہ عبد القادر صاحب قادری بدایونی قدس سرہ الشریف۔

پچیس برس اس جناب سے بھی صحبت رہی، ان کی سی وسعت نظر وقوت حفظ وتحقیق میں ان کے بعد کسی میں نظر نہ آئی۔ ان دونوں آفتاب و ماہتاب کے غروب کے بعد ہندوستان میں کوئی ایسا نظر نہیں آتا جس کی نسبت عرض کروں کہ آنکھیں بند کر کے اس کے فتوے پر عمل ہو۔

(۳) تیسری وجہ یہ تھی کہ حضرت تاج الفحول صرف مسلک اہل سنت و جماعت پر پوری قوت سے کاربند ہی نہ تھے بلکہ خود معیار سنیت تھے مولانا احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

ٹھیک معیار سنیت ہے آج
تیری حب و ولا محب رسول
سنیت سے پھرا ہدیٰ سے پھرا
اب جو تجھ سے پھرا'' محب رسول
مصطفیٰ کا ہوا خدا کا ہوا
اب جو تیرا ہوا'' محب رسول

مولانا احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرشد کامل حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اکثر ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

ہمارے دور میں سنیت کی شناخت ''محب رسول مولانا عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہے ہر گز کوئی بدمذہب ان سے محبت نہ رکھے گا۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا بریلوی کی حضرت تاج الفحول سے عقیدت ومحبت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ

شرم والے غنی کا بیٹا ہے
کان جو وضیا محب رسول

نسبت قادری بھی وجہ محبوبیت تھی:

عبد قادر نہ کیوں ہو نام کہ ہے

ظل غوث الوریٰ محبّ رسول

حضرت مولانا شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حج کرنے گئے تو صفا مروہ کی سعی کے دوران جہاں تیزی سے چلنا چاہئے، وہاں بھی آپ آہستہ آہستہ چلتے رہے۔ آپ کے شاگرد رشید اور شہزادۂ خانودۂ برکاتیہ حضرت حاجی اسمٰعیل حسن (حضرت میاں مارہروی کے نانا) نے معلوم کیا کہ حضور وہ کیا کیفیت تھی'' آبدیدہ ہوکر فرمایا: صاحبزادے اگر کوئی دوسرا پوچھتا تو میں نہ بتاتا مگر چونکہ آپ میرے مخدوم زادے ہیں اس لئے عرض کرتا ہوں کہ سعی کے وقت شہنشاہ بغداد حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میرے آگے آگے چل رہے تھے، حضور کی تعظیم کے لئے میں آہستہ آہستہ آپ کے پیچھے چل رہا تھا''

اس واقعہ کی طرف لطیف اشارہ کرتے ہوئے حضرت مولانا شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

سنا جب تم صفا مروہ پہ آکے جلوہ کرتے ہو
ہوئے ہیں مست کیا حجاج اے محبوب سبحانی

اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت مولانا احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

میں بھی دیکھوں جو تو نے دیکھا ہے
روز سعی صفا محبّ رسول
ہاں یہ سچ ہے کہ یاں وہ آنکھ کہاں
آنکھ پہلے دلا محبّ رسول

مولانا احمد رضا بریلوی اور حضرت شاہ عبد القادر کے روابط محبت وعقیدت کا اندازہ لگانا ہو تو درج ذیل اشعار ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

بلکہ دوا حولی سے کہتے ہیں
میں ہوں تجھ میں فنا محبّ رسول
نہ تو مجھ سے جدا نہ میں تجھ سے
میں ترا تو مرا محبّ رسول
غلطی کی ترا مرا کیسا؟
تو من ومن تویا محبّ رسولؐ
یہ بھی تیرے کرم سے ہے ورنہ
من کجا وکجا محبّ رسول

یہ صرف زبانی جمع خرچ نہیں تھا بلکہ حقیقۃً آپس میں اس قدر گہرا قرب تھا قصیدہ آمال الابرار میں علماء اہل سنت کے بارے میں ایک شعر ہے:

اذا حلوا تمصرّف الفبافی
وحیس تر حلوا الا مصار بید

جب وہ تشریف لاتے ہیں تو ویرانے شہر بن جاتے ہیں اور وہ جب روانہ ہوجاتے ہیں تو شہر ویرانے بن جاتے ہیں۔

ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری فرماتے ہیں کہ: میں محض برکت کے لئے یہ قصیدہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا بریلوی سے پڑھا کرتا تھا۔ جب اس شعر پر پہنچا تو میں نے کہا یہ تو محض شاعرانہ طور پر مبالغہ معلوم ہوتا ہے، اعلیٰ حضرت نے فرمایا: ہرگز نہیں بلکہ یہ واقعہ ہے حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہی شان ہے کہ جب تشریف لایا کرتے تو شہر کی حالت بدل جایا کرتی، عجیب ''رونق'' چہل پہل ہوجاتی اور جب تشریف لے جاتے تو باوجودیکہ سب لوگ موجود رہتے، مگر ایک ویرانگی اور اداسی چھا جاتی۔

۱۳۱۸ھ میں مولانا احمد رضا بریلوی نے ایک سو ستر اشعار پر مشتمل ایک عربی زبان کا قصیدہ:

آمال الا برار و آلام الاشرار

کے نام سے لکھا'' جو پٹنہ میں منعقد ہونے والے جلسہ اصلاح ندوۃ العلماء میں پیش کیا گیا، اس میں علماء اہل سنت کا تعارف کرتے ہوئے سرفہرست حضرت مولانا شاہ عبد القادر بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ذکر خیر کیا ہے۔

وقد وة جمعهم تاج الفحول

امـام الـحق لیـس لـه ندید
ومـا ادراك مـا تـاج الـفحول
بـفـضـل الـمجد فضله المجيد
وتـوّجـه بتـاج الـفضل حقّا
رسـول الله لیـس لـه ضدید
جـواد جیـد جـود مـجـاد
مـجیـد مـاجـد سـجـد مـجید

(۱) ان سب کے پیشوا تاج الفحول ہیں حق کے امام جن کی کوئی نظیر نہیں۔

(۲) اور تمہیں کیا معلوم کہ تاج الفحول کیا ہیں؟ وہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے عزت کی بزرگی سے فضیلت دی۔

(۳) اور انہیں حقیقۃً فضیلت کا تاج پہنایا رسول اللہ نے جن کی مخالفت کی کسی کو گنجائش نہیں۔

(۴) فیاض ''بے عیب''، عظیم بارش خالص کئے گئے ''ذی شان'' گرامی نفع رساں'' خالص بنادینے والے۔

اسی اجلاس میں حضرت شاہ عبد القادر کے بڑے صاحبزادے حضرت مطیع الرسول مولانا شاہ عبد المقتدر بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اکبر علماء و مشائخ کی موجودگی میں مولانا احمد رضا بریلوی کو ''مجدد مائۃ حاضرہ'' کے لقب سے یاد کیا جسے اکابر علماء و مشائخ اہل سنت نے قبولیت عطا فرمائی۔ اور حضرت شاہ عبد القادر بدایونی کے لئے تاج الفحول کا لقب اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا بریلوی نے تجویز کیا جو مقبول خواص و عوام ہوا۔ مولانا شاہ عبد القادر بدایونی قدس سرہٗ العزیز کی رحلت کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ عبد المقتدر مطیع الرسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آستانۂ قادریہ کے سجادہ نشین ہوئے ان کا وصال ۲۵ رمحرم ۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۵ء کو فجر کی نماز ادا کرتے ہوئے آخری سجدے میں سبحان ربی الاعلیٰ کہتے ہوئے ہوا۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

اردو زبان و تعلیم اور کردار مسلم

از: مولانا محمد سعید جیلانی کانپوری

ہماری مادری زبان اردو ہے۔ یہ بڑی پیاری زبان ہے ہندوستان کے علاوہ اور دوسرے بہت سے ممالک میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ ۱۹۴۷ء کے بعد ہندوستان میں فرقہ پرستوں نے اس کے خلاف ایک متحدہ محاذ بنا رکھا ہے اور زبان کو تباہ و برباد کرنے کی ہر ممکن جدّ و جہد کر رہے ہیں۔

مسلمانوں کے لئے اس زبان کا جاننا بہت ضروری ہے کیوں کہ دین اسلام کا تمام سرمایہ آج اردو زبان میں منتقل ہو چکا ہے۔ اگر ہمارا بچہ اردو نہیں جانتا تو سمجھ لیجئے اس کا دین و مذہب تباہ و برباد ہو گیا، اس کی عاقبت خراب ہوگئی اور اس کی تمام تر ذمہ داری والدین پر عائد ہوتی ہے، جنہوں نے اپنی زبان کو چھوڑ کر دوسری زبانوں کو پڑھایا سکھایا ہم یہ نہیں کہتے کہ دوسری زبانیں سیکھی نہ جائیں اور نہ تو اسلام نے اس پر کوئی پہرہ بٹھایا ہے، لیکن ہم یہ ضرور کہتے ہیں کہ پہلے لڑکے لڑکیوں کو عربی، اردو، سکھاؤ تا کہ وہ مذہب کے معاملے میں پختہ ہو جائیں، اس کے بعد دوسری زبانیں پڑھائی اور سکھائی جائیں۔

بچہ ایک نرم و نازک شاخ کی مانند ہوتا ہے، اسے

آپ جس طرف چاہیں موڑ دیں، بچپن میں جو بات اس کے ذہن میں بیٹھ جاتی ہے وہ مرتے دم تک بھی نہیں نکلتی۔ چاہے اس کو کیسے ہی خطرناک گولوں سے ڈائنامیٹ کیا جائے اس لئے اسلام کے سربراہوں کا کہنا ہے کہ لڑکے کو پہلے مذہبی ماحول میں پروان چڑھاؤ، اسلامی رنگ میں رنگ دو تاکہ دوسرا کوئی رنگ اس پر چڑھنے نہ پائے، ہندوستان کی سرزمین پر اردو زبان کی جو درگت ہو رہی ہے اس کو دیکھ کر بڑا دکھ ہوتا ہے اور رونا ہم کو اس بات پر آتا ہے کہ خود مسلمان ہی اپنے بچوں کی گردن پر چھری چلا رہے ہیں، بہت سے مقامات پر میں نے خود دیکھا ہے کہ مسلمانوں کے چھوٹے چھوٹے لڑکے اور لڑکیاں اردو، عربی تعلیم کے بجائے دوسری زبانیں سیکھ رہے ہیں اور اردو عربی کا ایک لفظ نہیں جانتے پوچھنے پر بتایا کہ اردو ہمارے اسکول میں نہیں پڑھائی جاتی، ہم ایسے لڑکوں کے والدین سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا تم کو دین و مذہب سے زیادہ دوسری زبانیں پیاری ہیں۔ خدا سے ڈرو۔ قیامت کے دن سے خوف کھاؤ۔

آہ! تم نے اپنے لڑکوں کو ایسی تعلیم دلائی جس سے وہ لینن و اسٹالن کو تو جان سکتے ہیں لیکن حضرت امام حسین وحسن کو نہیں جان سکتے۔ وہ چرچل اور مارکس کو تو پڑھ سکتے ہیں، غیر مسلموں کے رہبروں کی زندگی پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور حضرت موسیٰ وعیسیٰ ودیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی زندگی نہیں پڑھ سکتے۔

اس کا انجام کتنا بھیانک ہے، اے میرے خدا مسلم قوم کو سمجھ عطا فرما، اسے عقل سلیم دے۔ آج دنیا کی تمام قومیں بیدار ہو چکی ہیں لیکن مسلم قوم کو الحاد و بیدینی کی نیند آ رہی ہے قوم کے چھوٹے بچوں کو دیکھ کر مستقبل کا اندازہ ہوتا ہے جب یہ بچے جوان ہوں گے قوم کی باگ ڈور ان کے ہاتھوں میں ہوگی جس ماحول میں یہ ڈھلے ہوں گے، اسی ماحول میں اپنے بچوں کو ڈھالیں گے۔

اب اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے گرد و پیش کا جائزہ لیجئے اور سوچئے کہ مستقبل کتنا بھیانک نظر آ رہا ہے، صبح ہوئی ریڈیو پر کفری گانے سن سن کر دل کو سیاہ کیا جا رہا ہے، کتنے بے حیا اور بے غیرت ہیں وہ مسلمان جو جہالت کفر و الحاد سے بھرے ہوئے گانے سنتے ہیں، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ختم ہو چکی ہے اور اب ان کا بیڑا غرق ہونے کو ہے اگر غیب سے کوئی ہاتھ نمودار ہو جائے تو الگ بات ہے ورنہ بظاہر بچنے کی کوئی شکل نظر نہیں آ رہی ہے۔

اے میری قوم کے جیالے فرزندو! تم ہوش میں آؤ، اردو عربی تعلیم حاصل کرو اور اپنے لڑکے اور لڑکیوں کو اردو عربی تعلیم دلاؤ تاکہ تمہارا دین و مذہب سلامت رہے، دنیا چند روز کی ہے ایک دن مرنا ہے خدا کے سامنے حاضری دینا ہے عاقبت کی فکر کرو اس زندگی کا سامان تیار کرو جہاں ہمیشہ رہنا ہے، ہمارے نبی پر جو قرآن نازل ہوا تھا اس میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ......... مسلمان بن کر زندہ رہو اور مسلمان ہی مرو۔

قارئین کرام

''امام احمد رضا ٹرسٹ'' اپنی تمام تر توجہات کے ساتھ جامعہ وطلبائے جامعہ کی تعمیری و تعلیمی ترقیوں کے لئے برسرپیکار ہے۔ بحمدہ تعالیٰ اس وقت "جامعة الرضا" میں تقریباً تین سو طلبہ ۱۹؍ ذی استعداد و باصلاحیت اساتذہ کرام کے زیر نگرانی مختلف علوم وفنون سے آراستہ ہو رہے ہیں جن کے حوائج ضروریہ مثلاً طلبہ کے بہترین طعام و قیام کا انتظام، علاج و معالجہ، درسیاتی و مطالعہ جاتی کتب کا اہتمام و انصرام، امتیازی طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لئے انعامات، تحریر وتقریری مسابقہ جات کا انعقاد، طلبہ کی دیگر تعلیمی و تربیتی ضروریات کی تکمیل جیسے گراں بار ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی انجام دے رہا ہے۔ نیز متذکرہ بالا منصوبہ جات کو عملی جامہ پہنانے کے لئے بھی روز وشب کوشاں ہے۔ ظاہر ہے ان مہمات سے عہدہ برآ ہونا کوئی معمولی کام نہیں پھر بھی امام احمد رضا ٹرسٹ ''ہمت مرداں مدد خدا'' کے تحت استاذنا الکریم تاج الشریعہ فقیہ اعظم قاضی القضاۃ مفتی **محمد اختر رضا** قادری ازہری دام ظلہ کی دعاؤں کے سائے میں ہر ممکن تگ ودو میں لگا ہے اس لئے یہ ادارہ اپنی مہمات کی کامیابی میں **آپ جیسے** مخیر ہمدردان اہل سنت ومرکز اہل سنت کی خصوصی توجہ کا حامل ہے تاکہ حسب منشا آپ اپنے مرکزی ادارہ کو ترقیوں کے بام عروج پر جلوہ فگن دیکھ سکیں۔ اور آپ حضرات کو معلوم ہے کہ جامعہ ہذا کا کوئی سفیر نہیں۔ لہٰذا جامعہ سے متعلق اپنی امدادی رقوم بصراحت مدعلاقائی نمائندے کو سپرد کریں یا جامعہ کے ذمہ دار ملازمین یا براہ راست ناظم جامعہ شہزادۂ تاج الشریعہ حضرت مولانا **محمد عسجد رضا خاں** قادری مدظلہ العالی کو بشکل چیک یا ڈرافٹ بنام ''امام احمد رضا ٹرسٹ IMAM AHMAD RAZA TRUST'' ۸۲؍سوداگران، رضا نگر، بریلی شریف ارسال فرمائیں۔

مرکز کے منصوبے

دارالحفظ ❁ دارالقرأت ❁ کلیۃ الشریعہ ❁ شعبۂ تقابل ادیان ❁ شعبۂ تربیت افتا ❁ ازہری لائبریری ❁ امام احمد رضا ریسرچ سینٹر ❁ غزالی دارالتصنیف ❁ پرائمری سیکنڈری وہائی اسکول ❁ شعبۂ کمپیوٹر سائنس ❁ حامدی مسجد ❁ علامہ نقی دارالاقامہ ❁ تاج الشریعہ کمرشیل کامپلیکس ❁ البرکات آفسیٹ ❁ رضا ہیلتھ کیئر سینٹر ❁ جیلانی گیسٹ ہاؤس ❁ نوری اسٹاف کالونی ❁ مرکزی دارالافتاء ❁ مرکزی دارالقضاء ❁ مرکزی رویت ہلال کمیٹی ❁ شرعی کونسل آف انڈیا ❁ فقہی ڈپلومہ (کالجیٹ طلبا کے لئے اسلامی عقائد اور فقہی معلومات کا ایک سالہ کورس)۔

تعاون کے طریقے

امام احمد رضا ٹرست کی کامیابی کے لئے اپنے مفید مشوروں سے نوازیں، چند طلبہ کے خورد ونوش کی کفالت کریں، ایک ملازم کی تنخواہ کا انتظام کریں، ہاسٹل کے کمرے کی تعمیر کرائیں، ٹرسٹ کے منصوبہ جات میں سے کسی منصوبہ کی تکمیل میں تعاون کریں، درسی وغیر درسی کتب کے لئے رقم ارسال کریں، امتیازی پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کے وظائف کا اہتمام کریں، نیز زکوٰۃ وفطرہ وغلہ وعطیات وغیرہ میں ادارہ آپ کی توجہ کا حامل ہے۔ ہمدردان اہل سنت مذکورہ بالا تعاون کے طریقوں میں انفرادی یا اجتماعی طور پر ٹرسٹ کی حوصلہ افزائی فرمائیں۔

The Monthly
SUNNI DUNIA BAREILLY

Regd. No. 17(82) Vol-1 Annual Subscription
Rs.(100) Per Copy (10) Regd. PO. No. BR/211/2007

دُنیائے سُنّیت کی عظیم درسگاہ

مرکزُ الدّراسات الإسلامیة جامعۃُ الرّضا بریلی شریف یُوپی، ھند





باھتمام

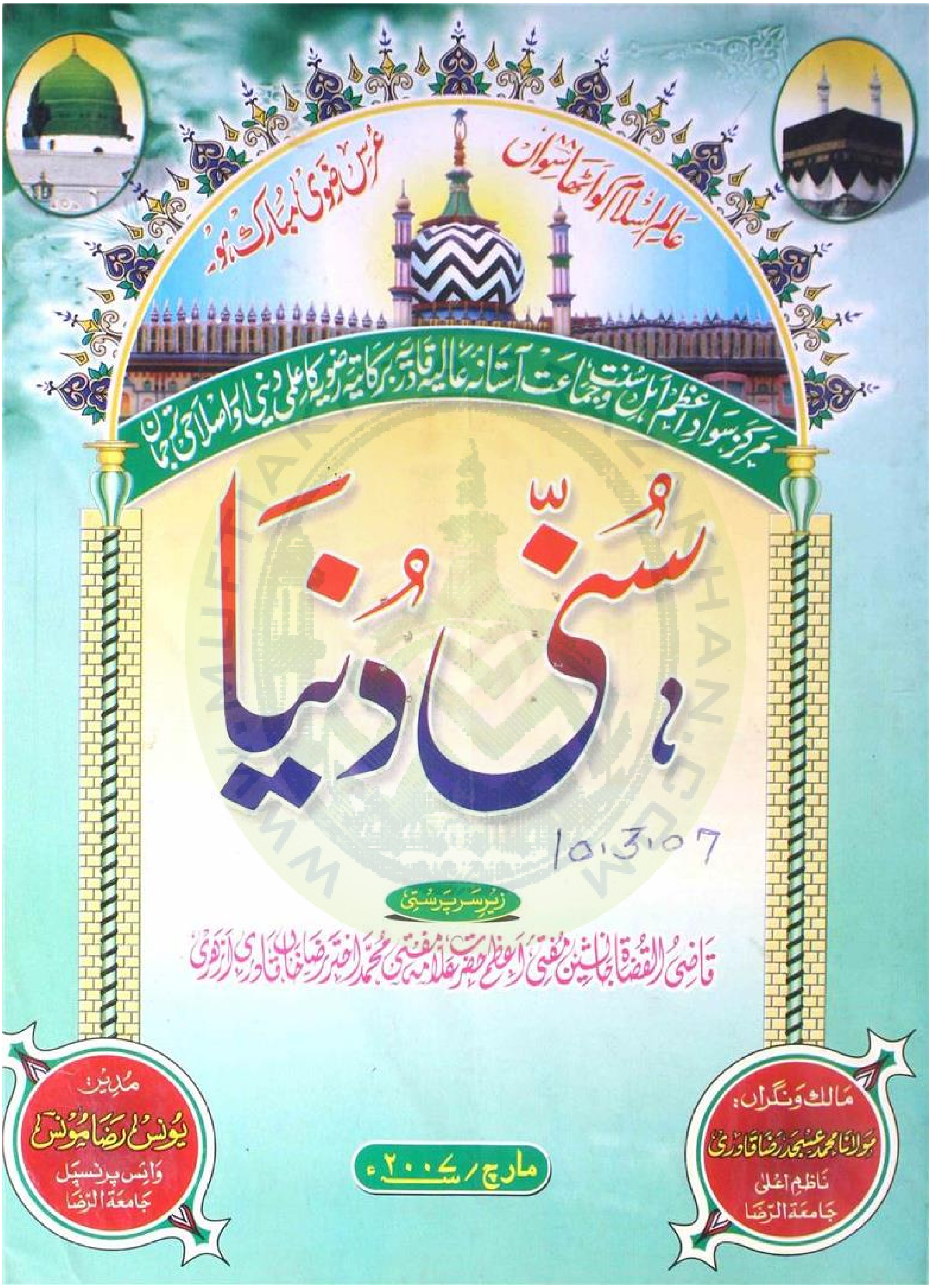
امام احمد رضا ٹرسٹ

۸۲/سوداگران، بریلی شریف (یوپی)

Under Management

Imam Ahmad Raza Trust

82, Saudagaran, Bareilly Shareef (U.P.)



عالم اسلام کو اٹھاسیواں
عرس رضوی مبارک ہو
مرکز سواد اعظم اہل سنت وجماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی و اصلاحی ترجمان
سنی دنیا
10.3.07
زیر سرپرستی
قاضی القضاۃ جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری
مدیر
یونس رضا مونس
وائس پرنسپل
جامعۃ الرضا
مارچ ۲۰۰۷ء
مالک ونگراں:
مولانا محمد عسجد رضا قادری
ناظم اعلیٰ
جامعۃ الرضا

مرکز سواد اعظم اہل سنت و جماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ

علمی دینی اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ سنی دنیا

جلد: ۲۷

شمارہ: ۳

مارچ ۲۰۰۷ء

زیر سر پرستی: جانشین مفتی اعظم قاضی القضاۃ فی الہند حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری

مالک و نگراں: مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

مدیر: یونس رضا مونس

☆فی شمارہ: ۱۰ روپے☆ زر سالانہ: ۱۰۰ روپے☆ بیرونی ممالک: ۳۰۰ روپے☆ لائف ممبری: ۲۰۰۰ روپے☆

رابطہ کا پتہ

دفتر سنی دنیا ۸۲، سوداگران بریلی شریف (یوپی) فون 0581-2458543 فیکس: 0581-2472166

W.site: markazeahlesunnat.com
W.site: hazrat.org

چیک یا ڈرافٹ بنام "اختر رضا خاں" یا "امام احمد رضا ٹرسٹ" بنائیں۔ مرکزی دارالافتاء کے لئے جوابی لفافہ ضرور روانہ فرمائیں۔

کمپوزنگ و ڈیزائننگ: عتیق احمد حشمتی (شجاع مَلِک) 9719918868

اَللّٰهُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَا — نَحْنُ عِبَادُ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَا

اشاریات

اداریہ

خطوط رضا اور مسلمان

یونس رضا مونس

قارئین! امام اہل سنت نہ صرف برصغیر بلکہ تاریخ عالم اسلام کی عدیم النظیر، مقدس، نابغۂ روزگار، جامع کمالات شخصیتوں میں سے ہیں۔ جنہوں نے رضائے الٰہی کے حصول کے لئے عشق رسول میں فنا ہوکر مذہب اسلام کی سر بلندی کی خاطر اپنی ساری متاع حیات صرف کردی اور پرچم عظمت دین کو کبھی سرنگوں نہ ہونے دیا۔ وقت کے پرآشوب اور پرفتن ہونے کے باوجود دین وملت کے قدیم متوارث علمی امتیاز اور عظمت ووقار پر آنچ نہ آنے دیا، ہر محاذ پر باطل کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور زوال میں آئی ملت اسلامیہ کو ابھارنے اور پستی سے نکال کر بلند کرنے کے لئے نہ صرف ''احیاء علم'' کا مژدہ سنایا بلکہ بہ نفس نفیس وقف خدمت ہوکر ملت اسلامیہ کی ''تعلیم وتربیت کا احیا'' کیا۔ اور اس درجہ کیا کہ امام اہل سنت کی ذات والاصفات علوم ومعارف کی ایک عظیم یونیورسٹی بن گئی، اور پھر اپنی ذاتی تربیت ومساعی سے اہل علم و فضل وکمال کا ایک لشکر جرار تیار کردیا جنہوں نے چاردانگ عالم میں پھیل کر جگہ جگہ جہالت کے خلاف جنگ کی اور علوم ومعارف اسلامیہ کی اس اصلی روشنی سے جو ائمہ دین، بزرگان ملت کا مقدس ورثہ ہے اطراف واکناف عالم میں دور دور تک اشاعت دین کا اجالا کردیا، اور حق وباطل میں تمیز کرنے کے مٹتے ہوئے شعور کو زندہ وجاوداں بنادیا، اس عظیم ومقدس شخصیت کی ذاتی خوبیاں اور خاندانی وعائلی خوبیاں جو تاریخ میں مسطور ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ملت اسلامیہ کے کتنے عظیم لیڈر، رہنما اور قائد تھے۔

دنیائے سنیت کو ''ادارہ سنی دنیا'' سنیوں کے امام، امام اہل سنت، تاجدار اہل سنت، قائد اہل سنت، اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مجدد دین وملت، عارف باللہ، زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین، مولانا، مولوی، حافظ قاری الشاہ محمد احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان کا ۸۸ رواں عرس مقدس مبارکباد دی، نیز حاضری امام اہل سنت کی درخواست اور برکات دارین کے حصول کی دعوت پیش کررہا ہے۔

اور کس طرح انہوں نے اپنے خون سے ملت اسلامیہ کی تعمیر نو کی اور اسلام ومسلمان کی پہچان ووقار وشان کو بچایا اور محق ومبطل کے درمیان خط امتیاز کھینچا وہ بھی ایسے عالم اور ماحول میں جہاں قدم قدم پر اژدہا تھا۔

تاریخی اعتبار سے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہٗ کا زمانہ اس وقت شروع ہوتا ہے جب مسلمانان برصغیر کی آخری سلطنت یعنی ''سلطنت مغلیہ'' زوال کی انتہائی منزل میں تھی اور بہادر شاہ ظفر اس کا آخری بادشاہ تھا۔ مسلمانان برصغیر کی پہلی جنگ آزادی جس کو انگریزی سامراج ''۱۸۵۷ء کا غدر'' کہہ کر پکارتا تھا آپ کے بچپن میں لڑی گئی تھی آپ روہیل کھنڈ ریاست اور یوپی کے مشہور شہر ''بریلی شریف'' میں پیدا ہوئے، جو آپ کے خانوادۂ بزرگان دین کی بدولت عہد شاہجہانی سے علوم ومعارف اسلامیہ کا مرکز تھا، بزرگان دین کے اسی خانوادہ میں آپ بوقت ظہر بروز شنبہ ۱۰ رشوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ رجون ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے، پیدائشی نام ''محمد'' تاریخی نام ''المختار'' (۱۲۷۲ھ) اور عرف ''احمد رضا'' قرار پایا اور خود آپ نے اپنے نام کے ساتھ عبد المصطفیٰ لگا کر غلامی بارگاہ مصطفیٰ کا نشان قائم کیا۔

آپ کا خاندان حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نامور تلامذہ کا گھرانہ تھا جو افغانستان کے مشہور روحانی، تاریخی اور علمی شہر بلخ کے اکابر فقہا اور اولیاء اللہ میں سے تھے اور صوفی سلطان ابراہیم ادہم بلخی کے ان مقربین اور معزز ساتھیوں میں سے جنہوں

نے بے شمار کفار و مشرکین کو مشرف بہ اسلام کیا تھا۔

پھر دسویں صدی عیسوی میں جب سلطان محمود غزنوی ایک عظیم مصلح، فاتح، اور علوم و معارف اسلامیہ کے مربی کی حیثیت سے ابھرا اور اپنے دارالحکومت غزنی میں ایک یونیورسٹی بنائی (جو وسطی ایشاء کی سب سے پہلے باقاعدہ یونیورسٹی ہے) اور اس کا نام ''جامعہ غزنی'' رکھا اور دیار و امصار سے اسلام کے نامور اکابر علماء و فضلا اور حکمائے روزگار کو دعوت دے کر اس یونیورسٹی میں پڑھانے کے لئے مامور کیا۔ تو اعلیٰ حضرت کے اجداد گرامی کو بھی جو فقہ حنفی اور تصوف اسلامی کے عظیم علماء سے تھے بلخ سے بلوا کر غزنی کے دارالعلم میں انتہائی تعزز و احترام کے ساتھ رکھا اس طرح تشنہ کامان علم ایک زمانہ تک ان کے سرچشمہ علمی پر سیراب ہوتے رہے اور فیضیان روحانی بھی حاصل کرتے رہے۔ غزنویوں کے زوال کے بعد غوریوں نے بھی ان کے ادب و احترام میں کمی نہ آنے دی اس طرح صدیوں کے ایک امتداد تک اعلیٰ حضرت کے اسلاف کبار سرزمین افاغنہ میں علوم و معارف اسلامیہ بالخصوص فقہ حنفی اور تصوف اسلامیہ کی تعلیمات کا سرچشمہ فیض بنے رہے انہوں نے غزنی، غوری، بدخشاں، ہرات میں ہزارہا جید علما اور مشائخ پیدا کئے۔

آپ کے انہی اجداد میں ایک عظیم المرتبت بزرگ مولانا شاہ سعید الدین تھے جو اپنے وقت کے عظیم ترین فقیہ ہونے کے علاوہ سلسلہ قادریہ کے بہت بڑے صاحب کرامت درویش بھی تھے۔ اشاعت دین کے شوق میں جو ہمیشہ علماء حق طریقہ رہا ہے ترک وطن کر کے فتح بابری کے بعد قندھار سے ہندوستان وارد ہوئے اور سرزمین ہند میں گھوم پھر کر جگہ جگہ کفار و مشرکین کو بے شمار تعداد میں حلقہ بگوش اسلام کیا اور اپنے خاندان کے متقدمین سے متوارث فاضلانہ علمی روایات کو بھی قائم رکھا اور عمر بھی طویل پائی اور اطراف بریلی پھر بریلی میں مستقل سکونت اختیار کر کے علمی و روحانی فیضان جاری رکھا، یہ سرزمین ہند میں اعلیٰ حضرت کے سب سے پہلے جد امجد تھے جو وارد ہوئے ۱۶۲۷ء میں جب سلطان شاہجہاں تخت نشیں ہوا تو اس نے کچھ جاگیریں بھی عطا کیں کہ وہ آپ کے گھرانے کو بڑی عزت و عظمت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ وہ جاگیریں انگریزی سامراج کے قبل تک آپ کے خاندان میں تھیں۔ آپ کے اجداد میں نسلاً بعد نسل علماء فضلاء پیدا ہوئے اور سب نے دین کی تبلیغی روایات کو اسی عظمت دیرینہ کے ساتھ قائم رکھا اور آنے والے دور کی صدیوں میں بھی اسی طرح باکمال اور یگانۂ روزگار علماء، فضلاء، فقہا اور ارباب طریقت اس خاندان سے پیدا ہوتے رہے اور امتیازی شان کے ساتھ دین و ملت کی خدمت کرتے رہے اس طرح اعلیٰ حضرت کا گھرانہ صدیوں سے چلا آتے رہنے والا عظیم علمائے ربانین کا گھرانہ ہے جنہوں نے صدیوں کے اس طویل امتداد میں عظمت دینی کے پرچم کو اپنی عظیم فاضلانہ روایات اور سچی دینی خدمات کے ذریعہ ہمیشہ سربلند رکھا اور عشق رسول میں سرشار ہو کر چراغ مصطفوی سے ہر دور کے شرار بولہبی کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور باطل کو ہمیشہ کے لئے سرنگوں کر دیا۔

آپکا خاندان آج تک اسی خط پر امتیازی شان کے ساتھ دینی تبلیغی خدمات کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہے، چنانچہ ماضی قریب اور ابھی پر نظر ڈالیں کہ خدمات اسلام کے صلہ میں یہ کیسے کیسے القابات سے نوازے گئے، دادا کو مجاہد جنگ آزادی، رئیس العلماء، والد کو تاج العلماء، رأس المحققین، اعلیٰ حضرت کو شیخ الاسلام والمسلمین، امام اہل سنت سو القابات و خطابات سے زائد، آپ کے بڑے صاحبزادے کو، حجۃ الاسلام اور چھوٹے کو مفتی اعظم عالم، پوتے کو مفسر اعظم اور ان کے صاحبزادہ کو، قاضی القضاۃ فی الہند، تاج الشریعہ، فقیہ اسلام، تاج الاسلام، مفتی اعظم وغیرہا، مؤخر الذکر کا اسم گرامی (علامہ مفتی) محمد اختر رضا (مدظلہ العالی) ہے جو آج اپنے خاندان کے متقدمین بزرگوں بالخصوص اعلیٰ حضرت، مفتی اعظم کے علمی و روحانی وارث و جانشین ہے آج آپ کی روحانیت و علمیت دنیائے اسلام کے دلوں پر حکومت کرتی ہے اور آپ کے فیضان سے مالامال نظر آتی ہے اللہ کرے آپ کے خاندان سے تا قیام قیامت یہ سلسلہ جاری رکھے۔ آمین

اعلیٰ حضرت کی شخصیت کو دو، چار سطر محیط نہیں کر سکتی مختصر یہ کہ اعلیٰ حضرت کی ذات پر جتنی جو کچھ لکھی گئی ہے اگر اسی پر نظر کریں تو آپ یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ اعلیٰ حضرت مفسر،

محدث، مفتی ہی نہیں بلکہ بہترین ''قائد اسلام'' ہیں جنہوں نے ہر موڑ پر مسلمانوں کی رہنمائی فرمائی اور پرچم اسلام کو سرنگوں نہ ہونے دیا۔

اعلیٰ حضرت کا زمانہ وہ ہے جس میں فتنوں کے انبار تھے اور ہر فتنہ بلاواسطہ یا بالواسطہ اسلام پر ضرب کاری کرتا تھا اور آپ ہر فتنہ کا صرف جواب ہی نہ دیا بلکہ آپ نے اس میں مسلمانوں کی رہنمائی بھی فرمائی خواہ وہ دیوبندیت کا فتنہ ہو یا وہابیت، تحریک خلافت دعویٰ نبوت، کانگریسیت، طرح طرح کے رسومات و خرافات وغیرہ کا ہر ایک سے آپ نے مقابلہ کیا اور اسے انجام تک پہنچا کر اسلام کی اصلی صورت کو اجاگر کی اور حق و باطل کے درمیان نہ مٹنے والا خط کھینچا جو روشن مینار کی طرح ہی نہیں بلکہ غور و فکر کرنے والے کے لئے آسمان، آفتاب و چاند سے زیادہ چمک دھمک رہا ہے۔

بے پناہ خوبیوں والا علم و فضل اور زہد و تقویٰ کا آفتاب ۲۵ رصفر ۱۳۴۰ھ بروز جمعہ مبارکہ دو پہر کے دو بجکر ۳۸ رمنٹ پر دین و علم کی خدمت کرتا ہوا چشم عالم سے چھپ گیا۔ اور ساری علمی و اسلامی دنیا کو سوگوار کر گیا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

آج ان کا ۸۷ رواں عرس حاضر ہے، لیکن ہم نے ان کے لئے کیا کیا، کیا ہم ان کے کھینچے ہوئے خطوط پر چل رہے ہیں؟ کیا اعلیٰ حضرت کا بتایا ہوا راستہ ہماری کامیابی و کامرانی کی ضمانت نہیں؟ ہے بالکل ہے مگر ہم غفلت کی دبیز چادر اوڑھے شرابیوں کی طرح خود میں مست ہیں ہمیں ہمارے اکابر سب دے گئے، پھلدار شجر لگا گئے ہم اس کے پھل نہیں توڑ پا رہے ہیں آج ہماری تنزلی، رسوائی، غریبی، مفلسی، کے ذمہ دار ہم خود ہیں ابھی بھی وقت نہیں گیا مسلمانوں ہوش میں آؤ! اور اپنے حقوق پہچانو، اسلام کو بلند کرنے کی نیت رکھو ہر کام اللہ و رسول کے لئے کرو ہمیشہ ہمیش تم ہی بلند، کامیاب اور قائد رہو گے۔

آج ہمارا کوئی قائد، مجاہد، حق کی آواز لیکر اٹھتا ہے تو بجائے اس کے شانہ بہ شانہ ہونے کے، آواز میں آواز ملانے کے، اس کے دشمن بن جاتے ہیں یا کوئی دنیاوی خوف سوار کر لیتے ہیں۔ اسلام کے مسائل میں دخل اندازی کی جاتی ہے، اسلام کی روح مسخ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور ہم سنا ان سنا کیئے دیتے ہیں۔ کیا تمہاری یہی قوت رہ گئی کہ ڈر کر بیٹھ جاؤ۔ کیا تم مسلمان نام کے مسلمان رہ گئے ہو، کیا اسلام کے خاطر تمہاری ہمدردی و محبت اسی قابل رہ گئی ہے۔ غور کیجئے! اگر تمہارے اکابر تمہاری طرح بزدل ہوتے۔ خوف کی چادر اوڑھ لیتے۔ سنا ان سنا کا لباس ملبوس کر لیتے۔ اسلامی حمیت سرد خانے میں ڈال دیتے۔ تو تم قیصر و کسریٰ کے چھکے کیسے چھڑا سکتے۔ باطل پرستوں کے پردۂ سماعت تک حق کی آواز کیسے پہچانتے۔ پوری دنیا پر حکومت کیسے کرتے۔

اے مسلمانو! اکابر کی قربانی یاد کرو۔ اسلام ہم سے کیا چاہتا ہے پیش نظر رکھو، اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کیسے ملے گی یہ سوچو۔ سنو! ہم سب اللہ کے مال ہیں جب تک وہ باقی رکھے گا ہیں اور جس دن وہ پاس بلائے گا کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔

اس حسین درس کے باوجود تمہارے اندر۔ خوف۔ ڈر۔ دہشت۔ ناکامی کا انجام۔ بزدلی۔ تف۔ ہے

ابھی زیادہ دن نہیں گزرے مسئلہ طلاق کے باب میں بمبئی کورٹ نے اسلام کے خلاف فیصلہ دیا۔ مگر ہم نے کیا کیا۔

ابھی صدام حسین کو حکومت سے بے دخل کیا ذلیل و رسوا کر کے قید میں رکھا۔ پھانسی ....

مگر مسلمان تماشائی کے سوا۔

ابھی وقت باقی ہے پوری دنیا اسلام مخالف ہے ایسے میں قرآن و احادیث کے احکام کا التزام۔ اکابرین کے حسین درس کا التزام۔ تاریخ صحابہ کرام کے مطالعہ اور اس پر عمل کرنے کا التزام۔ اسلامی سیاست بروئے کار لانے کا التزام۔ اسلام پر عمل پیرا ہونے کا التزام۔ کتنا تاکیدی ہو جاتا ہے۔

غور کے کان اور قبول کے کان سے سنئے! ہماری کامیابی اسلام میں مضمر ہے ہمیں سرخرو، بلند، قائد، حکمراں فقط اسلام ہی رکھ سکتا ہے اور دوسری کوئی طاقت ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ بالکل نہیں۔

☆☆☆☆☆

تجلیاتِ نعت

حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی

مومن وہ ہے جو ان کی عزت پہ مرے دل سے
تعظیم بھی کرتا ہے نجدی تو مرے دل سے

واللہ وہ سن لیں گے فریاد کو پہنچیں گے
اتنا بھی تو ہو کوئی جو آہ کرے دل سے

بچھڑی ہے گلی کیسی بگڑی ہے بنی کیسی
پوچھو کوئی یہ صدمہ ارمان بھرے دل سے

کیا اس کو گرائے دہر جس پر تو نظر رکھے
خاک اس کو اٹھائے حشر جو تیرے گرے دل سے

بہکا ہے کہاں مجنوں لے ڈالی بنوں کی خاک
دم بھر نہ کیا خیمہ لیلیٰ نے پرے دل سے

سونے کو تپائیں جب کچھ میل ہو یا کچھ میل
کیا کام جہنم کے دھرے کو کھرے دل سے

آتا ہے درِ والا یوں ذوقِ طواف آنا
دل جان سے صدقے ہو سر گرد پھرے دل سے

کیا جانیں یم غم میں دل ڈوب گیا کیسا
کس تہ کو گئے ارماں اب تک نہ ترے دل سے

کرتا تو ہے یاد ان کی غفلت کو ذرا روکے
للہ رضا دل سے ہاں دل سے ارے دل سے

قاضی القضاۃ حضور تاج الشریعہ مدظلہٗ

زینت سجادہ و بزم قضا ملتا نہیں
لعل یکتائے شہ احمد رضا ملتا نہیں

وہ جو اپنے دور کا صدیق تھا ملتا نہیں
محرم راز محمد مصطفیٰ ملتا نہیں

اب چراغِ دل جلا کر ہو سکے تو ڈھونڈیئے
پرتوِ غوث ورضا و مصطفیٰ ملتا نہیں

عالم سوز دروں کس سے کہوں کس سے کہوں
چارہ ساز درد دل درد آشنا ملتا نہیں

عالموں کا معتبر وہ پیشوا ملتا نہیں
جو مجسم علم تھا وہ کیا ہوا ملتا نہیں

زاہدوں کا وہ مسلم مقتدا ملتا نہیں
جس پہ نازاں زہد تھا وہ پارسا ملتا نہیں

فرد افراد زماں وہ شیخ اشیاخ جہاں
کاملان دہر کا وہ منتہا ملتا نہیں

استقامت کا وہ کوہ محکم و بالا تریں
جس کے جانے سے زمانہ ہل گیا ملتا نہیں

چار یاروں کی ادائیں جس میں تھیں جلوہ نما
چار یاروں کا وہ روشن آئینہ ملتا نہیں

مفتی اعظم کا ذرہ کیا بنا اختر رضا
محفل انجم میں اختر دوسرا ملتا نہیں

ضیائے قرآن

(کنزالایمان) اعلیٰ حضرت **امام احمد رضا** فاضل بریلوی علیہ الرّحمۃ والرّضوان

اللہ کے نام سے شروع جونہایت مہربان رحم والا

وہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور وہی مراد کو پہنچنے والے o بیشک وہ جن کی قسمت میں کفر ہے ﴿۱۰﴾ انہیں برابر ہے چاہے تم انہیں ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان لانے کے نہیں o اللہ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر کردی اور ان کی آنکھوں پر گھٹا ٹوپ ہے ﴿۱۱﴾ اور ان کے لئے بڑا عذاب o اور کچھ لوگ کہتے ہیں ﴿۱۲﴾ کہ ہم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے اور وہ ایمان والے نہیں فریب دیا چاہتے ہیں اللہ اور ایمان والوں کو ﴿۱۳﴾ اور حقیقت میں فریب نہیں دیتے مگر اپنی جانوں کو اور انہیں شعور نہیں o

(خزائن العرفان) صدر الافاضل **مولانا نعیم الدین** مرادآبادی علیہ الرّحمۃ والرّضوان

﴿۱۰﴾ اولیاء کے بعد اعداء کا ذکر فرمانا حکمت ہدایت ہے کہ اس مقابلہ سے ہر ایک کو اپنے کردار کی حقیقت اور اس کے نتائج پر نظر ہو جائے۔ **شان نزول:** یہ آیت ابوجہل ابولہب وغیرہ کفار کے حق میں نازل ہوئی جو علم الٰہی میں ایمان سے محروم ہیں اسی لئے ان کے حق میں اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے ڈرانا نہ ڈرانا دونوں برابر ہیں انہیں نفع نہ ہوگا مگر حضور کی سعی بیکار نہیں کیوں کہ منصب رسالت عامہ کا فرض رہنمائی و اقامت حجت و تبلیغ علیٰ وجہ الکمال ہے مسئلہ اگر قوم پند پذیر نہ ہو تب بھی ہادی کو ہدایت کا ثواب ملے گا، اس آیت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تسکین خاطر ہے کہ کفار کے ایمان نہ لانے سے آپ مغموم نہ ہوں آپ کی سعی تبلیغی کامل ہے اس کا اجر ملے گا محروم تو یہ بدنصیب ہیں جنہوں نے آپ کی اطاعت نہ کی کفر کے معنیٰ اللہ تعالیٰ کے وجود یا اس کی وحدانیت یا کسی نبی کی نبوت یا ضروریات دین سے کسی امر کا انکار یا کوئی ایسا فعل جو عند الشرع انکار کی دلیل ہو کفر ہے۔ ﴿۱۱﴾ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ کفار ضلالت و گمراہی میں ایسے ڈوبے ہوتے ہیں کہ حق کے دیکھنے سننے سمجھنے سے اس طرح محروم ہو گئے جیسے کسی کے دل اور کانوں پر مہر لگی ہو اور آنکھوں پر پردہ پڑا ہو مسئلہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ بندوں کے افعال بھی تحت قدرت الٰہی ہے۔ ﴿۱۲﴾ اس سے معلوم ہوا کہ ہدایت کی راہیں ان کے لئے اول ہی سے بند نہ تھیں کہ جائے عذر ہوتی بلکہ انکے کفر و عناد و سرکشی و بیدینی اور مخالف حق و عداوت انبیاء علیہم السلام کا یہ انجام ہے جیسے کوئی شخص طبیب کی مخالفت کرے اور زہر قاتل کھالے اور اس کے لئے دوا سے انتفاع کی صورت نہ رہے تو خود وہی مستحق ملامت ہے۔ ﴿۱۳﴾

بہارِ حدیث

فضائل زیارت قبور

از: شہزادۂ حضور تاج الشریعہ حضرت مولانا **محمد عسجد رضا خاں** قادری بریلی شریف

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ شہدائے احد کے مزارات پر ہر سال تشریف لیجاتے۔ جب وادی کے پاس پہونچتے تو شہداء کو سلام کرتے تو فرماتے: کہ تم پر سلامتی ہو تمہارے صبر کے سبب تمہارا آخری گھر بہت اچھا ہے۔

حضرت محمد ابراہیم تیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ ہر سال شہدائے احد کی قبروں پر تشریف لاتے اور یوں فرماتے: تم پر سلامتی ہو تمہارے، صبر کا بدلہ کیا ہی اچھا گھر ملا۔ سیدنا صدیق اکبر، فاروق اعظم اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی یہ ہی طریقہ تھا۔

حضرت داؤد بن ابی صالح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مروان بن حکم نے اپنے زمانہ تسلط میں ایک صاحب کو دیکھا کہ قبر اکرم سید عالم ﷺ پر اپنا منہ رکھے ہوئے ہیں۔ مروان نے ان کی گردن پکڑ کر کہا: جانتے ہو کیا کر رہے ہو؟ اس پر ان صاحب نے اسکی طرف متوجہ ہوکر فرمایا: ہاں میں سنگ وگل کے پاس نہیں آیا ہوں۔ میں تو رسول اللہ ﷺ کے حضور حاضر ہوا ہوں، میں اینٹ پتھر کے پاس نہیں آیا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔ دین پر نہ روؤ جب اس کا اہل اس پر والی ہو۔ ہاں اس وقت دین پر روؤ جب کہ نا اہل والی ہو۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی مرد اپنے بھائی کی قبر کی زیارت نہیں کرتا اور اس کے پاس نہیں بیٹھا مگر وہ صاحب قبر اس سے انس حاصل کرتا ہے اور اس کی باتوں کا جواب دیتا ہے جب تک وہ وہاں سے اٹھ کھڑا نہیں ہوتا۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ابورزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرا راستہ مقابر پر ہے۔ کوئی کلام ایسا ہے کہ جب ان پر گزروں کہا کروں؟ فرمایا: یوں کہہ، سلام تم پر اے قبر والو! اہل ایمان اور اہل اسلام سے، تم ہمارے آگے ہو اور ہم تمہارے پیچھے اور ہم انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں ابورزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا مردے سنتے ہیں؟ فرمایا: سنتے ہیں لیکن جواب نہیں دیتے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت مصعب بن عمیر اور ان کے ساتھیوں رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبور پر ٹھہرے اور فرمایا: قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! قیامت تک جو ان پر سلام کرے گا جواب دیں گے۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت مصعب بن عمیر اور ان کے ساتھیوں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبور پر ٹھہرے اور فرمایا قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان قیامت تک جو ان پر سلام کرے گا جواب دیں گے۔ [فتاویٰ رضویہ]

☆☆☆

مصدقہ

جانشین حضور مفتی اعظم ہند فقیہ اسلام تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں
قادری ازہری دامت برکاتہم العالیہ قدسیہ

فتاویٰ مرکزی دارالافتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضور تاج الملۃ والشریعۃ والدین فقیہ اسلام دامت برکاتہم العالیہ، السلام علیکم اللہ تعالیٰ حضور کا سایہ کرم بصحت و عافیت ہم غلاموں کے سروں پر تادیر قائم و دائم رکھے۔ آمین۔

میمن متقی مسجد کولمبو سری لنکا کے نام الحمد للہ خاصی رقم وقف کی ہے۔ اس کو حفاظت کی نیت سے ہم یہاں کے بینک کے (کرنٹ اکائنٹ میں) رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ اس اکاؤنٹ میں کچھ بھی زائد نہیں ملتا، اس نیت سے کہ ایک پیسہ بھی مسجد میں مشتبہ یا مشکوک نہ مل پائے۔ مسجد کے ٹرسٹ بورڈ کی میٹنگ ہوگی۔

اس نے کہا کہ اگر ہم اس رقم ڈپوزٹ اکاؤنٹ وغیرہ میں رکھیں تو مسجد کا فائدہ ہوگا، یہاں کے بینکوں سے جو زائد رقم ملتی ہے وہ سود نہیں ہے بلکہ نفع ہے۔ مختلف بینکوں کا ذکر آیا سب نے باتفاق رائے یہ فیصلہ کیا کہ حضور مفتی اعظم دامت برکاتہم العالیہ سے حکم شرع معلوم کیا جائے اور اسی پر عمل کیا جائے، استفتاء حاضر ہے۔ دوران گفتگو مندرجہ ذیل بینکوں کا ذکر آیا۔

نمبر۱- حکومت کے بینک ہیں، ان میں فکس ڈپوزٹ یا سیونگ کی شکل میں رکھیں تو کیا حکم ہے؟

نمبر۲- اس ملک (دارالحرب) میں کچھ مسلمان بھی اپنا بینک چلاتے ہیں، یہ مسلم بینک والے دوسرے بینکوں میں پیسے رکھتے ہیں اس طرح ان پیسوں سے دونوں (مسلم و کافر) کو فائدہ ہوتا ہے۔ اگر ہم ان مسلم بینکوں میں پیسہ رکھیں۔ اور وہ زائد رقم دیں تو کیا اس رقم کو بھی ہم مسجد کے کام میں لگا سکتے ہیں؟

نمبر۳- سیونگ بینک میں رکھنے کی صورت میں زائد رقم کم ملتی ہے۔ بینک کو فائدہ زیادہ ہوتا ہے تو کیا سیونگ بینک میں رکھنے میں قباحت ہے؟

نمبر۴- یہاں ایک سیلان بینک ہے جس کو چلانے والے کفار ہیں اس صورت میں سیلان بینک میں پیسہ رکھنا کیسا ہے؟

نمبر۵- پرائیویٹ بینک ہیں، مالک کفار ہیں، اس میں فکس ڈپوزٹ کی شکل میں رکھنے کی صورت میں جو نفع ملے اس کا استعمال مسجد کے لئے کیسا ہے؟

نمبر۶- پرائیویٹ بینک ہیں، مالکان مسلمان ہیں اس بینک سے پیسے لیکر لوگ کاروبار کرتے ہیں، اس مسلم بینک میں پیسے رکھنے کی صورت میں جو زائد رقم ملے گی اس کو مسجد کے لئے استعمال کرنا کیسا ہے؟

نمبر۷- وہ بینک جس کے بڑے شرکاء (میجر شیئر

ہولڈرس) کافر ہیں اور کچھ شیئر مسلمانوں کے بھی ہیں اس بینک سے ملنے والی زائد رقم کو مسجد کے کام میں لانا کیسا ہے؟

نمبر۸- وہ بینک جس کے مالک وغیرہ سب کافر ہیں کوئی مسلمان نہیں ہے، اس میں پیسے رکھنا اور زائد رقم کو مسجد کے کام میں لانا کیسا ہے؟

زید کا کہنا ہے کہ زائد رقم سود ہے اس لئے اس کا مسجد کے کاموں میں صرف کرنا درست نہیں ہے بلکہ اسے غریبوں کو ہی دیدینا چاہئے یا اس پیسے سے مسجد کا استنجا خانہ وغیرہ بنانا چاہئے۔ حکم شرع کیا ہے؟ اگر اس رقم کا استعمال مسجد کے لئے ناجائز ہے تو کیا یہ رقم غریبوں کو دی جا سکتی ہے؟

بکر کا کہنا ہے کہ چونکہ اس زائد رقم کو سود (انٹرسٹ) کہا جاتا ہے اس لئے اس کو ہرگز مسجد کے کام میں نہیں لگانا چاہئے۔ اس لئے کہ لوگ اسے برا کہیں گے۔ تہمت سے بچنا چاہئے۔

خالد کا کہنا ہے کہ اگرچہ بینک سے زائد رقم جو ملے لینا سود نہیں مگر تقوی کے خلاف ہے اور ہم بالکل شریعت مطہرہ کے مطابق عمل کریں گے، اس لئے ہم کو لینا بھی نہیں چاہئے، حفاظت کے لئے صرف رکھ دیں گے، وہ پوچھتے ہیں کہ بینکوں سے اس زائد رقم کا لینا بہتر ہے یا نہ لینا؟ بینوا توجروا

سائل عبداللطیف (حاجی یاسین نگریا)
متولی میمن حنفی مسجد کولمبو سری لنکا

الجواب: ۷۸۶- بعون الملک الوہاب، سود مطلقا حرام ہے قال تعالیٰ احل اللہ البیع و حرم الربوا سود مال معصوم میں ہوتا ہے عصمت مال عصمت دم کے تابع ہے مسلمانوں کا دم حقیقۃ معصوم ہے ذمی کے جان و مال کی حفاظت کا ذمہ سلطان اسلام نے فرمایا یوں اس کو بھی عصمت حاصل ہوگئی۔ حربی سے وہ معاملہ جو مسلمان اور ذمی سے ہوتا ہے (سود نہیں) ہدایہ میں فرمایا: لان الربوا لا یجری الا فی مال المعصوم. علامہ شامی قدس سرہ فرماتے ہیں: شرط الربا عصمة البدلين. حربی کا مال مال مباح ہے ہدایہ میں ہے:

لان مالهم مباح فی دارهم فبای طريق اخذه المسلم اخذ مالا مباحا اذا لم يكن فيه غدر. اس سے معلوم ہوگیا کہ عقود فاسدہ اور اُن کے سوا جیسے بھی (جائز طریقے) اس کا مال ملے بے غدر و بدعہدی اس کا لینا جائز ہے غدر ناجائز ہے اور اس سے ایسا معاملہ کرنے کی اجازت نہیں جس سے اسے ہی نفع پہونچے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ لنکا کی حکومت کے بینکوں میں روپئے جمع کرنے پر جو زیادہ رقم بینک دیتے ہیں وہ سود نہیں اگرچہ وہ بنام انٹرسٹ دیتے ہوں کہ کسی حلال چیز کو حرام کہنے سے وہ شئ حرام نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نمبر۲- مسلمان کے بینک میں روپئے جمع کرنے پر جو زائد رقم ملتی ہے وہ جائز نہیں ہے اور اس میں جمع کرنا جائز نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نمبر۳- جائز ہے کوئی قباحت نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نمبر۴- جس بینک میں مسلمان شیر ہولڈر ہو اس میں بھی روپئے جمع کرنا جائز نہیں اور زائد رقم لینا جائز نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نمبر۵- ہاں وہ زیادہ رقم لینا جائز ہے اور مسجد میں صرف کرنا بھی جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نمبر۶- جائز نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نمبر۷- جائز نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نمبر۸- زید کا کہنا صحیح نہیں ہے تفصیل ہے جو بیان ہوئی۔ اور تفصیل بالا سے ظاہر ہوا کہ جو بینک خالص کفار کے ہوں اس میں روپئے جمع کرکے زائد رقم لینا اور مسجد میں صرف کرنا جائز ہے اور جو بینک مسلمانوں کے ہوں یا کافروں کے ہوں اور مسلمان شیر ہولڈر ہو اس میں جمع

کر کے زائد رقم لیکر مسجد میں صرف جائز نہیں ہے اور اپنے صرف میں لانا بھی روا نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہٗ

☆ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ دیوبندی وہابی جن کے یہ عقائد ہیں کہ۔ یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ (نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو علم غیب تھا۔ صریح شرک ہے، جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ اور جو یہ کہتے ہیں کہ یہ (بزرگ) ہمارے شفارشی ہیں اللہ کے پاس سو یہ بات اللہ نے تو نہیں بتائی۔

سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو کہ اس کو اللہ کا بندہ اور مخلوق ہی سمجھے سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے۔ شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت (علم کی زیادتی) نص (قرآن حدیث) سے ثابت ہوئی فخر عالم ﷺ کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ اللہ سا علم اور کو ثابت کرنا سو اس عقیدے سے آدمی البتہ مشرک ہو جاتا ہے خواہ یہ عقیدہ انبیاء اولیاء سے رکھے خواہ پیر و شہید سے۔ پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

اس علم غیب میں حضور ﷺ کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون (بچہ اور پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم (عام جانوروں اور چوپایوں) کے لئے بھی حاصل ہے۔ وغیرہ (معاذ اللہ) ایسے لوگوں خاص طور پر ان کے علماء اور ائمہ کے جنازوں میں ہمارے کچھ سنی بھائی شریک ہوتے ہیں ان سے کہا جائے کہ ان کا عقیدہ ہمارے عقائد سے الگ ہے یہ گستاخ رسول ہیں آپ ان کی نماز جنازہ اور تجہیز و تدفین میں کیوں شریک ہوئے ہو تو کچھ کا جواب ہوتا ہے ہم عالم اور اچھا انسان سمجھ کر شریک ہوئے اور کچھ کہہ دیتے ہیں کہ تعلقات ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو سنی، جائز اور اچھا سمجھ کر انکی نماز جنازہ وغیرہ میں شریک ہوتے ہیں کیا ان کو تجدید ایمان اور تجدید نکاح وغیرہ کرنی ہوگی یا صرف توبہ سے کام چل جائے گا۔

جواب مفصل تحریر فرمادیں تا کہ عام لوگ بھی سمجھ سکیں اور عمل کریں۔

انجمن محبان خواجہ

اندرانگر ہلدوانی نینی تال

الجواب: صورت مسئولہ میں ایسے عقیدے رکھنے والوں کے جنازے کی نماز پڑھنی حرام قطعی ہے و گناہ شدید ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ولا تصل علی احد منهم مات ابدا ولا تقم علی قبره انهم كفروا بالله و رسوله وما توا وهو فاسقون ط کبھی نماز نہ پڑھا ان کے کسی مردے پر نہ اس کی قبر پر کھڑا ہو انہوں نے اللہ و رسول کے ساتھ کفر کیا اور مرتے دم تک بے حکم رہے۔

لہٰذا جو لوگ جانتے ہوئے ایسے عقیدے والوں کی نماز جنازہ پڑھیں اور ان کے لئے دعائے مغفرت کریں ان لوگوں کو توبہ کرنی چاہئے اور بعد توبہ تجدید ایمان بیوی والے ہوں تو تجدید نکاح بھی کریں تا وقتیکہ وہ لوگ توبہ صحیحہ نہ کریں مسلمان ان سے ترک تعلق کریں قال اللہ تعالیٰ فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظالمين اور جو سنی لوگ ان کے عقائد کفریہ سے واقف ہوئے پھر بھی اچھا جان کر مسلمان سمجھ کر ان کے جنازے کی نماز پڑھیں ان کے لئے دعائے مغفرت کریں وہ لوگ توبہ تجدید ایمان وغیرہ کریں صرف توبہ کافی نہیں ہے۔

فی الحلية نقلاً عن القرافي واقره الدعاء بالمغفرة للكافر كفر بطلبه تكذيب الله تعالیٰ فيما اخبر به اور ایسے لوگوں سے تعلقات رکھنا جائز نہیں ہیں مسلمان ان سے دور رہیں۔

حدیث میں ہے: اياكم واياهم لا يضلونكم

ولا یفتنونکم ان سے دور رہو اور ان کو اپنے سے دور رکھو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں فتنہ میں نہ ڈال دیں، اور نہ ہی ایسے عقیدے والے امام کے پیچھے نماز پڑھیں خواہ نماز جنازہ ہو یا پنجوقتہ یا جمعہ وعیدین کوئی نماز ان کے پیچھے نہ پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد ناظم علی قادری بارہ بنکوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضور سیدی مفتی صاحب قبلہ سلام نیاز قبول

☆ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ اراکین مدرسہ نے مدرسہ کے پیچھے جگہ کا ہندہ کو مسجد بنانے کے لئے بیعانہ دیا کہ یہ جگہ مسجد کے لئے خریدی جارہی ہے مسجد کا نام بھی رکھا گیا۔ اسی نام سے رسید بکیں چھپی مسجد کے نام سے چندہ کر کے قسطوں میں ہندہ کو رقم دی گئی۔

زید جو مدرسہ کا صدر تھا۔ جگہ اپنے نام کرالی کہ بعد میں مسجد کو وقف کردیں گے۔ ۲ سال بعد زید نے وہ جگہ بیچنے کو کہا اس پر ہندہ نے کہا مجھ سے آپ نے جگہ مسجد کے لئے خریدی تھی اور میں نے بھی مسجد کی وجہ سے دی تھی۔ کسی دوسرے کو بیچنے کے لئے نہیں اس جگہ مسجد بنواؤ یا جگہ مجھے واپس کرو۔ اب زید کا کہنا ہے ہماری نیت اس جگہ مسجد بنانا نہ تھی بلکہ ہماری نیت مدرسہ والی جگہ مسجد بنانے کی تھی، اور اس جگہ میں مدرسہ جبکہ جگہ لکھانے سے پہلے زید اور دوسرے اراکین نے مدرسہ کے مدرسین سب نے اسی جگہ کو مسجد کی بتا کر چندہ کیا اور چندہ دینے والوں نے بھی مسجد کے لئے چندہ دیا۔

اب زید خریدی ہوئی جگہ اور مدرسہ والی جگہ دونوں کو بیچ رہا ہے مدرسہ ختم کر رہا ہے۔ زید کا کہنا ہے کہ دونوں جگہوں کو بیچ کر پیسہ ہم اپنے مدرسہ میں لگائیں گے جو زید نے اپنے شہر میں قائم کیا ہے۔

۱- کیا یہ جگہ ہندہ کو واپس کی جائے گی، اگر واپس کی جائے تو اس قیمت پر واپس ہوگی یا فائدہ لیا جائے گا۔

۲- کیا خریدی ہوئی جگہ مسجد مانی جائے گی یا زید کی نیت کے مطابق مدرسہ والی جگہ مسجد مانی جائے۔

۳- کیا مسجد کے نام سے لی ہوئی جگہ بیچ کر پیسہ کسی مدرسہ میں لگایا جاسکتا ہے۔

شریعت مطہرہ کی روشنی میں مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی زرینہ بیگم
سنگم وہارلونی ضلع غازی آباد یوپی

الجواب:- جب وہ جگہ مسجد بنانے کے لئے لی گئی تھی تو اس جگہ مسجد بنائے اور لوگوں سے بنام مسجد چندہ بھی لیا گیا ہے اور زید نے جو جگہ اپنے نام کسی مصلحت کے پیش نظر کرلی تھی وہ اس جگہ کا مالک نہیں ہے بلکہ وہ جگہ مسجد ہی کی رہے گی۔ اور اس جگہ کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے زید توبہ کرے اور اس کو فروخت کرنے سے باز رہے۔ اور اگر اس خریدی ہوئی مسجد کی جگہ پر مسجد نہیں بنانا ہے تو ہندہ کو زمین واپس کردے اور وہ قیمت واپس کردے۔ اور فائدہ بھی لے سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲- مدرسہ کی جگہ مسجد بنانا جائز نہیں ہے اور خریدی ہوئی جگہ مسجد نہیں مانی جائے گی جب تک اس جگہ پر نماز باجماعت اذان واقامت سے ادا نہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳- چندہ دہندگان کو رقم واپس کرے جگہ فروخت کر کے اس رقم کو مدرسہ میں لگانا جائز نہیں ہے ہاں چندہ دہندگان کی اجازت سے وہ رقم مدرسہ میں لگا سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد مظفر حسین قادری رضوی

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ

☆☆☆☆

ماہ صفر اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ

☆☆☆ والدہ ماجدہ مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری بریلی شریف ☆☆☆

محرم کا مہینہ ختم ہوا تو صفر کے چاند نے طلوع ہو کر دلوں میں ایک نئی تڑپ پیدا کردی۔ تقریباً آج سے ستاسی سال قبل کے واقعات دھندلے دھندلے نقوش کی طرح صفحۂ دماغ پر ابھرنے لگے اس مہینے کی تاریخی اہمیت کبھی کم نہ ہوگی یہ ہمیشہ ماضی کے ایک زریں دور کی یاد تازہ کرتا رہے گا وہ مبارک دور جس کا اختتام اس مہینے کی آخری تاریخوں میں ہوا تھا اسی ماہ کی پچیس تاریخ کو دنیائے اسلام کے ہاتھ سے ایک ایسی گراں مایہ متاع جاتی ہے جس کی تلافی زمانۂ مابعد میں ہونا مشکل ہے۔ وہ متاع گراں بہا، رہبر رہبراں، مجدد مائۃ ماضیہ، مؤید ملت طاہرہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات تھی۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت بریلی شریف کے مشہور و معروف عالم فاضل حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ۱۰ر شوال المکرم ۱۲۷۲ھ کو ہوئی، فضیلت اور بزرگی کے آثار روز پیدائش ہی سے نمایاں ہونے لگے اور کیوں نہ ہوتے انہیں تو چودہویں صدی کا مجدد ہونا تھا، بقول شیخ سعدی ۔

بالائے سرش زہوشمندی
می تافت ستارۂ بلندی

آپ کے والد چونکہ صاحب علم بزرگ تھے اسلئے آپ کے تعلیم و تربیت کا بھی معقول انتظام کیا گیا، ابتداء ایک مولوی صاحب سے قرآن پاک پڑھا۔ چار سال کی عمر میں قرآن پاک کا ناظرہ ختم کرلیا جس وقت قرآن پاک پڑھتے تھے اس وقت کا واقعہ ہے کہ ایک روز مولوی صاحب مذکور کسی آیت کریمہ میں بار بار ایک لفظ آپ کو بتاتے تھے مگر آپ کی زبان سے ادا نہیں ہوتا تھا۔ وہ زبر بتاتے تھے، آپ زیر پڑھتے تھے اس پر استاد نے کسی قدر خفگی کا اظہار کیا جو خلاف معمول تھی یہ کیفیت حضور کے جد امجد حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ملاحظہ فرمائی تو حضور کو اپنے پاس بلالیا اور کلام پاک منگوا کر دیکھا اس میں کاتب سے اعراب کی غلطی ہوگئی تھی اور وہی صحیح تھا جو اعلیٰ حضرت کی زبان مبارک سے نکلتا تھا، یہ تھی تائید غیبی کہ اللہ تعالیٰ نے تنزیل کے خلاف حرف کی ادائیگی سے آپ کی زبان کو محفوظ رکھا، غرض قرآن پاک اور ابتدائی فارسی وعربی کی کتابیں دوسرے استاذوں سے پڑھنے کے بعد دینیات کی تکمیل اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے کر کے تیرہ سال دس ماہ کی عمر شریف میں سند فراغت حاصل کرلی اور اپنے والد صاحب کے حکم سے مسند افتاء پر رونق افروز ہوگئے۔ اعلیٰ حضرت نے چھ سال کی عمر میں ربیع الاول شریف کے موقع پر ایک مجمع کثیر میں پہلا وعظ فرمایا تھا اور سب سے پہلا فتویٰ اس روز لکھا جس روز سند فراغت حاصل کی تصنیف و تالیف، تفتیش و تحقیق کی طرف طبیعت چونکہ ابتداء ہی سے مائل تھی اس لئے افتاء وغیرہ کے کام کے ساتھ تصنیف و تالیف اور درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری کردیا اور دنیا کو ایسی بلند پایہ تصانیف دے گئے جس سے لوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں اور قیامت تک آنے والے اٹھاتے رہیں گے آپ نے اپنی قوت تحقیق سے بہت سی مردہ سنتوں کو زندہ کیا اور بہت ایسے مسائل کو جو عوام تو کیا خواص کی نظروں سے بھی مخفی تھے واضح دلیلوں کے ساتھ سب کے

سامنے پیش کر دیا، آپ کی تصنیفات کی کل تعداد چھ سو سے زائد ہے اور وہ سب پچاس فنون پر مشتمل ہیں یوں تو فرداً فرداً آپ کی ہر تصنیف بہت اہمیت رکھتی ہے لیکن ان میں بعض بہت بلند پایاں ہیں مثلاً ''الدولۃ المکیۃ، سبحان السبوح، الامن والعلیٰ، فتاویٰ رضویہ وغیرہ۔ آپ کی علمی قابلیت کا لوہا عرب وعجم کے اکابر علماء نے مانا ہے ان لوگوں کی تحریروں کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ آپ کی قابلیت کے کس درجہ مداح ہیں ان کی تحریر کا ایک ایک حرف آپ کی جامعیت اور تبحر کے اعتراف کا آئینہ دار ہے۔ آپ نے صرف تصانیف کے ذریعہ دین کو تقویت نہیں پہنچائی بلکہ اپنے فیض تربیت سے ایسے جلیل القدر علماء بھی تیار کئے جنہوں نے آگے چل کر اپنی تقریر وتحریر سے مسائل دینیہ اور احکام شرعیہ کی بھرپور اشاعت کی۔ اعلیحضرت سے پہلے بریلی میں سنیوں کی کوئی درسگاہ نہ تھی چنانچہ ۱۳۲۲ھ میں ایک مدرسہ قائم کیا گیا جو آج بھی بفضلہ تعالیٰ موجود ہے۔ اور آپ کی علم دوستی کی مجسم یادگار ہے۔ اعلیٰ حضرت نے کبھی خود مدرسہ میں جاکر درس نہیں دیا بلکہ مدرسہ کے قیام سے پہلے مکان پر طلبہ کو درس دیا کرتے تھے جن لوگوں کو آپ کے شاگردی کا شرف حاصل ہوا ان میں خلف اکبر اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ، مولانا امجد علی صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ (مصنف بہار شریعت) قبلہ، مفتی ظفر الدین صاحب بہاری، شیر بیشۂ اہل سنت مولانا حشمت علی صاحب پیلی بھیتی رحمۃ اللہ علیہ خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ یہ وہی مولانا امجد علی صاحب اور مفتی ظفر الدین صاحب ہیں جن کے متعلق اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے
اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

میرا امجد مجد کا پکا
اس سے بہت کچھاتے یہ ہیں

ان اشعار سے ان حضرات کی رد وہابیہ کی قابلیت بھی واضح ہو جاتی ہے یہ صرف شاعرانہ تعالی نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ جہاں یہ لوگ مناظرے کے لئے پہونچ جاتے تھے وہابیہ کو شاندار شکست ہوتی تھی اور یہ تمام تر اعلیٰ حضرت قبلہ کے حسن تربیت ہی کا نتیجہ تھا اعلیٰ حضرت قبلہ کی حیات مبارکہ کے مطالعہ کے بعد معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کا وجود درحقیقت علم وفضل کا دریا تھا جس سے متذکرہ بالا نہریں جاری ہوئیں جنہوں نے سیکڑوں تشنگان علم کو سیراب کیا۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی سنت نبوی کا مکمل نمونہ تھی ان کا ہر عمل سنت کے مطابق ہوتا تھا۔ اتباع سنت تو تھی ہی رضا الحب للہ والبغض للہ آپ کی سرشت کے جوہر تھے۔ آپ کو حضور نبی کریم ﷺ سے بے پناہ محبت تھی اس کا اظہار آپ کی تحریروں کے ایک ایک لفظ سے ہوتا ہے آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ بانیٔ اسلام ﷺ کی محبت میں ڈوبا ہوا تھا۔

جمادی الاولیٰ ۱۲۹۴ھ کو مارہرہ مطہرہ جاکر حضرت سیدنا شاہ آل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے شاہ صاحب قبلہ نے بیعت فرمایا اور فوراً ہی خلافت دے دی اور جو عطیات سلف سے ان کو ملے تھے وہ سب ایک صندوقچی جو وظیفہ کی صندوقچی کے نام سے موسوم تھی مرحمت فرمائی اعلیٰ حضرت بیعت کے بعد ۱۲۹۵ھ میں پہلی بار حج وزیارت سے مشرف ہوئے ایک روز نماز مغرب مقام ابراہیم میں ادا کی بعد نماز امام شافعیہ حضرت حسین بن صالح جمال نے آپ کا دست مبارک پکڑا اور اپنے دولت کدہ پہ لے گئے اور اعلیٰ حضرت کی پیشانی پکڑ کر دیر تک فرماتے رہے میں بیشک اس پیشانی میں اللہ کا نور دیکھتا ہوں اس کے بعد صحاح ستہ اور سلسلۂ قادریہ کی اجازت لکھ کر عنایت فرمائی اور فرمایا تمہارا نام ضیاء الدین احمد ہے اس وقت اعلیحضرت کی عمر تئیس سال تھی انکے علاوہ حرمین شریفین کے اکابر علماء نے بالاتفاق اعلیٰ حضرت کو چودہویں صدی کا مجدد مانا۔

☆☆☆

امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کے جدید تعلیمی نظریات

از: ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی، جسولی، بریلی شریف

مجدد اسلام، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ العزیز (م ۱۹۲۱ء) علم و فضل میں یکتائے روزگار ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم ماہر تعلیم بھی تھے۔ ان کی متعدد تصانیف مثل ''الاجازات المتینہ'' اور ''فتاویٰ رضویہ'' وغیرہا میں ان کے تعلیمی نظریات پائے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں انہوں نے ۱۸۹۴ء میں ایک دس نکاتی جدید تعلیمی منصوبہ بھی پیش فرمایا تھا، جو نہ صرف ان کے عہد کے مسلمانان برصغیر بلکہ مسلمانان عالم کے لئے اہمیت و افادیت کا حامل تھا بلکہ عصر موجودہ کے مسلمانان عالم کے لئے اسی اہمیت اور افادیت کا حامل ہے۔

مذکورہ دس نکات کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

(۱) تعلیم خواہ انفرادی طور پر دی جارہی ہو یا اجتماعی طور پر، ہر ایک کا مرکز اسلام ہو۔

(۲) تعلیمی درس گاہوں سے سچے مسلمان فارغ التحصیل کئے جائیں۔ سائنس بھی علم کا حصہ ہے لیکن کسی بھی طرح کی ایجاد کا علم خالق کے عطا کردہ علوم سے باہر نہ ہو بلکہ ہر علم اسلام کی روشنی میں حاصل کیا جائے۔

(۳) نظام تعلیم خاص طور پر محبت رسول ﷺ پیدا کرے، ساتھ ہی ساتھ صحابہ، اہل بیت، اولیاء اور علماء کی محبت بھی درسگاہوں کے درس میں اول ہو۔

(۴) نظام تعلیم حقانیت اسلام کا داعی ہو۔

(۵) طلبۂ اسلام کے ایسی تعلیم دی جائے جو دنیوی و اخروی فلاح و بہبود کا ضامن ہو۔ فضول مضامین کو خارج از نصاب کیا جائے۔

(۶) اساتذہ کو صرف استاذ ہونا چاہئے اور انہیں امت مسلمہ کی تعلیم و تربیت کا آفاقی تصور ذہن نشین ہونا چاہئے۔

(۷) طلبۂ اسلام کو دوران تعلیم خود اعتمادی اور مسلم فوقیت کی اصلاح مدنظر رکھنا چاہئے۔

(۸) طلبۂ اسلام میں علم سے محبت ہونی چاہئے کیوں کہ معاشرہ کی ترقی کا راز علم میں پوشیدہ ہے۔

(۹) درس گاہوں میں تعلیم پانے والے طلبہ کے اخلاق و عادات اور کردار اعلیٰ ہوں اور ذہنی قابلیت کے ساتھ ساتھ انہیں جسمانی طور پر بھی صحت مند ہونا چاہئے۔

(۱۰) درس گاہوں کو طلبہ کے لئے ایسا ماحول مہیا کرنا چاہئے جو ان کے تعلیم میں دلچسپی اور مقصد میں کامیابی کی راہ ہموار کرے۔

جائزہ

اب ہم امام احمد رضا کے اس دس نکاتی تعلیمی منصوبہ کا ایک جائزہ پیش کرتے ہیں۔

ایک صالح اور پرامن معاشرہ کی تشکیل موثر تعلیمی نظام کے بغیر ممکن نہیں اور یہ وہی نظام تعلیم ہے جس کا مرکز اسلام ہو کیوں کہ اسلام دین حق اور دین فطرت ہونے کے ساتھ ساتھ نظام حیات کا آفاقی تصور بھی ہے۔

امام احمد رضا کے دور میں اسلامی معاشرہ غیروں کے کنٹرول میں تھا اور اسلامی معاشرہ میں ظلم ایک جہت سے نہیں بلکہ ہر جہت سے تھا اور یہ حالت اب بھی جوں کی توں ہے لہٰذا ضرورت تھی ایسے نظام تعلیم کی جو طلبہ کے ذہن وفکر کو اسلامی رنگ، تب وتاب اور توانائی سے اس طرح آراستہ اور نور بار کردے کہ وہ اس ظلم کو کاٹ کر پرامن اور پاکیزہ اسلامی معاشرہ کی تشکیل کریں۔

وہ نظام تعلیم جو مسلمانوں میں لادینی نظریات کو فروغ دے رہا تھا اور آج بھی وہی پوزیشن ہے، امام احمد رضا نے اس کی نشاندہی فرمائی اور اسلامی نظام تعلیم کو ہر مسلم درس گاہ یعنی انسٹی ٹیوٹ کی بنیاد قرار دیا۔

کتنی بڑی ٹریجڈی تھی اور آج بھی وہی المیہ ہے کہ مسلم خاندان کے بچے اسکول میں تعلیم حاصل کریں اور تہذیب وتمدن غیروں کا اپنانے میں فخر محسوس کریں۔ در اصل یہ ایک سازش تھی، اس خطرے کی طرف بھی امام احمد رضا نے اشارہ دیا اور اس سازش کے جال کو کاٹ پھینکنے کے لئے یہ دس نکاتی فارمولہ پیش فرمایا۔

امام احمد رضا کے دور میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں جو تعلیم دی جارہی تھی اس میں طلبہ کو دینیات یا اسلامیات کی تعلیم ضرور دی جارہی تھی مگر سائنس پر اسلام کو فوقیت دینے کے بجائے اسلام کو سائنس کے تابع کرنے کی کوشش کی گئی کیوں کہ اس وقت ایسی ہی یونیورسٹی سے فارغ التحصیل افراد کو انتظامی امور اور دوسرے اہم واعلیٰ عہدوں پر جگہ مل جاتی تھی، اس طرح اسلام کو اس کے حقیقی شکل میں پیش کرنے کے بجائے نئے روپ میں پیش کیا گیا۔ امام احمد رضا نے ایسے نظام تعلیم کی طرف خصوصی توجہ دلائی جو اسلام کی حقیقی شمع روشن کرنے کا سبب ہو۔

مسلم طلبہ کا علم اور ان کی صلاحیت اسلامی معاشرہ میں فوائد وثمرات چھوڑنے کے بجائے دوسروں کی نذر ہوئی لہٰذا امام احمد رضا نے مسلمانان عالم کے لئے یہ منصوبہ پیش فرمایا اور انہیں اپنے علم اور صلاحیت کو اسلامی معاشرہ کے لئے وقف کرنے کی تلقین کی۔

امام احمد رضا نے پیغمبر اسلام ﷺ، صحابۂ کرام، اہل بیت اطہار، اولیائے امت اور علمائے ملت کی محبت و عقیدت اور احترام کو اولیت دی ہے۔ حضور نبی امی ﷺ کی محبت اور ان کا اتباع تو حکم قرآنی ہے۔ آقا حضور ﷺ ہی جان ایمان ہیں۔ علاوہ ازیں ان کے اصحاب وعزت اور ان کی امت کے اولیاء وعلماء کا ادب واحترام بھی ایمان کا حصہ ہے۔ اللہ کے ان احسان یافتہ بندوں کے دامن سے وابستگی کے بغیر مسلمان صراط مستقیم پا ہی نہیں سکتا۔

عہد امام احمد رضا کے جدید تعلیم یافتہ افراد میں بعض نے انگریزوں کے اشارے پر اسلامی عقائد ونظریات کے خلاف "جدید اسلام" کو فروغ دینے کے لئے بھرپور خدمات انجام دیں، امت مسلمہ میں نئے نئے فرقوں کی بنیاد ڈالی، مسلم طلبہ کو بھی طبقوں میں تقسیم کردیا۔ اعلیٰ طبقہ کے لوگوں کا اسلام مدرسہ کے غریب طلبہ کے اسلام سے جداگانہ ظاہر کیا گیا۔ آج بھی یہ طبقاتی تقسیم بہر حال قائم ہے۔

امام احمد رضا کا یہ تعلیمی پروگرام اس طبقاتی تقسیم پر روک بھی لگاتا ہے اور اسلام کے ثقافتی ورثہ کے تحفظ کی اہمیت کو بھی اجاگر کرتا ہے، مسلم طلبہ کو نبی امی ﷺ کے عشق واتباع اور ان کے صحابہ، اہلبیت، اولیاء وعلماء کی وابستگی سے دور رکھنے کا اعداء اسلام اور ان کے ہم نوا ماڈرن مسلمانوں کا یہی مقصد تھا کہ اسلامی قیادت، اسلامی تشخص اور اسلامی تعلیم وتہذیب کو مٹا کر "جدید اسلام" پیش کیا جائے تاکہ مسلمانوں پر انگریزوں کا غلبہ قائم رہے اور آج بھی جدید نئے اور تہذیب مغرب کے دیوانے مسلمانوں کو غیروں کے حصار غلامی میں محصور رکھنا چاہتے ہیں۔

مصر میں محمد عبدہ مصری نے جدید تعلیمی تحریک کی آڑ میں یہی سب کیا اور ''ماڈرن اسلام'' متعارف کرایا ہندوستان میں جب ۱۹رویں صدی کے اواخر میں کسی دوسرے مفکر نے علی گڑھ تحریک کے متبادل نظام پیش نہیں کیا صرف امام احمد رضا نے اس فریضہ کی طرف توجہ دی اور اسی سے ان کے اس اصلاحی تعلیمی منصوبہ کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ابھی تک امام احمد رضا کے تعلیمی منصوبہ کا جو تجزیہ پیش کیا گیا وہ اس کے نکتۂ اول، نکتۂ دوم کے حصہ اول، نکتۂ سوم اور نکتۂ چہارم سے متعلق ہیں۔

امام احمد رضا کے اس تعلیمی منصوبہ سے یہ بھی واضح ہے کہ تعلیم کا مقصد فقط بچہ کو بہت ساری معلومات فراہم کرنا نصاب کی تکمیل اور امتحان میں کامیابی حاصل کرکے سند یا ڈگری لے لینا اور پھر اچھی ملازمت یا سماج میں اونچی پوزیشن حاصل کرنا نہیں ہے بلکہ ان کے نزدیک تعلیم انفرادی طور پر دی جارہی ہو یا اجتماعی طور پر اس کا مقصد ہے معاشرہ میں ایسے افراد پیدا کرنا جن سے پورا معاشرہ اثر لے اور جو دوسروں کے لئے نمونہ ہوں۔

اس سے قبل کہ امام احمد رضا کے اس تعلیمی منصوبہ کے دوسرے نکتہ کے آخری حصہ یعنی ''سائنس بھی علم کا حصہ ہے لیکن کسی بھی طرح کی ایجاد کا علم خالق کے عطا کردہ علوم سے باہر نہ ہو بلکہ ہر علم اسلام کی روشنی میں حاصل کیا جائے'' نیز پانچویں اور چھٹے نکتے پر بحث کی جائے ان کے فتاویٰ رضویہ میں شامل ان کا یہ تعلیمی نظریہ بھی ملاحظہ کرتے چلئے۔

فرماتے ہیں:

۱-سب سے پہلے علم دین بقدر کفایت ضروری ہے۔

۲-اس کے بعد ایک جماعت تفصیلی طور پر علوم دینیہ مثل حدیث، تفسیر، فقہ وغیرہ کی تحصیل میں مشغول ہو۔

۳-بقیہ افراد امت کے لئے مباح ہے کہ وہ علوم جو دنیوی امور میں کارآمد اور مفید ہوں حاصل کریں۔ ایسا کرنا ان کے لئے مباح ہے۔

۴-بغرض تحقیق وتردید فرق باطلہ واوہام غاطلہ ان علوم کی تحصیل جائز ہے جن کی تحصیل وتعلیم سے روکنے ہیں امام احمد رضا کے قول کے مطابق ہر مسلمان مرد یا عورت وہ اسکول، کالج یا یونیورسٹی کے اسٹوڈنٹ ہوں یا نہ ہوں۔ عقائد ضروریہ دینیہ کا علم طریقوں سے کما حقہ واقف ہوسکے۔ یہ امام احمد رضا کا بنیادی تعلیمی نظریہ ہے یعنی مرکز بقلم اسلام ہو۔

امام احمد رضا نے مسلمانوں کو دنیوی وعقلی علوم کی اجازت دی ہے وہ سائنس، ریاضی، جغرافیہ، معاشیات، علم تجارت، عمرانیات یا زبان وادب وغیرہ کچھ بھی ہوں البتہ یہ ضروری ہے کہ ہر علم کو قرآن وسنت کی روشنی میں پرکھا جائے جو کھرا اترے اسے تسلیم کیا جائے ورنہ اس کا رد بلیغ کیا جائے۔ ان کا نظریہ یہ ہے کہ اشیاء کی معرفت سے پہلے خالق اشیاء کی معرفت حاصل کی جائے اور دنیوی علوم کو دین کا خادم بنادیا جائے۔

امام احمد رضا کا یہ فرمان ان کے تعلیمی پروگرام کے دوسرے نکتہ کے آخری حصہ کی وضاحت کرتا ہے۔

امام احمد رضا اپنے تعلیمی پروگرام کے توسط سے جس ماڈل اسلامی معاشرہ کی تشکیل چاہتے ہیں اس معاشرہ میں تعلیم دینے والے اساتذہ کو ایسا استاذ دیکھنا چاہتے ہیں کہ جو تعلیم دینے کا مقصد فقط ڈیوٹی کی انجام دہی نہ سمجھیں بلکہ وہ ایسے افراد کی پیداوار میں اضافہ کریں اور اس اضافہ کو یقینی بنائیں جن سے اسلامی فلاحی معاشرہ کی تشکیل ہو۔

موجودہ دور میں نظام تعلیم کا ایک اور سانحہ شعبہ جاتی پہلو ہے جو لوگ تنگ نظر تعلیمی نظریہ کا اظہار ہے کیوں کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اساتذہ کسی بھی ایک مضمون میں تخصص کی بنیاد پر تعلیم دیتے ہیں جنہیں اپنے مضمون

کے علاوہ دیگر مضمون کے بارے میں علم حاصل نہیں ہوتا۔ ایک ہی دائرہ میں محدود اساتذہ ایک طالب علم کی کل ضروریات کو پورا کرنے کی صلاحیت سے عاری ہوتے ہیں۔

امام احمد رضا نے اپنے تعلیمی نکات میں اسلام کو بنیاد تعلیم قرار دیکر اس کا متبادل تصور پیش کیا۔ ان کے دور میں بریلی شریف میں مضمون پر حاوی اساتذہ نے علم کے موتی بکھیرے، خود امام احمد رضا ۸۰، ۸۵ نقلی و عقلی علوم وفنون پر ملکہ رکھتے تھے۔ شریعت اسلامی و دیگر علوم دینیہ، سائنس، ریاضی، فلسفہ، عمرانی و معاشی علوم وغیرہ ان کے دائرہ تدریس میں داخل تھے۔

امام احمد رضا کے اس تعلیمی منصوبہ کی روشنی میں اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، اسلام کو تعلیم کی بنیاد بنانے سے جملہ مضامین کا علم اور فہم حاصل کرنا ممکن بلکہ ضروری ہوتا ہے کیوں کہ قرآن حکیم میں جملہ مضامین کے بارے میں تفصیلی بیان موجود ہے جیسا کہ اس کا دعویٰ ہے۔

" وتفصیل کل شیٔ" یوسف : ۱۱۱

امام احمد رضا کے ان نکات کا خلاصہ اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے کہ اس نظام تعلیم میں ایک طالب علم انسانیت کے لئے ایک نمونہ ہوگا۔ امام احمد رضا کے ان نکات میں اسلامی تہذیب کو پروان چڑھانے کا موقع فراہم کیا گیا ہے۔

ایسے اداروں میں جہاں اسلامی نظام تعلیم کا نفاذ ہو، اسلامی تہذیب با آسانی اپنا مقام حاصل کرسکتی ہے اور اسلامی تہذیب وتمدن کے توسط سے اہل اسلام میں بھائی چارے کو فروغ حاصل ہوگا۔ دنیوی اور اخروی کامیابیاں اسلامی نظام میں مضمر ہیں۔ امام احمد رضا کے اس تعلیمی منصوبہ سے طلبہ نہ صرف اپنی دنیوی زندگی کو بہتر بنا سکتے ہیں بلکہ روحانی میدان میں بھی مقام کا حصول ان کے لئے آسان ثابت ہوسکتا ہے۔

امام احمد رضا نے اپنے تعلیمی پروگرام کے ساتویں نکتے میں وضاحت فرمائی ہے کہ طلبہ میں خودداری اور خود شناسی کا جوہر پیدا کریں تاکہ وہ دست سوال دراز کرنے کے عادی نہ ہوجائیں اور اپنا جوہر کھوکر معاشرے کے لئے ایک بوجھ اور اسلام کے لئے ایک کلنک نہ بن جائیں۔

امام احمد رضا کا آٹھواں نکتہ حرمت علم سے متعلق ہے۔ طلبہ کے دل میں علم اور متعلقات تعلیم کا احترام پیدا کیا جانا چاہئے کیوں کہ معاشرہ کی صالحیت اور ترقی کا راز علم میں پوشیدہ ہے۔ علم ہی وہ نور ہے جو انسان کے فکر ونظر کو نور بار کرکے اس کے توسط سے معاشرہ بلکہ پوری قوم کو منور و تاباں کردیتا ہے۔

طلبہ کو صحبت بد سے بچایا جائے کیوں کہ یہی عمر بننے اور بگڑنے کی ہوتی ہے۔ تعلیم انسان کو مہذب بناتی ہے۔ اس کے اخلاق وکردار کو سنوارتی ہے اور وہ تعلیم جس کا مرکز اسلام ہو وہی طلبہ کو بلند اخلاق وکردار کا مالک بنا سکتی ہے البتہ اساتذہ کی تربیت ضروری ہے اور ایسے اساتذہ کی ضرورت ہے جو شخصیت کی تعمیر کا فن جانتے ہیں۔

امام احمد رضا مفید کھیل اور سیر وتفریح کو بھی ضروری قرار دیتے ہیں تاکہ طالبعلم کی طبیعت میں نشاط وانبساط باقی رہے اور وہ مسلسل تحصیل علم سے اکتا نہ جائے۔

آخر میں امام احمد رضا سکینت پر زور دیتے ہیں یعنی تعلیمی ادارے کا ماحول پرسکون اور باوقار ہونا چاہئے تاکہ طالب علم کے دل میں وحشت اور انتشار فکر پیدا نہ ہو۔

خلاصۂ کلام

امام احمد رضا کے ان تعلیمی نکات کا مقصد ایک ایسے معاشرہ کی تشکیل ہے جس کا ہر فرد دوسرے کے لئے نمونہ ہو، جس کے اخلاق وعادات اور اطوار اسلامی تعلیمات کا نمونہ ہوں۔ امام نے علوم دینیہ کے علاوہ دیگر ضروری اور

کارآمد دنیوی علوم کو بھی ضروری قرار دیا ہے البتہ وہ علوم جو کلیۃً اسلامی نظریات سے متصادم ہوں ان کی اجازت نہیں دی ہے۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ امام کا منصوبہ طلبہ کے دنیوی اور اخروی فلاح کی کلید ہے۔ ان کے تعلیمی نظریات کا خلاصہ ہم اس طرح بھی بیان کر سکتے ہیں کہ اس نظام تعلیم میں ایک طالب علم قدیم وجدید علوم کا امتزاج یا جامع اور اسے ایک مکمل انسان کی صورت میں پیش کیا جاسکتا ہے جو زمین پر خدا کا نائب اور معاشرہ میں عالم انسانیت کے لئے نمونہ ہو۔

امام احمد رضا کے تعلیمی منصوبہ کے نفاذ کا مسئلہ

جہاں تک مدارس اسلامیہ کا تعلق ہے تو وہاں مرکز تعلیم بہر حال اسلام ہی ہے اور اب تقاضائے وقت کے مطابق ہندی، انگریزی اور کمپیوٹر وغیرہ کی تعلیم بھی دی جارہی ہے البتہ امام احمد رضا کے اس تعلیم پروگرام کے پیش نظر مزید اصلاح وترمیم کی ضرورت ہو تو علماء کرام اور دانش وران ملت کو مل بیٹھ کر غور وفکر کرنا چاہئے، لیکن اصل مسئلہ ہے کالج اور یونیورسٹی سطح پر اس تعلیمی منصوبہ کے نفاذ کا۔

مسلم اور غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کے لئے امام احمد رضا کے نظریات تعلیم کے مطابق علیحدہ اسکول یا کالج کھولنا بھی ایک مسئلہ ہے اور عصر موجودہ میں مسلمانوں کی کافی تعداد عام اسکولوں میں زیر تعلیم ہے جو حکومت کی نگرانی میں چل رہے ہیں اور ان میں مثالی طلبہ کی پیداوار ممکن نہیں اور نہ ہی ایسے آثار نظر آتے ہیں کہ علیحدہ معیاری اسکول کے لئے گورنمنٹ فنڈ مہیا کرے گی یا نہیں اور مسلم اکثریتی ممالک میں غیر اسلامی ذہن کی حکومتیں اس منصوبہ میں مددگار ثابت نہیں ہوسکیں گی۔

نتیجۃً منصوبہ پر عملدرآمد کے لئے یا تو اسٹیٹ اسکولوں سے باہر یا پھر ان کے لئے اعلیٰ سمجھ بوجھ اور مالدار مسلمانوں کو جزوی طور پر کوشش کرنی ہوگی۔ بہر حال اصل مسئلہ ان تعلیمی نکات کے نفاذ کا ہے۔

کچھ مسلمان سوچ سکتے ہیں کہ امام احمد رضا کا یہ تعلیمی پروگرام اسٹیٹ اسکولوں کے نصاب سے سراسر مختلف ہے اور وہ ان اسکولوں میں تعلیم حاصل کر کے فوائد حاصل کرنا چاہتے ہیں حالانکہ ان اسکولوں میں بعض باتیں خلاف دین ہیں اور یہاں سارے مضامین سبھی طلبہ کے لئے لازمی ہیں۔

لہٰذا یہاں اسلام کو صرف ایک عام مذہب تو تسلیم کیا جاسکتا ہے لیکن اس کی افادیت اور عالم گیریت کو برداشت نہیں کیا جاسکتا اور علیحدہ اسکولوں پر بنیاد پرستی کا لیبل بھی لگ سکتا ہے لیکن آخر یہ الزام صرف مسلمانوں پر یا ان کے اداروں پر ہی کیوں؟ کیا اس سے دوسرے مذاہب کے تعلیمی ادارے دنیا میں طبقات کی تقسیم کا سبب نہیں بنتے۔ کیا یہودیوں اور عیسائیوں وغیرہ کے مذہبی ادارے بنیاد پرست نہیں پیدا کرتے؟

دراصل امام احمد رضا کا تعلیمی منصوبہ مسلم وغیر مسلم ممالک میں مسلم کمیونٹی کی اہمیت کو اجاگر کرنا ہے۔ ابتداء میں مسلم کمیونٹی کو اپنی افادیت کو اسٹیٹ کے سامنے تسلیم کرانا ہے اس کے لئے کمیونٹی کا اتحاد، دیگر اقوام سے رواداری کا برتاؤ اور حکومت سے دوستانہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے اس طرح ممکن ہے کہ مسلمان اپنے تعلیمی مقاصد کے لئے گورنمنٹ سے گرانٹ حاصل کرسکیں۔

مسلمانوں کی اجتماعی سوچ کو ایک نقطۂ نظر پر مرکوز کرنے کے لئے امام احمد رضا کے اس تعلیمی منصوبہ کی اشاعت نہایت ضروری ہے تاکہ ہر مسلمان تک رضا کا پیغام پہنچ جائے اور آہستہ آہستہ اہل اسلام تعلیم کی خاطر متحد ہوجائیں۔

☆☆☆

.........(بقیہ ص ۴۶ کا) امام موفق مکی قدس سرہٗ السامی تو یہاں تک فرما گئے۔

ابا جبلی نعمان انّ حصاکما
لتحصیٰ ولا یحصیٰ فضائل نعمان
جلائل کتب الفقہ طالع تجد بہا
دقائق نعمان شقائق نعمان

اے نعمان کے دو پہاڑ تمہاری کنکریاں گنی جاسکتی ہیں۔
اور حضرت نعمان کی خوبیاں نہیں گنی جاسکتی ہیں۔
فقہ کی بڑی کتابوں کا مطالعہ کرو تو ان میں تم پاؤ گے۔
نعمان کی دقیقہ سنجیاں شقائق نعمان ہیں۔

[سوانح بے بہائے امام اعظم ابوحنیفہ ص ۳۵۳]

فن حدیث میں امام اعظم کی بصیرت پر ایک اجمالی نظر

امام اعظم نے اگر چہ بنیادی طور پر علم فقہ کی خدمت کی ہے اور اپنی عمر کا اکثر حصہ اسی میں صرف کیا ہے تاہم ''علم حدیث'' میں بھی آپ کا نہایت اونچا مقام ہے۔ انہوں نے افاضل و اکابر صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے احادیث مصطفی علی صاحبہا التحیۃ والثناء کا سماع کیا اور اس مبارک ومقدس علم کا وافر حصہ اپنے سینہ میں محفوظ کیا۔ پھر ان روایات کا کامل حزم و احتیاط کے ساتھ اپنے تلامذہ تک پہونچایا۔

امام اعظم ابوحنیفہ چونکہ ''علم حدیث'' میں مجتہدانہ بصارت وبصیرت کے حامل تھے۔ اس لئے محض نقل روایت پر ہی اکتفاء نہیں کرتے تھے بلکہ قرآن کریم کی نصوص صریحہ اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں روایات کی جانچ پڑتال کرتے تھے۔ راویوں کے احوال و کوائف اور ان کی صفات و خصوصیات پر بھی زبردست تنقیدی نظر رکھتے تھے اور کسی حدیث پر کامل اعتماد کرنے سے پہلے اس کی سند اور متن کو پوری تحقیق وتفتیش کے ساتھ پرکھ لیتے تھے جو لوگ سوچے سمجھے بغیر یہ (بات) کہہ دیتے ہیں کہ امام اعظم کو ''علم حدیث'' میں دسترس تھی، وہ اس امر پر غور کیوں نہیں کرتے کہ امام اعظم نے عبارات ومعاملات، معاشیات وعمرانیات، قضایا اور عقوبات، کے ان گنت احکام و مسائل بیان کئے ہیں۔

حیات انسانی کا کوئی گوشہ امام اعظم کے بیان کردہ احکام سے خالی نہیں ہے لیکن آج تک کوئی یہ ثابت نہیں کرسکا کہ آپ کا بیان کردہ فلاں حکم حدیث کے خلاف ہے۔ امام اعظم کی ''مہارت حدیث'' پر اس سے بڑھ کر اور کیا سند ہوسکتی ہے کہ ان کا بیان کردہ ہر مسئلہ حدیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موافق اور ہر حکم سنت رسول کے مطابق ہے۔

بسااوقات ایک ہی مسئلہ میں متعدد اور متعارض روایات ہوتی ہیں۔ مثلاً نماز پڑھتے پڑھتے کوئی شخص رکعات کی تعداد بھول گیا تو بعض روایات میں ہے کہ وہ از سر نو نماز پڑھے۔ بعض روایات میں ہے کہ وہ رکعات کو کم سے کم تعداد پر محمول کرے۔ اور بعض میں ہے کہ وہ غور وفکر کر کے راجح کی جانب عمل کرے۔

اسی طرح سفر میں روزہ کے بارے میں بھی مختلف احادیث ہیں۔ بعض میں اتنا سفر میں روزہ کو منافی نیکی قرار دیا ہے اور بعض میں عین ثواب۔ ایسی صورت میں حضرت امام اعظم منشاء رسالت تلاش کر کے ان روایات میں باہم تطبیق دیتے ہیں اور اگر تطبیق ممکن نہ ہو تو سند کی قوت وضعف اور دوسرے اصول ورایت کے اعتبار سے فیصلہ کرتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ کام صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو منشاء وحی اور مزاج رسالت کو پہنچانتا ہو، روایات کے تمام طرق پر حاوی، درایت کے کل اصولوں پر محیط اور راویوں کے احوال پر ناقدانہ نظر رکھتا ہو''۔

[تذکرۃ المحدثین ص ۶۸] ☆☆☆☆

فکرِ رضا اور قرآن

(نعتیہ شاعری کے حوالے سے)

از: مولانا محمد صابر رضا رہبر سیتا مڑھی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

نعت گوئی کی روایت بہت ہی قدیم ہے جس کا رواج بالکلیہ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوا۔ اور سب سے پہلے نعت گوئی کا سہرا جد حضور حضرت عبد المطلب کے سر جاتا ہے۔ لیکن جب ہم قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں تو سب سے پہلے سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں مدح سرائی کرنے والا خود خالق ارض وسما نظر آتا ہے، جس پر قرآن مقدس کی سحر آفریں آیتیں غماز ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے اس حقیقت کو اپنے اس شعر میں یوں اجاگر کیا ہے۔

اے رضا خود صاحب قرآن ہے مداح حضور
تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسول اللہ کی

پھر یہیں سے نعت گوئی کے اس لامحدود سلسلے کا آغاز ہوتا ہے اور اب تک اس کی حد کا متلاشی کامرانی کے منزل کو چومنے سے محروم رہا ہے اسی سلسلے کی ایک عظیم کڑی امام عشق ومحبت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی ذات بابرکات ہے۔ فن نعت گوئی میں بھی فاضل بریلوی کی عبقری شخصیت دیگر فنون کی طرح ایک اعلیٰ وارفع مقام رکھتی ہے۔ فاضل بریلوی کی نعت گوئی کا محور ومرکز قرآن مقدس ہے اور قرآن مقدس سے ہی آپ نے نعتیہ شاعری سیکھی ہے اس فن کے لئے آپ نے کسی کے سامنے زانوئے ادب طے نہیں کیا جب ہی تو اپنے اس قطعہ میں اس بات کی وضاحت کرتے ہیں۔

ہوں میں اپنے کلام سے نہایت محفوظ
بے جا سے ہے المنۃ للہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے احکام شریعت محفوظ

ایک جگہ فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے اس حقیقت کا بھی انکشاف کیا ہے کہ اس فن میں آپ کی جبین نوث تلمذ سے پاک ہے۔

جبیں طبع ہے ناسودہ داغ شاگردی
غبار منت اصلاح سے ہے دامن دور

فاضل بریلوی نے علو فکر اور حزم واحتیاط کے ساتھ ساتھ جس خوش اسلوبی اور انوکھے انداز سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف جمیلہ پر مشتمل قرآن کریم کی آیتوں کو نظم کی لڑی میں پرویا ہے دور دور تک اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اگر میں اس کے پیش نظر یہ کہوں کہ فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے ہر ہر کلام میں قرآنی آیتوں کا تصور جھلکتا دکھائی دیتا ہے تو شاید لوگ اس سے جذبات وعقیدت کی کسوٹی پر تولیں گے لیکن حقیقت سے آنکھ چرانا کسی کے بس کی بات نہیں۔

اس سے انکار کی گنجائش نہیں کہ نعتیہ شاعری ایک مشکل فن ہے کیوں کہ اگر شاعر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہونچ جانے کا خطرہ ہے اور اگر کمی کرتا ہے تو تنقیص کا خطرہ لاحق ہے کیوں کہ اگر ذرا سی چوک ہوئی حزم واحتیاط کی زمام ہاتھ سے چھوٹی تو سمجھو حیات کی ساری نیکیاں اکارت گئیں اور دارین کی بدبختی مقدر ٹھہری بقول جگر مرادآبادی۔

''اللہ توفیق نہ دے انسان کے بس کی بات نہیں''

مگر اس پرخطر وادی کو بھی فاضل بریلوی علیہ الرحمہ

نے جس تیز کاری اور سبک خرامی سے طے کیا ہے اس نے بڑے بڑے ناقدین فکروفن کو حیرت زدہ کر دیا ہے کہ کس طرح وہ اس کٹھن راہ سے محفوظ و مامون گزر گئے اور ان کے پائے فکر میں لغزش تک نہ آئی جب کہ بڑ بڑے فکروسخن کے شہنشاہ بھی اس پرخطر وادی میں ٹھوکریں کھاتے نظر آتے ہیں، مگر یہ ہیں کہ ان کی جبیں سے تھکاوٹ کے آثار بھی نمایا نہیں میں اپنی کم علمی کے باوجود فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے چند قرآنی اشعار بطور نمونہ پیش کرنے کی جسارت کرر ہا ہوں۔

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

اے حبیب دوجہاں ﷺ آپ کے جود وسخا کا کیا کہنا آپ کی سخاوت کا یہ عالم ہے کہ کبھی کوئی آپ کے دربار سے لفظ ''نا'' سنا ہی نہیں جو آیا بلا امتیاز نسل ونسب وہ اپنے خالی دامن کو بھر کر ہی لوٹا۔

واما السائل فلا تنھر۔ اے محبوب جو مانگنے آئے اسے مت جھڑکئے۔[سورہ ضحیٰ ۹۳ آیۃ ۱۰، کنزالایمان]

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ حضور سرور دوعالم ﷺ کے جود وسخا کے بارے میں رقمطراز ہیں''معلوم می شود کہ کارہا بدست ہمت وکرامت اوست ہرچہ خواہد ہرکہ راخواہد باذن پروردگارخودی دہد۔[اشعۃ اللمعات ج۱،ص۳۹۶]

ترجمہ: یعنی معلوم ہوتا ہے کہ سب کے معاملات حضور ﷺ کے دست ہمت وکرامت کے سپرد ہیں جو چاہتے ہیں جسے چاہتے ہیں اپنے پردگار کے اذن سے عطا فرماتے ہیں۔

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستاں بتایا۔
تجھے حمد ہے خدایا

ترجمہ: اے حبیب خالق ارض وسماوہی دونوں جہان کا پالن ہار ہے جس نے آپ کو سراپا رحم وکرم بنا کر اس خاک دان گیتی پر مبعوث فرمایا اور ہمیں اپنی حاجت روائی کے لئے آپ کے آستانۂ اقدس کا پتہ بتایا۔ اے مالک دوجہاں تیرے لئے ہی تمام تعریفیں ہیں۔

وما ارسلناك الا رحمة للعالمين۔ [سورہ انبیا ۲۱ آیت ۱۰۷]

ترجمہ: اے محبوب ہم نے آپ کو دوجہاں لئے رحمت بنا کر بھیجا۔[کنزالایمان]

حريص عليكم بالمومنين رؤف رّحيم۔ [سورہ توبہ ۹۔ آیت ۱۲۸]

ترجمہ: تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے کمال مہربانی۔[کنزالایمان]

واذا جاء ك الذين يومنون بايتنا فقل سلام عليكم كتب ربكم على نفسه الرحمة انه من عمل منكم سوء بجهالة ثم تاب من بعده واصلح فانه غفور رحيم۔ [سورہ انعام ٦۔ آیت ٥٤]

ترجمہ: اور جب تمہارے حضور حاضر ہوں وہ جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے ہیں تو ان سے فرماؤ تم پر سلام ہو تمہارے رب نے اپنے ذمہ کرم پر رحمت لازم کر لی ہے کہ تم میں جو کوئی نادانی سے کچھ برائی کر بیٹھے پھر اس کے بعد توبہ کرلے اور سنور جائے تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ [کنزالایمان]

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاء وك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجد الله توّابا رحيما۔ [سورہ نساء ٤، آیت ٤٦]

ترجمہ: اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہے اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا پائیں گے۔[کنزالایمان]

وما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا۔[سورہ حشر ۵۹، آیت سات]

ترجمہ: اور رسول جو تمہیں عطا فرمادیں وہ لے لو اور جس سے تمہیں روک دیں رک جاؤ۔[کنزالایمان]

اللہ رے تیرے جسم منور کی تابشیں
اے جان جاں میں جان تجلا کہوں تجھے

ترجمہ: اے محبوب دو جہاں ﷺ آپ کے جد مبارک کے نور کی شعاعیں کیا ہی خوب ہیں یارسول اللہ ﷺ آپ میری جان کی بھی جان ہیں مگر اے حبیب خدا جی تو یہی چاہتا ہے ہے کہ آپ کو میں نور الٰہی کی جان کہوں۔

واضح ہو کہ اس شعر میں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے سرور دو عالم ﷺ کے جسم اطہر کو نورانی اور نور الٰہی کی جان فرمایا ملاحظہ ہو مفسرین قرآن کریم کے اقوال:

قد جاء کم من اللہ نور و کتب مبین [سورۃ مائدۃ ۵ آیت ۱۵]

ترجمہ: بیشک اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔کنزالایمان]

مفسرین کرام نے اس آیت میں نور سے مراد حضور ﷺ کو مراد لیا ہے۔حضرت نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اس آیت میں سید عالم ﷺ کو نور فرمایا گیا ہے کیوں کہ آپ سے تاریکئ کفر دور ہوئی اور راہ حق واضح ہوئی[تفسیر خزائن العرفان]

قد جاء کم من اللہ نور ھو النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[تفسیر جلالین ص۹۷]

ترجمہ: بیشک اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور وہ نور نبی کریم ﷺ کی ذات ہے۔

قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین ان المراد بالنور محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ وبا لکتاب القرآن۔[تفسیر کبیر جلد ۳، صفحہ ۳۸۴]

ترجمہ: بے شک اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب نور سے مراد محمد ﷺ ہیں کتاب سے قرآن مقدس۔

قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین یعنی بالنور محمد صلی اللہ علیہ وسلم الذی انار اللہ بہ الحق واظھربہ الاسلام ومحاالشرک فھو نور لمن استنار۔[تفسیر ابن حریری الطبری جلد ۶/ص ۱۶۱]

ترجمہ: بے شک اللہ کی طرف سے ایک نور آیا یعنی نور سے مراد محمد ﷺ ہیں جن کے طفیل اللہ نے کائنات میں حق کو روشن کیا اور جن کے صدقے اسلام کو چار دانگ عالم میں ظاہر فرمایا اور کفر وشرک کو مٹایا بے شک آپ نور ہیں اس کے لئے کہ جو آپ سے نور حاصل کرتا ہے۔

وصف رخ ان کا کیا کرتے ہیں شرح والشمس الضحیٰ کرتے ہیں
ان کی ہم مدح ثنا کرتے ہیں جن کو محمود کہا کرتے ہیں

ترجمہ: اے لوگو! ہم لوگ جو سرور کائنات ﷺ کے رخ انور کی تعریف اور مدح سرائی کیا کرتے ہیں حقیقت میں ہم لوگ قرآن مقدس کی آیت کریمہ والشمس اور والضحیٰ کی ترجمانی کرتے ہیں اور ہم لوگ اس مقدس ذات گرامی کی تعریف وتوصیف بیان کرتے ہیں جس کو خود خلائق دو عالم اور مخلوق جہاں محمود کے مقدس نام سے پکارتے ہیں:

والضحیٰ واللیل اذا سجی [سورہ ضحیٰ ۹۳ آیت ۱۔۲]

ترجمہ: چاشت کی قسم اور رات کی جب وہ پردہ ڈالے [کنزالایمان]

والشمس وضحھا۔[سورہ شمس ۹۱ آیت ۱]

ترجمہ: سورج اور اس کی روشنی کی قسم۔[کنزالایمان]

اس آیت کریمہ میں مفسران کرام نے "والشمس" سے مراد حضور ﷺ کا رخ انور اور "لیل" سے مراد زلف عنبریں لیا ہے بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ "والشمس" سے اشارہ

ہے نور جمال مصطفیٰ ﷺ کی طرف اور ''لیل'' سے کنایہ گیسوئے عنبر کی طرف [تفسیر روح البیان]

حضرت عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں: ''وبعضے گویند کہ مراد از ضحیٰ روئے پیغمبر است ﷺ و از لیل موئے او کہ در سیاہی ہمچو شب است'' [تفسیر عزیزی ماخوذ از تفسیر ضیاء القرآن ص ۵۸۶ ج ۵]

ہم خاک ہیں اور خاک ہی ماویٰ ہے ہمارا
خاکی تو وہ آدم جدّ اعلیٰ ہے ہمارا

ترجمہ: ہم سارے انسان مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں اور مٹی ہی ہماری آخری منزل اور ٹھکانا ہے کیوں کہ حضرت آدم علیہ السلام جو ہمارے جداعلیٰ ہیں وہ بھی مٹی سے ہی پیدا کئے گئے ہیں۔

ومن آیتہ ان خلقکم من تراب ثم اذا انتم بشر تنتشرون۔ [سورہ روم ۳۰ آیت ۲۰]

ترجمہ: اور اس کی نشانیوں میں سے ہے یہ کہ تمہیں پیدا کیا مٹی سے پھر جبھی تم انسان ہو دنیا میں پھیلے ہوئے۔ [کنز الایمان]

ھو الذی خلقکم من تراب۔ [سورہ مومن آیت ٦٦]

ترجمہ: وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے بنایا۔ [کنز الایمان]

منھا خلقناکم وفیھا نعیدکم ومنھا نخرجکم تارۃ اخریٰ۔ [سورہ طہ ۲۰ آیت ٥٥]

ترجمہ: اسی سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔

خلقتنی من نار وخلقتہ من طین۔ [سورہ اعراف ۷ آیت ۱۲]

ترجمہ: تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے بنایا۔

انا خلقنھم من طین لازب۔ [سورہ صافات ۳۷ آیت ۱۱]

ترجمہ: بیشک ہم نے ان چکنی مٹی سے پیدا کیا۔

وبدء خلق الانسان من طین۔ [سورہ سجدہ ۳۲ آیت ۷]

ترجمہ: اور پیدائش انسان کی ابتداءً مٹی سے فرمائی۔

خلق الانسان من صلصال کالفخار۔

ترجمہ: اس نے آدمی کو بنایا بجتی ہوئی مٹی سے جیسے ٹھیکری۔

ہے کلام الٰہی میں شمس الضحیٰ تیرے چہرۂ نورفزا کی قسم
قسم شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلف دوتا کی قسم

ترجمہ: یارسول اللہ ﷺ قرآن کریم میں سورۂ شمس اور سورۂ ضحیٰ کا جو ذکر ہے دراصل وہ آپ کے رخ زیبا کی قسم ہے اور اندھیری رات کی قسم جو رب کائنات نے قرآن مقدس میں کھائی ہے دراصل آپ سرور کائنات ﷺ کے گیسوئے عنبریں کی قسم ہے۔

والشمس وضحھا۔ [سورہ شمس ۹۱ آیت ۱]

ترجمہ: سورج اور اس کی روشنی کی قسم۔

والضحی واللیل اذا سجی۔ [سورہ ضحی ۹۳ آیت ۱، ۲]

ترجمہ: چاشت کی قسم اور رات کی جب وہ پردہ ڈالے

تیرے خلق کو حق نے عظیم کہا تیری خلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا تیرے خالق حسن وادا کی قسم

ترجمہ: اے محبوب ﷺ خداوند قدوس نے آپ کے خلق کو عظیم فرمایا ہے اور آپ کے شکل نورانی کو جمیل کیا ہے اے دوعالم کے حبیب آپ کے خالق حسن و ادا کی قسم آپ جیسا اس دنیائے آب وگل میں کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ آپ کے مثل کوئی تا قیامت پیدا ہوگا۔

وانک لعلیٰ خلق عظیم۔ [سورہ قلم ٦٨ آیت ٤]

ترجمہ: بے شک آپ عظیم الشان خلق کے مالک ہیں۔

جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: "خلقه القرآن" یعنی حضور ﷺ کا خلق قرآن ہے۔

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ [سورہ تین ۹۵ آیت ٤]

ترجمہ: بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے بہترین اعتدال پر (عقل وصورت کے اعتبار سے)

واضح ہو کہ اس آیت کریمہ میں جملہ مفسرین کرام متفق ہیں کہ یہ خطاب صرف اور صرف حضور ﷺ سے ہے۔

وہ خدا ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی شہا تیرے شہر و کلام و بقا کی قسم

ترجمہ: اے نبی پاک ﷺ آپ پر دوجہاں قربان پروردگار عالم نے جو رفعت و بلندی آپ کو عطا فرمائی ہے وہ بلندی نہ آپ سے پہلے کسی کو نصیب ہوئی نہ آپ کے بعد کسی کو مل سکے گی اس لئے کلام مجید نے آپ کے شہر کی اور آپ کے کلام اور آپ کی عمر کی قسم کھائی ہے۔ اور جن سے شہر وکلام اور عمر کی قسم قرآن مقدس کھالے بھلا اس کی بھی مرتبہ و رفعت کا کوئی اندازہ لگا سکتا ہے۔

شہر کی قسم: لااقسم بهذ البلد وانت حلّ بهذ البلد۔ [سورۃ بلد ۹۰ آیت ۱،۲]

ترجمہ: میں قسم کھاتا ہوں اس شہر (مکہ) کی دراں حالیکہ آپ بس رہے ہیں اس شہر میں۔

کلام کی قسم: وقیله رب ان هؤلاء قوم لا یؤمنون۔ [سورۃ دخان ٤٤ آیت ۸۸]

ترجمہ: مجھے رسول کے اس کہنے کی قسم کہ میرے رب یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔

بقا کی قسم: لعمرك انهم لفی سكرتهم یعمهون۔ [سورہ حجر ۱۵، آیت ۷۲]

ترجمہ: اے محبوب تمہاری جان کی قسم بے شک وہ اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں۔

نہ رکھی گل کے جوش حسن نے گلشن میں جا باقی
چٹکتا پھر کہاں غنچہ کوئی باغ رسالت کا

ترجمہ: گلشن رسالت نبوت میں نہ جانے کتنے گل کھلے مگر دائمی ثابت نہ ہو سکے بلکہ یکے بعد دیگرے اس گلشن سے رخصت ہوتے گئے مگر اسی چمنستان رسالت ونبوت میں ایک ایسا بھی پھول کھلا ہے جس کی معطر خوشبو اور اس کے انوکھے حسن وجمال نے گلشن کی جان کو باقی رکھا ہے۔ اب اس گلشن میں مزید پھول کھلنے کی ضرورت کو محسوس نہ ہونے دیا اب اس باغ رسالت میں کوئی پھول کھل ہی نہیں سکتا کیوں کہ وہی (حضور ﷺ) باغ نبوت ورسالت کے آخری گل ہیں۔

ماكان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله خاتم النبین۔ [سورہ احزاب ۳۳ آیت ٤٠]

ترجمہ: محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔

الیوم اکملت لکم دین کم۔ [سورہ مائدہ ٥ آیت۳]

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا۔

جنا بنے گی محبان چار یار کی قبر
جو اپنے سینے میں یہ چار باغ لے کے چلے

ترجمہ: جن لوگوں نے اپنے دل میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی الفت ومحبت کا شمع روشن کر رکھا ہے روز قیامت ان کی تربیت بہشت کی شکل میں تبدیل ہوجائے گی۔

الاخلاء یومئذ بعضهم لبعض عدو الا المتقین یعباد لا خوف علیکم الیوم ولا انتم تحزنون (سورہ زخرف ٤٣ آیت ٦٧)

ترجمہ: گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہونگے مگر پرہیز گاروں سے فرمایا جائیگا اے بندو! آج

نہ تم پر کوئی خوف نہ تم پر کوئی غم ہو۔

ان اللہ تعالیٰ یقول یوم القیامۃ این المتحابون بجلالی الیوم اظلھم فی ظلی یوم لا ظل الا ظلی۔ [مسلم شریف]

ترجمہ: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائیگا میری عظمت واطاعت کیلئے آپس میں محبت کرنے والے کہاں ہیں میں آج ان کو اپنے سایے میں جگہ دونگا جبکہ سوائے میرے سائے کے اور کوئی سایہ نہیں۔

مگر خدا پہ جو دھبا دروغ کا تھوپا
یہ کس لعین کی غلامی کا داغ لے کے چلے

ترجمہ: مگروہ جنہوں نے پروردگار عالم پر بہتان باندھا اور جھوٹ کی تہمت رکھی آخر یہ کس لعین کی غلامی کا طوق زیب گلو کرلیا ہے اور کس کے نقش قدم پر چل پڑے ہیں۔

یہاں پر اعلیٰ حضرت نے ایک لا ینحل معمہ کو حل کردیا ہے ملاحظہ ہو رسالہ ایک روزی کی ایک عبارت جس کو اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے۔ ''خدائے تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے'' [رسالہ ایک روزی ص۱۴۵]

اب آگے مطالبہ کیجئے اور موصوف دہلوی کی اس عبارت کی جائزہ قرآن مقدس اور اقوال ائمہ کی روشنی میں لیجئے جب کہ موصوف دہلوی اور ان کے متبعین کا مومن کامل ہونے کا دعویٰ ہے۔

ومن اَظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذباً اولئٰك یعرضون علی ربھم ویقول الاشھاد ھؤلاء الذین کذبوا علی ربھم الالعنت اللہ علی الظلمین۔ [سورۃ ھود ۱۱، آیت ۱۸]

ترجمہ: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے وہ اپنے رب کے حضور پیش کئے جائیں گے اور گواہ کہیں گے یہ ہے جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا ارے ظالموں پر خدا کی لعنت۔

علامہ محمد بن عبداللہ تمرتاشی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

ولایوصف اللہ تعالیٰ بالقدرۃ علی الظلم السفۃ والکذب لان المحال لایدخل تحت القدرۃ و عندالمعتزلۃ یقدر ولایفعل [تنویر الابصار]

ترجمہ: یعنی اللہ کے بے عقلی اور کذب پر قادر ہونے سے موصوف ہونا درست نہیں کیوں کہ محال قدرت کے نیچے داخل نہیں ہوتا اور معتزلہ کے نزدیک قادر ہے اور کرتا نہیں ہے۔

ان وصف اللہ تعالیٰ بما لایلیق بہ اونسبہ الی الجھل والعجز والنقص یکفر۔ [فتاویٰ عالمگیری ص۲۵۸ ج۲]

ترجمہ: اگر کسی نے اللہ تعالیٰ کے لئے ایسا وصف بیان کیا جو اس کی شان کے لائق نہیں یا اللہ کو جہل یا عجز یا نقص کی طرف منسوب کیا تو وہ کافر ہوگیا۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دوعالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

ترجمہ: دوجہاں میں زندگی بسر کرنے والی مخلوق خدائے واحد کی رضا چاہتی ہے مگر اے محبوب دو عالم ﷺ خدائے تبارک وتعالیٰ تیری رضا چاہتا ہے۔

فلنولینك قبلۃ ترضھا۔ [سورہ بقر ۲ آیت ۱۴۴]

ترجمہ: تو ہم ضرور پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں (اے محبوب) تمہاری خوشی ہو۔

ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ۔ [سورہ ضحیٰ ۹۳ آیت ۴]

ترجمہ: اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دیگا کہ تم راضی ہوجاؤ گے۔

میں دور ہوں تم تو ہو میرے پاس
سن لو میری پکار آقا

ترجمہ: یارسول اکرم ﷺ میں بظاہر آپ سے دور مگر

آپ اے میرے آقا ﷺ میری جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں آپ میری پکار کو سن سکتے ہیں آپ میری دست گیری فرمائیے۔

النبی اولی بالمومنین من انفسھم۔ [سورہ احزاب ۳۳ آیت ٦]

ترجمہ: نبی علیہ السلام اہل ایمان کو ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہے۔

حسن یوسف پہ کٹی مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردان عرب

ترجمہ: اے نبی کریم ﷺ مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کی رعنائی کو دیکھ کر مصر کی عورتوں نے اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں مگر اے میرے آقا تم پر میری جان فدا تمہارے نام پر مردان عرب اپنے سر کٹاتے رہے اگر آپ کے حسن و جمال کو دیکھ لیتے تو نہ جانے ان کا کیا حال ہوتا؟ بلکہ وہ اپنے دل کو نکال کر رکھ دیتے۔

من المومنین رجال صدقو ما عاھد اللہ فمن ھم من قضی نحبہ و منھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا۔ [سورہ احزاب۔ ۳۳ آیت ۲۲]

ترجمہ: مسلمانوں میں کچھ وہ مرد ہیں جنہوں نے سچا کر دیا جو عہد اللہ سے کیا تھا تو ان میں کوئی اپنی منت پوری کر چکا اور کوئی راہ دیکھ رہا ہے اور وہ ذرا نہ بدلے۔

شان نزول

حضرت عثمان غنی اور حضرت طلحہ اور حضرت سعید بن زید حضرت حمزہ حضرت مصعب وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے نذر کی تھی کہ وہ جب رسول ﷺ کے ساتھ جہاد کا موقع پائیں گے تو ثابت رہیں گے یہاں تک کے شہید ہو جائیں ان کی نسبت اس آیت میں ارشاد ہوا کہ انہوں نے اپنا وعدہ سچا کر دیا ان میں حضرت مصعب و حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما جہاد پر ثابت قدم رہے یہاں تک کہ جام شہادت نوش فرمایا اور حضرت عثمان غنی اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما (جہاد پر ثابت قدم رہے یہاں تک کہ جام) شہادت کا انتظار کر رہے ہیں۔ [تفسیر خزائن العرفان]

یہ تھے فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے چند قرآنی آیتوں پر مشتمل نعتیہ اشعار جس کو پڑھنے کے بعد آپ بھی یقیناً متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے ہوں گے فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی نعتیہ شاعری کی دھمک ملک ہی نہیں بلکہ بیرون ملک میں بھی محسوس کی گئی اور آج بھی لوگ یونیورسٹیوں میں ان کی شاعری پر ریسرچ کر کے پی ایچ ڈی کی ڈگریا حاصل کر رہے ہیں۔

یوں تو فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے وہ اشعار جو قرآنی آیتوں کی عکاسی کرتی ہے اس پر خامہ فرسائی کے لئے دفتر درکار ہے جس کی یہاں گنجائش نہیں کیوں کہ پہلے عرض کر چکا ہوں کہ میں بطور نمونہ ان چند اشعار کو پیش کر رہا ہوں اب ضعف صفحات اسکی اجازت نہیں دیتا کہ میں اپنے نوک قلم کو مزید آگے بڑھاؤں۔ فقط (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

.... (بقیہ ص ۳۰ کا) انہی میں عورات بھی داخل ہوئیں یا نہیں، اصح یہ ہے کہ داخل ہیں، کما فی بحر الرائق، مگر جوانین (جوان عورتوں کے لئے) ممنوع ہیں، جیسے مساجد سے۔ اور تجدید حزن (غم کو تازہ کرنا) مقصود ہو تو مطلقاً حرام۔ اقول قبور اقرباء پر خصوصاً بہ حال قرب عہد ممات تجدید حزن لازم نساء ہے اور مزارات اولیاء کرام پر حاضری میں احدی الشناعتین (فتنہ میں مبتلا ہونا یا تجدید حزن) کا اندیشہ یا ترک ادب، یا ادب میں افراط ناجائز تو سبیل اطلاق منع ہے لہٰذا غنیّہ میں کراہت پر جزم فرمایا: البتہ حاضری و خاک بوسی آستان عرش نشان سرکار اعظم ﷺ اعظم مندوبات بلکہ قریب واجبات ہے، اس سے نہ روکیں گے اور تعدیل ادب سکھائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم"۔ [فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۱٦۵]

☆☆☆☆☆

تعلیمات رضا

از: ایف، این، رضویہ

رہبر رہبراں، شیخ الاسلام والمسلمین، اعلیٰ حضرت، مجدد دین وملت، امام اہل سنت، علامہ زماں مفتی محمد احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی شخصیت ہمہ گیر اور عالم پذیر ہے آپ دنیائے سنیت کے ہر علاقہ وحلقہ میں متعارف و مشہور ہیں، بالخصوص آپ کی تحریروں سے عشق رسول کی جو خوشبو پھیل رہی ہے اسے دنیائے سنیت قدر کی نگاہوں سے دیکھتی اور مانتی ہے اور کیوں نہ ہو کہ آپ نے عشق رسول میں ڈوب کر جو اسلام کی خدمت فرمائی ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے جسے دیکھتے ہوئے باتفاق علماء حرمین طیبین آپ کو چودھویں صدی کا ''مجدد'' مانا جاتا ہے۔ لہٰذا میں عرس رضوی یعنی امام العلماء مجدد اعظم امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے ۸۸/رواں عرس کے پر بہار موقع سے کچھ مسائل جو خود اعلیٰ حضرت کی تحریر کردہ ہیں۔ عرس، نذر و نیاز، مزارات پر حاضری، مزار پر عورتوں کی حاضری وغیرہ امور سے متعلق پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہوں۔

مسئلہ: نذر و نیاز نذر و نیاز شرعاً جائز ہیں یا نہیں کیا ان امور کا کرنے والا مشرک ہو جاتا ہے؟ اس پر اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ رقمطراز ہیں: ''اللھم احفظنا۔ آدمی حقیقتاً کسی بات سے مشرک نہیں ہوتا جب تک غیر خدا کو معبود یا مستقل بالذات و واجب الوجود نہ جانے بعض نصوص میں بعض افعال پر اطلاق شرک تشبیہاً یا تغلیظاً یا بارادہ و مقارنت باعتقاد منافی توحید و امثال ذالک من التاویلات المعروفۃ بین العلماء وارد ہوا ہے۔ جیسے کفر نہیں مگر انکار ضروریات دین، اگرچہ ایسی ہی تاویلات سے بعض اعمال پر اطلاق کفر آیا ہے۔ یہاں ہرگز علی الاطلاق شرک و کفر مصطلح علم عقائد کہ آدمی کو اسلام سے خارج کریں اور بے توبہ مغفور نہ ہوں زنہار مراد نہیں۔ کہ یہ عقیدۂ اجماعیہ اہلسنت کے خلاف ہے، ہر شرک کفر ہے۔ اور ہر کفر مزیل اسلام، اور اہلسنت کا اجماع ہے کہ مومن کسی کبیرہ کے سبب اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ ایسی جگہ نصوص کو علی اطلاقہا کفر و شرک مصطلح پر حمل کرنا اشقیائے خوارج کا مذہب مطرود ہے، اور شرک اصغر ٹھہرا کر پھر قطعاً مثل شرک حقیقی غیر مغفور ماننا وہابیہ نجدیہ کا خبط مردود، نذر و نیاز کہ مسلمین بقصد ایصال ثواب بارواح طیبہ حضرات اولیاء کرام نفعنا اللہ تعالیٰ ببرکاتہم کرتے ہیں ہرگز قصد عبادت نہیں رکھتے، نہ انہیں معبود و الٰہ و مستحق عبادت جانتے ہیں، نہ یہ نذر شرعی ہے بلکہ اصطلاح عرفی ہے کہ سلاطین و عظما کے حضور جو چیز پیش کی جائے اسے نذر و نیاز کہتے ہیں اور نیاز اس سے بھی عام تر ہے۔ عام محاورہ ہے، کہ مجھے فلاں صاحب سے نیاز نہیں، میں آپ کا نیاز مند ہوں''۔

[فتاویٰ رضویہ ج دہم ص ۲۱۰]

مسئلہ: حرام مال پر فاتحہ دینا کیسا ہے؟ آج کے زمانہ میں علم کی کمی کی وجہ سے حلال وحرام کی تمیز اٹھ گئی ہے۔ لہٰذا فاتحہ دلاتے وقت اسکی حلت و حرمت کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: ''اگر جو چیز اس نے حرام کاری میں یا قمار بازی میں سے حاصل کی بعینہ اسی شے پر نیاز دلائی مثلاً جوئے میں چاول جیتے تھے، انہیں کا پلاؤ پکایا۔ زانیہ کو اس کے آشنا نے گوشت بھیجا اسی پر فاتحہ دلائی، جب تو وہ نیاز و فاتحہ یقینی مردود اور اس کا کھانا قطعی حرام اور فاتحہ دینے والے کو اگر معلوم تھا کہ بعینہ یہ وہی شے ہے تو وہ بھی سخت عظیم شدید گناہ میں گرفتار یہاں تک کہ فاتحہ دینے دلانے والے دونوں پر معاذ اللہ خوف کفر ہے، دونوں پر لازم کہ کلمہ اسلام نئے سرے سے پڑھیں اور نکاح کی تجدید کریں، اور اگر وہ چیز بعینہ بذریعہ حرام حاصل نہ ہوئی تھی بلکہ دشمن حرام سے

خریدی تو دو صورتیں ہیں۔ اگر حرام روپیہ دکھا کر کہا، اس کے بدلے یہ شے دے دے۔ بائع نے دی۔ اس نے وہی زرحرام ثمن میں دے دیا۔ تو اس صورت میں بھی جو کچھ خریدا مال وہ حرام وخبیث ہی ہے۔ اس پر نہ نیاز ہو سکے نہ فاتحہ۔ اس وقت میں اس پر فاتحہ دینا دلانا برا تو ہے مگر اندیشہ کفر سے دوری ہے، اور اگر یہ صورت بھی نہ تھی بلکہ بغیر زرحرام دکھائے یوہیں کہا کہ یہ شے مثلاً ایک روپے کی دے دے۔ اس نے دے دی، اس نے حرام روپیہ ثمن میں دے دیا۔ یا دکھایا تو زرحرام کہ اس کے عوض دے دے جب اس نے دی، اس نے وہ روپیہ رکھ لیا اور کوئی حلال ذریعہ کا روپیہ ثمن میں دیا۔ تو اب جو کچھ خریدا مذہب مفتیٰ بہ پر حرام نہیں، اس پر نیاز وفاتحہ جائز ہے اور اس کا کھانا بھی حرام نہیں۔" [فتاویٰ رضویہ ج دہم، ص ۹۳]

مسئلہ: طعام فاتحہ کی اشیاء سامنے رکھنا: ہم سنیوں پر غیروں نے الزام تراشیاں کیں کہ وہ فاتحہ کا سامان سامنے رکھنا ضروری سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بے بنیاد بات ہے۔ اعلیٰ حضرت اس سلسلہ میں تحریر کرتے ہیں۔ "بات یہ ہے کہ فاتحہ ایصال ثواب کا نام ہے۔ اور مومن کو عمل نیک کا ایک ثواب اس کی نیت کرتے ہی حاصل اور کئے پر دس ہو جاتا ہے۔ رہا کھانا دینے کا ثواب وہ اگرچہ اس وقت موجود نہیں تو کیا ثواب پہنچانا شاید ڈاک یا پارسل میں کسی چیز کا بھیجنا ہوگا کہ جب تک وہ شی موجود نہ ہو کیا بھیجی جائے، حالانکہ اس کا طریقہ صرف جناب باری میں دعا کرنا ہے کہ وہ ثواب میت کو پہنچائے اگر کسی کا یہ اعتقاد ہے کہ جب تک کھانا سامنے نہ کیا جائے گا ثواب نہ پہنچے گا تو یہ گمان اس کا محض غلط ہے۔" [الحجۃ الفائحہ، ص ۱۵، ۱۶] بلکہ اشیاء فاتحہ کا سامنے موجود ہونا در کنار اگر شرینی نہیں بھی ہے تو بھی فاتحہ پڑھکر ایصال ثواب کرنا جائز ہے۔ فرماتے ہیں۔ "یہ سمجھنا محض غلط ہے کہ بغیر شیرینی کے ثواب نہ ہوگا۔ کیا رسول اللہ ﷺ کی ولادت شریفہ کا ذکر اقدس ویسے ہی موجب ثواب نہیں، ہاں شیرینی میں ثواب زیادہ ہے۔ کہ ذکر شریف کے ساتھ صدقۂ فقراء وہدیۂ احبا بھی شامل ہوگیا، قربت بدنی کے ساتھ قربت مالی بھی ہوگئی۔" [فتاویٰ رضویہ ج دہم، ص ۱۸۹]

مسئلہ: انسان کا اپنے لئے ایصال ثواب کرنا: مسلمان اپنی زندگی میں اپنے لئے ایصال ثواب کرسکتا ہے یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ آدمی کا اپنے لئے ایصال ثواب کرنا درست نہیں، اس سلسلہ میں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: "ہاں کرسکتا ہے۔ محتاجوں کو چھپا کر دے، یہ عام رواج ہے کہ کھانا پکایا جاتا ہے اور تمام اغنیاء وبرادری کی دعوت ہوتی ہے۔ ایسا نہ کرنا چاہئے (پھر فرمایا) چھپا کر دینا محتاجوں کو اعلیٰ وافضل ہے۔ حدیث میں ارشاد فرمایا: صدقة السر تدفع ميتة السوء وتطفئ غضب الرب۔ چھپا کر صدقہ دینا بری موت سے بچاتا ہے اور رب العزت جل جلالہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ (پھر فرمایا) زندگی میں اپنے واسطے صدقہ کرنا بعد موت کے صدقہ دینے سے افضل ہے۔ حدیث میں ارشاد فرمایا: افضل الصدقة ان تصدق وانت صحيح شحيح ولا تمهل حتى اذا بلغت الحلقوم قلت بفلان كذا الاوقد كان لفلان تامل الغنى وتخشى الفقر۔ افضل صدقہ یہ ہے کہ تو تصدق کرے اس حال میں کہ تو تندرست ہو اور مال پر حریص ہو خواہشمندی سے دولت کی تمنا رکھتا ہو اور محتاجی سے ڈرتا ہو یہ نہ ہو کہ جب دم گلے میں ان کے اس وقت کہے کہ فلاں کو اتنا فلاں کو اتنا کہ اب تو فلاں کے لئے ہو ہی چکا ہے۔" [حوالہ الملفوظ، ص ۲۶۸]

مسئلہ: بزرگان دین کے وصال میں عرس کی مصلحت: ہم اہل سنت بزرگان دین کے وصال کے دن جو اعراس منعقد کرتے ہیں اس میں مصلحت یہ ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: "ہاں اولیاء کرام کی ارواح طیبہ کو ان کے وصال شریف کے دن قبور کریمہ کی طرف توجہ زیادہ ہوتی ہے چنانچہ وہ وقت جو خاص وصال کا ہے اخذ برکات کے لئے

زیادہ مناسب ہوتا ہے"۔[حوالہ الملفوظ کامل ص ۲۶۲]

مسئلہ: بزرگان دین کے مزار کا طواف:

بعض حضرات بزرگان دین کے مزار کا طواف کرتے ہیں اور باعث برکت خیال کرتے ہیں اس سلسلہ میں اعلیٰ حضرت کا ارشاد سنئے! نیز چوکھٹ کو بوسہ دینا، آنکھوں سے لگانا، الٹے پاؤں پیچھے ہٹنا کیسا ہے؟ اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: "مزار کا طواف کہ محض بہ نیت تعظیم کیا جائے ناجائز ہے، کہ تعظیم بالطواف مخصوص بہ خانۂ کعبہ ہے، مزار کو بوسہ نہ دینا چاہئے۔ علماء اس میں مختلف ہیں، اور بہتر بچنا۔ اور اسی میں ادب زیادہ ہے۔ آستانہ بوسی میں حرج نہیں، اور آنکھوں سے لگانا بھی جائز، کہ اس سے شریعت میں ممانعت نہ آئی اور جس چیز کو شرع نے منع نہ فرمایا منع نہیں ہوسکتی۔ قال تعالیٰ ان الحکم الا للّٰہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے حکم نہیں ہے مگر اللہ ہی کا۔ ہاتھ باندھے الٹے پاؤں واپس آنا ایک طرز ادب ہے اور جس ادب سے شرع نے منع نہ فرمایا اس میں حرج نہیں۔ ہاں اگر اس میں اپنی یا دوسرے کی ایذا کا اندیشہ ہو تو اس سے احتراز کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

[فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۸]

مسئلہ: مزاروں پر عورتوں کی حاضری:

مخالفین مسلک اعلیٰ حضرت سنیوں پر الزام لگاتے ہیں کہ عورتوں کو مزار پر جانا جائز قرار دیتے ہیں اور اس سے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ سنی مسلمان بزرگوں کا در چھوڑ دیں۔ ان کا الزام غلط و بے بنیاد ہے اس سلسلہ میں اعلیٰ حضرت نے مستقل ایک رسالہ تصنیف فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں: "غنیۃ میں ہے: یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزارات پر جانا جائز ہے یا نہیں۔ بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے۔ اللہ کی طرف سے اور کس قدر صاحب قبر کی جانب سے، جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہوجاتی ہے اور جب تک واپس آتی ہے ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں۔ سوائے روضۂ انور کے کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں،

وہاں کی حاضری البتہ سنت جلیلہ عظیمہ قریب بواجبات ہے اور قرآن عظیم نے اسے مغفرت ذنوب کا تریاق بتایا۔ ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما۔ اور اگر وہ جب اپنی جانوں پر ظلم کریں تمہارے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کے لئے معافی مانگے تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔ خود حدیث میں ارشاد ہوا۔ من زار قبری وجبت لہ شفاعتی، جو میرے مزار کریم کی زیارت کو حاضر ہوا اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

دوسری حدیث میں ہے: من حج ولم یزرنی فقد جفانی، جس نے حج کیا اور میری زیارت کو نہ آیا بیشک اس نے مجھ پر جفا کی۔ ایک تو یہ ادائے واجب، دوسرے قبول توبہ، تیسرے دولت شفاعت حاصل ہونا، چوتھے سرکار کے ساتھ معاذ اللہ جفا سے بچنا۔ یہ عظیم واہم امور ایسے ہیں جنہوں نے سب سرکاری غلاموں اور سرکاری کنیزوں پر خاک بوسی آستان عرش نشان لازم کردی، بخلاف دیگر قبور و مزارات کہ وہاں ایسی تاکیدیں مفقود اور احتمال مفسدہ موجود، اگر عزیزوں کی قبریں ہیں بے صبری کرے گی، اولیاء کے مزار ہیں تو محتمل کہ بے تمیزی سے بے ادبی کرے یا جہالت سے تعظیم میں افراط، جیسا کہ معلوم و مشاہد ہے۔ لہٰذا ان کے لئے طریقہ اسلم احتراز ہی ہے۔

بدریا و رمنافع بے شمار است اگر خواہی سلامت بر کنار ست"

[الملفوظ کامل ص ۲۱۱]

دوسری جگہ امام اہلسنت یوں رقمطراز ہیں: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: لعن اللہ زوارات القبور، قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اللہ کی لعنت ہے۔ اور فرماتے ہیں ﷺ: "کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور الافزوروھا۔ میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے روکا تھا آگاہ ہو جاؤ اب تم لوگ قبروں کی زیارت کرو۔ علماء کو اختلاف ہوا، کہ آیا اس اجازت بعد

.... (بقیہ ص ۲۷ پر)

کرامات اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ

از: مفتی محمد کوثر علی رضوی، مرکزی دارالافتاء، بریلی شریف

کرامت اگرچہ اولیاء اللہ کے لئے نہ باعث افتخار نہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے لئے سبب عزوقار، سب سے بڑی کرامت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی استقامت علی الشریعہ ہے اور یہی علماء وصوفیائے عظام کے نزدیک اصل چیز ہے کہ الاستقامۃ فوق الکرامۃ، ملک العلماء حضرت علامہ مولانا محمد ظفرالدین بہاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ۱۳۲۲ھ سے ۱۳۲۹ھ تک طویل مدت اور سفر حضر میں معیت وخدمت میں کبھی بھی کرامت کی طرف میں نے توجہ نہ کی، بلکہ اس بات کی طرف نظر رکھی کہ ان کا ظاہر و باطن ایک تھا اور قول وفعل بالکل مطابق، زبان سے وہی فرماتے جو دل میں ہے اور عمل وہی ہے جو ارشاد فرماتے آپ کا ارشاد خلوت وجلوت میں ایک تھا اپنے پرائے سب کے لئے فتویٰ ایک تھا، نہ کبھی کسی کی رورعایت کرکے حق پوشی فرمائی اور نہ کبھی کسی کی مخالفت کی وجہ سے کسی حال میں حد سے تجاوز فرمایا" اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں مگر بعض لوگ جو انکی شخصیت سے واقفیت نہیں رکھتے برملا کہہ دیتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت اگر ولی ہوتے تو ضرور ان سے کرامت کا صدور ہوتا انکی آنکھیں کھولنے کی خاطر چند کرامت قارئین کی خدمت میں پیش کررہا ہوں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو رب تعالیٰ نے بہت ساری خوبیوں سے نوازا تھا۔

ایک غیر مقلد مولوی صاحب مرادآبادی کی منشی لطافت حسین صاحب مرادآبادی سے پیلی بھیت میں کسی مسئلہ پر بحث ہوئی، ان غیر مقلد صاحب سے جواب نہ بن پڑا تو اعلیٰ حضرت کی شان میں کلمات ناشائستہ بول اٹھے۔ منشی لطافت حسین صاحب نے کہا کہ آپ کو اس مسئلہ میں شبہ ہے تو اعلیٰ حضرت سے بریلی شریف چل کر تشفی کر لیجئے کرایہ آمدورفت کا میں ادا کروں گا وہ مولوی صاحب بولے، میں وہاں نہیں جاؤں گا۔ شب کو انہوں نے خواب دیکھا کہ انہیں کسی جگہ جانا ہے۔ بیچ میں عظیم الشان دریا حائل ہے کشتی کا پتہ نہیں اسی فکر میں ہیں کہ دوسوار دیکھے کہ خشکی کی طرف آتے ہیں اور دریا میں جارہے ہیں مولوی صاحب نے کہا کہ حضور مجھے بھی لیتے چلئے۔ ان میں سے ایک صاحب نے کہا کہ اسے چھوڑ دیجئے یہ ناپاک ہے ان مولوی صاحب کو سخت تعجب ہوا کہ میں تو بڑا پکا موحد بلکہ مولوی ہوں، مجھے ناپاک کس وجہ سے فرمایا؟ اس پر ان کو کچھ تنبیہ ہوا کہ شاید مولانا احمد رضا خاں صاحب کی شان میں گستاخی اور عقیدہ غیر مقلدیت کی وجہ سے ایسا فرمایا، اسی تردد میں تھے کہ کچھ دنوں کے بعد دوسرا خواب دیکھا کہ ایک عظیم الشان شہر ہے اس کا پھاٹک بھی اس کی شان کے لائق ہے اور دونوں طرف دربان کھڑے ہیں اور لوگ اندر جارہے ہیں جو اندر جانا چاہتا ہے دربان اس سے کچھ پوچھتا ہے اور چھٹی مانگتا ہے، جو چھٹی دکھا دیتا ہے اس کو اندر جانے دیتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا جگہ ہے؟ دربان نے کہا حضور اقدس سرکار دوجہاں ﷺ کا دربار ہے۔ میں نے کہا مجھے بھی جانے دیجئے اس نے پوچھا کہ تمہارے پاس چھٹی ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ درباری نے کہا میں حضور ﷺ سے اجازت لے لوں، وہ اجازت لینے گیا حضور اقدس ﷺ نے فرمایا، اس سے کہو کہ پاک صاف ہوکر چھٹی لے کر آئے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب کیسے پاک ہوکر آؤں، اور چھٹی کہاں سے لاؤں؟ اس نے جاکر دریافت کیا، ارشاد ہوا کہ مولوی احمد رضا خان بریلوی سے پاک وصاف ہوکر آؤ اور انہیں سے چھٹی لے کر آؤ، اس وقت آنکھ

کھل گئی اور پھر سونا حرام ہوگیا۔ اسٹیشن پیلی بھیت پہنچا اور ٹکٹ لے کر بریلی شریف حاضر ہوا، اعلیٰ حضرت کے قدموں میں گر پڑا روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں اور سب حال عرض کیا، توبہ کیا اور داخل سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ ہوا۔ حضور نے شجرہ عنایت فرمایا اور ارشاد ہوا کہ یہی چھٹی ہے اور جس کشتی کی تلاش تھی وہ پیر ہے۔

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ حضور کے ایک مرید نصرت یار خاں صاحب ساکن بانس منڈی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور دعا فرمائیں میرا ارادہ حرمین طیبین کی حاضری کا ہے حضور نے دعا فرمائی اور ایک تعویذ عطا فرمایا اور فرط شوق سے سینہ سے لگایا یہ دن جمعہ کا تھا چنانچہ اس شب سب شہ میں نماز عشا ہو چکی تھی حضور سجدہ میں وظیفہ پڑھ رہے تھے کہ نصرت یار خاں صاحب سفری لباس زیب تن کئے ہوئے گلے میں حمائل شریف ڈالے حاضر خدمت ہوئے، حضور اس وقت رو بقبلہ تشریف رکھتے تھے، انہوں نے بڑھ کر کان میں چپکے سے کچھ کہا۔ حضور نے کسی قدر کبیدہ خاطر ہو کر فرمایا: یہ وسوسے کیوں دیر کر رہے ہو؟ پھر یہ اپنی جگہ پر بیٹھ گئے، اور کچھ کہنا چاہتے تھے کہ حضور نے فرمایا: نصرت خاں! جانتا ہے، میں کون ہوں؟ میں تجھے حکم دیتا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا: میں خوب جانتا ہوں، آپ میرے شیخ ہیں، مگر میں تو نہیں جاؤں گا میرے لئے آپ ہی سب کچھ ہیں۔ یہ سن کر حضور کھڑے ہو گئے، اور فرمایا: گیارہ بجا چاہتے ہیں، گاڑی کا وقت قریب آ گیا، جلد اسٹیشن جاؤ، گاڑی اب بھی مل جائے گی۔ مگر وہ تو یہی کہہ رہے ہیں، میں نہیں جاؤں گا۔ میرے لئے آپ ہی سب کچھ ہیں۔ ہم لوگ بھی سمجھا رہے تھے، مگر وہ کسی کی کب سنتے تھے، تو حضور نے فرمایا: اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے، اس کے سر پر پانی ڈالو، اور تشریف لے جانے لگے۔ انہوں نے بڑھ کر دونوں ہاتھوں سے پائے مبارک کی کھمبی بھر لی، اور کہنے لگے۔ آپ جاتے کہاں ہیں، میں نہیں جانے دوں گا۔ ایک بار سینہ سے لگا کر وہی جلوہ دکھا دو، میں پاگل نہیں ہوں۔ حاضرین نے بدشواری انہیں جدا کیا۔ حاجی کفایت اللہ صاحب نے حضور کی نعلین مبارک دروازہ مسجد میں رکھیں، نصرت یار خاں صاحب نے ہم لوگوں سے اپنے کو چھوڑا کر حضور کا جوتہ اپنے قبضہ میں کر لیا۔ حضور نے فرمایا: دسرا جوڑا گھر میں سے لے آؤ۔ مختصر یہ کہ حضور تو کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے، خدام نے پھاٹک بند کر لیا۔ اب مسجد میں حضور کے خلف اکبر و دیگر خاندانی حضرات اور خدام پکڑ رہے ہیں، اور پانی ڈالا جا رہا ہے، مگر وہ کسی طرح قابو میں نہیں آتے تھے۔ اسی کشمکش میں خدام تو خدام حضرات شاہزادہ اکبر کا بھی کرتہ سلامت نہ رہا، چونکہ پھاٹک بند ہو گیا تھا لہٰذا سڑک پر پھاٹک کے سامنے دیر تک پڑے رہے، شب کے ایک بجے وہ مستورات جو ہمراہ جانے والی تھیں، مع چند رفقا اسٹیشن سے بعد انتظار مع سامان حاضر آستانہ ہوئے، سب کے ٹکٹ خرید لئے تھے، وہ واپس کر ائے گئے۔ اور نصرت خاں صاحب کو بدشواری مکان لے گئے اور دست و پا میں ہتھکڑی اور بیڑی ڈال کر بے قابو کر دیا۔

اب کیفیت یہ تھی کہ نہ کھاتے تھے، نہ پیتے تھے، دن رات اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کا وظیفہ تھا۔ ادھر جس شب کا یہ واقعہ ہے، اس کی صبح کو حضور کا چہرہ بہت اداس پایا، اور معلوم ہوتا تھا کہ رات بھر الحاج وزاری میں گزاری ہے۔ نصرت یار خاں ایک عرصہ تک پابزنجیر رہے۔ یہ معمول ہو گیا کہ ہر جمعہ کو ان کے عزیز ہتھکڑی ڈالے ہوئے لایا کرتے تھے، اور تھوڑی دیر اعلیٰ حضرت کی زیارت کرا کر واپس لے جاتے۔ میں نے دیکھا کہ وقت حاضری خاں صاحب موصوف ملتجیانہ نگاہوں سے حضور کی طرف دیکھتے اور پھر خاموش ہو جاتے، اور نیچی نظر کئے بیٹھے رہتے تھے۔ بعض اعزہ کے مشورہ پر بدایوں مزارات پر حاضری ہوئی، وہاں دورانِ قیام میں ایک شب موقع پا کر شہر کا رخ کیا، اور ایک لوہار سے خوشامد کی کہ میری ہتھکڑی اور بیڑی کاٹ دے، میں پاگل نہیں ہوں، نہ مجھ

پرکوئی آسیب ہے، یہ میرے گھر والوں کی غلط فہمی ہے۔ اس نے کچھ تامل کیا تو کچھ رقم بھی دی۔ بالآخر انہیں اس نے آزاد کر دیا۔ یہ سیدھے مکان آ گئے، لوگوں کو اطمینان ہو گیا۔ اب صرف یہ صورت تھی کہ یہ خاموش رہتے تھے۔ غرض دو تین سال یونہی گزر گئے، اس کے بعد ایک روز سید محمود علی صاحب قادری رضوی حاضر خدمت ہوئے، اور اپنا ارادہ حاضری حرمین شریفین کا ظاہر کیا۔ خاں صاحب بھی نیچی نظر کئے ہوئے سامنے آئے، دست بوسی کے لئے ہاتھ بڑھائے، حضور نے ان سے بھی مصافحہ کیا، اور دعائے صحت سلامتی بخیر ذہاب وایاب کی فرمائی۔ اس کے بعد وہ دونوں حضرات رخصت ہوئے۔ اس وقت ہم خدام آستانہ نے مولانا امجد علی صاحب اعظمی مصنف ''بہار شریعت'' سے دریافت کیا کہ حاجی نصرت یار خاں صاحب کی حالت پہلے کیوں خراب ہو گئی تھی، اس میں کوئی راز ضرور ہوگا۔ مولانا نے ارشاد فرمایا: اس وقت حضور نے ایک جذبہ کی حالت میں معانقہ فرمایا جس کے باعث ان کا ظرف چھلک گیا، اور برداشت نہ کر سکے۔ اس وقت فقیر کو حضور کے غزل کا مطلع یاد آ گیا۔

گلے سے باہر سرکتا نہیں شور وفغاں دل کا
الٰہی چاک ہو جائے گریباں ان کے بسمل کا

ناظرین کرام! غور فرمائیں کہ جو قلب اطہر ایسی سمائی رکھتا ہو اس میں جذبہ پیدا ہو تو بے چارے نصرت یار خاں صاحب پر کیا منحصر؟ کون ہے جو برداشت کر سکے۔ خیر بہر کیف! جب ان حضرات کی واپسی ہوئی، اس وقت حضور پر نور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز فجر کے بعد مسجد میں منتظر تھے، اتنے میں جلوس حاجیوں کا آ گیا۔ پہلے حاجی سید محمود علی صاحب بارادہ دست بوسی حضور کی طرف بڑھے، حضور نے حسب عادت کریمہ دریافت فرمایا: سرکار میں حاضری ہوئی؟ سید صاحب نے اثبات میں جواب دیا۔ حضور قدم بوس ہوئے۔ اس کے بعد حضور حاجی نصرت یار خاں صاحب کی طرف جن پر نظر پہلے سے بار بار پڑ رہی تھی خود سبقت فرمائی۔ حاجی نصرف یار خاں صاحب قدموں پر آنکھیں ملنے لگے۔ حضور نے دونوں بازو پکڑ کر اٹھایا، اور سینہ مبارکہ سے دیر تک لگائے رہے۔ اس وقت ہم خدام نے دیکھا کہ حضور کا چہرہ انور فرط مسرت سے دمک رہا تھا، اور چشمان مبارک پر آشوب تھیں، اور یہ احساس ہوا کہ جب سے حاجی نصرت یار خاں صاحب کی حالت خراب ہوئی تھی، اس دن سے ہم خدام نے برابر حضور کر اداس وملول پایا۔ الغرض! جلوس تھوڑی دیر قیام کے بعد حاجیوں کو لے کر رخصت ہوا۔ اور حضور کاشانۂ اقدس میں تشریف لے گئے۔

نبیرۂ محدث سورتی جناب مولوی قاری احمد صاحب کا بیان ہے کہ ۱۳۱۹ھ میں حضرت مولانا شاہ محمد وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''التعلیق المجلی شرح منیۃ المصلی''، تحریر فرما رہے تھے، ایک دن بہت سے اوراق آپ کی چوکی پر سے غائب ہو گئے بہت تلاش کی گئی مگر وہ اوراق دستیاب نہ ہوئے۔ اعلیٰ حضرت سے اس واقعہ کو بیان کیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ ضائع نہیں ہوئے ہیں، بلکہ احتیاط سے رکھے ہوئے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے محدث سورتی صاحب سے فرمایا کہ آپ کی مسجد میں جنوں کی ایک جماعت رہتی ہے ان میں ایک صاحب علوم اسلامیہ سے بھی واقف ہیں اور آپ کے درس حدیث میں بھی شامل ہوتے ہیں وہ دیکھنے کے لئے لے گئے تھے مگر واپس رکھنا بھول گئے۔ آپ مسجد میں تلاش کیجئے۔ چنانچہ مسجد میں تلاش کیا گیا تو وہ مسودہ ایک اونچے طاق پر حفاظت سے رکھا ہوا دستیاب ہوا۔

ان واقعات سے ظاہر ہوا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کو اللہ تعالیٰ نے درجۂ ولایت کے ساتھ ساتھ بہت ساری خوبیوں سے نوازا تھا مولیٰ تعالیٰ بدخواہوں و بدزباں کو ہدایت نصیب فرمائے اور اعلیٰ حضرت کا فیوض و برکات ہم سنیوں پر عام فرمائے۔ (آمین)

دور حیات آئے گا قاتل قضا کے بعد

از: سید عظیم الدین رضوی سوار ضلع رامپور یوپی

۳۰ر دسمبر ۲۰۰۶ء بروز ہفتہ ریڈیو ہندوستان نے یہ خبر نشر کی کہ مجاہد اسلام بے باک ونڈر حکمراں سابق صدر عراق صدام حسین کے لئے پھانسی کی سزا کو عمل میں لانے کے لئے تیاریاں آخری مرحلوں میں ہیں ۔ ہندوستانی وقت کے مطابق ساڑھے آٹھ بجے کل بروز اتوار ۳۱ر دسمبر کو سزا کو عملی جامہ پہنا دیا جائے گا۔

یقیناً ایک آہ منہ سے نکلی ، دل کانپ اٹھا، کانوں کی قوت سماعت نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ لیکن یکا یک دل میں خیال آیا کہ عراق کی بادشاہت کا سہرا اس ظالم قوم کے حامیوں کے سر ہے، جو بچوں کو ماں ، باپ کی شفقت سے دور کرنے میں ذرا بھی آہ محسوس نہیں کرتی ، جس قوم نے اسلام کی مقدس بیٹیوں کی گودوں کو خالی کرنے میں بالکل ترس نہیں کھایا۔ جس قوم نے اولاد کو شفقت مادری اور پدری سے الگ کر دیا۔ جس قوم نے والدین کو محبت اولاد سے محروم کر دیا۔

پہلے افغانستان اور پھر عراق میں کتنی ہی عورتوں کو بیوہ کر دیا۔ ان سے ان کے سکون و چین چھین لئے ۔ ازدواجی زندگی کو تنہائی میں بدل دیا۔ بے گناہ بچوں سے ان کے والدین کو چھین کر یتیمی کی زنجیروں میں جکڑ دیا۔ سیدھے سادھے بے گناہ مسلمانوں کے خون سے فخر کے ساتھ اپنے ہاتھ رنگے ۔ ملا عمر اور اسامہ بن لادین کے پکڑنے کا جھانسہ دیکر کتنے ہی آباد گھروں کو بے گھر ہونے پر مجبور کر دیا۔ یقیناً وہ ظالم قوم اس ناپسند اور مکروہ عمل کو پایۂ تکمیل تک پہچانے میں بالکل شرم محسوس نہیں کرے گی۔

غالباً دوپہر ایک بجے ریڈیو کی اس خبر نے آنکھوں میں آنسو اور دلوں کو تڑپا دیا۔ کہ ظالم اپنی شیطانی طاقت ایک مظلوم پر آزما چکے ہیں۔ شہر بغداد کے کسی نامعلوم مقام پر صدام حسین کو پھانسی کے تختہ پر چڑھا کر ظالم ظلم کی انتہا کو پہنچ چکے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

میرے خون کو بیکار نہ سمجھو
میرے خون سے تاریخ نصب ہوگی

سرزمین عراق پر اس حادثہ نے کربلائے معلیٰ کے واقعہ کی یاد تازہ کر دی۔ اسی ملک کے ایک شہر کا نام کوفہ ہے، جہاں پر امام حسین عالی مقام کو دھوکے سے بلا کر شہید کر دیا گیا تھا جہاں رسول کے مقدس اہل بیت کو یزید نے اپنے ظلم کا شکار بنایا تھا۔ جہاں قاسم و عباس کی جوانی کو لوٹا گیا تھا۔ جہاں ننھے علی اصغر کے حلقوم پر حرملہ کا تیر چلا تھا۔ جہاں خاندان رسول پر پانی بند کر کے ان کی بے حرمتی کی گئی تھی، جہاں نواسۂ رسول کو سجدہ میں پیاسا شہید کر دیا گیا تھا۔ اسی ملک میں امریکہ کے اشارے پر رافضیوں نے بنا کسی جرم کے مجرم ٹھہرا کر صدام حسین کو شہید کر دیا اور اپنی سنی دشمنی کو جگ ظاہر کر دیا۔

قید خانے میں جب ایذا رسانی کی حدود کو پار کر گئے اور تکلیف دینے کا اور کوئی طریقہ باقی نہ رہا تو ضعیف العمر مجاہد اسلام کو تختۂ پھانسی پر لا کر کھڑا کر دیا اور پھانسی کے پھندے کو کھینچنے میں بالکل جھجھک محسوس نہ کی۔

صدام حسین کا جرم

صدام حسین ایک بہادر اور نڈر حکمراں تھا اس نے

امریکہ کے آگے کبھی گھٹنے نہیں ٹیکے یہی اس کا جرم تھا (جب امریکہ کو لگا کہ) افغانستان کو بربادی کی آخری منزل تک پہنچانے کے بعد جب امریکہ کو یہ محسوس ہوا کہ اب دنیا میں صدام حسین ہی ایسا شخص ہے جو امریکہ کو کسی بھی وقت نیست و نابود کرسکتا ہے۔ عیسائیت کو تہہ و بالا کرسکتا ہے۔ نصرانیت کو ملیامیٹ کرسکتا ہے۔ یہی سب سوچ کر متحدہ امریکی افواج ۲۰/مارچ ۲۰۰۳ء میں عراق پر حملہ کیا، اور عراق کو بربادی کے دہانے پر پہنچا دیا۔

صدام حسین کی حکومت کو ختم کر کے ۱۴/دسمبر ۲۰۰۳ء میں صدام حسین کو گرفتار کیا اس کے بعد ہر اس ظلم و ستم کا سلسلہ شروع ہوا جو اس کی موت پر آکر ختم ہوا۔ ایک سو اڑتالیس ۱۴۸/شیعاؤں کے مارنے کا جرم اس کے اوپر تھوپ کر پانچ نومبر ۲۰۰۶ء کو موت کی سزا سنائی گئی۔

صدام حسین کو ۱۴۸/شیعاؤں کے موت کے گھاٹ اتارنے کے جرم میں سزائے موت دی گئی لیکن کیا اقوام متحدہ میں کوئی یہ کہنے کی جسارت کرے گا کہ ظالم جارج بش نے پہلے افغانستان اور پھر عراق میں لاکھوں بے گناہ مسلمین کو میٹھی نیند سلا دیا۔

نہ جانے کتنے آشیانے برباد کر دیئے؟ کیا اس کا جرم صدام حسین سے کم ہے؟ کیا اس کا بے گناہوں کو مارنا جائز ہے؟ کیا اس کو مسلمانوں کے مارنے جرم میں پھانسی کی سزا نہیں ملنا چاہئے؟ اس کو بھی موت کی سزا ملنی چاہئے ضرور ملنی چاہئے۔

دنیا کے مسلمانوں کو دہشت گرد کہنے والا امریکہ خود دہشت گرد ہے بش سب سے بڑا مجرم ہے۔ اس کو بھی پھانسی کے تختہ پر لٹکایا جانا چاہئے۔

واہ رے مجاہد اسلام تو نے ہمت و جواں مردی کا دامن نہیں چھوڑا بھری عدالت میں امریکیوں اور رافضیوں کو للکارتے ہوئے خود کو صدر عراق کہا بھری عدالت میں نعرہائے تکبیر و رسالت سے ظالموں کے دلوں کو دہلا دیا، آخری وقت تک عراقی عوام کو صبر و ہمت کی دعوت دیتا رہا۔ قید خانے میں رہ کر اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا و خوشنودی کی تلاش کرتا رہا۔ اس کے مقدس کلام قرآن مجید کی تلاوت کرتا رہا۔ مسلمانوں کو ان کا ماضی یاد دلانے کی کوشش کرتا رہا۔

واہ رے مجاہد عظیم تو نے پھانسی کے تختے پر کھڑے ہو کر اپنی آخری خواہش کے طور پر قرآن مجید کو سینے سے لگایا اور منہ پر بغیر کالا کپڑا اڑائے کلمہ طیبہ کا ورد کر کے جہان فانی کو خیرآباد کہہ گیا۔ اور مرتے مرتے لوگوں کو یہ درس دے گیا کہ اگر ظالم پھانسی کے پھندے تک پہنچا دے تو حرف شکایت منہ پہ نہ لانا بلکہ خوشی کے ساتھ خدا کی راہ میں شہادت کا جام پی لینا، اس لئے کہ حق والوں کا یہ شیوہ نہیں کہ ظالم کے ظلم سے عاجز ہو کر رہائی کا راستہ اختیار کریں۔

اب صدام حسین فرد واحد کا نام نہیں ہے بلکہ ایک تحریک کا نام ہے یہ حقیقت ہے کہ صدام اس دنیا سے رخصت ہو گیا لیکن اس کے چاہنے والوں کی دنیا میں کوئی کمی نہیں ہے۔ اب ہر گھر میں صدام ہے ہر فرد صدام اور آنے والی نسل کا ہر بچہ صدام حسین ہے۔ اس نے اپنے کارناموں سے قوم مسلم کو راہ دکھائی ہے نیا موڑ دیا ہے۔ نیا پیغام دیا ہے اور باطل کو پھر سے سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ

دور حیات آئے گا قاتل قضا کے بعد
ہے ابتداء ہماری تیری انتہا کے بعد

صدام حسین واقعی ہمدرد وطن محب وطن، اسلام پر مر مٹنے والا کفار کا منہ کالا کرنے والا، اور اپنی قوم سے بے پناہ محبت کرنے والا انسان تھا، عراق کی عوام کو ہر موڑ پر راہ دکھانے والا انسان تھا۔ اس نے اپنی موت سے قبل عراقی عوام کو خط کے ذریعہ ایک پیغام دیا ہے۔ جس کو ہم ہندی روزنامہ امراجالا سے نقل کر رہے ہیں۔

صدام حسین کا پیغام سنی مسلمانوں کے نام

آپ سب جانتے ہیں کہ ماضی میں جہاد میں مشغول تھا میرے پیارے محبین وطن ہمارا عراق سخت اور مشکل ترین دور سے گزر رہا ہے لیکن یاد رکھو کہ یہ لوگوں کے لئے نیا امتحان ہے جب کم ظرفوں کو غیر ملکی طاقتیں اقتدار سونپ دیتی ہیں تو وہ سب سے پہلے اپنی طاقت کا استعمال محبین وطن کو ختم کرنے کے لئے کرتے ہیں۔ میرے ہم وطن ساتھیو تم جانتے ہو کہ اس رقعہ کو لکھنے والا معتمد ایمان دار اور بغیر کسی تفریق کے لوگوں کی حفاظت کرنے والا ہے۔

میں اپنی قربانی دیکر اپنی روح کو اس کے اصلی مقام یعنی عقبی کی طرف پھیرنے جارہا ہوں۔ اگر اللہ رب العزت میری قربانی قبول فرمائے گا تو مجھے شہیدوں کے ساتھ جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے گا۔

ہمیں صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہنا چاہئے۔ اور مخالفین حکومتوں کے خلاف اللہ کے انصاف کا انتظار کرنا چاہئے، اگر مشیت ایزدی اسی میں ہے کہ میں شہید ہو جاؤں تو میں اس خالق کل کا شکر گزار ہوں۔ ہمارے ملک کے دشمنوں حملہ آوروں اور ایرانیوں کو جب یہ خوف ہوا کہ جب تک عراقی عوام متحد اور متفق رہے گی۔ تب تک ہم ان پر قابض نہیں ہو پائیں گے تو انہوں نے ہمارے درمیان نفرت کے بیج بونے شروع کر دیئے۔

عراق یا اس کی حدود کے باہر اگر کوئی مخالف ہمارا پیچھا کرے تو آپ اسے معاف کر دیں۔ میرے ہم وطن ساتھیو! اب میں آپ کو الوداع کہتا ہوں عراق زندہ باد، فلسطین زندہ باد، جہاد زندہ باد مجاہدین زندہ باد

تاریخ ۵/نومبر ۲۰۰۶ء مقام عراقی قید خانہ

صدام حسین صدر عراق اور مجاہدین کا کمانڈر انچیف

☆☆☆

(بقیہ ص ۴۱ کا) خلیفۂ بدر ملت حضرت مولانا عبدالصمد صاحب تحریر فرماتے ہیں: ''سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہٗ سے (بدر ملت) غایت درجہ محبت وعقیدت رکھتے تھے بلکہ ان کے عاشق زار تھے زندگی کے اخیر لمحہ تک تقریر وتحریر کے ذریعہ ان کی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے ہمہ وقت فکر مند ومتحرک رہے اور اپنے شاگردوں معتقدوں اور مریدوں کو مسلک اعلیٰ حضرت پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کرنے کی تاکید فرماتے رہے''۔ (مکتوبات بدر ملت ص ۵۴)

ایک جگہ اپنے چاہنے والوں کو ہدایت فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ''مسلک اعلیٰ حضرت امام احمد رضا پر مضبوطی سے قائم رہنا، شریعت مطاہرہ کی حمایت اور اس کی احیاء کی سعی کرتے رہنا، بدمذہبوں اور صلح کلیوں سے دور رہنا، صحیح معنی میں عالم بننے کے لئے علمائے اہل سنت خصوصاً سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ الرضوان کی تصنیفات وفتاویٰ مبارکہ کے مطالبہ کی مشق کرتے رہنا''۔

اعلیٰ حضرت سے عقیدت ومحبت کا اظہار آپ کے پیش کردہ استغاثہ سے بھی خوبی ظاہر ہوتا ہے۔

"استغاثہ بدرگاہ سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ" از: بدرالدین احمد

یا مرشدی یا سیدی السلام علیکم وعلی من لدیکم۔

بارگاہ رضویت کا نام لیوا بدرالدین احمد بیکس وبے نوا ہے اس کے حق میں تجلی جلال کا ظہور ہے سرکار کرم فرمائیں کہ تجلی جمال کے ظہور کی ٹھنڈک بدرالدین احمد کو نصیب ہو یا سیدی الغیاث الغیاث الغیاث فحسب بدرالدین احمد

(مکتوبات بدر ملت ص ۱۹۳)

☆☆☆

حیات بدر ملت کے چند نمایاں پہلو

از: مولانا غلام مصطفیٰ قادری رضوی رحمت عالم گلی باسنی ناگور راجستھان

برصغیر ہند میں یوں تو کئی ایک قدر آور علمی شخصیات نے جنم لیا اور اپنی علمی فکری صلاحیتوں کے ذریعے دینی، اخلاقی اور تعمیری خدمات انجام دیں جن کی جہد مسلسل اور شبانہ روز کاوشوں کے ذریعے اعلائے کلمۃ الحق کی صدائے دلنواز ملک کے گوشے گوشے میں گونجنے لگی تاریخ عالم میں ان کے نمایاں کارنامے آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں یہ اخلاص وللّٰہیت، خشیت ربانی اور عمل پیہم ہی کا نتیجہ تھا کہ جو کام ہم برسوں میں نہ کرسکیں وہ انہوں نے چند ماہ میں کر کے دکھادیا۔

یقین محکم، عمل پیہم ، محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

انہیں ہمالہ صفت بزرگوں میں ایک نکھرتا ہوا نام بقیۃ السلف حجۃ الخلف علم وحکمت کے بحر بیکراں، عمل وکردار کے سیل رواں، زہد واتقاء کے پیکر جمیل حضور بدر ملت رہبر شریعت علامہ الشاہ مفتی محمد بدر الدین احمد قادری رضوی نوری قدس سرہٗ العزیز کا بھی ہے جن کی حیات وخدمات اب دنیائے سنیت میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ تاہم یہ وقت کی بہت بڑی ٹریجڈیوں (Tragedy) ہے کہ ہماری جماعت کی اس باوقار ہستی کا صحیح معنی میں تعارف اور آپ کے زرین کارناموں سے قوم مسلم کو پوری طرح آشنا نہیں کرایا گیا۔

حضور بدر ملت کو خالق ارض وسما نے بے شمار اوصاف و کمالات سے نوازا تھا۔ علوم وفنون کا بیشتر حصہ آپ کو ودیعت فرمایا تھا حسن اخلاق، شجاعت، وفاداری، غیرت مندی وہمدردی کی جیتی جاگتی تصویر بنادیا تھا۔ اس کے علاوہ آپ کی پوری زندگی خدا اور رسول جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق بسر ہوئی۔

محبت وعشق رسول تو گویا گھٹی میں پلایا گیا تھا اہل بیت مصطفیٰ صحابہ کرام اور اولیاء عظام سے بھی آپ کی عقیدت و محبت گہری تھی الغرض اگر آپ کی حیات کے ایک ایک پہلو پر تفصیلی گفتگو کی جائے تو ایک دفتر تیار ہوجائے میں اپنی کم علمی اور کم مائے گی کے سبب آپ کی بلند وبالا شخصیت پر خامہ فرسائی نہیں کرسکتا تاہم آپ کے چاہنے والوں کی قطار میں شامل ہونے کی غرض سے چند سطور ہدیۂ قارئین کررہا ہوں تاکہ حضور بدر ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات وخدمات سے قدرے واقفیت حاصل ہو۔

ولادت شریفہ:

حضور بدر ملت ابن عاشق علی ابن احمد حسن ابن غلام نبی بن محمد نادر صدیقی ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۹۲۹ء موضع حمید پور ضلع گورکھپور میں پیدا ہوئے جو راوت پار سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر ہے۔

تعلیم و تربیت:

آپ کی ابتدائی تعلیم مقامی مدرسہ قصبہ شاہ پور میں ہوئی، ۱۰ر شعبان المعظم ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۹۵۲ء کو ورثۃ الانبیاء کا تاج زرین آپکے سر پر رکھا گیا اور آپ کی زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوا۔

اساتذہ کرام:

کسی بھی شخصیت کو آفتاب علم وفضل بنانے میں اسکے

اساتذہ اور سرپرستوں کا خاصا حصہ ہوا کرتا ہے اگر استاذ خود علم وعمل کا کوہ گراں ہو حق وصداقت کا آئینہ دار ہو تو اس کے زیر سایہ پڑھنے اور پلنے والے بھی فکر وفن اور علم وحکمت کے پیکر بنتے ہیں۔ شرط یہ ہے کہ شاگرد آداب معلم کا پورا پورا لحاظ و پاس رکھے حضور بدر ملت کو جن اساتذۂ کرام سے اکتساب فیض کا موقع میسر آیا وہ اپنے زمانے کے آفتاب و مہتاب تھے جن کی درسگاہ میں پلنے والے آج مفسر، محدث، فقیہ، مفتی اور مفکر ومدبر بن کر ملک وبیرون ملک خدمت دین وسنیت بطریق احسن انجام دے رہے ہیں۔ جن میں سے چند اساتذۂ کرام کے نام یہ ہیں۔

(۱) استاذ العلماء جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز صاحب محدث مرادآبادی بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۲) امام النحو حضرت علامہ غلام جیلانی صاحب اعظمی میرٹھی، رحمۃ اللہ علیہ

(۳) علامہ شاہ حافظ عبد الرؤف صاحب بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ

(۴) حضرت علامہ عبد المصطفیٰ صاحب قبلہ اعظمی شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ

(۵) حضرت علامہ قاری محمد یحیٰ صاحب مبارک پور رحمۃ اللہ علیہ

(۶) حضرت مولانا محمد خلیل صاحب کھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ

مذکورہ بالا علماء مشائخ کی تربیت علمی نے مولانا بدر الدین صاحب کو بدر ملت بنا دیا ہاں بدر ملت نے بھی اپنے ان مربیوں کا حق المقدور ادب واحترام ملحوظ خاطر رکھا۔

بیعت و خلافت:

جس ذات پاک ستودہ صفات سے حضور بدر ملت کو شرف بیعت حاصل تھا، وہ بھی اپنے وقت کے قطب تھے علم وفضل، تقویٰ وطہارت، استحکام واستقلال علمی بصیرت اور بصارت میں یگانۂ روزگار تھے جن کے فیض علمی نے نہ جانے کتنے گمشتگان راہ ہدایت کو صراط مستقیم پر گامزن کر دیا جسے دنیائے اسلام تاجدار اہلسنّت شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری المعروف بہ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے مبارک نام سے جانتی پہچانتی ہے اور جس (بدر ملت) کو ایسا مرشد برحق ملا ہو اس کی قسمت کا کہنا ہی کیا وہ کیوں اپنے مقدر پر نازاں و فرحاں نہ ہو مزید خوبی کی بات یہ کہ حضور بدر ملت کو حضور مفتی اعظم ہند ہی سے سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ نوریہ برکاتیہ کی خلافت اور اجازت بھی حاصل ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

دینی خدمات:

حضور بدر ملت نے خدائے قدیر کے فرمان ادع الی سبیل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة پر عمل کرتے ہوئے جس حسن وخوبی کے ساتھ تقریری، تحریری، اور تدبیری، خدمت دین انجام دی وہ بے مثال ہے آپ کی جلیل القدر دینی علمی، تعمیری اور اصلاحی خدمات اپنے پورے عہد میں چھائی ہوئی ہیں حمایت حق اور باطل کی بیخ و بن اکھاڑنے کے لئے جو عظیم الشان کارنامے آپ نے انجام دیئے وہ ناقابل فراموش ہیں۔

جو کچھ آپ نے کیا محض رضائے الٰہی اور خوشنودی مصطفیٰ ﷺ کے لئے کیا۔ ریا، دکھاوا اور دنیاوی نام ونمود سے ہمیشہ مجتنب رہے اپنے عزیز کے نام لکھے گئے مکتوب سے بھی اس بات کا ثبوت ملتا ہے، فرماتے ہیں:

اپنے اعمال حسنہ پر نگاہ رکھنا، پھولنا اور اترانا اس کو عجب کہتے ہیں عجب کے ساتھ ایک دوسرا خطرناک مرض یہ ہے کہ انسان اپنے اعمال خیر عوام کی نگاہ میں سنوارنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ میری طرف لوگوں کی رغبت بڑھے

میری مقبولیت میں اضافہ ہو اور نفس امارہ یہ سوجھاؤ دے کر مطمئن کرتا ہے کہ لوگوں میں مقبولیت نہ ہوگی تو سنیت کی تبلیغ مسائل شرعیہ کی ترویج کیسے انجام دی جائے گی؟

ان خطرناک حالات میں بارگاہ احدیت جل شانہ میں تضرع وزاری بہت ضروری ہے کہ نفس و شیطان قوی دشمن ہیں اور ان دونوں کے فریب اور دھوکے بہت باریک ہیں العیاذ بربنا سبحانہ (مکتوبات بدرملت ص ۱۶۳، بنام مولانا غلام غوث بستوی)

آپ کی خدمات دین وسنیت کی ایک بہترین مثال دارالعلوم اہلسنّت فیض الرسول براؤں شریف ہے جس کی تعمیر وترقی اور عروج وارتقاء کے لئے آپ نے مسلسل جدو جہد کی اور اسے خون پسینہ ایک کر کے سینچنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ نظام تعلیم، ربط وضبط، تعلیم وتعلم اور تربیت طلبہ پر بڑی گہری نگرانی فرماتے:

جس کے سبب منتظمین ادارہ نے قلیل مدت ہی میں آپ کو صدر المدرسین کی سند پر فائز کر دیا۔ اور آپ نے حسب معمول اخلاق وللہیت کا وہ نمونہ پیش کیا جس کی مثال ڈھونڈا کیجئے ...... اور اس کے پیش نظر حضور شعیب الاولیاء فرمایا کرتے ''حضرت مولانا بدر الدین صاحب فیض الرسول کی روح ہیں'' اور مولانا عبدالمبین نعمانی صاحب کے الفاظ میں ''دارالعلوم فیض الرسول کو شعیب الاولیاء حضرت بابرکت شاہ یار علی رحمۃ اللہ علیہ نے قائم تو ضرور کیا مگر اس کو شہرت ومقبولیت حضرت بدرملت رحمۃ اللہ علیہ ہی کے دم قدم سے ملی۔''

تحفظ ناموس رسالت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت کی خاطر آپ نے دنیا کے مختلف علاقوں میں اپنے خلفاء وتلامذہ کو پھیلا دیا جو آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بطریق احسن خدمات دینی وملی انجام دینے میں مصروف ہیں۔ اور مفید نتائج سامنے آرہے ہیں۔ جس کی عمدہ مثال حضرت مولانا صوفی عبدالصمد صاحب قادری ہیں۔

اصلاح امت علمی فروغ اور مذہب وملت کے عروج کے لئے حضور بدرملت نے تدریسی لسانی خدمات کے ساتھ ساتھ قلمی خدمات بھی انجام دی ہیں ملک گیر سطح پر آپ نے فکر انگیز نگارشات، وقیع تحریرات اور اصلاحی تصنیفات کے ذریعے تابندہ نقوش چھوڑے ہیں جو آنے والی نسل انسانی کے لئے رہنما ثابت ہوں گے لیکن یہ بھی زمانہ کی ستم ظریفی ہے کہ آپ کی تالیفات مکمل طور پر منظر عام پر ابھی نہیں آسکیں۔

تحریر کی اہمیت ہر دور میں مسلم رہی ہے جو فوائد ونتائج تحریر سے برآمد ہوتے ہیں وہ تقریر سے نہیں ہوتے، مزید یہ کہ تقریر سے چند افراد مستفید ہوتے ہیں جو مقرر کے سامنے موجود ہوں یا پھر کیسٹ سنکر، لیکن تحریر دنیا کے گوشے گوشے میں اپنے اثرات چھوڑتی ہے، علمائے اہلسنّت نے اس اہم کارخیر میں جو خدمات انجام دی ہیں وہ لائق تحسین ہیں اور تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔

حضور بدرملت نے اصلاح اعتقاد مسلم اور درستی اعمال کے لئے مختلف عناوین پر کئی کتابیں تصنیف فرمائیں جو برّ صغیر میں آپ کے علم وفضل وخشیت ربانی، محبت خدا ورسول اور حمیت دینی کی آئینہ دار ہیں۔ حضور بدرملت نے خواص کے علاوہ عوام کی ذہنی استعداد کے پیش نظر بہت سلیس اور دو زبان میں بھی کتابیں تصنیف کیں۔ مثلاً نورانی گلدستہ، تذکرۂ غوث وخواجہ اور مضامین بدرملت وغیرہ۔

ابتدائی درجۂ عالمیت پر بھی آپ نے بڑا احسان فرمایا اور نحو صرف کے قواعد پر بہترین کتابیں عطا کی۔ فن منطق کی اہمیت اور افادیت مبتدی طلبہ کے ذہنوں میں بٹھانے کے لئے جواہر المنطق تحریر فرمائی۔ نیز ننھے منھے نونہالان اسلام کے لئے بھی تعمیر ادب پانچ حصے لکھ کر احسان عظیم فرمایا جو علم و ادب، اصلاح عقائد وایمان، سیر وتواریخ میں معلومات کو

پختہ کرنے کی بہترین رہنما (Guied) ہیں۔ الحمد للہ آدھی سے زیادہ تصانیف منظر عام پر آچکی ہیں جن کا مطالعہ بہت مفید اور موزوں ہے بانی رضا اکیڈمی ممبئی عالیجناب سعید نوری صاحب تحریر فرماتے ہیں: ''حضرت (بدر ملت) علیہ الرحمہ کی تحریر پڑھنے کے بعد خوف خدا، تصلب فی الدین اتباع شریعت اور بزرگوں سے عقیدت و احترام کا جذبہ پیدا ہوتا ہے''۔ (مکتوبات بدر ملت ص ۷)

جن کی تصانیف کے مرہون منت ہیں سبھی
آہ وہ سرتاج ملت ہم سے رخصت ہو گئے

محبت رسول:

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا
جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی ﷺ

محبت رسول علیہ التحیۃ والثناء ہی جان ایمان اور روح ایمان ہ جب تک کسی کے دل میں یہ دولت نہ ہوگی وہ کامل مومن نہیں اگر چہ شب و روز سر بسجود رہے۔ قرآن واحادیث میں محبت رسول کا بہت تاکید کے ساتھ حکم دیا گیا۔ اور خود سرکار ارشاد فرماتے ہیں: ''تم میں کوئی اس وقت تک مومن کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والدین اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۲)

جس کی عشق مصطفیٰ لے لیا آغوش میں
وہ شہید عشق والفت ہم سے رخصت ہو گئے

مذکورہ بالا فرمان رسالت علیہ السلام کی روشنی میں اگر حیات بدر ملت کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ آپ کے دل میں بھی چراغ عشق مصطفیٰ روشن و منور تھا آپ الحب للہ والبغض للہ کی زندۂ جاوید تصویر تھے آپ کی پوری زندگی اتباع سنت اور اطاعت رسول کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی خود عشق رسول میں مستغرق رہے اور اپنے شاگردوں اور معتقدوں کو بھی اسی کی تعلیم دیتے رہے۔

موجودہ دور چونکہ پرفتن ہے ہر انسان دنیا کی رنگینیوں میں ملوث نظر آرہا ہے جس کے سبب محبت دنیا ان کے دلوں میں گھر بنا رہی ہے اور خدا اور رسول کی الفت قلوب مسلم سے نکل رہی ہے حضور بدر ملت کا دردمند دل ہر وقت قوم کی اصلاح کے لئے تڑپتا رہتا اس لئے بڑے افسوس کے ساتھ فرماتے ہیں:

''احکام دینیہ میں سب سے اہم حکم یہ تھا کہ مسلمان سرکار مصطفیٰ ﷺ کی تعظیم و محبت کو اپنے تمام امور میں بالا رکھیں کیوں کہ سرکار کی محبت کی برکت سے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی پہچان ملے گی۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال پر ایمان نصیب ہوگا دین کا نور حاصل ہوگا دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوگا، آخرت کو سدھارنے کی فکر ہوگی۔ لیکن مسلمان کہنے والوں نے اس اسلامی تعلیم کی کھلے عام مخالفت کی اور دہریہ، نیچری ملحد وہابی بن کر اسلامی وحدت کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا''۔ (مضامین بدر ملت ص ۱۳۲)

حضرت بدر ملت کی تصانیف سے بھی محبت رسول کا ثبوت واضح ہے ہر ہر سطر سے عشق رسول کے سوتے پھوٹتے نظر آتے ہیں صرف تعمیر ادب کو دیکھ لیجئے جس میں ابتدائی دینی تعلیم حاصل کرنے والوں کو بھی عمدہ طریقے سے درس محبت رسول عطا فرمایا ہے اور جا بجا نعتیں لکھ کر اس عظیم دولت کی حفاظت کا راستہ ہموار کیا ہے۔

احقاق حق وابطال باطل:

نجدی کے حق میں تھے جو سیف ہندی شعلہ بار
آہ وہ سیف شجاعت ہم سے رخصت ہو گئے

حضور بدر ملت نے اسلاف کرام کے مبارک نقش قدم پر چلتے ہوئے استقامت و تصلب فی الدین کا بھی بہترین نمونہ پیش کیا۔ آپ نے پوری زندگی نہ کسی بدعقیدہ کی تعظیم کی اور نہ ہی ان سے سلام و کلام کیا آپ تو عاشق صادق تھے بھلا آپ کس طرح دشمنان رسول سے نرمی سے پیش آتے

علم حدیث میں امام اعظم کی خدمات پر ایک تحقیقی نظر

از: مفتی محمد اسلم رضا قادری مدرسہ اسلامیہ باسنی، ناگور شریف

بلکہ فرمان رسالت فلیظھر العالم علمہ کے پیش نظر اپنے علم وفضل کے ذریعے تمام بدمذاہب کا رد وطرد کر کے احقاق اور ابطال باطل کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دیا۔ خود اس کار خیر میں رہے اور اپنے عقیدت مندوں کو بھی اس کی تعلیم دیتے رہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:

"مذہب اہلسنّت وجماعت پر مضبوطی سے قائم رہیں جس پر علمائے حرمین ہیں اہلسنّت کے جتنے مخالف مثلاً رافضی، قادیانی، نیچری وہابی، دیوبندی وہابی غیر مقلد وہابی۔ تبلیغی وہابی، مودودی وہابی، ندوی وہابی، صلح کلی وہابی وغیرہ ہیں سب سے اپنا ایمان بچانے کے لئے جدا رہیں اور سب کو اپنا مذہبی دشمن اور مخالف سمجھیں ان کی بات نہ سنیں ان سے میل جول نہ رکھیں ان کی کوئی کتاب نہ رکھیں کہ شیطان کو معاذ اللہ تعالیٰ دل میں وسوسہ ڈالتے کچھ دیر نہیں لگتی،۔

آدمی کو جہاں مال یا آبرو کا اندیشہ ہو وہاں ہرگز نہ جائے دین وایمان سب سے زیادہ عزیز چیز ہے اس کی محافظت میں حد سے زیادہ کوشش فرض ہے دنیا کی زندگی اور مال یہ سب دنیا ہی تک ہیں۔ دین وایمان س ہمیشگی کے گھر میں کام پڑتا ہے ان کی فکر سب سے زیادہ لازم ہے۔"

(مضامین بدر ملت ص ۱۵۸)

جن کے وعظ وپند میں تھا جذبۂ احیائے حق
وہ حیات قوم وملت ہم سے رخصت ہوگئے

اعلیٰ حضرت سے عقیدت: دنیائے سنیت کی عظیم عبقری یگانۂ روزگار شخصیت کا نام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری ہے جن کی حیات وخدمات کسی تعارت کی محتاج نہیں اگر میں یہ کہوں کہ پچھلی پوری صدیوں میں ان کے جیسا فقیہ مفسر مدبر مفکر اور مجدد نہیں آیا تو بجا ہوگا آج عالم اسلام میں ان کے افکار ونظریات کی دھوم مچی ہوئی ہے شرق سے لیکر غرب تک انؓ کے ذکر واذکار ہو رہے ہیں عقلیں محو حیرت ہے ان کے کمالات واوصاف پر۔ مخالفین اعتراف سے سر جھکا رہے ہیں اور آپ کے متعلق لگائے گئے الزامات مٹتے جا رہے ہیں۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

امام احمد رضا نے اپنی پوری زندگی تحفظ ناموس رسالت اور اصلاح عقائد واعمال مسلمین میں بسر فرمائی جس کے ثبوت پر آپ کی سیکڑوں تصانیف شاہد عدل ہیں نیز تبلیغ واشاعت مسلک حق کے لئے دنیا بھر میں علماء وفضلاء کو پھیلا دیا جن کی عظیم قربانیاں رہتی دنیا تک یاد رکھی جائیں گی۔ حضور بدر ملت کو محبت والفت رسول ہی نے امام احمد رضا کا دیوانہ بنا دیا جو خانوادۂ رضویہ کو ورثے میں ملی ہوئی دولت ہے حضور سرکار اعلیٰ حضرت سے بدر ملت کی عقیدت ومحبت کے ثبوت میں آپکی مشہور زمانہ تصنیف "سوانح اعلیٰ حضرت" کو پیش کیا جا سکتا ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جو جس سے محبت کرتا ہے وہ اسی کا ذکر کرتا ہے اور محبت کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ محبوب کے ذکر میں کھو جائے، اور محبوب کے حالات وواقعات کو عمدہ انداز میں پیش کئے جائیں حضور بدر ملت نے اسی تقاضہ

الفت کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی بے مثال عقیدت کا اظہار ''سوانح اعلیٰ حضرت'' کی صورت میں کیا۔ جو امام احمد رضا کی سیرت، حالات اور نمایاں کارناموں پر تحقیقی دستاویز اور بہترین ماخذ ہے۔

''مولانا بدالدین احمد صاحب کی یہ تصنیف جس کو ملک ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ امریکہ، پاکستان، سعودی عربیہ، لبنان، شام، ترکی، نیپال، مصر وغیرہ ممالک کے ریسرچ اسکالروں نے اپنے مخصوص مطالعہ میں رکھا اور مولانا بدرالدین احمد کے تبحر علمی، فضل و کمال، دانشوری اور فنی صلاحیت کا اعتراف کیا'' (مفتی اعظم اور ان کے خلفاء ص ۲۴۰)..............................

(بقیہ ص ۳۶ پر)

علم حدیث اور امام اعظم

امام الائمہ، سیدنا لفقہاء، سند الاتقیاء، محدث کبیر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اللہ رب العزت نے علم و فضل، تحقیق و تدقیق، اخلاق و عادات، مجتہدانہ صلاحیت، مسائل شرعیہ وفرعیہ میں آپ کی سطوت و بالادستی جیسی بے شمار خوبیاں جمع فرمادی تھیں۔

امام اعظم علم حدیث میں جس عظیم مہارت کے حامل اور جلیل القدر مقام پر فائز تھے اس کا انکار کبھی نہیں کیا جاسکتا سب سے پہلے ہم ''علم حدیث میں امام اعظم ابوحنیفہ کی مہارت'' کے تعلق سے ان فقہا اور محدثین کے اقوال، ارشادات ہدیہ قارئین کرتے ہیں، جو اپنے اپنے عہد میں علم وفضل کے آفتاب و ماہتاب تھے تاکہ حقیقت اور واضح و روشن ہوکر سامنے آجائے اور اہل ہوا بھی جان لیں اور ان کے فکر و قلوب میں بھی یہ بات نقش ہوجائے کہ امام اعظم ایک بے مثال محدث تھے۔

جن کے علم وفضل، علم فقہ وعلم حدیث، میں لاجواب مہارت، اور جرح تعدیل کے امام ہونے پر فقہاء کرام و محدثین عظام نے کیسے کیسے سنہرے الفاظ وکلمات میں تأثرات پیش کئے ہیں، جیسا کہ امام بخاری و مسلم وغیرہ محدثین کے استاذ حضرت یحیٰ بن معین نے فرمایا: ''امام حدیث ابوحنیفہ ثقہ تھے'' (تہذیب التہذیب، ج ۱۰، ص ۵۰) انہیں کا قول ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ میں جرح و تعدیل کی رو سے کوئی عیب نہیں۔ وہ کبھی کسی برائی سے متہم نہ ہوئے'' (تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۵۲)

امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری کے استاذ الاستاذ حضرت عبداللہ بن مبارک کے سامنے کسی نے امام اعظم کی برائی کی تو فرمایا ''تم علماء میں ایک ان کا مثل دکھاؤ۔ ورنہ ہمارا پیچھا چھوڑو، ہمیں عذاب میں مت ڈالو، ان کی مجلس میں بڑوں کو چھوٹا دیکھتا میں ان کی مجلس میں اپنے آپ کو جتنا کم رتبہ دیکھتا کسی کی مجلس میں نہ دیکھتا۔ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ یہ کہیں کہ میں افراط سے کام لے رہا ہوں تو میں ابو حنیفہ پر کسی کو مقدم نہ کرتا۔ نیز فرمایا: امام اعظم کی نسبت تم لوگ کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ حدیث نہیں جانتے تھے'' اور فرمایا: ابوحنیفہ کی رائے مت کہو بلکہ حدیث کی تفسیر کہو۔ ابوحنیفہ تابعین کے زمانے میں ہوتے تو تابعین بھی ان کے محتاج ہوتے۔ [موفق کردوی]

مزید حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں: خدا کی قسم ابوحنیفہ علم حاصل کرنے میں بہت سخت تھے، وہی کہتے تھے جو حضور اقدس ﷺ سے ثابت ہے۔ احادیث ناسخ منسوخ کے بہت ماہر تھے، معتبر اور دوسری قسم کی احادیث کو تلاش لیا کرتے تھے، جیسا کہ آپ کا یہ قول مشہور ہے ''لولا ان اللہ تعالیٰ اغاثنی بابی حنیفۃ و سفیان کنت کسائر الناس'' اگر اللہ تعالیٰ نے امام اعظم اور سفیان کے ذریعہ میری رہنمائی و دستگیری نہ کی ہوتی تو میں عام آدمیوں میں سے ہوتا۔ [تہذیب التہذیب ج ۱، ص ۴۵۰] اور علامہ فقہیہ قاضی ابوعبداللہ حسین بن علی صیمری حنفی

نے اپنی کتاب ''اخبار ابی حنفیہ واصحابہ'' میں حضرت ابوذکریا یحیٰ بن معین کا قول ذکر کیا ہے: "قیل لابی زکریا یحیٰ بن معین ایما احب الیك الشافعی ۔ ام ابو حنیفة ام ابویوسف قال اما الشافعی فلا احب حدیثه واما ابوحنیفة فقد حدث عنه قوم صالحون واما ابو یوسف فلم من اهل الكذب. كان صدوقا فقیل له فابو حنیفة كان یصدق فی الحدیث ۔ قال نعم صدوق" اھ ۔

ابو زکریا یحیٰ بن معین سے پوچھا گیا، تم کو شافعی، ابوحنیفہ، ابویوسف میں کون زیادہ پسند ہے انہوں نے کہا میں شافعی کی حدیث پسند نہیں کرتا اور ابوحنیفہ سے صالحین کی ایک جماعت نے روایت کی ہے اور ابویوسف جھوٹ بولنے والوں میں سے نہیں ہیں وہ سچے ہیں پھر ان سے کہا گیا، تو حدیث میں ابوحنیفہ سچے ہیں آپ نے کہا ہاں، ہاں وہ سچے ہیں'' ۔ [اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ ص۸۰ بحوالہ سوانح بے بہائے امام اعظم ابوحنیفہ ص۱۸۱]

مزید خاتمۃ الحفاظ، امام جلال الدین سیوطی شافعی نے ''طبقات الحفاظ'' میں شمس الدین محمد بن یوسف الصالحی مؤلف ''السیرۃ الشامیہ'' کا قول ''عقود الجمان'' سے نقل کیا ہے'' کہ امام ابوحنیفہ نعمان محدثین کے اعیان حفاظ میں سے تھے'' نیز امام ذہبی نے اپنی کتاب ''المعتمع'' اور ''طبقات الحفاظ المحدثین'' میں حضرت امام اعظم کا ذکر بہت خوب کیا ہے جیسا کہ لکھتے ہیں'' اگر امام ابوحنیفہ نعمان کا حدیث سے زیادہ تعلق نہ ہوتا وہ مسائل فقہیہ کا استنباط نہ کرسکتے کیوں کہ آپ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ادلہ سے استنباط کیا ہے ۔ [سوانح بے بہائے امام اعظم ابوحنیفہ ص۳۶۶]

علامہ ابن حجر مکی ہیتمی شافعی تحریر فرماتے ہیں'' کہ حضرت سفیان ثوری نے فرمایا امام ابوحنیفہ حدیث وفقہ دونوں میں ثقہ اور صدق ہیں'' [الخیرات الحسان ص۱۳] نیز حافظ ابن حجر مکی نے کہا'' کہ علی بن مدینی نے کہا کہ امام ابوحنیفہ سے ثوری، ابن مبارک، حماد بن زید، ہشام، وکیع، عباد بن العوام، اور جعفر بن عون نے روایت کی ۔ نیز فرمایا کہ امام ابوحنیفہ ثقہ ہیں ان میں کوئی عیب نہیں ۔ [نزہۃ القاری ا/۱۳۵] اسرائیل بن یوسف نے کہا'' امام ابوحنیفہ بہت اچھے شخص تھے حدیث کو کماحقہ یاد رکھتے ۔ ان کے برابر کوئی نہیں ہوا ۔ [الخیرات الحسان] یزید بن ہارون نے کہا'' میں لوگوں سے ملا پس کسی کو امام صاحب سے بڑھ کر عاقل و نافع اور پرہیزگار نہیں پایا۔'' [تبییض الصحیفہ ص۱۲]

"عن الشافعی قیل لمالك هل رایت ابا حنیفة قال نعم! رایت رجلا لوكلمك فی هذه السارية ان يجعلها ذهبا لقام بحجته" وقال الشافعی من اراد ان يتبحر فی الفقه فهو عيال علی ابی حنیفة انه ممن وفق له الفقه،"

خطیب نے امام شافعی کا قول نقل کیا ہے کہ امام مالک نے کہا گیا کہ آپ نے ابوحنیفہ کو دیکھا انہوں سے کہا ہاں! میں نے ان کو ایسا مرد پایا اگر وہ اس ستون کے بارے میں تم سے کلام کریں اور چاہیں کہ اس کو سونے کا بتائیں تو اس بات کو وہ دلیل سے ثابت کردیں گے۔

حضرت امام شافعی نے کہا جو فقہ میں تبحر حاصل کرنا چاہے وہ ابوحنیفہ کا محتاج ہے ابوحنیفہ یقینی طور پر ان لوگوں میں سے ہیں کہ فقہ ان کو راست آگئی ہے ۔ [الخیرات الحسان بحوالہ سوانح بے بہائے امام اعظم ابوحنیفہ ص۳۳۵]

ابو عاصم نے کہا'' اللہ کی قسم ہے ابوحنیفہ میرے نزدیک ابن جریج سے زیادہ فقیہ ہیں میری آنکھ نے فقہ میں بہت زیادہ اقتدار والا ابو حنیفہ کے سوا کسی کو نہیں دیکھا'' [الخیرات الحسان ص۳۲] اور مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہٗ اپنے مکتوبات شریف میں حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یوں خراج

عقیدت پیش کرتے ہیں: ومثل روح الله مثل الامام الاعظم الکوفی فانه ببرکه الورع والتقوی وبدولة متابعة السنة نال فی الاجتهاد و الاستنباط درجة علیا۔ بحیث یعجز الآخرون عن فهمه ویزعمون مجتهد انه بواسطة دقة المعانی مخالفة للکتاب والسنة ویظنونه واصحابه اصحاب الرای۔ کل ذلك لعدم الوصول الی حقیقة علمه ودرایته وعدم الاطلاع علی فهمه وفراسته الا ان الامام الشافعی وجدنبذة من دقة فقاهة علیهما الرضوان حیث قال: الناس کلهم عیال فی الفقه لابی حنیفة"

مزید چند سطور بعد فقہ حنفی کی اولیت و برتری کو ثابت کرتے ہوئے اور امام اعظم ابو حنیفہ کے حاسدوں اور معاندوں کو تنبیہ فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"یوجد السواد الاعظم من اهل الاسلام متابعین لابی حنیفة علیه الرحمة والرضوان وهذا المذهب مع کثیرة متابعیه ممتاز عن سائر المذاهب فی الاصول والفروع وله فی الاستنباط طریق علی حدة وهذا المعنی منبی عن الحقیقة (والعجب) ان الامام ابا حنیفة اسبق قد ما من الکل فی تقلید السنة ویعتقدون الاحادیث المرسلة کالاحادیث المسندة مستحقة للمتابعة ویقدما علی رأیه وکذالك یقدم قول الصحابة علی رأیه بواسطة نیلهم شرف صحبة خیر البشر علیه وعلیهم الصلوات والتسلیمات والآخرون لیسواکذلك و مع ذلك یزعمه المخالفون صاحب رای وینسبون الیه الفاظا تنبئی عن سوء الادب مع ان الکل معترفون لکمال علمه ووفور ورعه وتقواه رزقهم الله سبحانه التوفیق لئلا یؤذوارأس الدین ورئیس اهل الاسلام والسواد الاعظم من المسلمین "یریدون ان یطفئوا نور الله بافواههم" والذین یقولون لهولاء الاکابر اصحاب الرای فان اعتقدوا انهم یحکمون برأیهم لایتبعون الکتاب والسنه یکون السواد الاعظم من اهل الاسلام بزعمهم الفاسد ضالین مبتدعین بل یکونون خارجین من زمرة الاسلام "اھ [المنتخبات: ۲/۲۸۱، ۲۸۰، مکتبة الحقیقیة، استانبول]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حال حضرت امام اعظم کوفی کے حال کی طرح ہے۔ حضرت امام نے اپنے ورع وتقویٰ کی برکت اور سنت مبارکہ کی متابعت کی بدولت اجتہاد اور مسائل کے استنباط واستخراج میں ایسا بلند مرتبہ پایا ہے کہ دوسرے افراد اس کے سمجھنے سے عاجز اور قاصر ہیں اور آپ کے اجتہادات کو بوجہ ان کی رقت معانی کے کتاب وسنت کے خلاف سمجھ لیا ہے اور یہ سب کچھ اس بناء پر ہوا کہ یہ لوگ آپ کے علم کی حقیقت اور درایت نہیں سمجھ سکے حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ والرضوان کی فراست کو جو فقاہت کے کرشمہ سے دریافت کر گئے ہیں ان کے اس قول سے سمجھنا چاہئے جو انہوں نے کہا'' کہ تمام لوگ علم فقہ میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کی عیال ہیں اور آپ ہی کے محتاج ہیں۔

اور ہم پاتے ہیں کہ اہل اسلام کی اکثریت ابوحنیفہ کی تابع اور پیرو ہے اور یہ مذہب کثرت پیروان کے باوجود اپنے اصول وفروع میں تمام مذاہب سے ممتاز و یگانہ ہے۔

مسائل شرعیہ وفرعیہ کے استخراج واستنباط میں ان کا علیحدہ طریقہ ہے اور یہ معاملہ اس حقیقت پر دال ہے عجیب بات یہ ہے کہ سنت رسول ﷺ کی پیروی کرنے میں امام

اعظم ابوحنیفہ سب سے آگے ہیں۔ آپ مرسل حدیث کو مسند کی طرح شایان متابعت جانتے اور سمجھتے ہیں اور آپ مرسل حدیث کو اپنی رائے پر مقدم رکھتے ہیں۔ اور اسی طرح صحابۂ کرام کہ قول اور فیصلہ کو بھی مقدم رکھتے ہیں۔

ان کا حضور اقدس خیر بشر ﷺ کی محبت کے پانے کی وجہ سے ان پر اور تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر درود وسلام ہو اور دیگر ائمہ کا حال یہ نہیں ہے اس کے باوجود مخالفین آپ صاحب رای قرار دیتے ہیں۔ اور آپ کے متعلق ایسے الفاظ وکلمات استعمال کرتے ہیں جن سے بے ادبی کا اظہار ہوتا ہے اور یہ سب کچھ اس صورت میں ہو رہا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ کے علم وکمال اور ورع و تقویٰ کا سب کو اعتراف ہے۔

اللہ عزوجل ان کو توفیق خیر دے کہ دین کے سردار اور اہل اسلام کے رئیس کو برا نہ کہیں اور اہل اسلام کی بڑی جماعت کی دل آزاری نہ کریں۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ”اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں“ اور وہ لوگ جوان اکابر دین وملت کو اصحاب رائے کہتے ہیں اگر ان کا یہ اعتقاد ہے کہ یہ لوگ اپنی رائے سے حکم دیتے ہیں اور کتاب وسنت کا اتباع نہیں کرتے ہیں۔ تو اس صورت میں اسلام کا سواد اعظم گمراہ ومبتدع ہوا بلکہ اسلام کی جماعت سے خارج ہوا۔

یہ وقیع، علمی اور گراں قدر تاثرات ونظریات کن شخصیات اسلامیہ کے ہیں وہ شخصیات جو علم وعرفان، فکر و نظر، تحقیق وتدقیق، کی دنیا میں ماہر اور اپنے اپنے عہد سعید میں حدیث وفقہ، ادب ومعانی، منطق وفلسفہ کے امام تسلیم کئے جاتے تھے جن کی درسگاہ ودانشگاہ سے ایک عالم فیض یاب ہوا۔ جنہوں نے علم وعمل، فکر وآگہی، حقیقت ومعرفت، کے دریا بہائے جن کو تاریخ میں فقہاء ومحدثین کے نام سے یاد کیا گیا اور لکھا جاتا رہا۔ جن میں سے بعض وہ اہل علم وعمل ہیں جو آپ کے معاصرین میں سے ہیں جنہوں نے آپ کے شب وروز، سفر وحضر، مقیم ومسافر، کے حالات کو بنظر عمیق دیکھا اور آپ کی ہمہ جہت اور عبقری الشرق والغرب اور قد آور وبلند قامت شخصیت کا علمی وفنی، جائزہ لیکر ہی یہ نظریات وعندیات سپرد قرطاس وقلم کئے ہیں۔

خصوصاً حضرت عبد اللہ بن مبارک، امام شافعی حضرت امام جلال الدین سیوطی شافعی، امام ذہبی علامہ ابن حجر مکی ہیتمی شافعی، وغیرہم نے امام الائمہ، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف وتوصیف میں جو کلمات علمیہ قلمبند فرماتے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔

اور حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہٗ السامی نے اپنے مکتوب علمیہ شرعیہ میں آپ کے تعلق سے جو نظریہ اور تجزیہ پیش کیا ہے وہ بہت ہی پرمغز اور اذہان وقلوب کو مسرور کرنے والا اور اصحاب فکر وتدبّر کو دعوت تقلید دینے والا ہے کیا مجدد صاحب حضرت امام اعظم کے ہمعصر اور ہم سفر تھے اس لئے آپ نے امام اعظم کی مدح وستائش میں ایسے ایسے کلمات استعمال کئے ہیں؟ نیز آپ کے مذہب حنفی کو کس قدر سراہا ہے اسی کا اندازہ ہر وہ شخص کرسکتا ہے جو منصف مزاج ہونے کے ساتھ ساتھ علم وفن کی تحصیل کی خاطر اس راہ کا مسافر رہا ہو۔

مجدد صاحب کا کلام لطیف یکتا ویگانہ نظر آتا ہے، اگر کسی کوتاہ بیں اور متعصب دین وملت کو اس علم وفن کے تاجدار اور حقیقت ومعرفت تصوف کا یہ علمی تأثر بر محل نظر نہیں آتا ہے تو ضرور وہ اندھا اور نابینا ہے اگر چہ اس کی آنکھوں کی روشنی سلامت ہے پھر بھی وہ آندھا اور نابینا ہے اس لئے کہ کہ دل سے نابینا اور حقیقت سے ناآشنا ہے، اس کو کیوں کر یہ پرمغز تاثر نظر آئے گا۔ جبکہ اس امام کے تعلق سے اس کے دل وآنکھوں پر بغض وحسد، جہالت وسفاہت کی پٹی پڑی ہوئی ہے اللہ رب العزت ایسے متعصبین دین سے ہمارے کم خواندہ وناخواندہ افراد کو مامون ومحفوظ رکھے۔ اور

جو اس حقیقت سے آشنا ہیں ان کے دلوں میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عقیدت ومحبت زیادہ سے زیادہ پیدا فرمادے۔

اب آیئے ''علم حدیث میں امام اعظم کی مہارت تامہ اور خدمات جلیلہ'' کے تعلق سے کچھ اور شواہد قارئین کرام کی نظر کرتے ہیں تاکہ علم وحکمت کے اس بحر ناپیدا کنار کے علمی وفنی کمالات ومحاسن اور فضائل ومناقب کے کچھ اور شگوفوں سے معطر ہوجائیں اور ''غیر تقلیدیں'' بھی اس تاجدار علم و فضل کی درخشانی وتابانی کو ملاحظہ کرلیں ''ہم (غیر مقلدین) جس کے علم وفن، فضائل ومناقب پر بیجا اعتراضات و امیرادات کرتے ہیں وہ کس مقام ومرتبہ پر فائز المرام ہے! اور کیسے کیسے افراد اشخاص نے اس کی بارگاہ عظمت میں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اس حقیقت کا اعتراف بالجزم کیا ہے'' کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم حدیث وفقہ میں جو مرتبہ ہے وہ کسی ذی علم سے مخفی وپوشیدہ نہیں ہے''۔

شارح صحیح مسلم حضرت علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ النورانی حضرت امام الائمہ، امام اعظم ابوحنیفہ کی ہمہ گیر اور عالمگیر ذات ستردہ صفات پر خامہ فرسائی کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ''حق تو یہ ہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلامی علوم وفنون کے تمام شعبوں میں امام اور مجتہد تھے۔ جس طرح وہ آسمان فقہ کے درخشندہ آفتاب وماہتاب تھے اسی طرح عقائد وکلام کے افق پر بھی انہیں کا سورج (نیر تاباں بنکر) طلوع ہوتا تھا اور روایت ودرایت کے میدان میں سابقیت کا علم بھی انہی کا نصب کردہ ہے۔ فقہ میں یہ آب ورنگ انہی کے دم سے ہے اور فن حدیث میں یہ بہار انہیں کی کاوشوں کا ثمرہ ہے، شافعی اور مالک بھی علم فقہ میں ان کے پروردہ ہیں اور صحاح ستہ کے شیوخ ان کے فیض یافتہ، وہ نہ ہوتے تو نہ فقہاء کو یہ عروج ہوتا اور نہ بخاری ومسلم کو یہ جوبن نصیب ہوتا'' [تذکرۃ المحدثین، ص ۶۷]

حضرت علامہ شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی شافعی قدس سرہٗ السامی لکھتے ہیں: "الفصل الثامن فی ذکر الآخذین عنه الحدیث والفقه، قیل استیعابه متعذر لا یمکن ضبطه ومن ثمّه قال بعض الائمة لم یظهر لاحد من ائمة الاسلام المشهورین مثل ماظهر لابی حنیفة من الاصحاب والتلامیذ ولم ینتع العلماء وجمیع الناس بمثل ما انتفعوا به واصحابه فی تفسیر الاحادیث المشتبهة والمسائل المستنبطة والنوازل والقضاء والاحکام جزاهم الله خیرا، وقد ذکر منهم بعض متاخر المحدثین فی ترجمته نحو الثمانیهائة مع ضبط اسمائهم ونسبهم بما یطول ذکره." حج

[الخیرات الحسان ص ۲۳]

آٹھویں فصل ان حضرات کے بیان میں جنہوں نے آپ سے حدیث وفقہ حاصل کیا کہا گیا ہے کہ آپ سے کتنے افراد نے حدیث وفقہ حاصل کیا اس کا بیان بہت متعذر رہے اور پورے ضبط کے ساتھ ان سب کا بیان کرنا ممکن نہیں۔ اسی وجہ سے بعض ائمہ نے فرمایا اسلام کے مشہور ائمہ میں سے کسی کے بھی اتنے شاگرد اور اصحاب نہیں ہوئے جتنے امام ابوحنیفہ کے ہوئے ہیں۔ نہ کسی دوسرے امام سے اتنے علماء اور تمام لوگوں کو متنبہ احادیث کی تفاسیر اور استنباط شدہ مسائل اور پیش آمدہ حوادث اور قضاۃ کے قضایا کے مسائل و احکام کا فائدہ جتنا امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب اور شاگردوں سے پہنچا ہے کسی اور سے نہیں۔ اللہ عزّ وجل ان کو اچھا اجر عنایت کرے اور بعد میں آنے والے بعض محدثین نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے آٹھ سو شاگردوں کا خوب ضبط اور تحقیق سے بیان کیا ہے جن کا ذکر طوالت کے سبب ترک کیا جاتا ہے۔ (بقیہ ص ۲۰ پر)..........

قارئین کرام

''امام احمد رضا ٹرسٹ'' اپنی تمام تر توجہات کے ساتھ جامعہ وطلبائے جامعہ کی تعمیری و تعلیمی ترقیوں کے لئے برسر پیکار ہے۔ بحمدہ تعالیٰ اس وقت ''جامعۃ الرضا'' میں تقریباً تین سو طلبہ ۱۹ ر ذی استعداد و باصلاحیت اساتذہ کرام کے زیر نگرانی مختلف علوم وفنون سے آراستہ ہو رہے ہیں جن کے حوائج ضروریہ مثلاً طلبہ کے بہترین طعام و قیام کا انتظام، علاج و معالجہ، درسیاتی و مطالعہ جاتی کتب کا اہتمام و انصرام، امتیازی طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لئے انعامات، تحریری وتقریری مسابقہ جات کا انعقاد، طلبہ کی دیگر تعلیمی وتربیتی ضروریات کی تکمیل جیسے گراں بار ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی انجام دے رہا ہے۔ نیز متذکرہ بالا منصوبہ جات کو عملی جامہ پہنانے کے لئے بھی روز وشب کوشاں ہے۔ ظاہر ہے ان مہمات سے عہدہ برآ ہونا کوئی معمولی کام نہیں پھر بھی امام احمد رضا ٹرسٹ ''ہمت مرداں مدد خدا'' کے تحت استاذنا الکریم تاج الشریعہ فقیہ اعظم قاضی القضاۃ مفتی **محمد اختر رضا** قادری ازہری دام ظلہ کی دعاؤں کے سائے میں ہر ممکن تگ ودو میں لگا ہے اس لئے یہ ادارہ اپنی مہمات کی کامیابی میں **آپ جیسے** مخیر ہمدردان اہل سنت و مرکز اہل سنت کی خصوصی توجہ کا حامل ہے تاکہ حسب منشاء آپ اپنے مرکزی ادارہ کو ترقیوں کے بام عروج پر جلوہ فگن دیکھ سکیں۔ اور آپ حضرات کو معلوم ہے کہ جامعہ ہذا کا کوئی سفیر نہیں۔ لہٰذا جامعہ سے متعلق اپنی امدادی رقوم بصراحت مد علاقائی نمائندے کو سپرد کریں یا جامعہ کے ذمہ دار ملازمین یا براہ راست ناظم جامعہ شہزادۂ تاج الشریعہ حضرت مولانا **محمد عسجد رضا خاں** قادری مدظلہ العالی کو بشکل چیک یا ڈرافٹ بنام ''امام احمد رضا ٹرسٹ IMAM AHMAD RAZA TRUST'' ۸۲ ر سوداگران، رضا نگر، بریلی شریف ارسال فرمائیں۔

مرکز کے منصوبے

دارالحفظ ☆ دارالقرأت ☆ کلیۃ الشریعہ ☆ شعبۂ تقابل ادیان ☆ شعبۂ تربیت افتا ☆ ازہری لائبریری ☆ امام احمد رضا ریسرچ سینٹر ☆ غزالی دارالتصنیف ☆ پرائمری سیکنڈری وہائی اسکول ☆ شعبۂ کمپیوٹر سائنس ☆ حامدی مسجد ☆ علامہ نقی دارالاقامہ ☆ تاج الشریعہ کمرشیل کامپلیکس ☆ البرکات آفسیٹ ☆ رضا ہیلتھ کیئر سینٹر ☆ جیلانی گیسٹ ہاؤس ☆ نوری اسٹاف کالونی ☆ مرکزی دارالافتاء ☆ مرکزی دارالقضاء ☆ مرکزی رویت ہلال کمیٹی ☆ شرعی کونسل آف انڈیا ☆ فقہی ڈپلومہ (کالجیٹ طلبا کے لئے اسلامی عقائد اور فقہی معلومات کا ایک سالہ کورس)۔

تعاون کے طریقے

امام احمد رضا ٹرست کی کامیابی کے لئے اپنے مفید مشوروں سے نوازیں، چند طلبہ کے خورد ونوش کی کفالت کریں، ایک ملازم کی تنخواہ کا انتظام کریں، ہاسٹل کے کمرے کی تعمیر کرائیں، ٹرسٹ کے منصوبہ جات میں سے کسی منصوبہ کی تکمیل میں تعاون کریں، درسی وغیر درسی کتب کے لئے رقم ارسال کریں، امتیازی پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کے وظائف کا اہتمام کریں، نیز زکوۃ وفطرہ وغلہ وعطیات وغیرہ میں ادارہ آپ کی توجہ کا حامل ہے۔ ہمدردان اہل سنت مذکورہ بالا تعاون کے طریقوں میں انفرادی یا اجتماعی طور پر ٹرسٹ کی حوصلہ افزائی فرمائیں۔

عرس قادری رضوی بریلی شریف

۹۲/۷۸۶

زیر سرپرستی وصدارت: حضور والد گرامی قاضی القضاۃ ہند تاج الشریعہ وارث علوم اعلیٰ حضرت امین جمال حجۃ الاسلام جانشین حضور مفتی اعظم اسلام شہزادۂ مفسر اعظم الحاج علامہ **محمد اختر رضا خاں** صاحب مفتی اعظم ہند

برادران اہلسنّت و جملہ وابستگان سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ

السلام و علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج شریف! بفضلہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ عزوجل وعلیہ وسلم فقیر بخیر طالب خیر ہے۔

ہر سال کی طرح امسال بھی عرس ''قادری رضوی'' انشاء اللہ الرحمن نہایت ہی تزک واحتشام کے ساتھ منایا جائے گا۔لہٰذا ان پرفیض تقریبات میں شریک ہوکر بزرگوں کے حسنات وبرکات سے مستفیض ہوکر ثواب دارین سے مالا مال ہوں۔ عرس کی تقریبات کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

تقریبات عرس رضوی

۲۳ر صفر ۱۴۲۷ھ / ۱۴ر مارچ ۲۰۰۷ء بعد نماز فجر قرآن خوانی، نعت ومنقبت، بعد نماز عشاء قل شریف حضور حجۃ الاسلام ومفسر اعظم ہند علیہما الرحمہ، بمقام ''ازہری گیسٹ ہاؤس'' عقب درگاہ اعلیٰ حضرت ہوگا۔

۲۴ر صفر ۱۴۲۷ھ / ۱۵ر مارچ ۲۰۰۷ء بعد نماز فجر قرآن خوانی، نعت ومنقبت، دوپہر ۲ر بجے ''امام احمد رضا ٹرسٹ'' کی میٹنگ ''جامعۃ الرضا'' میں منعقد ہوگی، وہیں بعد نماز عشاء تقاریر علماء کرام وقل شریف حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ ا ربجکر ۴۰ رمنٹ پر ہوگا۔

۲۵ر صفر ۱۴۲۷ھ / ۱۶ر مارچ ۲۰۰۷ء بعد نماز فجر قرآن خوانی ونعت ومنقبت وتقاریر علماء ومشائخ، قل شریف اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہٗ دوپہر ۲ر بجکر ۳۸ رمنٹ پر، بمقام ازہری گیسٹ ہاؤس عقب درگاہِ اعلیٰ حضرت بریلی شریف ہوگا۔

-: آپ کا خیر اندیش ودعا گو :-

(صاحبزادہ) **محمد عسجد رضا خاں** قادری

ناظم اعلیٰ ''مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا'' مرکز نگر، بریلی شریف

Ph:-0581-2458543,3291453, Mob.:09359103545

The Monthly
SUNNI DUNIA BAREILLY

Regd. No. 17(82) Vol-1 Annual Subscription
Rs.(100) Per Copy (10) Regd. PO. No. BR/211/2007

دُنیائے سُنّیت کی عظیم درسگاہ

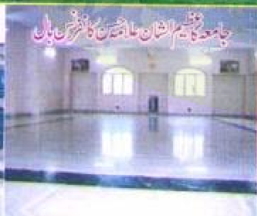
جامعۃ الرضا

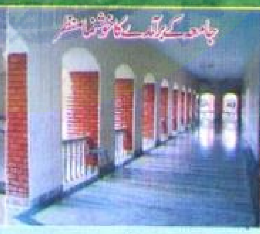
مرکز الدراسات الإسلامیۃ

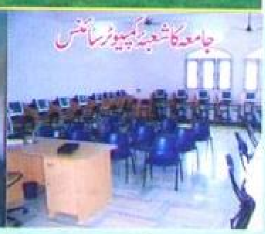
بریلی شریف
یوپی، ھند







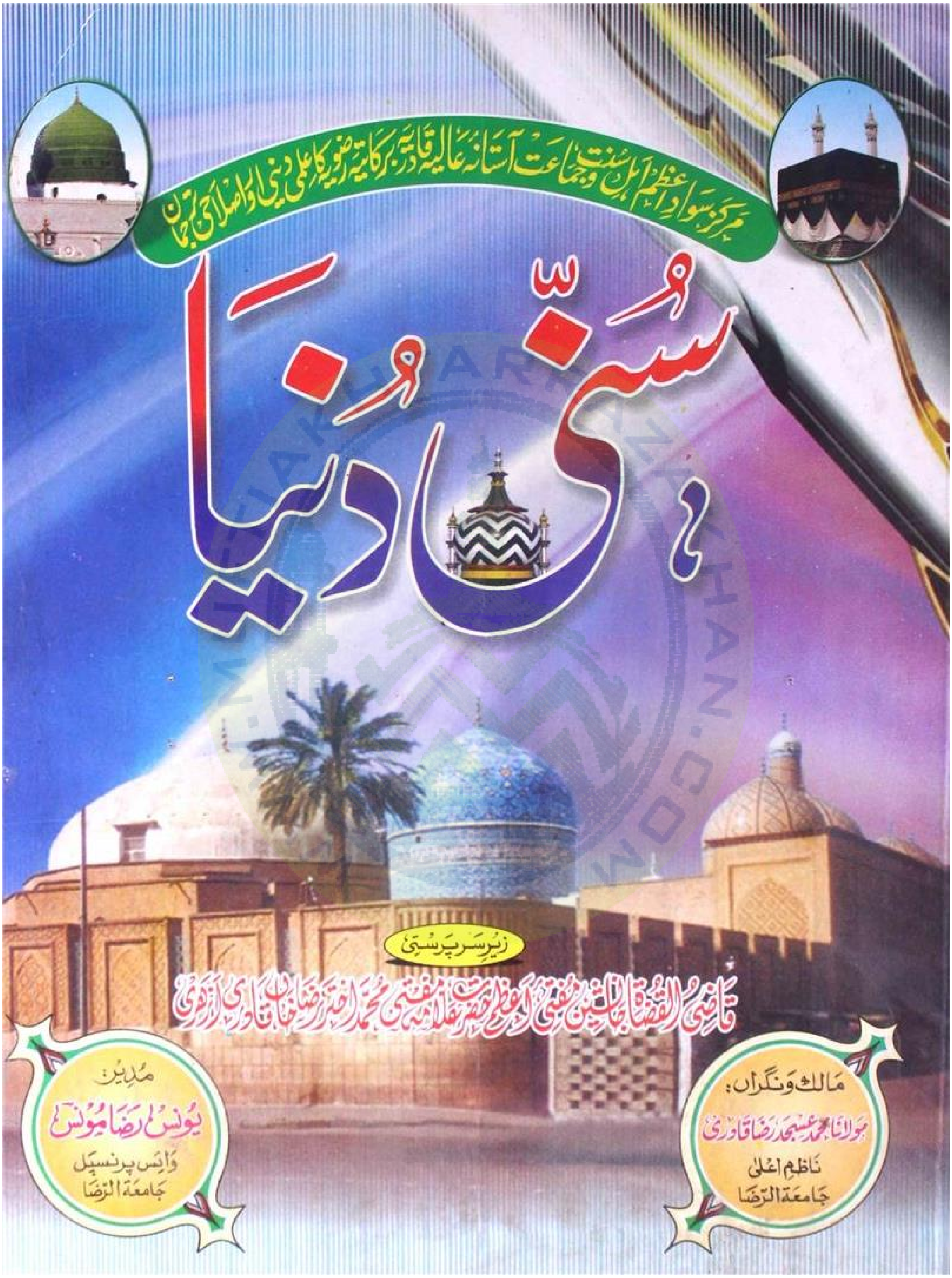




Under Management | باھتمام

IMAM AHMAD RAZA TRUST
82, Saudagaran,
Bareilly Shareef (U.P.)

امام احمد رضا ٹرسٹ
۸۲ سوداگران، بریلی شریف (یوپی)



مرکز سوادِ اعظم اہل سنت وجماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی و اصلاحی ترجمان
سنی دنیا
زیر سرپرستی
قاضی القضاۃ جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری
مدیر
یونس رضا مونس
وائس پرنسپل
جامعۃ الرضا
مالک ونگراں:
مولانا محمد عسجد رضا قادری
ناظم اعلیٰ
جامعۃ الرضا

سنی دنیا سنی دنیا سنی دنیا سنی دنیا سنی دنیا سنی دنیا سنی دنیا سنی دنیا

مرکز سواد اعظم اہل سنت و جماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ

علمی دینی اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ سنی دنیا

جلد: ۲۷ شمارہ: ۵

مئی ۲۰۰۷ء

زیر سرپرستی: جانشین مفتی اعظم قاضی القضاۃ فی الہند حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری

مالک و نگراں: مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

مدیر: یونس رضا مونس اویسی

☆فی شمارہ: ۱۰ روپے ☆ زر سالانہ: ۱۰۰ روپے ☆ بیرونی ممالک: ۳۰۰ روپے ☆ لائف ممبری: ۲۰۰۰ روپے ☆

رابطہ کا پتہ

دفتر سنی دنیا ۸۲ رسوداگران بریلی شریف (یوپی) فون 0581-2458543 فیکس: 0581-2472166

W.site: markazeahlesunnat.com
W.site: hazrat.org

چیک یا ڈرافٹ بنام "اختر رضا خاں" یا "امام احمد رضا ٹرسٹ" بنائیں۔ مرکزی دار الافتاء کے لئے جوابی لفافہ ضرور روانہ فرمائیں۔

☆ کمپوزنگ: عتیق احمد حشمتی (شجاع مَلِک) 9719918868☆

سنی دنیا سنی دنیا

اَللّٰہُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا — اللہ اکبر — نَحْنُ عِبَادُ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا

اشاریات

مہمان اداریہ

فروغ رضویات اور طبقۂ خواتین

از: ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی بریلی شریف

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ پر لکھنے لکھانے، انکی حیات و شخصیت اور کارناموں پر تحریری و تحقیقی امور کی انجام دہی میں طبقۂ خواتین کا بھی اپنا ایک حصہ ہے، ایک کردار ہے۔

رسائل و جرائد کی چھان پھٹک کے بعد امام احمد رضا پر لکھنے اور ان پر تحقیقی امور انجام دینے والی جن خواتین کے اسماء سامنے آئے ہیں ان کا ایک جائزہ پیش ہے۔

۱- مخدومہ محترمہ ''س، ف بیگم رضویہ'' بریلی شریف وہ پہلی خاتون نظر آتی ہیں جن کا مضمون بعنوان ''اعلیٰ حضرت کا بچپن'' ماہنامہ نوری کرن بریلی شریف بابت ماہ جولائی ۱۹۶۴ء میں شائع ہوا۔ نثر سادہ میں لکھا گیا یہ مضمون بہر حال قابل قدر ہے۔ ایک تو کسی خاتون کا پہلا مضمون ہونے کی سبب سے دوسرے یہ کہ اس مضمون میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی بچپن کا بہت صداقت پسندانہ انداز میں تذکرہ کیا گیا ہے دراصل یہ تذکرہ صرف کتابوں سے پڑھ کر نہیں بلکہ اپنے گھر کے بزرگوں سے سنکر کہا گیا ہے اس لئے کہ مخدومہ محترمہ کا تعلق خانوادۂ رضویہ سے ہے۔

۲- محترمہ پاشا بیگم صاحبہ آپ کا مقالہ بعنوان ''اعلیٰ حضرت کی مذہبی اور سیاسی خدمات'' ماہنامہ عرفات (لاہور، پاکستان) بابت شمارہ ماہ فروری ۱۹۷۰ء (اعلیٰ حضرت نمبر) میں شائع ہوا۔ انہیں محترمہ کا ایک اور مضمون ''نعت گوئی اور اعلیٰ حضرت'' ترجمان اہل سنت، کراچی (پاکستان) فروری ۱۹۷۶ء میں ''پاشا بیگم پیرزادی'' کے نام سے شائع ہوا۔

[۱،۲۔ حوالہ: آر، بی، مظہری: امام احمد رضا دنیائے صحافت میں ص، ۳۵، ۳۸، ۴۲]

۳- ڈاکٹر باربرا ڈی مٹکاف کیلی فورنیا یونیورسٹی (امریکہ) کی تالیف "Religious leadership in India" (ہندوستان میں مذہبی قیادت) ۱۹۸۲ء میں منصہ شہود پر آئی۔ زیرنظر کتاب میں ڈاکٹر باربرا نے علمائے ہند کا تذکرہ کیا ہے اور سب سے زیادہ طویل تذکرہ امام احمد رضا کا ہے جو تقریباً چھ صفحات پر مشتمل ہے انہوں نے ریاضی میں امام احمد رضا کی مہارت اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے اس وقت کے وائس چانسلر ڈاکٹر ضیاء الدین کا امام احمد رضا کی بارگاہ میں حاضر ہوکر اپنے ریاضی کے لاینحل مسئلہ کو حل کرنے کا واقعہ بھی لکھا ہے کہ جس مسئلہ کے لئے وہ جرمنی کا سفر کرنے والے تھے۔

زیرنظر کتاب میں ایک مقام پر لکھتی ہیں:

''وہ (امام احمد رضا) خلوت کو پسند کیا کرتے تھے اور جب وہ باہر آتے تھے تو لوگ ان کو ہاتھ لگانے کے لئے لپکتے تھے۔ کوئی ان کا ہاتھ چومتا تھا کوئی پیر، امام احمد رضا نے ایک

سرپرست کی حیثیت سے اپنا کردار ادا کیا، ان کا کردار اہل دیوبند سے مختلف رہا۔" (انگریزی سے ترجمہ، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد: امام احمد رضا اور عالمی جامعات ص۴۹)

۴- محترمہ خدیجہ نشاط اشرفی کا مقالہ بعنوان "امام احمد رضا کی دینی خدمات" ماہنامہ المیزان، بمبئی (امام احمد رضا نمبر) بابت مارچ، اپریل ۱۹۷۶ء میں شائع ہوا۔ زیر نظر مقالہ میں خدیجہ نشاط صاحبہ نے امام احمد رضا کی دینی خدمات، بد مذاہب کے ردّ بلیغ اور مسلمانوں کے ایمان و عقائد کے تحفظ وغیرہ کو خاص طور سے اجاگر کیا ہے اور یہ حقیقت بھی واضح کی ہے کہ مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہٗ سے وابستگی ہی ایمان کی سلامتی اور مصطفیٰ جان رحمت کی غلامی کا ثبوت ہے۔ (المیزان، امام احمد نمبر، ص۲۸۲، ۲۸۳)

۵- محترمہ آر، بی مظہری (صدیقی) پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد قبلہ کے بقول حیدرآباد سندھ کی ایک فاضلہ "آر، بی۔ صدیقی" نے امام احمد رضا سے متعلق مختلف فضلاء کے تاثرات پر ایک طویل مقالہ مرتب کیا تھا جو ہفت روزہ افق" (کراچی، پاکستان) کے متعدد شماروں میں شائع ہوا۔" (آر، بی، مظہری: امام احمد رضا دنیائے صحافت میں ص۳۲)

آر، بی، مظہری (حیدرآباد سندھ، پاکستان) نے "امام احمد رضا کے حالات اور ادبی خدمات" پر ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی نگرانی میں سندھ یونیورسٹی، حیدرآباد (پاکستان) سے ۱۹۸۱ء میں ایم فل، کیا۔

آر، بی، مظہری نے امام احمد رضا پر ایک بہت ہی معلوماتی مقالہ بعنوان "امام احمد رضا دنیائے صحافت میں" مرتب کیا جسے مرکزی مجلس رضا، لاہور نے ۱۹۸۳ء میں کتابی شکل میں شائع کیا۔ محترمہ فاضلہ نے امام پر ۱۹۲۱ء سے لیکر ۱۹۸۳ء تک مختلف اخبارات و رسائل میں شائع ہونے والے مضامین و مقالات کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ رسالہ کے شروع میں چند اخبارات و رسائل کے مع مضمون عکوس بھی پیش کئے گئے ہیں۔ اس مقالہ کی بابت مظہری صاحبہ خود تحریر کرتی ہیں:

"امام احمد رضا پر کتابی دنیا میں بہت کچھ کام ہو چکا ہے اور بہت کچھ ہو رہا ہے، ہمارا موضوع صحافتی دنیا کے علمی ذخیرے سے متعارف کرانا ہے اس لئے رسالوں اور اخباروں میں امام احمد رضا پر جو مقالات شائع ہو چکے ہیں، (خصوصاً پاکستان) ان کی تفصیلات اس مقالے میں پیش کی جارہی ہے۔

اخبارات اپنی اپنی صوابدید کے مطابق نئے نئے عنوانات قائم کرتے ہیں چنانچہ کبھی ایک ہی مضمون کے ایک سے زیادہ عنوانات بن جاتے ہیں اور اصل عنوان کا پتہ نہیں چلتا اس لئے براقمہ نے اخبارات کے طویل عنوانات کو مختصر کرکے لکھا ہے البتہ رسالوں کے عنوانات کو جوں کا توں نقل کردیا ہے۔" (امام احمد رضا دنیائے صحافت میں ص۷)

زیر نظر رسالہ میں مظہری صاحبہ نے ۲۹/اخبارات و رسائل میں شائع ۱۴۳/مضامین و مقالات کے حوالے پیش کئے ہیں۔

۶- ڈاکٹر مسز اوشا سانیال، امام احمد رضا پر ریسرچ ورک کرکے پی، ایچ، ڈی، ڈگری حاصل کرنے والی پہلی لیڈی اسکالر ہیں امریکی شہری ڈاکٹر مسز اوشا سانیال کولمبیا یونیورسٹی (نیویارک، امریکہ) ان کی تھیس کا عنوان "Denotinal Islam and Politics in British India Ahmad Raza Bareillvi and his movement 1870,1920" یعنی "برطانوی ہندوستان میں حقیقی اسلام اور سیاست، امام احمد رضا بریلوی اور ان کی تحریک ۱۸۷۰ء تا ۱۹۲۰ء"

ڈاکٹر اوشا سانیال کا یہ پی، ایچ، ڈی مقالہ آکسفورڈ

یونیورسٹی پریس سے شائع ہوا ہے۔

زیر نظر کتاب نو ابواب پر مشتمل ہے۔ جائزہ نگاروں نے اس کتاب کے مطالعہ سے جو تاثر پیش کیا ہے وہ یہ ہے کہ زیر نظر کتاب معتبر بھی ہے اور غیر معتبر بھی۔ مثلاً وہ لکھی ہیں کہ: ''مولانا احمد رضا کو تعلیم پھیلانے میں زیادہ دلچسپی نہیں تھی البتہ فتویٰ نویسی اور تحقیقی کاموں میں ان کی دلچسپی زیادہ تھی'' اس میں آدھی بات غلط ہے اور آدھی سچ، امام احمد رضا نے فروغ علم پر بڑا زور دیا ہے، اپنا تعلیمی نظریہ بھی پیش فرمایا ہے اور اسی مقصد کے لئے انہوں نے ''دارالعلوم منظر اسلام'' کی بناء بھی رکھی تھی۔

ایک جگہ مسز اوشا نے امام احمد رضا کو گوشہ نشین لکھا ہے جو قطعاً غلط ہے۔ امام احمد رضا نے بہت سے اسفار کئے ہیں۔ امام کے عشق رسول کو انہوں نے خوب اجاگر کیا ہے نیز علوم عقلیہ میں (ریاضی و سائنس میں بالخصوص) ان کی مہارت کا حوالہ دیتے ہوئے اہل علم وقلم کو اس جانب بھی قلم اٹھانے اور تحقیق کرنے کی بات کہی ہے۔

اس مقالہ پر کوئی تبصرہ مقصود نہیں ہے، صرف اتنا عرض ہے کہ کچھ منفی پہلوؤں اور تضاد بیانی کے باوجود یہ کتاب لائق مطالعہ ہے اور برصغیر کے انگریزی داں صاحبان نیز دنیائے مغرب میں موثر ہونے والی کتاب ہے اور رضویات کے باب میں ایک اہم اضافہ ہے۔

۷- ''ڈاکٹر قمر جہاں بیگم'' بنارس ہندو یونیورسٹی (بھارت) کی نگرانی اور رہنمائی میں ڈاکٹر طیب رضا نے بنارس ہندو یونیورسٹی سے، عنوان مقالہ ''امام احمد رضا خاں حیات اور کارنامے'' پر ۱۹۹۳ء میں Thesiss Mmodren کی ڈگری حاصل کی۔

محترمہ قمر جہاں بیگم نے اپنے ریسرچ اسکالر ڈاکٹر طیب رضا صاحب کی کس طرح رہنمائی کی۔ اس کا علم یا تو ڈاکٹر صاحب موصوف ہی سے ہوسکتا ہے یا مقالہ دیکھ کر، بہر حال قمر جہاں صاحبہ کا نام ''رضا ریسرچ گائڈ/ سپروائزر کی حیثیت سے ضرور لیا جائے گا۔

۸- ''ڈاکٹر رفعت جمال صاحبہ'' صدر شعبۂ اردو بنارس ہندو یونیورسٹی (بھارت) کی نگرانی میں ڈاکٹر غلام یحیٰ مصباحی صاحب نے ۱۹۹۳ء میں تھیسس (Thesiss) ''علمائے اہل سنت کی علمی و ادبی خدمات''، مکمل کر کے پی، ایچ، ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

انہیں محترمہ کی نگرانی میں بنارس ہندو یونیورسٹی سے ریسرچ اسکالر شفیق اجمل ''بیسویں صدی میں امام احمد رضا اور علمائے اہل سنت کی ادبی و دینی خدمات'' پر ریسرچ ورک (Ph.d) کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر رفعت جمال صاحبہ کا ایک وقیع مقالہ بعنوان ''اردو نثر نگاری کے ارتقاء میں امام احمد رضا خاں کا حصہ'' ماہنامہ معارف رضا بابت ماہ جولائی ۲۰۰۵ء کراچی (پاکستان) میں شائع ہوا۔

ڈاکٹر رفعت جمال صاحبہ کا شمار، رضا ریسرچ گائڈ اور رضا پر ریسرچ اسکالر، دونوں حیثیات سے ہوتا ہے۔

۹- ''ڈاکٹر جہاں آرا بیگم'' کی نگرانی میں ڈاکٹر غلام مصطفی نجم القادری صاحب نے میسور یونیورسٹی (بھارت) سے اپنی پی، ایچ، ڈی تھیسس (Ph.d thesis) بعنوان ''مولانا احمد رضا کا تصور عشق''، مکمل کر کے ۲۰۰۲ء میں پی، ایچ، ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

۱۰- لیڈی اسکالر ''ڈاکٹر مسز تنظیم الفردوس'' نے جامعہ کراچی (پاکستان) سے ڈاکٹر فرمان فتحپوری صاحب کی نگرانی میں اپنی تھیسس (Thesis) بعنوان ''مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری''، مکمل کی اور انہیں ۲۰۰۴ء میں پی، ایچ، ڈی کی ڈگری تفویض ہوئی۔

۱۱- محترمہ خالدہ پروین ''امام احمد رضا کے تعلیمی افکار و

نظریات کا جائزہ کے عنوان سے ایم ، ایڈ ، سطح پر گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن ، فیصل آباد (پاکستان) سے مقالہ لکھ رہی ہیں۔ (۸ سے ۱۲ تک کے حوالے کے لئے ، تاجدار بریلی کانفرنس کتابچہ لاہور)

۱۲- ''حامدہ بیگم ، پیلی بھیتی'' روہیل کھنڈ یونیورسٹی ، بریلی (بھارت) سے ڈاکٹر حامد علی خاں (صدر شعبۂ اردو ، بریلی کالج بریلی کی نگرانی میں ''اردو نثر نگاری اور مولانا احمد رضا خاں'' کے عنوان پر پی ، ایچ ، ڈی کر رہی ہیں۔ ان کے مقالہ کا عنوان اور پورا خاکہ (Synopsis) راقم عزیزی کا ترتیب کیا ہوا ہے اور اسی کی سفارش پر ڈاکٹر حامد علی خاں صاحب نے عنوان اور تقسیم ابواب میں کسی ترمیم کے بغیر ان کا رجسٹریشن کرایا۔ ابتداء میں راقم نے حامدہ بیگم کی رہنمائی بھی کی ہے ، اب ان کا مقالہ کس مرحلے میں ہے ، علم نہیں ، شاید شادی ہو جانے کیوجہ سے کام میں کچھ سستی یا رکاوٹ آ گئی ہے۔

۱۳- ''برطانیہ نومسلمہ امینہ براکا'' رضا اکیڈمی ، اسٹاکپورٹ (برطانیہ) کے جرنل (انگریزی) "Islamic Times" کی مدیرہ ہیں۔ رضا اکیڈمی (برطانیہ) کے بانی وچیئر مین الحاج مولوی محمد الیاس صاحب کشمیری کی تحریک اور کئی بار کی فرمائش پر ''امینہ براکا'' نے امام احمد رضا کی سوانح پر انگریزی میں ایک کتاب "An Attribute to Shaikhul-ul-Islam Imam Ahmad Raza" ترتیب دی جو ۲۰۰۵ء میں رضا اکیڈمی برطانیہ سے شائع ہوئی۔ راقم عزیزی نے اس کتاب کا اردو ترجمہ بنام ''شیخ الاسلام امام احمد رضا کو خراج عقیدت'' کیا اور ۲۰۰۵ء میں یہ ترجمہ شائع ہوا۔ محترمہ امینہ اس کتاب کی تالیف کی دو وجوہات بیان کرتی ہیں۔

پہلا سبب تو کشمیری صاحب کی اس کتاب کو لکھنے کی فرمائش اور دوسری وجہ ہے ان کا یہ احساس کہ دنیائے مغرب نے ارادتاً ممتاز مسلم علماء وصوفیاء اور ائمہ کی حیات وشخصیت اور کارناموں کو تاریکی میں ڈال دیا ہے اور اس طرح ایک بڑا ظلم اور ناانصافی کی ہے لہٰذا اس کتاب کو لکھ کر انہوں نے کچھ حد تک اہل مغرب کے اس ظلم اور ناانصافی کی تلافی کی کوشش کی ہے۔

راقم زیر نظر کتاب پر کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتا بس اتنا عرض کرے گا کہ نومسلمہ امینہ براکا کا نام بھی امام احمد رضا کے جائزہ نگاروں میں جڑ گیا ہے۔

مندرجہ بالا خواتین اسکالروں میں ۲ رغیر مسلم (ایک انگریز نسل کی امریکن ، ایک بھارتی ہندو مگر امریکی شہری) ایک برطانوی نومسلم ، بقیہ گیارہ مسلم خواتین ہندو پاک کی ہیں۔

کتابیات

۱- آر ، بی ، مظہری : امام احمد رضا دنیائے صحافت میں

۲- پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد : امام احمد رضا اور عالمی جامعات

۳- ماہنامہ المیزان (امام احمد رضا نمبر) بمبئی ۱۹۸۶ء

۴- Dr. Denotianal Islam & Politics in anyal British India Ahmad Rida Barellivi & his Movement 1870-1920

۵- کتابچہ تاجدار بریلی کانفرنس ، لاہور

۶- Amina Bulaka: An Attribute to Shaikh-ul-Islam Imam Ahmad Raza

☆÷☆☆÷☆

تجلیاتِ نعت

حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا

سر بھلا کیا کوئی جانیں کہ ہے کیسا تیرا
اولیاء ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا

کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا
شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کتا تیرا

مصطفیٰ کے تن بے سایہ کا سایہ دیکھا
جس نے دیکھا میری جاں جلوۂ زیبا تیرا

ابن زہرا کو مبارک ہو عروس قدرت
قادری پائیں تصدق مرے دولہا تیرا

جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے
کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارا تیرا

تجھ سے دردر سے سگ سگ سے ہے مجھ کو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا

اس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے
حشر تک میرے گلے میں رہے پٹہ تیرا

میری قسمت کی قسم کھائیں سگان بغداد
ہند میں بھی ہوں تو دیتا رہوں پہرا تیرا

فخر آقا میں رضاؔ اور بھی اک نظم رفیع
چل لکھا لائیں ثنا خوانوں میں چہرا تیرا

قاضی القضاۃ حضور تاج الشریعہ مدظلہ

پیروں کے آپ پیر ہیں یاغوث المدد
اہل صفا کے میر ہیں یاغوث المدد

رنج و الم کثیر ہیں یاغوث المدد
ہم عاجز و اسیر ہیں یاغوث المدد

ہم کیسے جی رہے ہیں یہ تم سے کہیں
ہم ہیں الم کے تیر ہیں یاغوث المدد

تیر نظر سے پھیر دو سارے الم کے تیر
کیا یہ الم کے تیر ہیں یاغوث المدد

تیرے ہی ہاتھ لاج ہے یا پیر دستگیر
ہم تجھ سے دستگیر ہیں یاغوث المدد

ادفع شرار شریا غوثنا الابرار
شر کے شرر خطیر ہیں یاغوث المدد

کس دل سے ہو بیان بے داد ظالماں
ظالم بڑے شریر ہیں یاغوث المدد

اہل صفا نے پائی تم سے رہ صفا
سب تم سے مستنیر ہیں یاغوث المدد

صدقہ رسول پاک کا جھولی میں ڈال دو
ہم قادری فقیر ہیں یاغوث المدد

دل کی سنائے اخترؔ دل کی زبان میں
کہتے یہ بہتے نیر ہیں یاغوث المدد

ضیائے قرآن

(کنزالایمان) اعلیٰ حضرت **امام احمد رضا** فاضل بریلوی علیہ الرّحمۃ والرّضوان

اللہ کے نام سے شروع جونہایت مہربان رحم والا

اللہ ان سے استہزا فرماتا ہے ﴿۲۲﴾ (جیسا اس کی شان کے لائق ہے) اور انہیں ڈھیل دیتا ہے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی ﴿۲۳﴾ تو ان کا سودا کچھ نفع نہ لایا اور وہ سودے کی راہ جانتے ہی نہ تھے ﴿۲۴﴾

(خزائن العرفان) صدر الافاضل **مولانا نعیم الدین** مرادآبادی علیہ الرّحمۃ والرّضوان

یعنی اظہار ایمان تمسخر کے طور پر کیا یہ اسلام کا انکار ہوا، مسئلہ: انبیاء علیہم السلام اور دین کے ساتھ استہزا و تمسخر کفر ہے۔ **شان نزول:** یہ آیت عبداللہ بن ابی وغیرہ منافقین کے حق میں نازل ہوئی، ایک روز انہوں نے صحابۂ کرام کی ایک جماعت کو آتے دیکھا تو ابن ابی نے اپنے یاروں سے کہا دیکھو تو میں کیسا بناتا ہوں جب وہ حضرات قریب پہنچے تو ابن ابی نے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دست مبارک اپنے ہاتھ میں لے کر آپ کی تعریف کی پھر اسی طرح حضرت عمر اور حضرت علی کی تعریف کی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے ابن ابی خدا سے ڈر نفاق سے باز آ کیوں کہ منافقین بدترین خلق ہیں اس پر وہ کہنے لگا کہ یہ باتیں ڈر نفاق سے نہیں کی گئیں، بخدا ہم آپ کی طرح مومن صادق ہیں، جب یہ حضرات تشریف لے گئے تو آپ اپنے یاروں میں اپنی چالبازی پر فخر کرنے لگا۔ اس پر یہ آیت اس نازل ہوئی کہ منافقین مومنین سے ملتے وقت اظہار ایمان و اخلاص کرتے ہیں اور ان سے علیٰحدہ ہو کر اپنی خاص مجلسوں میں ان کی ہنسی اڑاتے اور استہزاء کرتے ہیں (اخرجہ الثعلبی والواحدی و ضعفہ ابن حجر والسیوطی فی لباب النقول) مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام و پیشوایان دین کا تمسخر اڑانا کفر ہے۔ ﴿۲۲﴾ اللہ تعالیٰ استہزاء اور تمام نقائص وعیوب سے منزہ و پاک ہے یہاں جزاء استہزاء کو استہزاء فرمایا گیا، تا کہ خوب دلنشیں ہو جائے کہ یہ سزا اس ناکردنی فعل کی ہے ایسے موقع پر جزا کو اسی فعل سے تعبیر کرنا آئین فصاحت ہے جیسے جزاء سیئۃٍ سیئۃٌ میں کمال حسن بیان یہ ہے کہ اس جملہ کو جملہ سابقہ پر معطوف نہ فرمایا، کیوں کہ وہاں استہزاء حقیقی معنی میں تھا ﴿۲۳﴾ ہدایت کے بدلے گمراہی خریدنا یعنی بجائے ایمان کے کفر اختیار کرنا نہایت خسارہ اور ٹوٹے کی بات ہے۔ **شان نزول:** یہ آیت یا ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے یا یہود کے حق میں جو پہلے سے تو حضور ﷺ پر ایمان رکھتے تھے مگر جب حضور کی تشریف آوری ہوئی تو منکر ہو گئے یا تمام کفار کے حق میں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فطرت سلیمہ عطا فرمائی، حق کے دلائل واضح کئے ہدایت کی راہیں کھولیں لیکن انہوں نے عقل و انصاف سے کام نہ لیا اور گمراہی اختیار کی۔ مسئلہ: اس آیت سے بیع تعاطی کا جواب ثابت ہوا یعنی خرید و فروخت کے الفاظ کہے بغیر محض رضامندی سے ایک چیز کے بدلے دوسری چیز لینا جائز ہے۔ ﴿۲۴﴾

بہارِ حدیث

فضائل اولیاء کرام

(از: شہزادۂ حضور تاج الشریعہ حضرت مولانا **محمد عسجد رضا خاں** قادری بریلی شریف)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابدال میری امت میں تیس ہیں، انہیں سے زمین قائم ہے، انہیں کے سبب تم پر مینہ اترتا ہے، انہیں کے باعث تمہیں مدد ملتی ہے۔

امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابدال شام میں ہیں اور وہ چالیس ہیں، جب ایک مرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے دوسرا قائم کرتا ہے۔ انہیں کے سبب مینہ دیا جاتا ہے، انہیں سے دشمنوں پر مدد ملتی ہے، انہیں کے باعث شام والوں سے عذاب پھیرا جاتا ہے۔

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابدال شام میں ہیں اور وہ چالیس ہیں، انہیں کے ذریعہ بارش ہوتی ہے، انہیں کے سبب دشمنوں پر مدد ملتی ہے انہیں کے سبب اہل زمین سے بلا اور غرق دفع ہوتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: زمین ہرگز خالی نہ ہوگی چالیس اولیاء کرام سے کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کے پرتو ہوں گے، انہیں کے سبب تمہیں مینھ ملے گا اور انہیں کے سبب مدد پاؤ گے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہمیشہ چالیس لوگ ایسے رہیں گے جن کے سبب اللہ تعالیٰ زمین کو قائم رکھے گا جب ان میں سے کسی کا انتقال ہوگا تو دوسرا اس کی جگہ قائم کیا جاتا رہے گا، یہ تمام روئے زمین میں ہوں گے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ کے لئے خلق میں تین سو اولیاء ہیں، کہ ان کے دل قلب آدم پر ہیں، اور تین چالیس کے دل قلب موسیٰ پر، اور سات کے قلب ابراہیم، اور پانچ کے قلب جبرئیل، اور تین کے قلب میکائیل اور ایک دل قلب اسرافیل پر ہے، علیہم الصلاۃ والسلام۔
جب وہ ایک مرتا ہے تین میں سے کوئی اسکا قائم مقام ہوتا ہے، اور جب ان میں سے کوئی انتقال کرتا ہے تو پانچ میں سے اس کا بدل کیا جاتا ہے، اور پانچ والے کا عوض سات سے، اور سات کا چالیس سے، اور چالیس کا تین سو سے، اور تین سو کا عام مسلمین سے کیا جاتا ہے۔ انہیں تین سو چھپن اولیاء کے ذریعہ سے خلق کی حیات، موت، مینھ کا برسنا، نباتات کا اگنا، بلاؤں کا دفع ہونا ہوا کرتا ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے اہل بیت میری امت کے لئے امان ہیں، جب اہلبیت نہ رہیں گے امت پر وہ آئے گا جوان سے وعدہ ہے۔ (الامن والعلی)

☆☆☆ مصدّقه ☆☆☆

حضور مفتی اعظم هند

علیه الرحمة والرضوان

فتاویٰ مرکزی دارالافتاء

حضرت علامہ مفتی قاضی محمد عبدالرحیم صاحب بستوی مدظلہ، چیف مفتی مرکزی دارالافتاء بریلی شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ایک شخص جو کہ نہایت ہی پختہ سنی صحیح العقیدہ حنفی بریلوی ہیں۔ وہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان تمام فضیلتوں کے پیش نظر جو کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمائیں ہیں یہ کہتا ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان اتنی ارفع واعلیٰ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ کی گرد راہ کو بھی نہیں پہونچ سکتے۔ صدیقیت کا مرتبہ ہی بلند وبالا ہے۔ ایک صاحب اس قول سے مخالفت کرتے ہیں اب عرض یہ ہے کہ قائل ٹھیک کہتا ہے یا کہ مخالف، ہم اکثر احباب کا رجحان قائل کی طرف ہے، صحیح راہ سے آگاہی بخشیں عنایت ہوگی۔

(۲) کیا انگریزی رکھنے والے امام کے پیچھے نماز پڑھنی چاہئے یا نہیں؟

(۳) کیا بینک کی نوکری جس کا کاروبار ہی سود پر ہے کرنی چاہئے یا نہیں؟

الجـــــــــــواب:

(۱) اس میں شک نہیں کہ حضرت سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ افضل البشر بعد الانبیاء والمرسلین ہیں اور سیدنا فاروق وسیدنا عثمان غنی وسیدنا مولیٰ علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے افضل ہیں۔ مگر اس شخص کا قول نہایت بے ادبی ہے اس سے احتراز واجتناب لازم ہے توبہ ورجوع کرے۔

جنس بشر ملائکہ سے رسل بشر، رسل ملائکہ سے افضل ہیں۔ رسل ملائکہ بعارض رسالت عامۂ بشر سے افضل ہیں، عامۂ بشر عامۂ ملائکہ سے افضل ہیں، کفار بعارض کفر تو ارذل ہیں۔ اور اسفل سافلین اولٰئک فی الاذلین۔ فساق کو بعارض افضل نہ کہا جائے گا، عام صالحین مومنین کو بھی افضل کہنے کی جرأت نہ کیجائے، کاملین یقیناً عامۂ ملائکہ سے افضل ہیں۔ کیا کوئی عقل سلیم رکھنے والا یوں کہہ سکے گا۔ کہ فرشتے اولیاء کی گرد راہ کو بھی نہیں پہونچ سکتے۔ خصوصاً اخص خواص الاولیاء غوث اعظم وخواجہ ہند وغیرہما رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی پھر اولیاء میں صحابہ سب سے افضل ہیں تو کیا وہ کہدیگا کہ اولیاء صحابہ کی گرد راہ تک نہیں پہونچ

سکتے۔غوث اعظم غوث الاغواث وقطب الاقطاب ہیں۔تو کیا وہ اور اولیاء مثلاً خواجہ ہند، اور اخص الخواص حضرات خصوصاً غوث اعظم کے مرشدین کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے لئے۔یوں ہی بے ادبی کا منہ پھاڑ دے گا۔

خلافت راشدہ کی ترتیب بحسب قرب مراتب ہے۔ حضرت سیدنا فاروق اعظم مرتبہ میں اور سب صحابہ کے اعتبار سے قریب تر تھے، مرتبۃً حضرت صدیق اکبر سے۔یوں وہ ان کے خلیفہ ہوئے۔یوں ہی سیدنا عثمان غنی پھر حضور پرنور سیدنا علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔وہ اور تو حضرت فاروق اعظم کو اتنا دور ٹھہراتا ہے کہ گرد راہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ان کے فضائل جزئیہ سے ہے لوکان بعدی نبی لکان عمر جو نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے ایسے قریب ہوں انہیں یہ شخص حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اتنی دور ڈالتا ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، حضور پرنور سید عالم افضل الانبیاء والمرسلین ہیں معاذ اللہ کیا اور انبیاء ورسل علیٰ سیدہم وعلیہم الصلاۃ والسلام سے اولوالعزم رسل سیدنا ابراہیم خلیل جلیل وغیرہم کو نہیں غیر اولوالعزم انبیاء سے کسی کے لئے کہ وہ حضور سید الانبیاء کی ....نہیں پہنچ سکتے۔تو سخت اشد بیہودہ بے ادب بد تمیز نہ کہا جاوے گا۔والعیاذ باللہ تعالیٰ خدا توفیق ادب دے کہ بے ادب محروم ماند از فضل رب۔الخ

(۲) انگریزی بال رکھنے سے احتراز چاہئے۔خصوصاً علماء وحفاظ وائمہ مساجد کو جو امام انگریزی بال رکھتا ہو، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی ایسے کو امامت نہ دی جائے۔والمولیٰ تعالیٰ اعلم۔

(۳) بینک جو نرے کفار کے ہوں ان کی نوکری جو جائز کام کی ہو۔اس کا معاوضہ سود نہیں: قال علیہ الصلاۃ والسلام لاربا بین اھل الحرب قال واظنہ اھل الاسلام قدوری، درمختار، وغیرہ میں ہے: لا ربا بین المسلم والحربی فی دار الحرب. دار الحرب کی قید احترازی نہیں جیسے اضعافاً مضاعفہ کی قید جن بینکوں میں مسلم شریک ہوں ان کی نوکری تو کریں مگر تنخواہ میں وہ سودی پیسہ نہ لیں۔پاک کمائی سے پاک پیسہ تنخواہ میں دیں۔بینک والوں کی اور پاک کمائی ہو اس سے یا وہ کسی سے قرض لیکر اسی میں سے دیں۔یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ کسی ناجائز امر کا ارتکاب نہ کرنا پڑے۔مثلاً سود کا حساب کتاب کرنا، سودی کاغذ لکھنا، سود کی گواہی دینا پڑے۔والمولیٰ تعالیٰ اعلم

کتبہ قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

۳ر رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ

الجواب صحیح۔واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

مقام اندھیری میں قبرستان کی جگہ آبادی کے لحاظ سے بیحد قلیل ہے دوسری جگہ خریدنے کی بہت کوشش کی گئی لیکن کامیابی نہ ہوسکی۔آج اندھیری میں مسلمانوں کی آبادی تقریباً پچاس ہزار ہے، اور قبرستان میں مختلف مقامات کی میتیں بھی دفن کی جاتی ہیں۔اس قبرستان میں کچھ پختہ قبریں ایسے حضرات کی ہیں جنہوں نے سرمایہ لگا کر پختہ کروالی ہیں۔جو کہ تقریباً پچیس تیس کی بنی ہوئی ہیں۔جن کے ورثاء موجود ہیں۔اور کچھ پختہ قبریں ایسی بنی ہیں جو کہ پچاس سال کے وقفہ سے زائد کی تعمیر کردہ ہیں لیکن بوسیدہ ہوچکی ہیں، ان کے ورثاء موجود نہیں ہیں، ان پختہ قبروں پر ان کے نام کی تختی آویزاں ہے۔جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قبریں کسی ولی اللہ کی نہیں ہیں کیا موجودہ ورثاء سے اجازت لیکر ان کی پختہ قبریں، یا لاوارث بوسیدہ قبریں کھود کر دوسری میت دفن کی جاسکتی ہے؟

الجـــــــواب:

اگر واقعی دوسری کوئی زمین نہیں جہاں میت دفن کر سکیں تو بضرورت بوسیدہ قبروں میں میت کو دفن کرنا جائز ہے۔ اور اگر قبر کھودنے پر ہڈیاں نکلیں تو انہیں کنارے کر کے کسی چیز سے آڑ کردیں۔ ردالمحتار میں ہے: قال فی الفتح ولا یحفر قبر لدفن آخر الاان بلی الاول فلم یبقی لہٗ عظم الا ان لا یوجد فتضم عظام الاول ویجعل بینہما حاجز من تراب اسی میں ہے: قال الزیلعی ولو بلی المیت وصارتراباً جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ اھ۔ قال فی الامداد ویخالفہ مافی التاتارخانیہ اذا صار المیت تراباً فی القبر یکرہ دفن غیرہ فی قبرہ لان الحرمۃ باقیۃ وان جمعوا عظامہ فی ناحیۃ ثم دفن غیرہ فیہ تبرکاً بالجیران الصالحین و یوجد موضع فارغ یکرہ ذالک اھ۔ قلت لکن فی ہذا مشقۃ عظیمۃ فالاولیٰ اناطۃ الجواز بالبلی اذ لا یمکن ان یعد لکل میت قبر لایدفن فیہ غیرہ وان صار الاول تراباً لا سیما فی الامصار الکبیرۃ الجامعۃ والا لزم ان تعم القبور السہل والوعر علیٰ المنع من الحفر الی ان لا یبقی عظم جداً وان امکن ذالک لبعض الناس۔ لکن الکلام فی جعلہ حکماً عاماً لکل احد فتأمل۔ جدالممتار میں ہے: اقول الکلام حیث لاضرورۃ اما لضرورۃ فتبیح دفن اثنین فاکثر فی قبرہ ابتداء اھ۔ والمولیٰ تعالیٰ اعلم

کتبہ قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

۱۰؍رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ

الجواب صحیح۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چار گناہ حج کرنے سے معاف ہوجاتے ہیں۔

(۱) شرک خدا (۲) پڑوس کی عورت اور شوہر والی عورت سے زنا کرنا (۳) ماں باپ کا عاق (۴) یتیم کا مال کھانا ان چار گناہوں کی معافی حج کرنے سے ہوسکتی ہے یا نہیں؟ (۵) عورت کا شوہر اگر طلاق نہ دے اور عورت جوان ہو، اور عورت اس کے گھر جانا نہیں چاہتی تو وہ کب تک بیٹھی رہے اور اس کو کیا کرنا چاہئے؟

الجـــــــواب:

(۱) شرک بغیر توبہ معاف نہ ہوگا۔ قال اللہ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذالک بغیر توبہ حج کرنے سے بھی معاف نہ ہوگا۔ بلکہ جب تک توبہ وتجدید ایمان نہ کرے حج ہی نہ ہوگا باقی مذکورہ گناہ کبیرہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہیں چاہے معاف کردے تو یہ اس کا فضل ہے اور معاف نہ کرے عقاب کرے تو یہ اس کا عدل ہے۔ ہاں بندہ جب توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اسے معاف فرماتا ہے۔ مگر اس پر معاف کرنا واجب نہیں اگر حج مبرور مقبول ہو تو امید ہے، کہ اللہ تعالیٰ مظالم عباد کو بندوں سے راضی کراکے معاف کرادے۔ کہ مظلوم کو اس کا اجر دیکر فرمائے کہ اس بندے کے ظلم کو معاف کردو۔ کثیر علماء کرام کا مذہب یہی ہے، کہ اللہ تعالیٰ مظلوم کو راضی کرکے حاجی کے اس گناہ کو معاف کردے گا۔ تفسیرات احمدیہ میں ہے: ان الشرک بدون التوبۃ غیر مغفور البتۃ وما دون ذالک من الذنوب موقوف علی مشیۃ اللہ تعالیٰ ان شاء عذب وانشاء عفا عنہا سواء کانت صغیرۃ او کبیرۃ واما التائب فمعفو من اللہ تعالیٰ البتۃ فضلا لا وجوباً علیہ سواء کان شرکاً اوغیرہ عن الصغائر و الکبائر ہذا وہو مذہب اہل السنۃ والجماعۃ شیخ محقق علی الاطلاق

عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ الولی فرماتے ہیں: وبالجملہ حقوق اللہ مغفور است از حجاج ودر حقوق عباد خلاف است و فضل خدا اوسع است وظاہر حدیث عام است والمولیٰ تعالیٰ اعلم

(۲) جس صورت سے بنے شوہر سے طلاق حاصل کرے اگر وہ یوں طلاق نہ دے عورت اپنا مہر معاف کر کے یا اور کچھ دیکر اگر وہ چاہے خلع کرالے۔ یوں بھی طلاق نہ دے تو پنچایت یا کچھ بااثر اور کسی کے دباؤ سے وہ زبانی طلاق دیدے جب بھی طلاق واقع ہوجائے گی پھر عدت کے بعد عورت دوسرے سے نکاح کرسکے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ قاضی عبد الرحیم بستوی غفرلہ القوی

الجواب صحیح۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) شریعت مطہرہ میں بیعت کا کیا حکم ہے۔ اور اس کا کیا درجہ ہے۔ اور کیا مسلمان کو بیعت ہونا ضروری ہے۔ زید کہتا ہے کہ بیعت ہونا کوئی ضروری نہیں ہے۔ اس کے انکار کرنے والے کا کیا حکم ہے؟ (۲) علم ظاہر کے استادوں سے جن سے علم ظاہر پڑھتے ہیں جن سے بیعت ہوتے ہیں انمیں سے کن کے حقوق زائد ہیں۔ (۳) دیوبندیوں کا روپیہ تعمیر مسجد میں یا مسجد کے دوسرے اخراجات میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ یہ تحقیق ہو کہ یہ شخص واقعی دیوبندی ہے اور نہ لینے میں فساد کا اندیشہ ہے ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب:

(۱) حضرت سیدنا شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ العزیز عوارف المعارف شریف میں فرماتے ہیں: سمعت کثیرا عن المشائخ یقولون من لم یر مفلحا لا یفلح۔ یعنی میں نے بہت سے اولیاء کرام کو فرماتے سنا کہ جس نے کسی فلاح پائے ہوئے کی زیارت نہ کی وہ فلاح نہ پائے گا۔ اسی میں ہے: روی عن ابی یزید انہ قال من لم یکن لہ استاذ فامامہ الشیطان یعنی سیدنا بایزید بسطامی سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہے رسالہ امام اجل ابوالقاسم قشیری میں ہے: یجب علی المرید ان یتأدب بشیخ فان لم یکن لہ الاستاذ لا یفلح ابدا۔ یعنی مرید پر واجب ہے کہ کسی پیر سے تربیت لے کہ بے پیرا کبھی فلاح نہ پائے گا۔ میر سید عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ السامی سبع سنابل شریف میں فرماتے ہیں: "چوں پیر نیست پیرتست ابلیس" کہ راہ دین زدیست از مکر وتلبیس فی الواقع بیعت عجب چیز ہے کثیر فوائد رکھتی ہے۔ مگر شرعاً لازم و فرض نہیں ہے اس کا منکر محروم ہے۔ اس کی تفصیل فتاویٰ افریقہ میں ملاحظہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) دونوں واجب التعظیم ہیں جبکہ دونوں تعظیم کے اہل ہوں، علم ظاہر رکھنے والے سے اس کا افضل ہونا ظاہر ہے۔ جو علم ظاہر بھی رکھتا ہو اور علم باطن بھی۔ استاذ علم ظاہر نہ شیخ ایصال ہے نہ شیخ اتصال سے شیخ اتصال کا تو کہنا ہی نہیں یا جس سے برکت ایصال حاصل ہوجائے۔ وہ بھی اس سے جس سے یہ برکت حاصل نہ ہو یقیناً افضل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) فتنہ وفساد روکنے کا انتظام کرے اس میں تو یہ بات ہے کہ بدمذہب سے میل جول اور وہ ایسا ہو کہ جس پر حکم ارتداد ہو۔ تو آفت اور سخت ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ چندہ دیکر مسجد پر اپنا استحقاق جتائے گا۔ اسے اس کا موقعہ ہاتھ آئے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ قاضی عبد الرحیم بستوی غفرلہ القوی

الجواب صحیح۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

خطائے بزرگاں گرفتن خطا است

از: نبیرۂ مظہر اعلیٰ حضرت، مولانا الحاج **محمد سنابل رضا خاں** حشمتی، خانقاہ حشمتیہ پیلی بھیت شریف

ماہ اگست ۲۰۰۶ء ماہنامہ ''جام نور'' میں ایک کالم ''روبرو'' کے تحت ایک طویل انٹرویو شائع ہوکر نذر قارئین ہوا۔ اس کو پڑھکر یہی تأثر قائم ہوا کہ آج بھی کچھ افراد موجود ہیں جن کا مشغلہ اکابر پر نکتہ چینی ان کی عبارتوں پر حرف گیری، ان کے کلاموں میں سقم جوئی بن چکا ہے۔ اور بزعم خویش اپنی ہمہ دانی کا سکہ رائج الوقت ناواقفین کے دلوں پر خواہی نخواہی بٹھاتا ہے، جبکہ اس سے قبل اس طرح کی کوئی بات ہمارے یہاں دور دور تک نظر نہیں آتی۔ بلکہ اسلاف ہی اخلاف کے لئے نمونۂ تقلید ہوا کرتے تھے۔ پھر ایسا کیوں ہوا اس کی وجہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کی حدیث پاک ہے: "لعن آخر هذه الامة اولها الخ" یعنی سرکار مدینہ ﷺ نے فرمایا بعد والوں کا پہلے والوں کی لعنت کرنا علامت قیامت سے ہے۔ بہرکیف دور حاضر میں اکابر پر نکتہ چینی کرنا اور ان کی عبارتوں میں غلطیاں نکالنا یہ قرب قیامت کی عظیم ترین نشانیوں میں سے ہے۔

اسی ''جام نور'' میں ایک انٹرویو حدائق بخشش کے اشعار پر نقد وجرح کے متعلق ہے۔ جس میں امام عشق ومحبت سرکار اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خطی تحریروں اور ان کے اشعار پر شکوک وشبہات کا اظہار کیا گیا ہے۔ اور بعض جگہوں پر کاتب کی غلطی کہہ کر اس کی تصحیح بھی کی گئی ہے۔ جب کہ اس سے قبل وہ تحریرات اکابر علمائے کرام ومشائخ عظام کی نگاہوں سے بھی گذریں۔ ان کو پڑھا، سمجھا، مگر اس کے باوجود ان پر کسی طرح کی کوئی تنقید ان کی طرف سے عالم وجود میں نہ آئی۔ جبکہ وہ لوگ ان نقاد وقلم کاروں سے کہیں زیادہ علم وعمل زہد وتقویٰ والے تھے۔ کیوں کہ وہ حضرات جانتے تھے کہ سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ جل جلالہ نے وہ علم عطا فرمایا ہے جہاں تک عام اذہان کی رسائی نہیں ہوسکتی۔ یہی وجہ ہے کہ سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تحریرات ونگارشات کے دوران بارہا ایسی عبارتیں ذکر فرمائیں اور پھر اظہاراً لتحديث النعمة ورغماً لانف الاعداء ارشاد فرمایا: "فافهم ان كنت تفهم وان كنا نعلم انك لاتفهم" (سد الفرار) یعنی میری عبارت کو سمجھ سکتے ہو تو سمجھ کر بتاؤ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ تم نہیں سمجھ سکتے۔ غور فرمائیں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ چیلنج آج کل کے ارباب حل وعقد کے لئے نہ تھا بلکہ اپنے زمانے کے ان اصحاب علم ودانش کے لئے تھا جن کے علم وفضل کا لوہا دنیا تسلیم کرتی تھی۔ اور جب وہ نہ سمجھ سکے تو ہما وشما کس اعداد وشمار میں ہیں۔ پس ثابت ہوگیا کہ آج لوگوں کا اس طرح حرف گیری کرنے اور چھاپ کر عوام الناس کے سامنے پیش کرنے کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) یا تو اپنے علمی تفوق وبرتری کو ثابت کرنا۔

(۲) یا تو ان کی شخصیتوں کو جن کو لوگ اپنا پیشوا وامام تسلیم کرتے ہیں ان کو لوگوں کی نگاہوں میں غیر معتبر ٹھہرانا۔

اور یہ دونوں باتیں لائق صد افسوس وقابل مذمت ہیں۔ جب کہ اسلاف ہمارے سرمایہ ہیں۔ اپنے سرمایہ کو

اپنے ہاتھوں سے برباد کرنا ہے۔

نام نیک رفتگاں ضائع مکن
تابماند نام نیکت بر قرار

آپ خود سوچیں غیر اگر اس طرح کی حرف گیری کریں تو یہ ان کا پرانا کام ہے، لیکن اپنے لوگوں کا نکتہ چینی کرنا انتہائی درجہ کی کم ظرفی اور بزرگوں کے ساتھ بے ادبی اور گستاخی کی بین دلیل ہے اور ایمان جانے کا اندیشہ ہے۔

گر خدا خواہد پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ پاکاں برد

از خدا جوئیم توفیق ادب
بے ادب محروم گشت از فضل رب

دوست ہو دوست کا دشمن تو شکایت کس کی
یار آمادۂ خوں ہو تو بچائے پھر کون؟

حضور امام اہل سنت مجدد دین وملت سیدی سرکار اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا

ارشاد مبارک

آپ فرماتے ہیں کہ بزرگوں کی حرف گیری اور ان کی تحریرات میں غلطیاں نکالنا ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخی ہے اور ایمان جانے کا خطرہ۔ معاذ اللہ! اگر چہ ہماری نگاہوں میں غلط ہو۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ ایک غامض بات ہے کہ کبھی اولیائے کرام قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہم قصداً لحن اختیار فرماتے ہیں:

اور اس میں ان کے لئے کچھ اسرار ہیں جن سے ہمارے انظار قاصر ہیں۔ اور آگے فرماتے ہیں: لہٰذا حضرات مشائخ وصیت فرماتے ہیں کہ: جو لفظ اولیائے کرام قدست اسرارہم سے جس طرح منقول ہوا، اس میں تغیر نہ کی جائے۔ اگر چہ اپنی نگاہ میں لحن نظر آئے کہ ان کے لئے اسرار ہیں اور برکت اسی میں ہے جو ان کی زبان فیض ترجمان سے صادر ہوا۔

حضرت امام اجل عارف اکمل سیدی ومولائی محمد بن محمد بن حسین خلد الملۃ والدین بلخی رومی قدس سرہٗ الشریف کی ''مثنوی معنوی'' کا مطالعہ کرے، اس میں جہاں جہاں عربی بندشیں ہیں خواہ ابیات عدیدہ یا اشعار کاملہ یا پورے مصرع یا اجزا کے مصاریع ان میں صدہا جگہ اس قسم کی باتیں پائیے گا جن پر بنظر قواعد عربیت وکلمات عرب حقیقۃً خواہ بطور معترض غلط وخطا کا الزام آئے گا۔ اور آگے فرماتے ہیں: ان کی تو گنتی ہی نہیں جنہیں صحیح کرکے پڑھئے تو ایسے زحافات میں پڑے جو نظم فارسی میں ممنوع یا طبع وگوش کو سخت نامطبوع پھر کوئی گستاخ، بے ادب ہی ان کی وجہ سے حضرت مولوی قدس سرہٗ المعنوی کو معاذ اللہ ناواقف یا بندش نظیف سے عاجز کہے، یا جنون کامل کی ظل حمایت میں آکر مثنوی شریف کی تصنیف لطیف حضرت مولوی ہونے سے منکر رہے۔ اور آگے فرماتے ہیں کہ کسی محبوب کے بعض کلام میں کوئی لفظ بلحن صریح ہی ہو۔ تاہم ان کا لحن تیرے صواب سے لاکھ درجے زیادہ اللہ عزوجل کو پسند ہے دیکھ کہ حضرت مولوی قدس سرہٗ مثنوی شریف میں کیا ارشاد فرماتے ہیں:

گر حدیثت کژ بود معنیت راست
آں کژی لفظ مقبول خدا ست

ور بود معنی کژ و لفظت نکو
آں چناں معنی نیز زو یک تو

''دربیان خطائے محبان کہ بہتر از صواب بیگانگاں ست''

(۱) آں بلال صدق در بانگ نماز
حی را ہی خواند از روئے نیاز

(۲) تا بگفتند اے پیمبر نیست راست
ایں خطا اکنوں کہ آغاز بناست

(۳) اے نبی واے رسول کردگار
یک مؤذن کو بود افصح بیار

(۴) عیب باشد اول دین وصلاح
لحن خواندن لفظ حی علی الفلاح

(۵) خشم پیغمبر بجوشید وبگفت
یک دو رمزے از عنایات نہفت

(۶) کاے خسان نزد خدا ہی بلال
بہتر از صد حی وحی قیل وقال

(۷) وامشورا یند تا من رازتان
وانگویم زاخسر وآغازتان

جس وقت کتاب مقدس ''سبع سنابل'' شریف پر گمراہ لوگوں نے اعتراض کیا کہ حضرت خواجہ خضر علیہ السلام نعلین کی حفاظت فرما رہے ہیں، اس میں حضرت خضر علیہ السلام کی توہین ہے۔ اب امام عشق ومحبت سیدی سرکار اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت علیہ الرحمۃ والرضوان کا وہ جواب سنئے جو لوح محفوظ دیکھ کر تین جواب تحریر فرماتے ہیں:

جس میں سے صرف ایک جواب ملاحظہ فرمائیں۔

وہم کرنے والا اصطلاح قوم سے ناواقفی کے باعث کمال عظمت کو معاذ اللہ موجب اہانت گمان کرتا ہے۔ اور اہل ظاہر پر انکار کلمات اہل اللہ میں اکثر بلا اسی دروازے سے آتی ہے۔ ان اصطلاح کو اپنے مفہوم پر حمل کرتے اور خطا میں گرتے ہیں اور نہیں جانتے۔ اب سنئے اصطلاح قوم میں نعلین کو کونین کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عزوجل نے اپنے بندے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: "فاخلع نعلیک انک بالوادا لمقدس طویٰ" اپنے دونوں جوتے اتار ڈالو کہ تم پاکیزہ جنگل طوی میں ہو۔

مفسر علامہ نظام الدین حسن بن محمد قمی غرائب القرآن و رغائب الفرقان معروف بتفسیر نیشا پوری میں اس آیہ کریمہ کی تاویل یعنی معنی بطور اہل اشارات وحقائق میں فرماتے ہیں: "اترک الالتفات الی کونین انک واصل الیٰ جناب القدس" یعنی نعلین سے دونوں جہاں مراد ہیں انہیں اتار ڈالو یعنی ان کی طرف التفات نہ کرو کہ تم بارگاہ قدس میں پہونچ گئے۔ اقول نعلین قطع راہ میں معین ہوتی ہے اور مقصد اولیاء وصول بحضرت کبریا ہے اور دنیا وآخرت دونوں اس راہ کی قطع میں معین، دنیا یوں کہ اس میں اعمال سبب وصول جنت ہیں اور آخرت یوں کہ وہیں وعدۂ دیدار ہے۔

لہٰذا طالبان مولیٰ بالذات کونین کو زیر قدم رکھتے ہیں۔ اور جو زیر قدم ہوا سے نعلین کہنا مناسب ہے، حدیث میں ہے۔ الدنیا حرام علی اهل الفقرة والاخرة حرام علی اهل الدنیا والدنیا والا خرة حرام علیٰ اهل الله. دنیا حرام ہے آخرت والوں پر اور آخرت حرام ہے دنیا والوں پر اور دنیا وآخرت دونوں حرام ہیں اللہ والوں پر۔ رواہ الدیلمی عن ابن عباس رضی الله عنهما۔ نیز نعلین زوجہ کو کہتے ہیں کما فی القاموس وغیرہ اور دنیا وآخرت دونوں سوتیں ہیں۔

فانّ من جودك الدنيا وضرّتها
ومن علومك علم اللوح والقلم

اسی طرف اشارہ ہے۔ حدیث نبی ﷺ میں ہے کہ فرماتے ہیں: من احبّ دنیاه اُضرّ بآخرته ومن احبّ اٰخرته اضرّ بدنیاه فاثروا ما یلقیٰ علیٰ ما یفنی۔ جو اپنی دنیا کو پیار کرے گا اس کی آخرت کو نقصان ہوگا اور جو اپنی آخرت کو پیار رکھے گا اس کی دنیا کو ضرر ہوگا۔ تو باقی کو فانی پر ترجیح دو۔ رواہ احمدو والحاکم عن ابی موسیٰ الاشعری رضی الله تعالیٰ عنه بسند صحیح۔

امام عشق ومحبت مجدد دین وملت سرکار اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں:

ہندیاں را اصطلاغ ہند مدح
سندیاں را اصطلاح سند مدح

درحق او مدح درحق تو ذم
درحق اوشہد درحق تو سم

درحق او ورد درحق تو خار
درحق او نور درحق تو نار

توچہ دانی زبان مرغاں را
کہ ندیدی گہ سلیماں را

محمد شاہ بادشاہ دہلی کے حضور مجمع علماء تھا، بعض کلمات منسوبہ باولیاء پررائے زنی ہورہی تھی، ہرایک اپنی سی کہتا اور اعتراض کرتا۔ ایک صاحب کہ جماعت میں سب سے اعلم تھے خاموش تھے۔ بادشاہ نے عرض کی آپ کچھ نہیں فرماتے۔ فرمایا یہ سب صاحب میرے ایک سوال کا جواب دیں تو میں کچھ کہوں۔ سب ان عالم کی طرف متوجہ ہوئے۔ انہوں نے فرمایا: آپ حضرات بولی کتے کی سمجھتے ہیں؟ سب نے کہا نہ۔ کہا بلی کی؟ کہا نہ کہا سبحان اللہ تم مقر ہو کہ آرذل خلق اللہ کی بولی تو نہیں سمجھتے اولیاء کہ افضل خلق اللہ ہیں ان کا کلام کیوں کر سمجھ لوگے۔

امام عبد اللہ شعرانی فرماتے ہیں علمائے مصر جمع ہوکر ایک مجذوب کی زیارت کو گئے۔ انہوں نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا: مرحبا بعبید عبدی مرحبا۔ میرے بندے کے بندوں! سب پریشان ہوکر لوٹ آئے۔ ایک صاحب جامع ظاہر و باطن سے ملے اور شکایت کی کہ انہوں نے فرمایا ٹھیک تو ہے تم سمجھتے نہیں تم خواہش نفس کے بندے ہورہے ہو۔ انہوں نے خواہش نفس کو اپنا بندہ کرلیا ہے ان کے بندے کے بندے ہوئے۔

صوفیاء کرام کی اصطلاحات ہیں، رموز خاص ہیں، ہر شخص ان کے کلام سے ان کی مراد نہیں سمجھ سکتا۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہوا کہ فرمایا: خضضنا بحرا وقف الانبیاء علیٰ ساحلہ، یعنی ہم نے ایسے سمندر میں غوطے لگائے کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اس کے کنارے پر کھڑے ہیں۔

بظاہر یہ جملہ کس قدر مہیب اور خوفناک معلوم ہوتا ہے اور ظاہر میں اس سے اس وہم میں پڑجاتا ہے کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام پر اپنی فضیلت نکالتے ہیں۔ مگر عرفا جو ان حضرات کے انداز کلام اور رمز سخن کے ماہر ہیں انہیں ایک لمحہ بھی تردد نہیں ہوتا۔ ان سے دریافت کیجئے تو فرماتے ہیں کہ یہ کلام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی مدح وثنا میں بہترین کلام ہے جس میں قائل نے یہ بتایا ہے کہ ہم سب تو خواہشات کے سمندر میں غوطے کھارہے ہیں۔ اندیشہ ہے کہ یہیں نہ رہ جائیں۔ مگر امید اس لئے بندھی ہوئی ہے کہ اپنے غلاموں کو غرق ہونے سے بچانے کے لئے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کنارے پر تشریف فرما ہیں۔

اب غور کیجئے! تو اطمینان ہوتا ہے کہ واقعی اس جملے کا یہی مطلب ہے اور جس کی طرف بظاہر ذہن سبقت کرتا ہے وہ مطلب ہرگز نہ تھا۔ اور عارفین کے وہم میں بھی وہ بات گھر نہ کرسکتی تھی۔

لہٰذا حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار پر جرح وتنقید سے پہلے اصل نسخہ کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور جن حضرات کو شکوک وشبہات ہوں وہ ازالۂ اوہام اور افہام کے لئے حضور خلیفۂ اعلیٰ حضرت شیر بیشۂ اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رسالہ مبارکہ ''ردّ کید الخبثاء'' جو عسکری اکیڈمی خانقاہ حشمتیہ پیلی بھیت شریف سے شائع ہوگئی ہے اس کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

خطائے بزرگاں گرفتن خطا است

☆☆☆

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مرید ہو تو ایسا

از: ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری (پاکستان)

ایک مرتبہ محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ العزیز کی خدمت میں تین قلندر حاضر ہوئے اور کھانے کی خواہش کی۔ حضرت محبوب الٰہی نے خادم کو کھانا لانے کا حکم فرمایا۔ خادم نے جو کچھ اس وقت موجود تھا سامنے لاکر رکھ دیا۔ ان میں سے ایک قلندر نے وہ کھانا اٹھایا اور پھینک دیا پھر بولا، اچھا کھانا لاؤ۔

حضرت محبوب الٰہی نے اس ناشائستہ حرکت کا کچھ خیال نہ فرماتے ہوئے خادم سے فرمایا اس سے اچھا کھانا لاؤ، خادم پہلے سے اچھا کھانا لایا اور ان کے سامنے رکھ دیا۔ انہوں نے پھر پھینک دیا اور اس سے بھی اچھا کھانا مانگا۔

حضرت محبوب الٰہی پھر خاموش رہے اور خدام کو اس سے بھی اچھا کھانا پیش کرنے کا حکم فرمایا۔ تیسری مرتبہ اور اچھا کھانا پیش کیا گیا مگر انہوں نے اس بار بھی پھینک دیا اور اس سے بھی اچھے کھانے کا مطالبہ کیا، اس پر حضرت نظام الحق والدین محبوب الٰہی علیہ الرحمہ نے اس قلندر کو اپنے پاس بلایا اور کان میں ارشاد فرمایا: ”یہ کھانا اس مردار بیل سے تو اچھا تھا جو تم نے راستے میں کھایا“

حضرت محبوب الٰہی کا یہ فرمانا تھا کہ قلندر کا رنگ متغیر ہوگیا۔ یہ لوگ راستے میں تین دن فاقوں سے تھے کہ ایک مرا ہوا بیل ملا جس میں کیڑے پڑ گئے تھے اور یہ لوگ اس کا گوشت کھا کر آئے تھے۔

حضرت محبوب الٰہی کا کان میں فرمانا تھا کہ قلندر آپ کے قدموں میں گر پڑا۔ آپ نے اسے اٹھایا اور اپنے سینے سے لگا کر جو کچھ عطا فرمانا تھا، عطا فرمادیا۔ اس پر وہ قلندر وجد میں آکر رقص کرنے لگا، رقص کرتا جاتا اور کہتا جاتا کہ

میرے مرشد نے نعمت عطا فرمائی ہے
میرے مرشد نے نعمت عطا فرمائی ہے

حاضرین نے جب یہ حال دیکھا تو کہا کیا بے قوف ہے جو کچھ تجھے ملا وہ حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی سے ملا، یہاں تک تو تو بالکل خالی آیا تھا۔

قلندر نے جواب دیا۔ بے وقوف تم ہو، اگر میرے مرشد نے مجھ پر نظر نہ کی ہوتی تو حضور محبوب الٰہی کیوں نظر فرماتے، یہ اسی نظر کا ذریعہ ہے۔

قلندر کی یہ بات سن کر حضرت محبوب الٰہی قدس سرہٗ نہایت محظوظ ہوئے اور فرمایا: ”یہ سچ کہتا ہے بھائیو! مرید ہونا اس سے سیکھو“ (ملفوظات مطبوعہ بریلی، ص ۱۷)

نبیرۂ اعلیٰ حضرت جانشین مفتی اعظم ہند علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری الازہری مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ تبدیل بیعت بلاوجہ شرعی ممنوع ہے اور حصول فیض کے لئے تجدید جائز بلکہ مستحب ہے لیکن دل میں بھی خیال رکھے کہ جس کسی سے جو کچھ بھی مجھے مل رہا ہے وہ میرے مرشد کی ہی نظر عنایت ہے۔ مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ: جس کسی بزرگ سے جو بھی نعمت عطا ہو اسے اپنے مرشد ہی کا فیض جانے اسی میں سعادت ہے۔

===☆☆☆===

علمائے اہل سنت کون ہیں اور کیا ہیں؟

از: انتخاب عارف صدیقی سرائے کہنہ امروہہ

اسلامی تاریخ کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں اور اسلامی کتابوں کو جب کھول کر دیکھتے ہیں تو ہمیں صاف طور پر نظر آتا ہے کہ سرکار مدینہ ﷺ سے لے کر حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام تک جتنے بھی دور آئے ہیں ہر دور میں حق اور باطل کی آویزش اور ٹکر رہی ہے یہ کوئی نظام ایسا ہے یہ قدرت کی کرشمہ سازی ہے کہ ہر دور میں حق اور باطل مقابلے میں آتے ہیں حق بے سروسامانی کے عالم میں آیا اور باطل سرکشی تکبر لے کر نمودار ہوا ہے، لیکن جب ہم تاریخ کو اٹھا کر دیکھتے ہیں کہ بے سروسامانی کے عالم میں نمایاں ہونے والے حق کو ہمیشہ اللہ عزوجل نے غلبہ عطا فرمایا ہے حق اور باطل کی ٹکر روزِ ازل سے جاری ہے تاریخ شاہد ہے جب جب باطل نے سر اٹھائے ہیں۔حق کسی نہ کسی طرح آیا ہے۔ہم ذرا اپنے ذہنوں کو پندرہ سو سال کی تاریخ کے پیچھے لے جائیں تو ہم کو معلوم ہوگا کہ باطل نمرود کے لباس میں آیا تو حق ابراہیم علیہ السلام کی شکل میں آیا، باطل فرعون کی شکل میں آیا تو حق موسیٰ علیہ السلام کی شکل میں آیا۔باطل بنی اسرائیل کے خونخواروں کی شکل میں آیا، تو حق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل میں آیا۔باطل قیصر وکسریٰ کی شکل میں آیا تو حق رسول کریم ﷺ کی شکل میں آیا باطل یزید کی شکل میں آیا تو حق امام عالی مقام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل میں آیا۔باطل جلال الدین اکبر کی شکل میں آیا تو حق مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی شکل میں آیا باطل پرتھوی راج چوہان کی شکل میں آیا تو حق خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمہ کی شکل میں آیا۔

باطل وہابیت دیوبندیت، مودودیت، نیچریت، رافضیت، کے لباس میں آیا۔تو حق اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت مولانا شاہ احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کی شکل میں آیا۔

ہر دور میں حق اور باطل کی آویزش اور ٹکر رہی ہے، آپ نے بہت سی چیزیں برے حالات میں دیکھی ہوں گی لیکن تاریخ کے طالب علم کو معلوم ہونا چاہئے حق والے کون ہیں اور کس کس طرح ہر دور میں انہوں نے اسلام کے لئے کام کیا ہے۔

علمائے اہلسنّت کے کارنامے

(۱) جب بھی قوم پر کوئی نازک وقت آیا اسلام و مسلمین کے تحفظ کی خاطر علماء و مشائخ اہل سنت سربکف میدان عمل میں نکل آئے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں جن اکابر علماء و مشائخ اہل سنت نے انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ صادر فرمایا ان میں علامہ فضل حق خیرآباد، مفتی عنایت احمد کا کوروی، مولانا کفایت علی کافی، مولانا احمد اللہ شاہ مدد الٰہی اور مولانا فضل رسول بدایونی پیش پیش تھے۔یہی وہ بزرگان دین تھے جن کی یلغار سے ایوان فرنگ میں تہلکہ مچ گیا۔

ان حضرات کا انگریز کے خلاف فتوائے جہاد صادر کرنا ہی تھا کہ انگریزوں نے انہیں سخت تکالیف پہنچانا شروع کردیں۔مولانا کافی اور مولانا فضل رسول بدایونی علیہ الرحمہ کو سرعام تختہ دار پر کھینچ دیا گیا۔

علامہ فضل حق خیرآبادی، مفتی عنایت احمد کا کوروی کو قید کر کے جزیرہ انڈمان بھیج دیا گیا۔اور ان کی حمایت کرنے والوں کو صرف اس جرم کی پاداش میں گولیوں سے بھون دیا گیا کہ انہوں نے ان پیکران حق وصداقت کا ساتھ دیا تھا۔

(۲) جب تحریک ترک موالات کے پردے میں

''ہندو مسلم بھائی بھائی'' کا نعرہ لگانے والوں نے جب ہندو مسلم اتحاد اور باہمی مودت واشتراک کا ڈھونگ رچا کر'' ایک قومی نظریہ'' کا پرچار کیا تو امام اہلسنّت مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے اس کے خلاف "المحجة المؤتمنه" کے عنوان سے ایک تاریخی فتویٰ جاری فرما کر اس گمراہ کن نظریے کا رد بلیغ فرمایا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے طویل فتویٰ کا خلاصہ یہ ہے۔

''ہندو کی غلامی مسلمان کے لئے انتہائی بے غیرتی ہے ہندو ناپاک ہے اور مسلمان پاک۔ ان دونوں کا آپس میں اتحاد واشتراک عمل کیوں کر ہوسکتا ہے''۔ اعلیٰ حضرت نے اس فتویٰ میں نہایت حسن وخوبی اور جامعیت کے ساتھ'' دو قومی نظریہ'' پیش فرمایا اور اسی نظریئے کی بنیاد پر پاکستان قائم ہوا۔

(۳) تحریک ختم نبوت کا سہرا بھی علمائے اہلسنّت کے سر ہے۔ علامہ سید ابوالحسنات، سید خلیل احمد، مولانا محمود احمد رضوی، مولانا عبد الحامد بدایونی اور مولانا عبد الستار خاں نیازی کا مرکزی کردار، ان عاشقان بارگاہ ختم نبوت کی قید وبند کی صعوبتیں، عوام اہلسنّت کے سینوں پر گولیاں کھا کر شہید ہونا اور جیلوں میں جانا کسی سے مخفی نہیں۔ اس تحریک کا ایک عظیم مرکز ملتان بھی تھا۔ دیگر مکاتب فکر کے اکابر بھی اس تحریک میں شامل تھے لیکن اس تحریک کی قیادت اور عوامی قوت کی سعادت سواد اعظم اہل سنت ہی کو نصیب ہوئی۔ بظاہر اس وقت کامیابی نہ ہوئی لیکن بالآخر مرزائیوں کا'' غیر مسلم اقلیت'' قرار دینا اسی تحریک کا نتیجہ ہے۔

(۴) جب عیسائی پادریوں نے اپنا مذہب ہندوستان میں انگریزی حکومت کی مدد سے پھیلانا چاہا تو علمائے اہلسنّت نے ان سے مناظرہ کر کے ان کی کوششوں کو ناکام بنا دیا ان کی رد میں تصانیف لکھیں۔ اس اہم فریضہ کی ادائے گی میں بقیۃ السلف فخر شریعت مولانا مبین الدین فاروقی علیہ الرحمہ کا بڑا تعاون حاصل ہوا بقیۃ السلف نے عیسائی پادریوں کو دندان شکن جواب دیا۔ اور ان کی رد میں'' افضل المرسلین'' کتابچہ تحریر کیا۔

(۵) جب فرقہ پرستوں نے مسلمانوں کو کافر بنانے کے لئے شدھی تحریک شروع کی تو اس کا مقابلہ علمائے اہلسنّت نے کیا۔ جماعت رضائے مصطفیٰ عمل میں آئی۔ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ اور دیگر علمائے اہلسنّت نے اس تحریک کا مقابلہ کیا۔

(۶) ملک کی تقسیم کے بعد دہلی اور مغربی یوپی اور دوسرے مقامات کے مسلمانوں کے خلاف جب فرقہ پرستوں نے انہیں ملک سے نکالے اور تباہ و برباد کرنے کی سازش کی ان کے مقابلے میں مسلمانوں کی حفاظت اور مساجد ومزارات کی حفاظت کا فریضہ اپنی جانوں کو ہتھیلیوں پر رکھ کر علمائے اہلسنّت اور ان کے رفقاء کار نے ادا کیا۔

جب اندرا گاندھی نے مسلمانوں کے لئے نس بندی کرانے کو ضروری قرار دیا تاریخ شاہد ہے دیوبند نجد کے سبھی مفتیان نے نسبندی کرانے کو جائز لکھ دیا تھا۔ مگر شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے ان سبھی فتویٰ کا رد کیا۔ اور نسبندی کرنے کو ناجائز لکھا۔

(۷) ۱۹۲۵ء کو مسلمانوں کی اقتصادی اور معاشرتی ناگفتہ بہ حالات کو بہتر سے بہتر بنانے کے لئے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمہ نے آل انڈیا سنی کانفرنس میں جو مرادآباد میں منعقد ہوئی تھی چند تجاویز کا ذکر کیا ہے جو تجاویز آل انڈیا سنی کانفرنس کے خطبہ صدارت میں موجود ہے۔

بہر حال علمائے اہلسنّت کا فیض باران رحمت کی طرح عام ہے ہندو پاک کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ملے گا۔ جہاں اس چشمۂ علم دین سے نکلی ہوئی کوئی نہر موجود نہ ہو، جس سے سب لوگ سیراب ہوتے ہیں۔ اللہ عزوجل علمائے اہلسنّت کو اس خدمت دین کا اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

امام احمد رضا خاں کی شخصیت اور دینی خدمات

از: مولانا انیس عالم سیوانی سکریٹری امام احمد رضا فاؤنڈیشن لکھنؤ

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی کی شخصیت صاحبان علم وعرفان اور اہل فضل وکمال کے درمیان محتاج تعارف نہیں۔ امام احمد رضا بن مولانا نقی علی خاں ابن مولانا رضا علی شاہ کے مورث اعلیٰ سعید اللہ خاں قندھار سے تشریف لائے تھے۔

اس خاندان کے لوگ عرصہ تک حکومتی مناصب پر فائز رہے، اعلیٰ حضرت کے پردادا حافظ کاظم علی خاں کے بعد اس خاندان کا پورے طور پر رجحان دین کی طرف ہوا، دینی، علمی میدان میں جو کارہائے نمایاں اس خاندان نے انجام دیا ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔

امام احمد رضا کی پیدائش ١٠ ر شوال ١٢٧٢ھ بروز دوشنبہ بوقت ظہر مطابق ١٤ ر جون ١٨٥٦ء محلہ جسولی بریلی میں ہوئی، پیدائشی نام "محمد" اور تاریخی نام المختار رکھا گیا، آپ کے دادا مولانا رضا علی شاہ نے آپ کا نام احمد رضا رکھا۔

آپ کے والد ماجد رئیس المحققین مولانا نقی علی خاں اپنے وقت کے زبردست عالم، بلند رتبہ محدث اور فقیہ تھے، امام احمد رضا کی تعلیم وتربیت اپنے وطن ہی میں ہوئی ابتدائی تعلیم آپ نے مرزا غلام قادر بیگ سے حاصل کی۔ باقی علوم اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خاں اور مولانا عبد العلی رامپوری سے حاصل کی۔ بعض لوگ لاعلمی کے سبب یا غلط فہمی پیدا کرنے کے لئے بیان کرتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی اور مولانا اشرف علی تھانوی دونوں ہم درس اور دیوبند کے پڑھے ہوئے تھے، یہ سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔ فاضل بریلوی سے مولانا تھانوی چند سالوں عمر میں چھوٹے تھے، جس وقت فاضل بریلوی نے تعلیم مکمل کر لی ہے اس وقت تک شاید مولانا تھانوی نے تعلیم کا آغاز ہی نہیں کیا تھا۔

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کو شرف بیعت و ارادت فخر الاکابر حضرت سیدی آل رسول احمدی مارہروی سے ١٢٩٤ھ ١٨٧٧ء میں حاصل ہوا، اور اسی وقت خلاف معمول مرشد کامل نے فاضل بریلوی کو جملہ خلافتیں و اجازتیں عطا فرمادیں اور ارشاد فرمایا کہ باقی لوگ آتے ہیں ان کا قلب میلا ہوتا ہے اس لئے مجاہدات کے ذریعہ تزکیہ کیا جاتا ہے لیکن مولانا احمد رضا خاں کا قلب پہلے ہی سے مزکی و منور ہے ضرورت تھی نسبت کی وہ ہم نے جوڑ دی، سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ مرشد کامل نے فرمایا کہ فکر لگی رہتی تھی کہ بروز محشر اگر خدا نے پوچھا کہ آل رسول دنیا سے کیا لیکر آئے ہو تو کیا جواب دوں گا مگر مولانا احمد رضا خاں کو بیعت کرنے کے بعد وہ فکر جاتی رہی اب میں عرض کر دوں گا خدایا تیری بارگاہ میں میں دنیا سے احمد رضا لایا ہوں، پیر کامل کو کس قدر اپنے مرید صادق پر اعتماد اور بھروسہ تھا، فاضل بریلوی پر ان کے پیران کرام کی کتنی عنایتیں تھیں کہ خاندان برکات کے مشائخ نے فاضل بریلوی کو چشم و چراغ خاندان برکات سے یاد فرمایا اور ہمیشہ اپنے تمام مریدین متوسلین اور خلفاء کو ہدایتیں اور تنبیہیں فرماتے کہ تعلیمات امام احمد رضا فاضل بریلوی پر عمل پیرا ہو نیز فرماتے کہ جو امام احمد رضا کا نہیں وہ

خاندان برکات کا نہیں، امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی زندگی اور شخصیت کا ایک نمایاں پہلو ان کا عشق رسول ہے، جس کا اعتراف سبھوں نے کیا ہے، خواہ امام سے کوئی راضی ہو یا نہیں لیکن امام احمد رضا کے رسول اللہ ﷺ سے والہانہ عشق و محبت پر اپنوں بیگانوں سب کو اتفاق ہے، اور کہا جاتا ہے کہ امام احمد رضا کی مقبولیت، شہرت، پذیرائی کے پیچھے عشق سرور کونین کارفرما ہے۔

بعض جن لوگوں پر فاضل بریلوی نے حکم کفر صادر فرمایا انہیں بھی اس بات کا اعتراف ہے کہ فاضل بریلوی نے جن لوگوں کی تکفیر کی ہے اور جن گستاخانہ عبارتوں پر گرفت کی ہے وہ ان کا عشق رسول کریم تھا، انہیں ایک لمحے کے لئے بھی گوارہ نہیں تھا کہ انبیاء و مرسلین کی عظمت و رفعت اور ان کی عصمت پر کوئی حرف زنی کرے، ایک مرتبہ کسی نے کہا کہ حضور آپ کو لوگ طعن تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں آپ کے طرز عمل کے سبب کہ آپ بہت شدت فرماتے ہیں جواب میں امام احمد رضا نے فرمایا کہ وہ لوگ جتنی دیر احمد رضا کو برا بھلا کہتے ہیں کم از کم ان کی زبان طعن اتنی دیر کے لئے میرے آقا کی اہانت سے تو رکی رہتی ہے یہ میرے لئے بہتر ہے کہ وہ مجھے مطعون کریں، ان کا عشق رسول دیوانگی کی حد تک تھا لیکن اس حال میں بھی کبھی شریعت کو پس پشت نہیں ڈالا، بلکہ ہر لمحہ ان کے نبی کی محبت اور سچا عشق ان کی رہنمائی کرتا رہا، ہر مشکل اور کٹھن گھڑی میں مدنی تاجدار ﷺ کا سہارا ملتا رہا، ان کا عشق ان کی رہنمائی کرتا رہا، عاشق صادق اپنے آقا کے دربار میں حاضر ہے، کتنا سہانا وقت رہا ہوگا جب ایک غلام اپنے سرکار کی چوکھٹ پہ کھڑا رحم و کرم کی بھیک طلب کر رہا ہوگا، روضۂ مبارک کی پرنور جالیاں سامنے ہوں گی، ہرا گنبد نظروں کے سامنے ہوگا اور عاشق کا دل بیقرار کبھی جالیوں کو چوم رہا ہوگا کبھی گنبد خضریٰ کو دیکھ رہا ہوگا اسی طرح کا منظر رہا ہوگا جب ہی کہا ہوگا۔

ہمیں اے رضا تیرے دل کا پتہ چلا بمشکل
درروضہ کے مقابل وہ ہمیں نظر تو آیا۔ یہ نہ پوچھ کیسا پایا

محبت جذبات سے بیقرار ہوکر، عشق کے اتھاہ سمندر میں غوطہ زن ہیں، زبان کھلتی ہے لب ہلتے ہیں ایک طرف فرض محبت اور محبوب کا دربار ہے دوسری طرف شریعت دامن گیر ہے، ایک طرف ادنی گستاخی پر کفر کی تلوار سر پر لٹک رہی ہے تو دوسری طرف حدوں کو پار کرنے کے جرم میں شرک کا الزام ہے، ان دونوں مشکلوں سے کس خوبی سے فاضل بریلوی بچ نکلتے ہیں یہ فضل الٰہی ہے اور نبی کونین کا کرم خاص ہے ورنہ نہ معلوم کتنے عقل اور علم کے گھوڑے دوڑانے والے اس راہ میں نکلے اور خود ہی کھو گئے، غلو کیا تو عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہہ ڈالا اور مقام محمد رسول اللہ کو گھٹایا تو اپنے جیسا سمجھ لیا اور یہ دونوں چیزیں اسلام کی نظر میں ناقابل قبول ٹھہریں۔

فاضل بریلوی کی شاعری قرآن وسنت کی آئینہ دار اور قران مبین کی کھلی تشریح ہے ملاحظہ فرمایئے:

پیش نظر وہ نوبہار سجدے کو دل ہے بیقرار
روکئے سر کو روکئے ہاں یہی امتحان ہے

امام احمد رضا کی زندگی کا ایک خاص پہلو ان کا عشق اور محبت رسول ہے لیکن ان کی زندگی کا دوسرا پہلوان کا عالمانہ کردار اور فاضلانہ شان ہے، علوم وفنون کی دنیا میں جو کارہائے نمایاں امام احمد رضا نے انجام دیا ہے عالم اسلام میں اس کی نظیر بمشکل ملتی ہے، مدرسے کی ٹوٹی چٹائی پر بیٹھ کر عربی فارسی کی چند کتابیں پڑھنے پڑھانے والا اس شان کا مالک ہے کہ دنیا کی تقریبا بیس یونیورسٹیوں میں اب تک فاضل بریلوی کی شخصیت، خدمات، اور جلال علمی کے تذکرے ہورہے ہیں اور تحقیق و بحث کا کام ہورہا ہے۔ خاص کر جامعۃ ازہر الشریف، جامعہ قاہرہ، جامعہ صدام علوم اسلامیہ وغیرہ میں۔ ابھی تک امام موصوف کی شخصیت پر

ہزار رہا ہزار صفحات لکھے جا چکے ہیں۔ بعض لوگ تنگ نظری یا جہالت کے سبب یہ سمجھتے ہیں کہ مولانا احمد رضا بھی عام مولویوں کی طرح ایک مولوی تھے جن کا کام امامت، تقریر اور نذر ونیاز تک محدود تھا، ان حضرات کے لئے میری گزارش ہے کہ امام موصوف کی تصنیفات کا مطالعہ کریں۔

دیکھ کر آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی، خاص کر امام کے فتاوے جن میں قرآن وحدیث کے دلائل کے علاوہ علم جفر، علم الحساب، علم الارضیات، علم النجوم، توقیت لوگارثم اور اہل فلسفہ کے باطل خیالات واوہام فاسدہ پر جس دقت نظر کا مظاہرہ کیا ہے ان فنون کے جاننے والے دنگ رہ جائیں۔

سب سے پہلے امام احمد رضا کی فقاہت پر مولانا حسن رضا پی، ایچ، ڈی پٹنہ نے تحقیقی مقالہ پیش کر کے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی آپ کا مقالہ کافی پہلے طبع ہو چکا ہے۔

امام احمد رضا کے ۳۱۳ عربی اشعار قصیدتان رائعتان کا ترجمہ اور تشریح عربی زبان کے ماہر پروفیسر رشید عبد الرحمان العبیدی بغداد نے ۲۰۰۲ء میں کیا جس کی اشاعت بغداد میں المجمع الرضوی العلمی کے زیر اہتمام مولانا ابوساریہ عبد اللہ العلیمی ایم اے صدام یونیورسٹی فار اسلامک اسٹڈیز نے کرا کر اہل عرب میں تقسیم کرایا، فاضل بریلوی کے اردو اشعار کا ترجمہ جامعہ ازہر میں ہوا اور بساتین الغفران کے نام سے طبع ہوا۔ ہندوستانی اسکالر مولانا تاج محمد ازہری جامعہ قاہرہ میں الشیخ احمد رضا وجودہ فی السنۃ النبویہ کے عنوان سے ریسرچ کر رہے ہیں۔

فاضل بریلوی کی تصنیفات کی تعداد ہزار تک پہنچتی ہے لگ بھگ ساڑھے تین سو تک کی اشاعت ہو چکی ہے۔ آپ کی تصنیفات میں قابل ذکر اور اہم ترجمہ قرآن کنز الایمان، فتاویٰ رضویہ، حاشیہ فتاویٰ شامی جد الممتار پانچ جلدوں میں بزبان عربی، الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیہ، کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم یہ رسالہ عربی میں مسئلہ نوٹ کے جواز پر سب سے پہلے اعلیٰ حضرت نے حجاز مقدس کے سفر کے دوران تصنیف فرمائی۔ رسالہ تمہید ایمان، فتاویٰ حسام الحرمین، زبدۃ الزکیۃ وغیرہ۔

امام کی زندگی کا ایک اور اہم حصہ ہے جس کا ذکر کرنا نہایت ضروری ہے۔ ایک بہت بڑا طبقہ تجاہل عارفانہ یا شامت اعمال کے باعث امام موصوف پر شرک و بدعت کے فروغ کا الزام لگاتا رہا ہے حالانکہ یہ چیز افترا و بہتان کے علاوہ کچھ نہیں۔ امام احمد رضا نے ہر محاذ پر شریعت کی پاسداری کی، جس طرح اعتقادی اور علمی مسائل میں زور قلم صرف کیا اسی طرح بدعات اور جاہلانہ مراسم کے خلاف بھی آواز بلند کی۔

ہندوستان میں اہل تشیع کیساتھ بہت سارے ایسے سنی المذہب ہیں جو حضرت امام حسین کے نام پر تعزیہ بناتے ہیں اور گھماتے ہیں اس پر امام احمد رضا نے سخت تنقید کی، اور رسالہ تعزیہ داری تحریر فرمایا، بہت سارے جاہل مزارات کا طواف کرتے ہیں اور کچھ تو بوسہ اور چومنے کی حدوں کو پار کر کے سجدے کی صورت اختیار کر لیتے ہیں ان کے رد میں زبدۃ الزکیہ فی تحریم سجود التحیہ تصنیف فرمایا اور کہا کہ مزارات کو سجدۂ تعظیمی حرام ہے اور طواف صرف خانۂ کعبہ کا جائز ہے اور غیر خدا کے لئے سجدۂ عبادت کفر ہے۔

آج جو کچھ لوگ کھانے کمانے کی غرض سے مزارات اولیاء پر انجام دے رہے ہیں اس کا کوئی تعلق اعلیٰ حضرت اور ان کی تعلیمات سے نہیں ہے، اعراس کے نام پر جس طرح کے دھندے کہیں محفل سماع کے نام پر عورتوں کی قوالیاں، بے پردگی، اختلاط مرد و زن، چادر و گاگر کا کاروبار، کہیں چھٹ تو کہیں جنم آشٹمی تو کہیں پتنگ بازی و کبوتر بازی، کہیں پہلوانی اللہ کی پناہ جتنے لوگ اتنے رنگ اور اسی قدر بے ہودگی قطعاً قطعاً نہ یہ اسلام ہے اور نہ ان باتوں کی کسی صوفی نے کبھی تعلیم دی، بلکہ صوفیاء شراب عشق ومحبت

اور خشیت الٰہی کے طلبگار رہوئے۔ آج ہر وہ شخص جو جتنا بڑا نشیڑی، جواڑی، جرم پیشہ وہ اتنا ہی بڑا صوفی اور مزار کا ذمہ دار، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت دے کہ ہمیں ایک دن مر کر اللہ کے حضور حاضر ہونا ہے، ایسوں سے نہ کوئی نبی و رسول راضی ہوگا، اور نہ کوئی صوفی باصفا ہاں راضی ہوگا تو شیطان لعین اس لئے کہ ہوں گے جہنم میں شیطان کے ساتھی و رفیق۔

وہ لوگ جو امام احمد رضا کے نام لیوا ہیں انہیں امام احمد رضا کی تعلیمات و تصنیفات سے استفادہ کرنا چاہئے، گناہ چاہے کوئی مجاور کرے یا پیر یا فقیر معاصی کا شکار چاہے کوئی مولانا ہو یا امام یا مدرسے کا مہتمم یا عام آدمی سب کے لئے حکم ایک ہی ہے۔

امام احمد رضا نے ہمیشہ سنت و شریعت اور تصلب فی الدین کی دعوت دی اسی پر آپ کے جملہ اخلاف قائم رہے، آج بھی اہل سنت و جماعت کی پہچان یہی ہے کہ ہر حال میں صلحکلیت اور نفاق و بدعات سے بچتا رہے اور چاہے کوئی کتنا ہی قریبی کیوں نہ ہو اگر وہ اللہ و رسول کا دشمن یا ان کے دشمنوں کا دوست و ہمنوا ہے تو اس سے دوری اختیار کرے، یہی اصل تعلیمات رضا ہے یہی دعوت تاحیات حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں، مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں دیتے رہے اور آج ان بزرگوں کے علم و عمل اور دعوت و تبلیغ کے سچے وارث و امین تاج الشریعہ، فقیہ اسلام، نبیرۂ اعلیٰ حضرت مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری دام ظلہ العالی قاضی القضاۃ و بانی جامعۃ الرضا بریلی شریف کا ہے۔

یہی ہم تمام مریدان باصفا و عاشقان امام احمد رضا کا مشرب مسلک اور منصب ہے، اللہ تعالیٰ فاضل بریلوی کی روح پرفتوح پر رحمت و انوار کی بارشیں عطا فرمائے آمین اور ان کے برکات سے ہم سب کو مالا مال کرے یا ربی یا ربی یا ربی۔

---×××××---

امام احمد رضا رضی اللہ عنہ

از: محمد سلیم فیض آباد

اے امام احمد رضا یہ آپ ہی کی شان ہے
باب علم و فن میں تنہا آپکی پہچان ہے

حب احمد کے بدولت مرتبہ ہے آپ کا
خوش عقیدہ ہر مسلماں آپ پر قربان ہے

ہیچ ہو کر رہ گئے ہیں نجدیوں کے ترجمے
ایک ترجمہ بس آپ کا ہی دولت ایمان ہے

حشر تک قائم رہے گا مسلک احمد رضا
نجدیت بھی جس کے آگے آج تک بے جان ہے

نجدیوں سے کی حفاظت دین و ایمان کی
سنیو! یہ اعلیٰ حضرت کا بڑا احسان ہے

باطفیل غوث اعظم اور نبیٔ محترم
اک فقط میرا رضا ہی علم کا سلطان ہے

مسلک خیر الوریٰ ہے مسلک احمد رضا
اہلسنّت کے اکابر کا یہی فرمان ہے

نقش پائے اعلیٰ حضرت پر رہیں قائم سبھی
میری نسلوں کا عقیدہ یوں رہے ارمان ہے

شاعری احمد رضا کی حمد ہے یا نعت پاک
فکر میں عشق پیمبر ذہن میں قرآن ہے

فاتحہ میلاد خوانی یا چراغا ہو سلام
شرک و بدعت جو کہے نجدی ہے و شیطان ہے

دیکھ لینا حشر میں چمکے گی قسمت اے سلیم
تیری بخشش کے لئے کافی ترا دیوان ہے

صدام کو پھانسی عرب حکمرانوں کے لئے خطرے کی گھنٹی

از: محمد توقیر احمد، رضا محلہ لال مسجد مراد آباد

بغداد سے ۱۵۰ر کلومیٹر دور شمال میں تکریت کے باہر موضع العوجہ میں ۲۸ر اپریل ۱۹۳۷ء کو گمنامی کے عالم میں ایک بچے کی پیدائش ہوئی، اور پھر یہ بچہ دھیرے دھیرے جس طرح پروان چڑھتا گیا ٹھیک اسی کی مانند وہ بلندی کی اونچی فصیلوں پر فائز ہوتا گیا۔

اور ایک وقت ایسا آیا کہ جب وہ بلندی و عظمت کے افق پر آفتاب کی مثل روشن ہوا۔ اور اس آفتاب کو پوری دنیا نے عراقی صدر صدام حسین کے نام سے پکارا۔ صدام حسین کی زندگی میں وہ مبارک دن تھا ۱۶ر جولائی ۱۹۷۹ء اس مبارک دن کے تقریباً ساڑھے ستائیس سال گزر جانے کے بعد ایک بار پھر وہ مبارک دن صدام حسین کی زندگی میں آیا۔ جو کہ ان کی زندگی کا آخری دن تھا۔ اور وہ دن تھا عید الاضحیٰ کا یعنی قربانی کا دن (۳۰ر دسمبر ۲۰۰۶ء) یہ وہ دن ہے جس دن عالم اسلام اللہ کے حضور میں جانوروں کی قربانی پیش کرتا ہے۔ لیکن صدام حسین نے اس دن اپنی سب سے پیاری چیز یعنی جان عزیز کو قربان کر دیا۔ اس طرح وہ صدام حسین جو پیدا تو گمنامی میں ہوا تھا لیکن مرنے سے پہلے تک شہرت و مقبولیت کے کوہ ہمالیہ پر پہنچ گیا تھا اور مرنے کے بعد اس حد تک شہرت پذیر ہوا کہ شاید اپنی زندگی میں کبھی اتنا مقبول ہوا ہو۔

موت ہو ایسی کہ جسے زمانہ یاد کرے

عراق کے صدر ہونے کی حیثیت سے صدام حسین نے خارجی و داخلی پالیسی کے تحت جو بھی اقدام کئے وہ سب عراقی عوام کی بہتری ار ترقی کی نیت سے کئے۔ لیکن ایک انسان یا حکمراں جو بھی قدم اٹھاتا ہے وہ اس کے نتائج سے پر امید اپنے یا اپنے ملک کی عوام کے مفاد کے لئے ہی اٹھاتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ایک شخص کے ذریعے لیا گیا فیصلہ اس کے لئے نفع بخش ہی ثابت ہو۔ وہ اس کے لئے ضرر کا باعث بھی بن سکتا ہے۔ اب چاہے وہ فیصلہ ایک عام انسان کے ذریعے لیا گیا ہو یا پھر کسی حکمراں کے ذریعے ایسے ہی بہت سارے فیصلے صدام حسین نے بھی اپنی عوام کی بھلائی کے لئے کئے تھے، لیکن ان میں چند فیصلے ایسے بھی تھے کہ جنہوں نے عراق کی کچھ عوام کو صدام حسین کا باغی اور مخالف بنا دیا۔ عراق کی چند عوام کی یہی مخالف اور بغاوت صدام حسین کے سیاسی زوال اور ذہنی و جسمانی اذیتوں کا سبب بنی۔

لیکن صدام حسین کو جس جرم میں پھانسی کے نام پر قتل کیا گیا ہے، وہ ایک غلط طریقے سے تشہیر کیا گیا پروپیگنڈہ ہے۔ جبکہ حقیقت کچھ اور ہے۔ اور اس حقیقت سے پوری دنیا کی عوام ناآشنا ہے۔ عیار و مکار امریکہ و برطانیہ اور اس کے حلیف ممالک اور صدام حسین کے کچھ عراقی مخالفین نے اس پروپیگنڈے کو اس طرح عام کیا کہ پوری دنیا کے عوام اسے سچ سمجھنے لگے۔ چونکہ حق کبھی پوشیدہ نہیں رہتا اور جھوٹ و فریب کبھی ٹکا نہیں رہتا۔ لہٰذا یہ بات پوری طرح عیاں ہو گئی کہ صدام حسین نے ۱۴۸ر شیعوں کو جان بوجھ کر قتل نہیں کروایا بلکہ ۱۹۸۲ء میں خود ان کو قتل کرنے کی کوشش کی گئی جس کے پاداش میں دجیل میں ۱۴۸ر شیعوں کو سزائے موت دی گئی۔

اگر صدام حسین کی جگہ کوئی دوسرا حکمراں یا خود بش و بلیئر ہوتے تو کیا وہ اپنے قتل کی سازش میں ملوث لوگوں کو معاف کر دیتے؟

اب رہا سوال یہ کہ صدام حسین نے اپنی عوام کو ستایا اور

ان پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑے، حالانکہ یہ بات سچ نہیں ہے اگر چہ اسے تسلیم کر بھی لیا جائے تو سب سے پہلے یہ سوال پیدا ہوگا کہ وہ کون سا ملک ہے کہ جہاں کی عوام اپنے حکمراں سے پوری طرح خوش اور مطمئن ہے؟ وہ کون سا حکمراں ہے کہ جس کی پالیسیوں سے اس کی عوام کبھی بھی پریشانیوں و مصیبتوں میں مبتلا نہ ہوئی ہو۔ کسی بھی ملک کا جائزہ لیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ کوئی ،کوئی ملک ہی اس بیماری سے اچھوت ہے۔

اس سب کے باوجود مانا کہ صدام حسین پھانسی کا سزاوار تھا۔ لیکن پوری دنیا کے حکمرانوں سے یہ سوال ہے چاہے وہ صدام کی پھانسی کے حمایتی ہوں یا غیر حمایتی کہ کیا موجودہ دور میں صرف صدام حسین ہی کے لئے قانون ہے دیگر کسی حکمراں کے لئے نہیں؟ جب صدام حسین کو ۱۴۸؍ لوگوں کے قتل کے جرم میں پھانسی کی سزا دی جاسکتی ہے تو پھر جارج بش کہ جس نے افغانستان اور عراق میں لاکھوں بے گناہ لوگوں کا قتل کروادیا اسے پھانسی کی سزا کیوں نہیں دی جاسکتی؟ عراق و افغانستان کے بے قصور لوگوں کے لہو میں شرابور جارج بش کے حلیف حکمراں ابھی تک پھانسی کے پھندے پہ کیوں نہیں جھلائے گئے؟ کیا ان کا جرم صدا حسین کے جرم سے کم ہے؟ کیوں پوری دنیا کے ممالک کے سربراہ اور بالخصوص مسلم ملکوں کے سربراہ و حکمراں اپنی زبانوں میں تالے لگائے ہوئے امریکہ کی ناانصافی اور ظلم و بربریت کو دیکھ رہے ہیں؟ جبکہ پوری دنیا اور خود پھانسی دینے والے بھی اس بات سے اچھی طرح واقف ہیں کہ صدام حسین کو زبردستی اور سیاسی سازشوں کے تحت نہ صرف پھانسی دی گئی ہے بلکہ انہیں اذیتیں دے کر تڑپا، تڑپا کر مارا گیا ہے۔ کیوں کہ صدام حسین کے جسد خاکی کے چہرے کو دیکھنے پر سرخ زخموں کے نشان صاف دکھائی دے رہے ہیں۔ جو صدام کے قتل کو ثابت کررہے ہیں۔ لیکن اس پر بھی پوری دنیا خاموش ہے۔ کسی میں بھی اتنی ہمت و جسارت نہیں ہے کہ وہ بش سے معلوم کرے کہ صدام کو پھانسی کی جگہ قتل کیوں کیا گیا؟ کیوں پھانسی کے ساتھ مذاق کیا گیا؟ کیا یہ سب بش کی درندگی کو نمایاں نہیں کرتے؟ مگر افسوس!

ہر شاخ پہ اُلو بیٹھا ہے انجام گلستاں کیا ہوگا

یہ بات بھی پوری دنیا پر آشکارہ ہے کہ بش نے عراق کے تعلق سے جو بھی دعوے کئے وہ سب کے سب غلط اور جھوٹے ثابت ہوئے ہیں۔ اور اب جبکہ عراقی عوام کو صدام کی حکومت سے آزاد ہوئے تقریباً تین سال کا عرصہ گزر چکا ہے مگر پھر بھی عراق کے لوگ خوش وخرم نہیں ہیں۔ سکھ چین سے نہیں ہیں۔ کیوں اب بھی عراقی مصیبت زدہ ہیں؟ اب کس کی وجہ سے عراق کی عوام کو پریشانیاں جھیلنی پڑرہی ہیں؟ کس کی وجہ سے اب عراق کے بے قصور لوگوں کو مسلسل قتل و غارت کیا جارہا ہے؟ عراق کے صدر جلال طالبانی اور وزیر اعظم نور المالکی کے دور حکومت میں جو عراقی عوام کو درندگی کے ساتھ گولیوں اور بموں کا نشانہ بنایا جارہا ہے تو کیا ان دونوں حکمرانوں کو بھی ناحق خونریزی کے جرم میں پھانسی پہ لٹکایا جائے گا؟

محسوس یہ ہوتا ہے کہ یہ دور تباہی ہے
شیشے کی عدالت میں پتھر کی گواہی ہے
دنیا میں کہیں اس کی تمثیل نہیں ملتی
قاتل ہی مجرم ہے اور قاتل ہی سپاہی ہے

لیکن آج بش وبلیئر اور ان کے ہم نواں کی شکل میں یہ تمثیل دنیا میں موجود ہے۔ اب صدام حسین کا خون کیا رنگ لاتا ہے یہ بات تو ابھی مخفی ہے، لیکن صدام کے بعد دیگر عرب حکمرانوں کا کیا حشر ہوگا یہ بات قریب قریب سب پہ عیاں ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ صرف عرب ممالک ہی اس سے بےخبر وانجان ہیں۔ لیکن صد افسوس! اب بھی نہ جاگے تو....

تختۂ دار کی جانب جاتے ہوئے صدام حسین کو دیکھ کر

یہ محسوس ہو رہا تھا کہ وہ عرب حکمرانوں کی غفلت و بے توجہی اور ان اشعار کا مفہوم اپنے ذہن و دل میں لے کر اپنے ملک عراق پر قربان ہونے جا رہے ہیں کہ

کر چلے ہم فدا جان و تن ساتھیوں
اب تمہارے حوالے وطن ساتھیوں
کٹ گئے سر ہمارے تو کچھ غم نہیں
سر اسلام کا ہم نے نہ جھکنے دیا

لیکن ہوشیار! خبردار! اے عرب ممالک کے حکمرانوں اگر اب بھی اپنی عیش و عشرت کی زندگی کو چھوڑ کر متحد نہ ہوئے، اپنے وطنوں کی حفاظت کے لئے فکر مند نہیں ہوئے تو وہ دن دور نہیں کہ جب تم بھی پوری طرح معزول اور مفلوج کر دیئے جاؤ گے۔ اور اگر اس وقت تمہیں ہوش آیا تو پھر کچھ نہیں ہوگا۔ بلکہ ذلت، رسوائی کے ساتھ اس دنیا کو خیر آباد کہو گے۔ صدام حسین تو مر کر بھی زندہ ہے اور رہتی دنیا تک تاریخ عالم کا ایک سنہری باب بنا رہے گا لیکن تمہاری تو داستان بھی داستانوں میں نہ ملے گی۔

اب بھی نہ سمجھے تو مٹ جاؤ گے اے عربی حکمرانوں
تمہاری داستان بھی نہ ملے گی داستانوں میں

جملہ عرب و مسلم ممالک کی نااتفاقی کا ہی سبب ہے کہ آج یہود و نصاریٰ قومیں ایک ایک کر کے مسلم ملکوں کو تباہ کرتی جا رہی ہیں اور مسلمان جو فاتح قوم تھے وہ آج بالکل ہی بے چارگی کے عالم میں نظر آ رہے ہیں۔ لہٰذا وقت بہت کم ہے اب بھی متحد ہو جاؤ، اگر متحد ہو گئے تو پھر سے تم فاتح بن کر اس دنیا پر حکمرانی کرو گے اور اپنے سامنے آنے والی ہر پہاڑ جیسی مصیبت و رکاوٹ کو بھی ہٹا دو گے، سمندر کی موجوں کو پھیر دو گے، ہوا کے رخ کو پلٹ دو گے۔ ورنہ

متحد ہوں گے تو سیلاب رواں ہو جائیں گے
اور بکھرے تو بے نام و نشاں ہو جائیں گے

گلشن اختر رضا

از: حکیم قدرت اللہ صاحب ملوک پور بریلی

علم رضا کے وارث یکتا تمہیں تو ہو
اس دور کے فقیہ زمانہ تمہیں تو ہے
چہرہ ہے آفتاب تو سیرت ہے ماہتاب
حامد رضا کے گھر کا اجالا تمہیں تو ہو
ایماں کے رہزنوں سے بچانے کے واسطے
اس دور میں ہمارا سہارا تمہیں تو ہو
جو جانشین مفتی اعظم ہیں بالیقیں
اختر رضا وہ علمی خزانہ تمہیں تو ہو

☆☆☆

گلشن اختر رضا کا یہ تر و تازہ ہے پھول
یا الٰہی غیب سے ہو اس پہ رحمت کا نزول
وارث علم رضا بن کر یہ مہکے چار سو
عسجد نوری ہو اشرف دائما بہر رسول
جامعۃ الرضا ہے درسگاہ فیض عام
سلسلہ تدریس کا جاری رہے اس میں مدام
جانشین مفتی اعظم کے ہیں یہ جانشیں
اس لئے عسجد ہیں اشرف باعث صد احترام

امام احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری

از:محمد عارف رضا حشمتی ستارگنجوی اترانچل ،متعلم جامعة الرضا بریلی شریف

ابتدائے اسلام سے لے کر آج تک مدحت سرور کائنات ﷺ اہل ایمان و عرفان کا وہ مقدس اور پاکیزہ شغف رہا ہے جس کے احسن و پسندیدہ ہونے پر خود سرور کائنات رحمت دو عالم ﷺ کی رضا وخوشنودی کی مہر لگی ہوتی ہے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعتیہ شاعری اور دربار رسالت میں اسے سند قبولیت کا عطا ہونا اور حضرت حسان کے مقامات ودرجات کی بلندی کے لئے سرور دوعالم کا لازوال وابدی دعاؤں کا حصول فن نعت کی قبولیت وعظمت پر شاہد عدل ہے۔

امام احمد رضا باکمال اور اہل فن علماء وشعراء کی صف اوّل میں اپنا ایک ممتاز مقام رکھتے تھے۔ امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری کا خاص موضوع جہاں عظمت وتقدس رسالت کی پاسبانی اور عشق نبی کی لازوال دولت کا تحفظ تھا۔ وہیں وحدانیت ورسالت کے فرق مراتب کے درمیان حد شرعی کا اظہار بھی ان کی نعتیہ شاعری کا وہ وصف خاص تھا جسے دیکھ کر آج تک اہل علم وعرفان سر دھنتے ہیں، اور امام احمد رضا کی علمی عظمت و بلندی کو سلام عقیدت پیش کرتے نظر آتے ہیں۔

شاعری میں انہوں نے اپنی علمی عظمت کا تحفظ کرتے ہوئے اس بات کی پوری پابندی فرمائی کہ عالم اسلام میں ان کا تذکرہ جب بھی بحیثیت شاعر کیا جائے تو صرف اور صرف مداح رسول کی حیثیت سے ہی انہیں جانا اور مانا جائے، شعراء کی عام روش کی طرح انہوں نے کبھی کسی دنیوی حاکم کی قصیدہ خوانی کو پسند نہیں کیا اور ہمیشہ صاحب اقتدار یا دنیاوی حاکموں کی تعریف کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا، یہی وجہ ہے کہ جب ایک مرتبہ حاکم نانپارہ کی تعریف میں چند اشعار لکھنے کی فرمائش امام احمد رضا سے کی گئی تو انہوں نے برجستہ یہ شعر کہا۔

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارۂ ناں نہیں

امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری میں جہاں فصاحت و بلاغت، سوز وگداز، جوش بیان اور روحانی کیف وجذب کا دریا موجزن نظر آتا ہے وہیں احکام شریعت اور کتاب وسنت کے قائم کردہ حدود وآداب کا پاس ولحاظ بھی اتنا ہی نمایاں ہے کہ ایک ایک شعر آیات قرآن واحادیث نبوی کا آئینہ دار نظر آتا ہے اور کیوں نہ ہو کہ امام احمد رضا نے فن نعت گوئی قرآن حکیم سے سیکھی تھی چنانچہ خود ارشاد فرماتے ہیں:

قرآن سے میں نے نعت گوئی
سیکھی رہے احکام شریعت ملحوظ

ارباب فکر وفن آج بھی اس حقیقت کے آگے سر تسلیم خم کرتے نظر آتے ہیں کہ جس طرح عارف باللہ حضرت علامہ عبد الرحمٰن جامی کے فارسی نعتیہ کلام کو عالم اسلام میں جو مقبولیت اور شہرت حاصل ہے اسی طرح زبان اردو میں یہ شرف اور مقام ومرتبہ صرف اور صرف امام احمد رضا کی اردو نعتیہ شاعری کو حاصل ہے کہ ان کا کلام عرب وعجم کے اہل علم وعرفاں اسی عقیدت ومحبت کے ساتھ پڑھتے اور سنتے ہیں۔

جس عقیدت ومحبت کے ساتھ علامہ جامی کے کلام کو عالم اسلام میں سنا اور پڑھا جاتا ہے۔ امام احمد رضا کے ہم

عصر علماء اور شعراء میں ان کو جو انفرادیت حاصل تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ شاعر اسلام ابوالاثر حفیظ جالندھری کی موجودگی میں کسی نعت گو نے ایک محفل میں امام احمد رضا کی اس نعت کے چند اشعار پڑھے:

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

پہلا ہی شعر سن کر حفیظ جالندھری جھوم اٹھے اور بے ساختہ سوال کیا کہ یہ شعر تو کسی استاذ الاساتذہ کا معلوم ہوتا ہے۔ حضور محدث اعظم ہند جو اپنے دور کے مایہ ناز علماء قادر الکلام شعراء میں شمار کئے جاتے ہیں ایک مرتبہ گہوارہ علم و ادب لکھنؤ کے ادیبوں اور شاعروں کی ایک منتخب محفل میں انہوں نے امام احمد رضا کا عالمی شہرت یافتہ ''قصیدہ معراجیہ'' اپنے مخصوص انداز میں پڑھا تو وہاں موجود ادباء و شعراء بے ساختہ پکار اٹھے کہ قصیدہ معراجیہ کی زبان تو تسنیم و کوثر کی دھلی ہوئی زبان معلوم ہوتی ہے۔

اس مسلمہ حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ جملہ اصناف سخن میں فن نعت گوئی انتہائی مشکل اور نازک فن ہے جس کے لئے جہاں خلوص و محبت اور جزبات و عقیدت لازمی ہیں مقام وحدانیت اور رسالت کے درمیان احکام شرع کا تحفظ اور حدود شناسی بھی لازمی ہے، کتاب و سنت کی اس مقدس کسوٹی پر جب امام احمد رضا کے نعتیہ کلام کو پڑھا اور پرکھا جاتا ہے تو اس صداقت کو تسلیم کئے بغیر چارہ کار نہیں رہا جاتا کہ امام احمد رضا نے اپنی نعتیہ شاعری کے ذریعہ جہاں عالم اسلام کو عشق رسول کا مقدس پیغام عطا فرمایا ہے وہیں کتاب و سنت اور پروردگار عالم کی ربوبیت و قادریت پر بھی علوم و فنون کے وہ گوہر نایاب لٹائے ہیں۔ جن سے امت مسلمہ کی نئی نسلیں صدیوں فیض یاب ہوکر ایمان و عقیدت کا تحفظ کر پائیں گی وحدانیت و رسالت کے حسین امتزاج کا اظہار فرماتے ہوئے ایک مقام پر امام احمد رضا فرماتے ہیں:

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستاں بتایا
تجھے حمد ہے خدایا تجھے حمد ہے خدایا

وحدانیت و رسالت کا یہی وہ حسین امتزاج ہے جس کا اظہار کرتے ہوئے ایک مقام پر اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ''بحمد اللہ اگر میرے قلب کے دو ٹکڑے کئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لاالٰہ الا اللہ اور دوسرے پر محمد رسول اللہ لکھا ہوگا۔

امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری کا مرکز و محور ایک طرف قرآن پاک کی مقدس تعلیمات تھیں تو دوسری جانب فن نعت گوئی میں استفادہ یا رہبری کی ضرورت جب بھی انہیں محسوس ہوئی تو شاعر بارگاہ رسالت پناہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقش قدم کو ہی انہوں نے اپنا نشان منزل قرار دیا۔

چنانچہ خود ہی اپنی ایک رباعی میں انہوں نے اس کا اظہار انتہائی عقیدت و محبت کے ساتھ فرمایا ہے:

توشے میں غم و اشک کا ساماں بس ہے
افغان دل زار حدی خواں بس ہے
رہبر کی رہ نعت میں گر حاجت ہو
نقش قدم حضرت حسان بس ہے

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: "الا بذکر اللہ تطمئن القلوب" بے شک اللہ کا ذکر ہی دلوں کو سکون و چین نصیب کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ خدا اور رسول کے ذکر کے علاوہ دل مضطر کا مداوا ہو بھی کیا سکتا ہے۔ امام احمد رضا کی نعت گوئی صرف شعر و شاعری پر مذاق طبع کے لئے نہ تھی بلکہ ان کے یہاں نعت گوئی کا درجہ بطور وظیفہ اور ذریعہ خوشنودی بارگاہ رسالت تھا۔

چنانچہ خود ہی ارشاد فرماتے ہیں:

ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبول سرکار ہے تمنا
نہ شاعری کی ہوس نہ پرواروی تھی کیا کیسے قافیے تھے

غرضیکہ امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری فکر وفن، اظہار بیان، ادب واحتیاط کے لحاظ سے منفرد ہے جس پر ذیل میں چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں سرکار دوعالم کی شفاعت پر یقین کامل رکھتے ہوئے ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

سنتے ہیں کہ محشر میں صرف ان کی رسائی ہے
گر ان کی رسائی ہے لو جب تو بن آئی ہے
گرتے ہوؤں کو مژدہ سجدے میں گرے مولیٰ
رو رو کے شفاعت کی تمہید اٹھائی ہے

عقائد ومسلک کے اختلاف کے نام پر آج امام احمد رضا سے منسوب جو کچھ بھی ان کے معاندین ومخالفین لب کشائی کرتے رہتے ہیں اگر ان کے سامنے امام احمد رضا کا یہ نقطہ نظر واضح ہو جائے تو ان کے حامی اور ان کے مخالفین دونوں کو ہی اپنے موجودہ طرز عمل کو بدلنے پر مجبور ہونا پڑے گا فرماتے ہیں:

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

بارگاہ رسالت پناہ ﷺ میں ہدیہ درود وسلام بھیجنے کا حکم قرآن کریم نے جس شان واہتمام کے ساتھ فرمایا ہے وہ اہل علم پر اظہر من الشمس ہے اور اس حکم کی تعمیل میں صدیوں سے متقدمین ومتاخرین شعراء اسلام نے ہر دور میں ''صنف سلام'' پر طبع آزمائی کر کے اسے اپنے لئے ذریعہ نجات اخروی تصور کیا ہے۔ اور اس کا برملا اظہار سعادت جانا اور مانا ہے مگر امام احمد رضا کے مقبول زمانہ سلام نے نہ صرف ایشیاء بلکہ عالم عرب میں بھی جو شہرت حاصل کی اس کی مثال تاریخ نعت گوئی میں ملنا امر محال ہے، ان کے سلام کا ایک ایک شعر اوصاف ذات رسالت کا ترجمان اور آیات قرآن واحادیث نبوی کا ایک ایسا بحر بیکراں معلوم ہوتا ہے کہ ہر شعر پر وجد وکیف کا ایک ختم نہ ہونے والا عالم طاری ہو جاتا ہے، نبی کے خلق عظیم کے تذکرہ قرآنی کو بڑی سادگی کے ساتھ نظم کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑے
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

قرآن کریم نے ایک مقام پر نبی کے شہر مقدس کی قسم کھائی ہے۔ کلام الٰہی کے اس انداز معجزنما کی پاکیزہ تفسیر منظوم رخ میں ڈھالتے ہوئے امام احمد رضا ارشاد فرماتے ہیں۔

کھائی قرآں نے خاک گزر کی قسم
اس کف پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

نبی کریم ﷺ کے عفو وکرم، وعنایات، غریب پروری، خدا ترسی، مظلوموں کی فریادرسی، غریبوں اور بے کسوں کے ساتھ مشفقانہ سلوک جیسی مقدس صفات کا تذکرہ کرتے ہوئے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے۔

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا
اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام

غرض کہ امام احمد رضا کے نعتیہ کلام میں ارشادات کلام ربانی اور احادیث مقدسہ کا وہ عظیم ذخیرہ موجود ہے۔ جس کی قدر ومنزلت اہل علم وفن ہی جانتے ہیں۔

کسی ایک مقالے یا مضمون میں اس بحر ذخار پر تبصرہ کرنا شعر وادب کے کسی استاد کے بس کی بات بھی نہیں ہے۔ بہت خوش آئند ہے کہ ممالک اسلامیہ میں امام احمد رضا کے نعتیہ کلام پر اب زبان عربی میں کتابیں لکھی جارہی ہیں۔ علوم دینیہ کی اہمیت وافادیت جدید تقاضوں کی روشنی میں جتنی اجاگر ہوتی رہے گی اتنا ہی امام احمد رضا کے نعتیہ کلام میں موجزن علوم وفنون کی برتری کا اظہار بھی ہوتا رہے گا۔

===☆====

رضا کے باغ میں یارب بہاروں پر بہار آئے

از: حضرت علامہ مولانا محمد حسن علی صاحب رضوی میلسی (پاکستان)

رضائے مصطفیٰ میں رہتے تھے وہ خندہ پیشانی
رضائے نفس کی دن رات وہ کرتے تھے قربانی

جبین عشق مضطر سجدۂ تعظیم کی خاطر
مگر غالب تھا رعب حسن پھر کیوں جھکتی پیشانی

وہ روشن چاند سا چہرہ وہ خوشبو ان کی زلفوں کی
کہ جیسے چاندنی راتوں کو مہکے رات کی رانی

یداللہ فوق ایدیھم کا ان پر دست شفقت تھا
کہ دست حق پرست ان کا تھا دست شاہ جیلانی

بظاہر چلتے پھرتے تھے وہ سب کے سامنے لیکن
قدم اٹھتا تھا ہر دم جانب محبوب سبحانی

بہت سمجھایا باطل کو مگر باطل نہ باز آیا
قلم اٹھا جو دیکھا سر سے اونچا ہوگیا پانی

قلم نے رکھ دیا باطل کا سر تن سے قلم کر کے
نہ دی حق نے یہ مہلت بھی کہ منہ سے مانگتا پانی

زبان ان کی قلم ان کا نظر ان کی قدم ان کا
وہ سونا جاگنا ان کا ہر اک شئے شمع نورانی

کسی کے نام کا طغرا بنا ہو جیسے بستر پر
بوقت خفتن ان کی ہوتی تھی یہ شکل نورانی

یہ وقت نزع بھی وہ دے رہے تھے یہ سبق آخر
کہ ہم کو تم کو سب کو ایک دن ہے موت بھی آنی

مجھے عادت بگڑنے کی انہیں بگڑی بنانے کی
میں جب پھنستا ہوں مشکل میں نکلتا ہوں بہ آسانی

سراپا لکھ دیا ہم نے جہاں تک ہو سکا یارو
زیادہ چاہو دیکھو مصطفیٰ [۱] کی شکل نورانی

رضا کی ہیں جیتی جاگتی تصویر پہچانو
یہ سونے پر سہاگہ فیض نوری سے ہیں نورانی

انہیں کے دم سے ہے یاں علم کا اچھا بھلا چرچا
بریلی ہے ابھی نام و نشان علم ربانی

نہ دیکھے چین پڑتا ہے نہ بے دیکھے قرار آئے
دکھائی دیں تو روتا ہوں جو چھپ جائیں پریشانی

کسی صورت دل وحشی کی وحشت کم نہیں ہوتی
محبت کو کسی نے سچ کہا ہوتی ہے دیوانی

رضا کے باغ میں یارب بہاروں پر بہار آئے
پھلیں پھولیں یہ جیلانی [۲] بحق شاہ جیلانی

میرے بھائی بہن ماں باپ سارے اہلسنت کی
الٰہی مغفرت فرما بحق شاہ جیلانی

یہ کہہ کر ساجد مے کش تو ہوتے ہیں روانہ اب
مبارک ساقیا تجھ کو یہ تیری بزم عرفانی

بہت چل نکلا تو ساجد بڑی باتیں بناتا ہے
تجھے خوف خدا کچھ ہے رضا کے آگے لسانی

---

[۱] مراد سیدنا مفتی اعظم ہند شہزادہ اعلیٰ حضرت
[۲] مراد سیدنا علامہ محمد ابراہیم رضا جیلانی

اسلام کا پیغام امن

از: مولانا محمد طاہر مصباحی استاذ جامعہ کاملیہ اہلسنت مفتاح العلوم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اللہ رب العزت کے بے شمار اور لا محدود مخلوقات میں سے ایک مخلوق انسان ہے۔ قدرت نے اسے عظمت وبرتری کا حامل بنایا، اور یہی انسان اس خاکدان گیتی پر احکم الحاکمین کا خلیفہ بن کر دوجہاں کے سامنے جلوہ بار ہوا، اسی انسان کے سر پر کرامت و بزرگی کا تاج رکھکر اس کے حسن میں اضافہ کیا گیا اللہ تعالیٰ حسن انسان کو یوں بیان فرماتا ہے:

"لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم"

اسی انسان کے لئے قدرت نے شمس وقمر، شجر وحجر، برگ وثمر، جہان کی ہر شئی کو پیدا فرمایا، انسانوں نے فضل خداوندی کا احترام بھی کیا، اور دوسری مخلوقات کو اپنے عظمت وبرتری کی یقین دہانی بھی کرائی، شرافت وسادگی، عبادت وریاضت، تقویٰ وپرہیزگاری میں ایسا کردار ادا کیا، کہ ملائکہ جیسی مقدس مخلوق نے انسانی فضل وکمال کا اقرار کرتے ہوئے زانوئے ادب کو تہ کیا، انہیں انسانوں میں نبی، رسول تشریف لائے، اور کچھ نے غوث وقطب، ابدال کا عظیم لقب پایا، انہیں انسانوں میں عالم، فاضل، مجتہد، مجدد، محدث، مفکر پیدا ہوئے سبھی لوگوں نے حسب مراتب درجات دنیا کو پیغام انسانیت دیا اور مادی ترقی حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ، روحانی منازل کو طے کرتے رہے، اگر سید الانبیاء محمد عربی ﷺ نے کبھی غار حراء کے گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر اپنے رب کی عبادت کی، تو کبھی تجارتی قافلے کے ساتھ ملک شام کی جانب رواں دواں نظر آئے، اور کبھی لوگوں کو ترک تشدد کا حکم دیا، اور حرام کاری سے روک کر دنیا کو امن کا پیغام دیا، صحابۂ کرام نے اگر کبھی ظلم وتشدد کے انسداد کی خاطر تلوار اٹھائی تو کبھی کسب معاش میں بھی اپنا وقت دیا، ایسی ہی پاکیزہ خصلت جماعت نے دنیا کو لقد کرمنا بنی آدم کے تاج زریں کا نظارہ کرایا، لیکن جب ہم آج کے ان غافل، جاہل، ظالم وجابر، شدت پسند انسانوں کو دیکھتے ہیں، تو ذہن ہم سے سوال کرتا ہے، کہ آج کا انسان انسان کہلانے کا حقدار ہے؟ کیا حقیقت میں اپنی تاج کی قدر کر رہا ہے؟

گجرات کی نسل کشی، بغداد کی تباہی وبربادی، فلسطین میں بے گناہوں کے خون سے کھیلی جانے والی ہولی، کشمیر میں اڑتے ہوئے بارود کے دھوئیں، ظلم وبربریت سے کانپتی ہوئی انسانی آبادی، جہیز کے نام پر برباد ہوتا خاندان، سہاگنوں کا اجڑتا ہوا سہاگ، جلائی جانے والی بہوئیں، خودکشی کرتی ہوئی لڑکیاں، مادہ جنین کا ہوتا ہوا قتل، شراب وکباب میں ڈوبی ہوئی انسانی آبادی، ہوٹلوں، باروں، اور کوٹھوں پر تار تار ہوتی ہوئی عصمتیں، ان ہولناک مناظر کو دیکھکر دل دہل جاتا ہے، اور بے ساختہ دل سے یہ آواز نکل آتی ہے۔

آہ انسان تیرے حال پہ رونا آیا

انسان نے اگرچہ مادی ترقی حاصل کر لی، دنیا کی وسعتوں کو سمیت لیا، نئے نئے ایجادات کے ذریعہ محیرّ العقول کام کیا جارہا ہے، جس مسافت کو طے کرنے میں انسان مہینوں کا سفر کرتا تھا، اب اسے چند دنوں گھنٹوں میں

طے کررہا ہے درخت کے پتوں، اور جنگلی جانوروں کے شکار پر زندگی گزارنے والے لوگ آج عمدہ اورلذیذ کھانوں سے لطف اندوز ہورہے ہیں۔ گرمیوں میں دھوپ کی تپش، اور ٹھنڈیوں میں سخت ٹھنڈک کو جھیلنے والے آج اے، سی، بنگلوں میں داد تعیش دے رہے ہیں، پھوس کی جھوپڑی میں رہنے والے افراد آج عالی شان بنگلوں میں عیش وعشرت کی زندگی گزاررہے ہیں۔ انسان دنیاوی زندگی کے لئے اگرچہ ہرقسم کے سہولیات فراہم کرلیا ہے مگر بنی آدم میں اخلاقی گراوٹ جس طرح آچکی ہے یہ انسانیت کے ساتھ کلنک ہے۔

انسان کا دم توڑتا ہوا ایمان، فروغ پاتی ہوئی بے ایمانی، عمل صالح کا فقدان، اور بدعملی کا امنڈتا ہوا سیلاب، اپنے مالک حقیقی سے اٹھتا ہوا اعتماد، اور مادی وسائل پر بھروسہ، یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ نگاہوں کے سامنے گردش کرنے لگتی ہے، والعصر ان الانسان لفی خسر۔ اس زمانہ محبوب کی قسم بے شک آدمی ضرور نقصان میں ہے۔

میرا ماننا ہے کہ عصر حاضر میں درحقیقت انسان گھاٹے میں ہے، اس لئے کہ ایک انسان کو ترقی یافتہ اسی وقت کہا جاسکتا ہے، جب وہ انسانیت اور امن وشانتی کا علم بردار ہو جائے، اور خالق حقیقی کی محبت کو اپنے سینے میں بسا کر اسکی عبادت کرے، لیکن حالات ایسے نہیں، بلکہ اسکے سوا ہے۔

آج ہرطرف خوف ودہشت کا سایہ پھیلا ہوا ہے، بدامنی کا بول بالا ہے، انسان خود انسانی خون کا پیاسا ہے، حکومت واقتدار کیلئے انسانی خون سے ہولی کھیلی جارہی ہے، طاقت وقوت کے نشے میں کمزوروں کی عزت وآبرو سے کھلواڑ کیا جارہا ہے، قرآنی نظام اور احکام خداوندی کی خلاف ورزی کی جارہی ہے جس شرافت وسادگی کی بنیاد پر انسان دوسری مخلوقات سے ممتاز تھا انسانی آبادی میں آج اس کی فقدان نظر آرہا ہے شاید یہ انسان ماضی کی تاریخوں کو بھول رہا ہے یا اگر اسے یاد ہے تو اس سے چشم پوشی کررہا ہے فرعون ونمرود یا ان کے حواریوں کی تاریخ ہو یا حضرت موسیٰ، حضرت لوط، حضرت عیسیٰ علیہم الصلاۃ والتسلیم کے امتوں کی داستانیں، ابوجہل، ابولہب، یزید پلید کا ظلم ہو، یا ہندستان میں غلامی کا حادثہ، یہ تمام تاریخیں انسانی آبادی کو یہ جاننے کیلئے کافی ہے، کہ امن کی بحالی طاقت کی بنیاد پر نہیں۔ بلکہ حسن اخلاق کی بنیاد ہی پر ممکن ہے۔ اس وقت بھی دنیا کو امن کی ضرورت ہے، امن پسند دنیا آج بھی گورے کالے کے امتیاز کو مٹانا چاہتی ہے، ظلم وتشدد اور دہشت کا خاتمہ چاہتی ہے، انسانی مساوات اور برابری کی خواہاں ہے، لیکن یہ سب اسی وقت ممکن ہے کہ جب انسان اپنے وضع کردہ جبری قوانین کو بالائے طاق رکھ کر اس مالک حقیقی کے نظام کو نافذ کرے، جو خالق کل ہے، اگر اس پر عمل کیا گیا تو دنیا امن و شانتی کا گہوارہ بن جائے گی خالق کائنات کا فرمان عالی شان ہے: کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر، اگر انسان اپنی انسانی ذمہ داریوں کو قبول کرتے ہوئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے کمربستہ ہوجائے تو صرف ایک ملک ہی نہیں بلکہ پوری دنیا سے ظلم و بربریت کا خاتمہ ہوجائیگا اور امن کی فضا ہموار ہوگی چونکہ جب انسان تمام برائیوں سے دست بردار ہوکر خود اس مشن کو آگے بڑھائے گا تو ظلم و بربریت کا خاتمہ قطعی یقینی ہے اسی امن کے پیغام کو پیغمبر اسلام محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پوری زندگی لوگوں تک پہنچاتے رہے پھر بھی اس دور کی ظالم طاقتوں نے آپکے مشن کو روکنا چاہا، اور اپکے جانی دشمن ہوگئے، جس کا نتیجہ حق و باطل کے معرکہ کی شکل میں نمودار ہوا مگر ظالم ہار گیا، اور عدل کی جیت ہوئی، آج بھی ظالم طاقتیں پیغمبر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زہر اگل رہی ہیں اور آپ کے پیغامات کو سینے سے لگانے کے بجائے، قدیم تہذیب

کہکر اس پر عمل کرنے والوں کو قدامت پسند کہہ رہی ہیں مگر (حقیقت خودکو منوالیتی ہے مانی نہیں جاتی ہے) یہ مذہب اسلام کے امن پسند نظریات کا ہی نتیجہ ہے کہ عالمی سطح پر سخت مخالفت کے باوجود بھی مذہب اسلام کے دامن میں پناہ لینے والوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے، ظلم کی آندھیاں چل رہی ہیں مگر دیر سہی وہ خود ظالم کے آشیانے کو تنکے کی طرح اڑا رہی ہیں اسلام کی مخالفت ہو رہی ہے مگر مسلمانوں کی تعداد بڑھ رہی ہے، توہین رسول کی جارہی ہے مگر عاشقان رسول کے حوصلے اور بلند ہو رہے ہیں، کیوں نہ ہو (اسلام وہ پودا ہے کاٹو گے ہرا ہوگا)۔

مگر پھر بھی ہمیں اس کا اعتراف ہیکہ عصر حاضر میں مسلمانوں کی اخلاقی گراف ضرور گرا ہے ہم میں صحابہ کرام کی طرح حوصلہ نہیں، عبادتوں سے دوری، گناہوں سے قربت، ہماری ضمیر کو پھر آواز دے رہے ہیں۔ کہ آج سے پونے چودہ صدی پیشتر تم جہاں تھے چلو پھر وہی لوٹ کر۔ اس لئے اب آنسو بہانے کا وقت نہیں، اب بیدار ہو کر اپنے مسائل کے حل کے لئے ہمیں خود اٹھ کھڑا ہونے کی ضرورت ہے ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے کیلئے نہیں، بلکہ مظلوموں دبے کچلے لوگوں غریبوں یتیموں کے آنسوں کو پوچھنے کیلئے پیدا ہوئے ہیں اپنے نبی کے پیغام کو آگے بڑھانا ہمارے وجود کا مقصد ہے آج اسی پیغام کی دنیا کو ضرورت ہے جس نے ظالموں کے پر کتر دئے، ہاں ہاں وہی پیغام جس کو پیغمبر اسلام نے عرب کی سر زمین سے لوگوں کو دیا تھا محسن انسانیت محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے:

من راء منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یکن فبلسانہ و ان لم یکن فبقلبہ ذلک اضعف الایمان۔

یعنی اے ایمان والوں تم میں سے جب کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے اور وہ درحقیقت ناپسند ہے تو اس پر لازم ہیکہ اپنی طاقت سے روک دے۔ اگر اتنی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو تو دل میں برا جانے لیکن یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے، لڑنے کا اس سے واضح اور کون پیغام ہو سکتا ہے یہ پیغام اگرچہ مختصر ہے مگر اتنا جامع ہے کہ یہی ایک پیغام دنیا کو نجات دلانے کے لئے کافی ہے دہشت، تشدد، ظلم و بربریت کے خاتمے کے لئے ہم پر لازم ہے کہ ہم پروردگار عالم کے عطا کردہ دماغ سے غور و فکر کریں اور کھلے دل سے اس امن پیغام کا استقبال کرتے ہوئے اسے سینے سے لگائیں۔

پیارے حبیب کو پکار پیارے نبی کا نام لے
دامن مصطفےٰ میں آ پائے رسول لے

رحم وکرم کے دریا

یادوں سے ان کی رکھوں سینے کو میں سجا کر
اللہ نے جن کو بھیجا بدر الدجیٰ بنا کر

مجھ کو ہے ناز اس پر اس در کا میں گدا ہوں
جس در پہ سب فرشتے آتے ہیں سر جھکا کر

رحم وکرم کے دریا بے شک تم ہی ہو آقا
دی ہیں دعائیں تم نے تیروں کے زخم کھا کر

دونوں جہاں کو چھوڑو، دونوں جہاں ہے کیا شئ
اللہ کو پالیا ہے نور الہدیٰ کو پا کر

اللہ کا ہم پہ نیر کتنا بڑا کرم ہے
بھیجا ہمیں نبی کے در کا گدا بنا کر

نیر احمد الدوری رضوی
کوالٹی کنٹرولر، دمام (عرب شریف)

اسلام کا تصور ریاست

﴿قسط دوم﴾

از: ڈاکٹر محمد ہارون صاحب کیمبرج، برطانیہ

﴿دوسرا باب﴾

اللہ واحد کی حاکمیت اور استبدادیت

گزشتہ باب میں ہم وضاحت کر چکے ہیں کہ صرف قدیم اسلام ہی اللہ واحد کی حاکمیت قائم کرتا ہے۔ اس باب کا مقصد اس امر کی وضاحت ہے کہ قدیم اسلام برے حکمرانوں اور جابروں کے ساتھ کیا سلوک روا رکھتا تھا اور اس امر کو کیسے یقینی بنایا جاتا تھا کہ حکومت اچھی ہو گی۔ اس باب میں ہم یہ وضاحت کریں گے کہ بڑے حکمراں اور عہدے دار کیسے اپنے عہدوں سے برطرف کیے جاتے ہیں اور کس طرح حکومت کا دائرہ کار محدود کیا جاتا ہے۔ حکومت کو کیسے کنٹرول میں رکھا جاتا ہے، اسے پابند بنایا جاتا ہے کہ اچھے کردار کو یقینی بنائے۔

اس باب کو رقم کرنے کی دو وجوہ ہیں۔ پہلی یہ کہ قدیم اسلام کے نظریات کی احیاء کی جائے تا کہ دنیا میں پھر ایک بار اللہ واحد کی حکمرانی قائم کی جائے۔ دوسری وجہ قدیم اسلام پر باندھے گئے ایک بڑے بہتان کا جواب دینا ہے۔ وہ بڑا بہتان یہ ہے کہ اسلامی حکومت نااہل ہے اور یہ ہمیشہ ہی نااہل تھی۔ یہ درحقیقت مشرقی استبدادیت ہے۔

یہ باب اس جھوٹ کے ساتھ اختلاف یہ جھوٹ کرے گا۔ تقریباً ہر اس مصنف نے بولا ہے جس نے اسلام پر لکھا ہے۔ ان کے بقول واجب ہے کہ حکمراں کی فرمانبرداری کیجائے چاہے وہ کتنا ہی نااہل کیوں نہ ہو۔ مسلمان بادشاہ پر کسی قسم کی کوئی قدغن نہیں ہو سکتی اور نہ ہی اس کے جور و جبر پر کسی قسم کی کوئی پابندی یا فریاد کی گنجائش! بادشاہ زمین پر ظلِ الٰہی ہے اور بادشاہ کی حکم عدولی اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ صاحب اقتدار افراد کے تابع فرمان رہیں۔ ایک دن بغیر حکمراں گزارنے سے بہتر ہے کہ سو سال ظلم کے سائے تلے جی لیا جائے۔ کوئی بھی ظلم اس بات کا جواز فراہم نہیں کر سکتا کہ بادشاہ کو اپنے منصب سے ہٹا دیا جائے۔

اب چونکہ مسلمانوں کو شاہِ وقت کے خلاف بغاوت کی اجازت نہیں۔ لہٰذا مسلمان حکومتیں بقول ان کے ہمیشہ سے ہی جابرانہ رہی ہیں اور مسلمانوں پر ظلم روا رکھتی رہی ہیں، بادشاہوں کی دیوتاؤں کی طرح پوجا کی جاتی تھی اور وہ کسی بھی فرد کے خلاف خواہ وہ ان کی رعایا ہو یا کوئی منصب دار ٹھیک وہی کچھ کر سکتے تھے جو وہ پسند کرتے قطع نظر اس کے کہ وہ کون ہے۔ بادشاہ رعایا سے مکمل طور پر الگ تھلگ اپنے محل میں تشریف فرما رہتا اس انداز میں کہ کوئی بھی ایسا شخص اس کے قریب نہ پھٹکے جو اسے بتا دے کہ رعایا اس کے بارے میں کیا سوچتی ہے اور اس سے کیا توقع رکھتی ہے۔

مسلمان محض ہاتھوں پر ہاتھ دھرے بیکار بیٹھے رہتے تھے۔ یہ اس وجہ سے کہ وہ تقدیر پرست تھے اور تسلیم کرتے تھے کہ تمام مصیبتیں زندگی کے سبب نازل ہوتی ہیں۔ مسلمانوں نے بقول ان جھوٹوں کے بہت پہلے اچھی حکومت قائم کرنے کے لئے کوشش کی تھی لیکن ناکامیاب رہے تھے اور اب وہ کلبیت پسند ہو گئے تھے۔ اچھی حکومت کے خیال سے بھی دور، اس زندگی میں اچھی حکمرانی سے مایوس دنیا سے

بیزار، محض بے حس وحرکت تماشا دیکھ رہے ہیں جبکہ ان کے حکمراں ہر قسم کے جرائم کا ارتکاب کر رہے ہیں۔

چونکہ مسلمان حکومت اپنی فطرت کے اعتبار سے نااہل اور حقیقت میں مشرقی استبدادیت تھی۔ لہٰذا مغربی ممالک کی اچھی حکومتوں سے کم تر تھی جو کہ ہمیشہ اپنی عوام کا خیال رکھتی تھی لہٰذا مغربی تہذیب مکمل طور پر اسلامی تہذیب سے برتر ہے کیوں کہ مغرب میں مشرقی استبدادیت نہیں ہے۔

لیکن یہ مشرقی استبدادیت ابھی تک ہمارے ساتھ چپکی ہوئی ہے۔ آپ دیکھتے ہیں بقول ان جھوٹوں کے مسلمانوں کے ہاں اچھی حکومت کی کوئی روایت نہیں اور وہ بادشاہ کے فرمانبردار ہیں قطع نظر اس کے کہ وہ کتنے برے ہیں۔ مسلمان آج بھی یہی کچھ کرتے آرہے ہیں اور یہ اس سبب سے ہے کہ مسلم دنیا پر صدام، مبارک، اسد اور خمینی جیسے بربریت پسندوں کی حکومت ہے۔ مسلمان کبھی اس چیز سے باخبر نہیں رہے اور وہ کبھی باخبر نہیں ہوں گے کہ ایسی حکومت کس طرح قائم کی جائے کہ جسے اچھا کہا جا سکے۔ عام مسلمان حکومتیں بربریت پرور ہیں۔ لہٰذا مسلمان نااہل ہیں کہ وہ اپنے اوپر حکومت کریں لہٰذا ان کے لئے بہتر ہے کہ مغرب ان پر حکومت کرے یا پھر مغربی انداز فکر کے حامل افراد۔

اس جھوٹ کی تلخیص یوں کی جا سکتی ہے کہ جفاکاری عین اسلامی فعل ہے۔ روایتی اسلام مسلمانوں کی جان اور جائداد کو ایسے فرد کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتا ہے جو محض اتفاقات زمانہ سے اقتدار میں آگیا۔ ایک جفا کار بادشاہ مسلمانوں کو لوٹ بھی سکتا ہے اور ان پر ظلم بھی ڈھا سکتا ہے، لیکن اسلام انہیں کبھی ایک لفظ نہیں کہتا۔ تمام بادشاہ کے سامنے بے بس ہیں، تمام بہرے ہیں، مسلمان محض غلام ہیں۔ اسلام انہیں یہ حکم دے کر پختہ تر غلام بناتا ہے کہ وہ ہر قیمت پر شاہ کی فرمانبرداری کریں اس لحاظ سے آزادی کا مطلب یہ ہے کہ اسلام سے چھٹکارا حاصل کر لیا جائے۔

یہ بہتان اسلامی تہذیب کی قدر کو مکمل طور پر گھٹا دیتا ہے۔ کس طرح ایک تہذیب عظیم ہو سکتی ہے جبکہ وہ استبدادیت کا خیر مقدم بھی کرتی ہو؟ اس کی تہذیب صرف غلامی ہی ہوگی لیکن یہ بہتان بدقسمتی سے اسلامی حکومت پر لکھی جانے والی تمام کتابوں میں پایا جاتا ہے، اس پر بھرپور ایمان ہے اور مسلم دنیا کی موجودہ صورتحال کی وضاحت کے لئے اس بات کو بار بار دہرایا جاتا ہے۔

درحقیقت یہ خیالات سراپا جھوٹ ہیں۔ روایتی اسلام استبدادیت کو رد کرنے کے لئے بادشاہ کے اختیارات کو محدود کر دیتا ہے اور حکومتی اختیار کو محدود کر کے اس پر کنٹرول رکھتا ہے۔ یہ بہتان انتہائی نامعقول ہے لیکن جب ہم اس حقیقت کو بیان کریں گے تو اللہ واحد کی حاکمیت اور قدیم اسلام کے حوالے سے بہت سی آگاہی حاصل کریں گے۔

سب سے پہلے تو کوئی بھی شخص جسے مسلمان کہلوانے سے روک دیا جاتا ہے خود بخود حکمراں بننے سے بھی روک دیا جاتا ہے۔ کوئی بھی سلطان جو کفر اختیار کر لیتا ہے پہلے ہی لمحے اختیارات کھو بیٹھتا ہے اور کوئی بھی حکمراں جو نماز کی ادائیگی پر روک لگاتا ہے اسے جہاد کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

دوسرا ایک مسلمان بادشاہ کا کردار عنان اقتدار سنبھالتے ہی ایک معاہدے کے ذریعے محدود کر دیا جاتا ہے۔ جب پہلا حکمراں رخصت ہوتا ہے تو نیا حکمراں معاشرے کے عمائدین کے ذریعے منتخب ہوتا ہے اور اس کی توثیق ایک عہد وفاداری کے ذریعے کی جاتی ہے جسے بیعت کا نام دیا جاتا ہے۔ جس وقت بیعت دی جاتی ہے عین اس وقت حکمراں پر کئی ذمہ داریاں عائد ہو جاتی ہیں مثال کے طور پر ہوسکتا ہے کہ اس سے عہد لیا جائے کہ وہ کس قسم کا ٹیکس وصول کرے گا اور کونسے راہنما اصولوں کی پیروی کرے گا۔ عہد وفاداری ان شرائط کے ساتھ مشروط ہوگا جن کی تعمیل کی

جاتی ہوگی۔

تیسرا کوئی بھی بادشاہ برطرف کیا جا سکتا ہے اگر وہ مزید حکمرانی کرنے کے لائق نہ ہو۔ شرعی لحاظ سے کسی بھی بادشاہ کو تسلیم کئے جانے سے روکا جا سکتا ہے اگر وہ امن و امان اور اچھے نظم ونسق کی مزید ضمانت نہیں دے سکتا جس کی حفاظت کے لئے اسے منتخب کیا گیا تھا۔ حکمراں خود کو بھی حکمرانی کے لئے نااہل قرار دے سکتا ہے اور امن عامہ کی ضمانت نہ دینے پر اسے برطرف بھی کیا جا سکتا ہے۔ ایک جابر حکمراں سے نجات حاصل کی جا سکتی ہے اگر اس کی پالیسیاں اس کے منصب کا دفاع کرنے سے قاصر ہوں اور انتشار کا سبب ہوں۔

ایک حکمران کا بائیکاٹ بھی کیا جا سکتا ہے اور اسے اپنے خراب کردار کے حوالے تلقین بھی کی جا سکتی ہے۔ اس سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ عمدہ اخلاق کا حامل ہو اور ایسا نہ ہو تو اسے آگاہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ اب ایک بڑا اہم سا سوال اٹھتا ہے کہ یہ سب کچھ کرنے کا اختیار کس شخص کو حاصل ہے جو بیعت دے، شرائط عائد کرے، نااہل کا اعلان کرے اور تنقید کرے۔ اس سوال کا جواب ہمیں اصل رکاوٹ تک لے آتا ہے جو کہ اسلام نے استبدادیت پر عائد کی ہے۔

حکمرانوں کے طرز عمل اور ان کے اختیارات کی حد بندی علماء کرتے تھے۔ وہ علماء اسلامی علوم کے ماہر تھے۔ ہر اسلامی حکومت میں وہ ایک گروہ بناتے تھے، سرکردہ علماء ایک گروہ کے طور پر کام کرتے ہوئے حکمرانوں کو کنٹرول میں رکھنے کے لئے مرکزی سیاسی کردار ادا کرتے تھے۔

بیعت دینے میں علما کی حیثیت ایک بنیادی گروہ کی تھی اور یہ علماء ہی تھے جو حکمرانوں کو حکومت کرنے کا قانونی حق تفویض کرتے تھے، یہ علماء ہی تھے جو کسی حکمراں کے تقرر اور اس کی برطرفی کا بندوبست کرتے اور وہ علماء ہی تھے جو اپنے فتوؤں سے ایک حکمراں کو غیر موثر بناتے ہوئے اقتدار سے الگ کر دیتے۔ علماء کو یہ بھی حق حاصل تھا کہ وہ حکمرانوں پر تنقید کریں اور اس سے قطع تعلق کرلیں۔

وہ یہ سب کچھ کرنے کے مکمل اہل تھے۔ عثمانی عہد کے علماء نے عثمانی سلطان کو برطرف کیا۔ علماء صوبوں کے گورنر بدل سکتے تھے اور کسی ماتحت افسر کو برطرف کر سکتے تھے۔ اسلام میں یہ فرض ہے کہ نیکی کا حکم دیا جائے اور برائی سے روکا جائے۔ یہ علماء تھے جو یہ کام مکمل طور پر کرتے تھے، سرکردہ علماء اپنے فتوؤں کے ذریعے حکمراں کو بطور حاکم کام کرنے سے روک دیتے یا پھر کام کرنے کی اجازت دیتے۔ مراکش میں اٹھارویں صدی کے شروع میں یورپیوں کے حملہ آور ہونے کا خدشہ تھا۔ علماء نے فتوؤں کے ذریعے سلطان کو مجبور کر دیا کہ وہ عوام میں اسلحہ تقسیم کرے حالانکہ اپنے مخالفوں میں اسلحہ تقسیم کرنے سے خود سلطان کی گرفت کمزور ہوتی تھی۔

اٹھارویں صدی کے ابتدائی زمانے میں قاہرہ کے علماء نے مملوکوں کو غیر اسلامی ٹیکس وصول کرنے سے روک دیا تھا۔ 1907ء میں مراکش کے علماء نے سلطان کو برطرف کر کے اس کی جگہ اس کے بھائی کو تخت نشین کر دیا کیوں کہ سلطان نے فرانسیسی دستوں کو اجازت دی تھی کہ وہ کاسابلانکا میں پڑاؤ ڈالے لہٰذا وہ کفر کے مقابلے میں اسلام کا دفاع کرنے میں ناکام ہو گیا تھا۔

تمام اہم سیاسی کھینچا تانی میں علماء نے ریفری کا کردار نبھایا، کوئی بحران پیدا ہو جاتا تو وہ ثالثی کرتے اور جھگڑے کا تصفیہ کراتے۔ پس سلطان علماء کو قریب رکھ کر حکمرانی کرتے۔ عام طور پر کوئی بھی فیصلہ کرنے سے قبل سلطان علماء سے مشاورت کرتا۔ ملک کے تمام سرکردہ سیاسی گروہوں کے ساتھ علماء کے قریبی روابط ہوتے اکثر دوستی اور شادی بیاہ کے حوالے سے۔

علماء بادشاہ کو بہت سارے انتظامی افسر بھی فراہم

کرتے اور اس طرح یہ امر یقینی بنایا جاتا کہ بادشاہ کے اختیارات محدود رہیں۔ علماء کرپٹ انتظامی افسروں کی جواب طلبی کرتے، علماء بطور سفیر بھی کام کرتے، میدان جنگ میں بھی علماء افواج کے ساتھ ہوئے تا کہ اس امت کا مشاہدہ کرسکیں کہ افواج کا کردار درست ہے۔علماء عموماً ٹیکس وصول کرنے والے عملداروں کے ہمراہ بھی ہوتے۔

بلا شبہ علماء تمام عدالتی عملہ فراہم کرتے، تمام جج اور وکلاء علماء ہی ہوتے تھے، تمام قانونی کاروبار اور تجارتی کاروبار خواہ وہ ذاتی ہو یا حکومتی علماء ہی چلاتے تھے۔ علماء حکومتی رسوخ سے بالاتر ہوتے، ان کی اطاعت شریعت کے لئے تھی جو کہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے نہ کہ بادشاہ کے لئے۔ اگر علماء حکومتی رسوخ سے بالاتر رہتے تو انہیں نیک نامی ملتی۔ ایک عالم کے لئے سب سے بڑی تعریف یہ تھی کہ اس نے حکومتی منصب سے خود کو آلودہ نہیں کیا۔ ایک عالم بادشاہ کے جس قدر قریب ہوتا اس کی شہرت کو بٹا لگنے کا خدشہ رہتا۔ سب سے بڑھ کر ایک عالم کی رکنیت کی بنیاد اس کی عزت، دانائی، علم اور اس کا کردار ہوتا۔

اسلام میں علماء پیغمبر علیہ السلام کے وارث ہیں، یہ بادشاہ سے بھی افضل ہیں۔ مسلمانوں کے اصل راہنما علماء ہیں نہ کہ سلطان۔ علماء اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ حاکمیت اللہ بادشاہ کی ہے۔ علماء عام مسلمانوں کے جملہ نمائندوں سے افضل ہیں۔ اسلام عوام سے محبت کرتا ہے اور علماء کی جڑیں عوام میں بہت گہری ہوتی ہیں۔ عوام علماء سے محبت کرتے ہیں۔ قاہرہ میں عوام وہی کچھ کرتے ہیں جو علماء انہیں کہتے ہیں۔

بلاشبہ علماء میں مشائخ بھی شامل ہیں اور علماء صوفی سلسلوں کے رکن ہیں، وہ اس بات کا زبانی اظہار کرتے ہیں اور ان کی تائید سے خوش ہوتے ہیں۔ مغرب کی آمد سے پہلے مسلمان معاشرے میں ہر تین میں سے دو افراد ان صوفی سلسلوں سے منسلک ہوتے تھے۔ اتنی بڑی مقبول عام تائید کا مطلب یہ ہے کہ علماء اور کچھ صوفی شیخ بھرپور اعتماد کے ساتھ بادشاہ سے بات کرسکتے ہیں۔ کوئی بھی بادشاہ علماء سے زیادہ دیر تک نہیں بگاڑ سکتا تھا۔

اسلام اور حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کردار علماء سے وابستہ ہے۔ طبقۂ علماء ایک ایسا مراعات یافتہ طبقہ ہے جس پر نہ ہی ظلم کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی انہیں نظر انداز کیا جاسکتا ہے جبکہ وہ کسی بھی بادشاہ کے بے خوف نقاد کے طور پر کام کرسکتے ہیں۔ بلکہ یہاں حکومت پر ایک اور پابندی بھی ہے۔

جدید مغربی ریاست میں حکومت معاشرے کے ہر حصے میں مداخلت کرتی ہے۔ وہ چاہے تو کوئی بھی قانون بنا سکتی ہے اور کسی بھی چیز میں مداخلت کرسکتی ہے۔ وہاں کچھ بھی اس کے دائرہ کار سے باہر نہیں ہے۔ اسے عرف عام میں حکومت کا اقتدار اعلیٰ کہا جاتا ہے۔

تاہم مسلمان بادشاہ کو اقتدار اعلیٰ حاصل نہیں ہے۔ وہ کوئی قانون نہیں بنا سکتا کیونکہ شریعت اس سے بالکل الگ تھلگ ہے۔ چونکہ شریعت جامع ہے لہٰذا اسلام میں اجتہاد کا دروازہ بند ہے۔

ایک بار پھر نہایت اہم بات کہ شریعت کی تشریح کا اختیار علماء کے ہاتھ میں ہے۔ برطانوی حکومت اپنی بنائی ہوئی کسی شق کو پارلیمنٹ میں لاکر قانون بنا سکتی ہے، مسلم سلطان ایسا نہیں کرسکتا۔ شریعت اس سے بالا ہے اور صرف علماء ہی اسے بتا سکتے ہیں کہ وہ کون سا کام قانونی اعتبار سے کرسکتا ہے یا نہیں کرسکتا۔

معاشرتی سرگرمیوں کا کافی بڑا دائرہ ایسا ہے جسے حکومت چھو نہیں سکتی۔ پورا تعلیمی نظام علماء چلاتے تھے، تعلیم پر حکومت کا کوئی کنٹرول نہیں تھا، عوامی بہبود اور سماجی تحفظ کے نظام علماء اور صوفی سلاسل چلاتے تھے، تعلیم اور بہبود

کے مالیاتی معاملات ریاست کی دسترس سے باہر تھے، یہ زکوٰۃ اور عطیات کے وقف نظام پر مشتمل ہوتے تھے جو ریاست کی پہنچ سے باہر تھے۔ اٹھارویں صدی میں تقریباً بیس فیصد زمین وقف میں داخل ہوئی تھی جس کا پٹہ اور آمدنی تعلیم اور بہبود کے شعبوں کی مالی معاونت کے لئے استعمال کی جاتی تھی، اور بلاشبہ عدالتی نظام پر حکومت کا کوئی کنٹرول نہیں تھا، بلکہ یہ علماء کے ہاتھ میں تھا۔

شاید سب سے اہم بات یہ ہے کہ نظریہ سازی اور نظریاتی پرچار میں حکمراں کی کوئی گنجائش نہیں۔ جدید ریاست یہ بتاتی ہے کہ اسکولوں اور یونیورسٹیوں کو کیا پڑھانا ہے، وہ اخباروں اور نشریاتی اداروں پر ریاستی کنٹرول کے ذریعے لوگوں کے ذہنوں کو کنٹرول میں رکھتی ہے۔ نظریات ریاست کے کنٹرول میں ہیں یہاں تک کہ جمہوری برطانیہ میں بھی۔ یہ مسلم دنیا میں مغرب کی آمد سے پہلے نظریات علماء اور صوفی مشائخ کے کنٹرول میں تھے جو کہ تعلیم کو بھی کنٹرول کرتے تھے اور نظریہ سازی بھی کرتے تھے۔

کاروبار اور تجارت کی دنیا شاہانہ عمل دخل سے آزاد قائم رہتی، کاروباری لین دین قانون کے ماتحت ہوتا جسے علماء اور شریعت کنٹرول کرتی۔ حکمراں کاروباری افراد پر ٹیکس عائد کر سکتے ہیں وہ انہیں اس بات پر مجبور نہیں کر سکتے کہ ان کی مرضی کے مطابق کاروبار کریں، ذاتی جائیداد کی بچی آزادی ہے۔

اس سب کچھ کا مطلب یہ ہوا کہ حکمراں اگرچہ نااہل اور جابر ہی کیوں نہ ہوا سے زندگی کے بہت سارے پہلوؤں پر اختیار ہی نہیں۔ اس نئے زمانے سے پہلے کوئی مسلمان بادشاہ ایسا کرنے کی کوشش نہیں کر سکتا تھا جو کچھ انہوں نے کیا۔ مسلم دنیا میں اس طرز کی کوئی ریاست نہیں جس کا خیال مغربی ریاست جیسا ہو۔ حکمرانوں کا اصل کام فوج اور پولیس منظم کرنا تھا یا پھر ٹیکس اور انتظامی امور ان سے متعلق تھے، ان کے علاوہ کوئی بھی چیز حکمرانوں کے ہاتھ میں نہیں تھی۔

پس استبدادیت پر اصل روک معاشرہ کا تھا جو کہ حکمراں سے مکمل طور پر آزاد تھا اور حکمراں کی ضرورت محسوس کئے بغیر اور اس کی توجہ سے بے نیاز اپنی زندگی قائم رکھتا تھا۔ معاشرہ درحقیقت آزادانہ طور پر موجود ہوتا تھا اور اس کے پاس علماء اور صوفی مشائخ راہنما کے طور پر موجود تھے۔

پس علماء حکمراں کو للکار سکتے تھے اور ان پر اثر انداز ہو سکتے تھے، وہ ان کا دائرہ کار بہت زیادہ محدود کر دیتے تھے اور مستقبل بنے کے حکمراں جب وہ بچے ہوتے تو علماء ہی انہیں تعلیم دیتے۔

ہمیں یہ بات ہرگز نہیں بھولنی چاہئے کہ بادشاہ کے فوجی اور پولیس والے اختیارات چند بڑے قصبوں سے آگے نہیں ہوتے تھے۔ دیہاتوں میں سرے سے سلطان کا کوئی وجود ہی نہیں تھا بلکہ یہ ایک خودکار معاشرہ قیادت سے ملتا جلتا۔ ان میں سے بہت سے قبائل خانہ بدوش تھے اور اگر سلطان ان پر جبر کرنے کی کوشش کرتا تو وہ بڑے آرام سے ایک صحرا سے دوسرے صحرا میں ہجرت کر جاتے۔

ہم نے ساری گفتگو استبدادیت پر لگائی جانے والی حدوں پر کی ہے اور اس کا ہدف صرف حکمراں تھے لیکن مسلم معاشرے کو اصل خطرہ علماء اور صوفی مشائخ سے لاحق ہوتا ہے جو کہ بہت زیادہ طاقتور بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ قدیم اسلام علماء اور مشائخ کو براہ راست حکومت کرنے سے روکتا ہے پس علماء اور اولیاء کی طاقت کا اصل مدار ان کی شہرت پر ہوتا ہے، ان کی طاقت حقیقی مشاورت تھی کیوں کہ علماء اور اولیاء کے پیچھے کوئی حکومتی مشینری نہیں تھی۔

مغرب میں جدید ریاست نے ہمیشہ طبقاتی مفادات کی نمائندگی کی ہے، سرمایہ داروں اور مزدوروں جیسے طبقات نے اس چیز سے ریاست کو بے پناہ اختیارات دے دیئے

ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ لاکھوں لوگوں کو اپنے پیچھے چلنے کے لئے ،لڑنے کے لئے اور فرمانبردار رہنے کا حکم دے سکتی ہے لیکن مسلم سلطان کی کوئی طبقاتی بنیاد نہیں ہے۔ معاشرہ اور معاشرتی طبقات علماء اور اولیاء کی پیروی کرتے ہیں نہ کہ سلطان کی۔

اس طبقاتی بنیاد کے فقدان کے باعث عموماً مسلمان حکومت معاشرے سے بالکل دور کھڑی نظر آتی ہے۔ اپنے اختیارات کے حوالے سے سلطان کو اپنی سپاہ پر بھروسہ ہوتا تھا جنہیں خصوصی طور پر بھرتی کیا جاتا تھا، ان سپاہیوں کو مقامی آبادی سے دور رکھا جاتا تھا اس خوف سے کہ وہ بھاگ جائیں گے۔

مغربی دانشوروں نے اسے استبدادیت کے حصے کے طور پر دیکھا کہ حکمراں کا ان لوگوں کے ساتھ کوئی رابطہ نہیں ہوتا تھا جن پر وہ حکومت کرتا تھا لیکن یہ استبدادیت کے عدم موجود ہونے کا ثبوت ہے۔ حکومت اس قدر غیر اہم تھی کہ وہ اصل معاشرے سے دور الگ کھڑی ہوتی تھی۔ حکومت تنہا تھی جسے خود معاشرے نے گھیرا ہوا تھا اور وہ مدد کے لئے عوام کو طلب نہیں کرسکتی تھی۔ عوامی مدد علماء اور اولیاء کے ہاتھ میں تھی۔ علماء اور اولیاء معاشرتی طبقات سے بالاتر تھے لیکن قائد ہونے کے سبب ہر امیر اور غریب ان پر ایک جیسا اعتماد کرتا تھا۔ درحقیقت ان کی عوام کے اندر گہری جڑیں تھیں، وہ عوام کی قیادت کرتے اور کسی بھی جابر حکومت سے ہونے والی کشمکش میں ان کی نمائندگی کرتے۔

مسلم معاشرہ اس نوع کے طبقات سے بالاتر ہے جو کہ مغربی معاشرے میں موجود ہیں۔ وہاں امیر اور دولت مند لوگ بھی ہیں لیکن وہ معاشرے کے عمائدین میں سے نہیں، قائد علماء ہی ہیں۔ امیر اور غریب معاشرے کا حصہ ہیں لیکن مخالف طبقہ کے طور پر نہیں بلکہ مختلف گھروں کے اراکین کے طور پر جیسے قبیلہ، ذات برادری اور معیشت کے حوالے سے گروہ ہوں۔

حکمراں کسی طبقے کا آلہ کار نہیں ہے جس طرح کہ مغرب میں ریاست ہے لیکن وہ پولیس اور فوج کا سپہ سالار ہے اور یہ استبدادیت پر ایک بہت بڑی روک ہے۔ اب یہ بات بالکل واضح ہوچکی ہے کہ قدیم اسلام میں حکمراں کو ہر طرف سے محدود کردیا گیا ہے، اس سے جان چھڑائی جاسکتی ہے، اس پر سخت قسم کے قانون لاگو کئے جاسکتے ہیں، اسے پابندیوں کے مکڑی جال میں پھنسایا جاسکتا ہے جو کہ اس کے اختیارات اور اس کے دائرہ کار کو محدود کردیتا ہے۔ ہم صاف صاف دیکھ سکتے ہیں کہ یہ کہنا کہ اسلام استبدادیت پسند ہے کتنا بڑا بہتان ہے۔

اس مسئلے میں اتنا بڑا جھوٹ کیوں بولا گیا اور اتنے وسیع پیمانے پر اسے کیوں مان لیا گیا؟ جب ہم اس کا جواب دیں گے تو قدیم اسلام کے بارے میں اہمیت زیادہ آگاہی حاصل کریں گے۔

سب سے پہلے تو مغربی دانشوروں کو اس بات کی کوئی سوجھ بوجھ نہیں کہ مسلم سیاست کس طرح کام کرتی ہے۔ انہوں نے سیاست پر مسلمانوں کی کتابیں پڑھی ہیں، ان کتابوں میں انہوں نے ”سزائیں“ ملاحظہ کی ہیں جو کہ بغاوت کرنے یا حکمراں پر کسی قسم کی پابندی عائد کرنے کے حق کی نفی کرتی ہیں۔ یہ سزائیں مسلمانوں کے سیاسی نظریئے کا محض ایک حصہ ہیں لیکن مغربی دانشوروں نے ان پر چند سزاؤں کو پورے کا پورا نظریہ سمجھ لیا ہے۔

مسلمانوں کے سیاسی نظریئے میں بغاوت کرنے والوں کے لئے وعیدیں ہیں۔ قدیم اسلام جس بات سے منع کر رہا تھا وہ حکومتی اختیارات کو محدود کرنا نہیں تھا بلکہ خارجیت اور معیشت پر روک لگانا تھا۔

اسلام کے آغاز میں خارجیوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف بغاوت کی، ان کا عقیدہ تھا کہ وہ کسی

وقت کسی بھی حکمراں کے خلاف بغاوت کر سکتے ہیں اور وہ کسی بھی حوالے سے مثال نہیں۔ وہ دعویٰ کرتے تھے کہ انہیں حق حاصل ہے کہ وہ کسی بھی حکمراں کی نااہلی کا فیصلہ سنائیں اور اسے برطرف کر دیں۔ اب خارجیت کا نظریہ کسی بھی حکومت یا حکمراں کی طرف ہرگز راہنمائی نہیں کرتا تھا بلکہ یہ ایک قسم کی لاقانونیت تھی اور اس کی جڑیں آزادروی اور صحرائی بدوانہ لاقانونیت میں پیوست تھیں جو کہ انتہائی شدید قسم کے آزادی پسند قبائلی تھے اور لمبے عرصے تک کسی بھی راہنما کے پیچھے نہیں چل سکتے تھے۔

واقعی اسلام سلطان کو برطرف کرنے کی اجازت دیتا ہے جیسا کہ ہم پہلے دیکھ چکے ہیں لیکن یہ اختیار ہر فرد کو حاصل نہیں اور نہ ہی صرف اس وجہ سے کہ اس کا کردار اچھا نہیں ہے۔ علماء ہی وہ طبقہ ہے جسے ایسا کرنے کا اختیار حاصل ہے اور صرف وہی نہایت احتیاط کے ساتھ بدکرداری کی تعریف کر سکتے ہیں۔

شیعہ ازم میں تو ہر اس شخص سے چھٹکارا حاصل کیا جانا چاہئے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طرف دار نہیں اور جو براہِ راست اللہ کی طرف سے نامزد امام نہیں پس وہ ہر اس سلطان سے نجات حاصل کرنا چاہتے تھے جو کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اعلیٰ قسم کا طرف دار نہیں ہوتا تھا۔ قدیم اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا اور مسلم بادشاہ کی شیعوں کے ہاتھوں طرفی کا دفاع کرتا ہے، یہ استبدادیت کا دفاع نہیں ہے، یہ شیعہ مدعیوں کے خلاف مسلمان بادشاہ کا دفاع ہے۔

دوم: مغربی دانشور اس وجہ سے تذبذب کا شکار ہوئے کہ بعض مسلم حکمراں واقعی ایسے تھے جنہوں نے اپنے لئے مکمل اور غیر مشروط اطاعت کا دعویٰ کیا۔ یہ کوئی روایتی اسلامی راہنما نہیں تھے، کئی قسموں کے تھے۔ شیعہ امام جو کہ براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے نامزد تھے اور تنقید سے بالاتر تھے علماء اس زندہ اسماعیلی امام کے ماتحت تھے۔ اثنا عشری شیعہ ازم میں علماء خود شریعت پر (بذریعہ اجتہاد) اور عام مومن پر مطلق اختیار رکھتے تھے۔ (وہ تمام آیت اللہ ہیں) وہ تمام افراد جو مہدی ہونے کے دعویدار ہیں انہیں ہر چیز پر مطلق اختیار حاصل ہے۔ کسی امام، مہدی، یا آیت اللہ کے خلاف سرتابی کا اختیار نہ کسی کو ہو سکتا تھا نہ ہے۔ اس طرح کے حکمرانوں پر واحد پابندی اپنے دعوے کو عوام سے تسلیم کرانا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لازماً اچھے کردار کا مظاہرہ کریں گے اور ایک بدنام مکروہ افعال کے مرتکب زندہ امام پر زیادہ دیر تک ایمان نہیں رکھا جائے گا۔

مسلمانوں کی تاریخ میں ایسے حکمراں گزرے ہیں جنہوں نے اس نوع کے دعوے کئے ہیں اور انہوں نے اس قسم کے دعوؤں سے ایرانی شہنشاہیت، منگول قبائلیت اور دوسرے مطلق العنان سیاسی نظریوں کو تقویت دی ہے۔ اکثر اوقات اس قسم کے دعوے غیر مسلم آبادی کو متاثر کرنے کے لئے کیئے جاتے تھے جو مثال کے طور پر صرف ایرانی بادشاہوں ایسے دعوے کرنے والے حکمرانوں کی فرمانبرداری کرتے تھے۔

قدیم اسلام ہر حوالے سے اس قسم کے سلطانوں کی مخالفت کرتا تھا۔ قدیم اسلام نے ان حکمرانوں کے اختیار کو محدود کرنے اور ان پر پابندیاں عائد کرنے کی بھرپور کوشش کی جو ایرانی بادشاہوں جیسے حد سے متجاوز دعوے کرتے تھے۔

ہم ان حدوں کا ذکر کر چکے ہیں جو قدیم اسلام نے حکمرانوں پر عائد کی ہیں۔ یہ قدیم اسلام شرعی آئین سازی ہے۔ یہ پورا آئین اس لئے مرتب کیا گیا تھا کہ شیعہ اور اس قسم کے دوسرے دعوے کرنے والے حکمرانوں پر حد اور روک لگائی جائے۔ اسلام کی تاریخ اس قسم کے مطلق العنان نظاموں کے اختیارات محدود کرنے کی تاریخ ہے۔ مغربی

دانشور اس بات سے بے خبر تھے اور سمجھتے تھے کہ ایرانی بادشاہت سے ملتے جلتے جستہ جستہ حوالے اسلام کا پورا سیاسی نظام ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ایسے قلمکاروں نے واقعی لکھا تھا کہ ان برے حکمرانوں کو تسلیم کرو خواہ اس کی کتنی ہی قیمت ادا کرنی پڑے لیکن یہ استبدادیت کا قبول کیا جانا نہیں تھا بلکہ یہ اس منصوبے کا حصہ تھا کہ شریعت کو بطور آئین نافذ کیا جائے۔ یہ صرف اس صورت میں سمجھا جا سکتا ہے اگر ہم اسلام کی مکمل تاریخ کو پیش نظر رکھیں۔

خلفاء راشدین کے زمانے کے بعد سیاسی اقتدار مسلمانوں میں دنیاوی اقتدار کی صورت اختیار کر گیا۔ عباسیوں نے مذہبی حکومت قائم کرنے کی کوشش کی لیکن جلد ہی ان کی حکومت گر گئی۔ لیکن امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے وقت میں سیاسی حقیقت ان افراد کی طرف سے پھیلائی گئی لاقانونیت تھی جن کے پاس مسلح فوج تھی، کوئی ایسی صورت نظر نہیں آتی تھی جس کے ذریعے خلافت کو اقتدار میں لایا جاتا، اسماعیلی خلیفے اتنے ہی برے تھے جتنا کہ عام حکمراں۔

لہٰذا ان مسلمانوں نے جن کی راہنمائی امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ جیسے افراد فرما رہے تھے شرعی آئین سازی کے سفر کا آغاز کیا، انہوں نے وہ سب کچھ کیا جس سے وہ حکمراں سے شریعت کی بالادستی اور علماء کے رسوخ کو منوا سکتے تھے۔ انہوں نے کوشش کی کہ وہ اپنے وقت کے برے حکمرانوں کو ان تمام پابندیوں سمیت جو ہم لکھ چکے ہیں علماء اور اولیاء کے درمیان اتار لیں۔

اس باب میں میں نے وہ تمام حدود بیان کیں ہیں جو قدیم اسلام نے حکمرانوں پر عائد کی ہیں۔ اس نظام کو وضع کرنے اور عملی طور پر نافذ کرنے میں سینکڑوں برس لگے۔ بالکل اس طرح جیسے مغربی جمہوریت ایک ہی دن میں نمودار نہیں ہوگئی شرعی آئین کو مرتب ہونے میں سینکڑوں سال لگ گئے۔

اب مختصراً یہ کہ امام غزالی جیسے لوگوں نے محسوس کیا کہ ہر حوالے سے مکمل سلطان کی تلاش بے سود ہے اس لئے بہتر یہ تھا کہ موجودہ حکمراں کو تسلیم کر لیا جائے اور اسے شریعت میں اتارا جائے یہ اسی وجہ سے تھا۔

یہ بات مغربی دانشوروں کے علم میں نہیں تھی لہٰذا انہوں نے لکھا کہ اسلام ظالم حکمراں کو تسلیم کرتا ہے۔ تیسرا یہ کہ مغربی اصحاب علم نے اس بات کا احساس نہیں کیا کہ شرعی آئین کا نظام جلد ہی انیسویں صدی کی ابتداء میں ختم ہو گیا اور انہوں نے سوچا کہ انیسویں صدی میں موجودہ مسلمانوں کی مخصوص طرز کی مصری اور عثمانی حکومتیں اسلامی حکومتیں ہیں حالانکہ وہ بڑی ہی استبدادی تھیں۔

جب یورپ وارد ہوا تو اللہ واحد کی حکمرانی جلد ہی ختم ہو گئی، شریعت سے جان چھڑائی گئی، علماء کو دیوار سے لگا دیا گیا، اور لیاء پر ظلم کے گئے، وقف لوٹ لیا گیا اور حکومت بغیر کسی قسم کی پابندی کے کام کر رہی تھی عموماً مغربی طاقتوں کی مدد سے یا پھر ان کے دباؤ سے ایسا کچھ کرایا گیا جو محمود علی جیسے لوگوں نے مصر میں کیا۔ اس کا نتیجہ ایک مکمل طور پر ظالمانہ حکومت تھی جس میں حکمراں پر کسی قسم کی کوئی حد نہیں تھی۔ یہ حکومتیں اپنے لئے خدا کی طرف سے نامزدگی کا دعویٰ کرتی تھیں اور یہ کہ ان کی مخالفت کرنا اللہ تعالیٰ کی مخالفت کے برابر تھا۔ ظلم اور بدعنوانی ان حکومتوں کے زیر اثر افسانوی صورت اختیار کر گئے۔ مغربی دانشوروں نے اسے اسلامی حکومت تصور کیا اور اس تبدیلی کو محسوس نہیں کیا جو وقوع پذیر ہو چکی تھی۔

چوتھا یہ کہ مسلم حکومت کو استبدادی قرار دینا مغرب کے حق میں تھا۔ وہ مسلمانوں پر حکومت کرنا چاہتے تھے لہٰذا بطور دلیل یہ کہنا ان کے حق میں تھا کہ خود حکومت کرنے سے بہتر ہے کہ مغرب حکومت کرے بس یہ کہنا حق بجانب ہے

کہ مسلمان حکومت کرنے کے لائق نہیں۔ لہٰذا انہوں نے دلیل دی کہ مسلم حکومت ہمیشہ سے ہی بری طرح ظالمانہ تھی اور ظالمانہ رہے گی کیوں کہ مسلمان دنیا نے کبھی اس کی تصیح کی کوشش ہی نہیں کی۔

بلا شبہ شرعی نظریۂ اقتدار نے مغربی غلبے کے خلاف مسلمانوں کا دفاع کیا جب تک شریعت اور علماء زندہ تھے، سرمایہ داریت اور نوآبادیاتی نظام متعارف نہیں کرایا جاسکتا تھا۔ مسلمان عالم قاضی کی حیثیت سے کام کر رہے تھے یا مثال کے طور پر وہ اس بات کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ مسلمانوں سے ان کی جائیداد چھین لی جائے۔ مسلمان عدالت نے مسلمانوں کا دفاع کیا یوں اس سے بھی جان چھڑانی پڑی لہٰذا کوئی بھی کام کرنے کے لئے یہ واجب ٹھہرا کہ اسلام کا بطور ظالم ذکر کیا جائے۔ جب بھی مسلمانوں نے اسلام یا کسی بھی اسلامی اقتدار کا حوالہ گلے سے اتارنے کی کوشش کی تو بس یہ لازم تھا کہ وہ اسلامی حکومت کو استبدادیت کا نام دیتے۔

یہ بات ہمیں نہایت ہی اہم مقام پر لے آتی ہے۔

جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں اسلام میں استبدادیت پر اصل روک خود اسلام ہے۔ شریعت علماء اور اولیاء ہیں۔ اسلام جس قدر زیادہ موجودہ ہوتا ہے، استبدادیت اس قدر کم ہوگی اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسلام پر کوئی بھی ضرب لگانا سیدھا استبدادیت کی طرف جانا ہے۔ استبداد پسند حکمرانوں کے راستے میں واحد رکاوٹ مذہب تھا تب لادینیت کا راستہ سیدھا استبدادیت کی طرف جاتا تھا۔

مغرب میں جمہوریت نے جوں جوں قدم آگے بڑھائے مذہب پسپا ہوتا گیا۔ مسلم دنیا میں جوں جوں اسلام پسپا ہوا استبدادیت آگے بڑھتی گئی۔ سیاسی کلچر اچانک پیدا نہیں کیا جاسکتا یہ بہت آہستگی اور مشکل کے ساتھ پروان چڑھتا ہے۔ اگر مغرب میں جمہوریت ہے تو یہ صدیوں کی سیاسی روایت کا نتیجہ ہے۔ لادینیت اسلام اور مسلم عوام کے پورے سیاسی کلچر کو بہالے گئی۔ اگر مسلم دنیا میں مغرب کے وارد ہونے سے استبدادیت کا طاعون پھیل چکا ہے تو اس کا ٹھیک سبب لادینیت کی پیش قدمی اور اسلام کا زوال ہے۔

لہٰذا آزاد معاشرے کی طرف واپسی کا راستہ بالخصوص اسلام کی طرف سے ہو کر گزرتا ہے۔ صرف قدیم اسلام میں ایسی روایات اور عوام کے ہاتھ میں ایسے اختیارات ہیں جو بڑی حکومت کے اختیارات کو محدود کرتے ہیں۔ صرف شریعت کو غالب کرنے، علماء اولیاء اور پوری اسلامی ریاست کے احیاء سے ہی استبدادیت پر حدیں لگائی جا سکتیں ہیں۔ صرف قدیم اسلام ہی یہ کام کرسکتا ہے۔ گمراہ لوگ بھرپور ظالمانہ نظام کے علاوہ کچھ بھی پیدا نہیں کرسکتے۔ ایک ہی نظر میں مناسب ثبوت مل جاتا ہے۔ وہ اصل اسلام کو مکمل طور پر فراموش کر چکے ہیں اور شریعت کو تباہ کر چکے ہیں، علماء اور اولیاء کی جگہ پولیس اور مطلق العنانیت نے لے لی ہے۔

اسلام سے متعلق اہل مغرب کے بہتان جھوٹ پر مبنی ہیں۔ مغرب بذات خود مکمل نہیں ہے۔ فرانس کے شہنشاہ لوئس شش دھم نے اپنے لئے مکمل اطاعت کا دعویٰ کیا کیوں کہ وہ اسے بادشاہ کا حق سمجھتا تھا اور پاک مکمل معبود تھا۔ (معاذ اللہ) بیسویں صدی میں مغرب نے اشتمالیت اور فسطائیت اختراع کی جو کہ اب تک کے معلوم نظاموں میں سب سے زیادہ ظالمانہ نظام تھے۔ کچھ مغربی حکومتیں استبداد پسند ہیں لیکن مغربی جمہوریت کسی بھی مسلم ملک میں متعارف نہیں کرائی گئی۔ اچھی حکمرانی کے حوالے سے مسلمانوں کی اپنی روایات ہیں اور وہ استبداد پسندی سے صرف اس صورت میں آزاد ہو سکتے ہیں اگر وہ اپنی انہیں روایات کی طرف لوٹیں۔

وہ مسلم روایات یہ ہیں کہ اللہ واحد کی حکمرانی ہو۔ آج کل مسلمان ویسی ہی صورتحال سے دوچار ہیں جیسا کہ امام غزالی نوسو سال پہلے تھے۔ مسلمانوں پر جو حکومت ہے وہ خالصتاً دنیاوی حکومت ہے مکمل طور پر لاقانیت کا شکار اور استبدادانہ۔ کوئی وجہ نہیں کہ ان کے خلاف بغاوت نہ کی جائے اور ہر مسلم ملک میں بغاوت ہمیشہ موجود رہتی ہے۔ تمام مسلمان حکومتیں جانتی ہیں کہ انہیں حکمرانی کا کوئی حق نہیں نتیجے کے طور پر انہوں نے لمبی چوڑی خفیہ پولیس پالی ہوئی ہے۔ مسلم دنیا میں ریاست پورے معاشرے پر مکمل قبضہ جما چکی ہے، یہاں مسلمانوں کی کوئی بھی آزادی باقی نہیں رہی۔

مسلمانوں کے لئے آگے جانے کا راستہ بہرصورت آزاد مسلم معاشرے سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے لئے علماء اولیاء کو چاہئے کہ موجودہ ریاست کو شرعی آئینی نظریئے میں اتاریں۔ یہ فوراً نہیں ہوگا لیکن یہ آگے نکلنے کے لئے حقیقی راستہ ہے۔ اس موجودہ ریاست کو بہرصورت پیچھے چھوڑنا ہوگا۔ استبدادیت صرف اس صورت پسپا ہوگی جب اسلام آگے بڑھے گا اور قدیم اسلام صرف اسی صورت میں آگے بڑھے گا جب ہمارے دل میں حضرت محمد ﷺ کی عظیم محبت جلوہ افروز ہوگی۔

﴿تیسرا باب﴾

اللہ واحد کی حاکمیت کا خاتمہ اور مسلم دنیا کے مسائل

گزشتہ باب میں قدیم اسلام کی سیاسی تنظیم کے بارے میں عرض کر چکا ہوں جو کہ اللہ واحد کی حاکمیت پر مبنی ہے۔ اس باب میں عرض کیا جائے گا کہ کس طرح اللہ واحد کی حاکمیت اختتام کو پہنچائی گئی، اس کی جگہ کس نے لی۔ یہ بھی عیاں کیا جائے گا کہ اللہ واحد کی حاکمیت کے اختتام سے کیسے مسائل پیدا ہوئے جو مسلمانوں پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔

انیسویں صدی کے آغاز تک قدیم اسلام کی سیاسی تنظیم ''اللہ واحد کی حاکمیت'' مسلم دنیا کے بڑے حصے کا احاطہ کئے ہوئے تھی تب مسلم دنیا میں مختلف مقامات اور اوقات میں مغرب کی مکمل فاتحانہ پیش قدمی کے ساتھ اس کا اختتام ہوگیا۔ یہ اختتام بعض مقامات پر مغرب کی براہ راست نوآبادیانہ حکومت کے قیام سے اور بعض دوسرے مقامات پر خود مسلمان حکمرانوں کے ہاتھوں ہوا جو کسی حد تک مغربی دباؤ کے زیر اثر ایسا کر رہے تھے اور کچھ مغرب کی نقالی کی خواہش کے نتیجے کے طور پر، انہوں نے مغربی سیاسی نظام کی نقل اتاری اور ساتھ ہی ساتھ اللہ واحد کی حکمرانی سے خود کو آزاد کرایا۔ یہاں میں محض مثال کے طور پر چند چیزیں عرض کروں گا کہ کیا ہوا۔

جیسا کہ ہم پچھلے باب میں بیان کر چکے ہیں کہ اللہ واحد کی حکمرانی کی کلید علماء کی مخصوص حیثیت ہے۔ اللہ واحد کی حاکمیت کے خاتمے میں زیادہ سرگرمی ان حکمرانوں نے دکھائی جو کہ علماء کی معاشرے میں مخصوص حیثیت اور ان کے اختیار سے آزاد ہونا چاہتے ہیں۔

خلافت عثمانی میں یہ واقعہ 1839ء سے 1876ء کے درمیانی عرصے میں ہوا۔ اصلاحات متعارف کرائی گئیں جو کہ ''تنظیمات خیری'' کہلائے جن کا مطلب نفع بخش اصلاحات تھا۔ اس سے قبل علماء بتدریج اختیارات کھو چکے تھے۔ مثال کے طور پر ۱۸۲۶ء میں علماء کی وفادار افواج ''جانثار'' پر ڈھائے جانے والے ظلم کا واقعہ لیکن تنظیمات کے دوران علماء اختیارات سے بالکل محروم ہوگئے۔ وہ دولت جو انہیں خودمختار بنائی تھی یعنی ''وقف'' ریاست کے زیر تصرف چلا گیا۔ علماء انتظامی کنٹرول کے تحت لائے گئے اور انتظامیہ میں ان کا کردار مغربی طرز کی نوکر شاہی ایسا بن گیا۔

حکومت میں شریعت سے جو کہ اللہ واحد کی حاکمیت کا ایک اور مرکزی ستون ہے، منحرف ہونے کی جرأت نہیں تھی لیکن حقیقت میں انہوں نے شریعت کو تباہ کیا۔ انہوں نے اصل قدیم شریعت سے آزادی حاصل کرنے کے لئے ایسا کیا اور اس جگہ اپنی پسند کی خود ساختہ شریعت نافذ کردی۔

شریعت صرف کتابوں کا ایک بے ترتیب ڈھیر نہیں، یہ ایک زندہ حقیقت ہے۔ یہ علماء کے ذریعے زندہ رہتی ہے، وہ اس کا مطالعہ کرتے ہیں، اس کی تشریح کرتے ہیں اور اس کا تازہ بہ تازہ اطلاق کرتے ہیں بالکل اس طرح جیسے انگریزی قانون محض کتابوں کا نام نہیں لیکن ماہرین قانون، جج اور برطانوی عدالتی انجمنیں اسے ایک زندہ حقیقت بنا دیتی ہیں۔ اب وہ چاہتے تھے کہ شریعت کو محض اپنی حکومت کے ایک حصے کے طور پر باقی رکھیں اور علماء سے چھٹکارا حاصل کرلیں لہٰذا انہوں نے شریعت کی تلخیص کردی۔ شریعت محض قانون کی ایک کتاب بن گئی جسے کوئی بھی وکیل استعمال کرسکتا تھا یہاں تک کہ دوسرے ملک کا غیر مسلم وکیل بھی، لہٰذا علماء کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی۔

عین اس وقت عثمانیوں نے علماء کی سرپرستی کے بغیر ایک لادین اور غیر اسلامی نظام تعلیم قائم کیا جو نئے انتظامی عملے کی ترتیب کرتا تھا۔ وقف کی آمدنی کے نہ ہونے کے سبب علماء کا تعلیمی نظام تباہ ہوگیا۔ نتیجتاً نہ صرف علماء کا رسوخ زوال پذیر ہوا بلکہ خود علماء بھی روبہ زوال ہوگئے۔ اٹھارویں صدی کے علماء اتنے ہی لائق تھے جتنا کہ باقی دنیا کے۔ جلد ہی علماء ناپید ہوگئے، جو موجود تھے وہ گاؤں کی مسجدوں کے امام تھے جو کہ اس قابل نہیں تھے کہ اعلیٰ پیمانے کے سیاسی معاملات میں کوئی بھرپور کردار ادا کرتے باقی ماندہ علماء نئی سول سروس کے رکن بن گئے۔

تنظیمات ناکام ہوگئیں، یہ ایک اسلامی ردعمل کا نتیجہ تھا جس کی قیادت سلطان عبدالحمید کررہا تھا لیکن اس کی حکومت زیادہ دیر تک اللہ واحد کی حکمرانی پر قائم نہ رہی۔ سلطان عبدالحمید نے علماء پر اعتبار نہ کیا۔ درحقیقت اسلام بھی محض ایک سیاسی نعرہ کے آغاز سے ہوا۔ ۱۷۹۸ء میں فرانسیسی جنرل نپولین نے مصر فتح کیا۔ علماء نے پنولین کے خلاف حزب اختلاف کی قیادت کی اور فرانس ۱۸۰۱ء میں واپس چلا گیا، ایک عثمانی گورنر وارد ہوا اس نے مصر کو لوٹا اور علماء نے اسے نکال باہر کیا۔

تب علماء نے محمد علی کو دعوت دی۔ جوں ہی وہ مناسب حد تک طاقتور ہوا اس نے علماء پر ضرب لگائی ان کے قائد کو ملک بدر کردیا، وقف کر ضبط کرلیا اور علماء کو اپنی تنخواہ کے حوالے سے اپنا محتاج بنالیا۔ تب محمد علی نے مغربی انداز و اطوار اپنانے کا ایک پروگرام شروع کیا۔ معاشرے میں علماء کا مقام نئی نوکرشاہی، تاجر طبقے اور مغربی دانشوری کے حامل افراد نے سنبھال لیا۔ محمد علی نے تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں مرتکز کرلئے۔ صوفی سلسلے اور انتظامیہ سب کچھ حکومتی تصرف میں چلے گئے اس نے تمام تجارت اور زرعی زمین اپنے قبضے میں لے لی، علماء سے اختیارات اور دولت دونوں چھین لی گئیں، وہ زندہ رہے لیکن افلاس کا شکار رہے۔ مسجد الازہر کے پاس اتنی دولت تھی کہ اٹھارویں صدی میں وہ پوری دنیا میں ایک نمایاں یونیورسٹی کی حیثیت حاصل کرگئی تھی لیکن ایک صدی بعد وہ بالکل تباہ ہوگئی۔ زرخیز اسلامی کلچر جسے علماء بحال رکھے ہوئے تھے ضائع ہوگیا کیوں کہ حکومت نے تمام دولت چرالی۔ بلاشبہ شریعت کے ساتھ توہین آمیز سلوک کیا گیا۔

تیونس میں ۱۸۷۳ء میں خیر الدین وزیر اعظم بنا اور بالکل تنظیمات کی ہی شکل کی اصلاحات کا سلسلہ شروع کیا۔ اس نے اوقاف قبضہ میں لینے کا سلسلہ شروع کیا اور ایک سول سروس شروع کی تاہم علماء نے اس کی مخالفت کی وہ ناکام ہوا اور ۱۸۷۸ء میں اقتدار سے ہاتھ دھو بیٹھا لیکن اس

کی اصلاحات نے مغربی اثر ونفوذ کی حوصلہ افزائی کی اور فرانس نے ۱۸۸۱ء میں ملک پر قبضہ کرلیا۔ فرانس نے علماء کے اداروں سے رواداری برتی اور علماء زندہ رہے، ان کی اقتدار سے حقیقی برطرفی اس وقت عمل میں آئی جب فرانس چلا گیا، مغرب نواز لادین حکمرانوں نے حکومت پر قبضہ کرلیا۔

ان تمام ممالک میں قدیم اسلام زندہ رہا لیکن اس نے زیادہ دیر تک ملک اور معاشرے پر حکمرانی نہیں کی۔ روایتی مسلمان، علماء، اولیاء صوفی سلسلے اور شریعت معاشرے میں ایک جزیرے کے طور پر زندہ رہے حاکمیت کے ان نظاموں کے ہاتھوں جنھوں نے اللہ واحد کی حاکمیت کی جگہ لی تھی۔ بعض اوقات ان کے ساتھ رواداری برتی جاتی اور بعض اوقات ظلم کیا جاتا۔

اسی سے ملتی جلتی چند کہانیاں پوری مسلم دنیا کے بارے میں سنائی جاسکتی ہیں۔ جیسے ہی غیر ملکیوں یا اپنے حکمرانوں نے علماء اور شریعت کے پورے نظام کو منہدم کیا اللہ واحد کی حاکمیت اختتام پذیر ہوگئی۔ ہر جگہ اللہ واحد کی حکومت ختم ہوگئی اور ہر مقام پر اس کی جگہ ایسی تنظیم نے لے لی جسے یا تو مغرب سے درآمد کیا گیا یا پھر مغرب کی نقل اتاری گئی۔ یہ نئی سیاسی تنظیم مغرب کا سیاسی نظام تھا جسے جدید ریاست کے طور پر جانا جاتا ہے۔

یہ جدید ریاست مسلمانوں کے سیاسی نظام یعنی اللہ واحد کی حاکمیت والے نظام سے بالکل مختلف تھی۔ اس مسلم دنیا کے سیاسی، معاشی اور سماجی مسائل تب سے ہی نئی ریاست کی درآمد کا نتیجہ ہیں۔ اگر بہ نظر غائر اس کا جائزہ لیں کہ جدید ریاست کیا ہے تو ہم بہت وضاحت کے ساتھ مسلمانوں کے سیاسی انتظام اللہ واحد کی حکمرانی کی نوعیت سمجھ سکتے ہیں اور ہم ان مسائل کی تہہ تک پہنچ جائیں گے جو کہ مسلم دنیا کو آج کل درپیش ہیں۔

جدید ریاست سولھوی صدی میں یورپ میں نمودار ہوتی نظر آتی ہے جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نئی اور مختلف شکلوں صورتوں میں ارتقاء پزیر ہوتی ہے۔ لیکن اس کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ اپنی سرحدوں کے اندر سب سے برتر ہے۔ جدید ریاست خود کو سب سے برتر سمجھتی ہے، ہر فرد اور ہر اس چیز سے برتر جو اس کے دائرہ کار کے اندر ہیں۔ اسے یوں بیان کیا جاتا ہے کہ اپنی حدود کے اندر سب سے برتر ایک مقتدر سیاسی ڈھانچہ! وفاداری صرف اسی ایک کے لئے ہے، تنہا وہی طاقت کا درست استعمال کرسکتی ہے۔

ریاست کے علاوہ ہر فرد اور ہر ادارے کو اسی جدید ریاست کے ذریعے کنٹرول کیا جاسکتا ہے۔ ریاست اگر مناسب سمجھے تو وہ کوئی بھی قانون بناسکتی ہے اور صرف وہی صحیح قانون بناسکتی ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ تمام باشندے ریاست کے شہری ہیں اور ریاست کی نظروں میں برابر ہیں۔ اگر کوئی شخص شہریت کا حامل نہیں تو وہ بدیسی ہے۔

لہٰذا اس پر واجب ہے کہ وہ اس کی حدود سے باہر رہے۔ ریاست انتظامی عملداروں پر مشتمل ایک لمبا چوڑا حکومتی عملہ ہے۔ فوج شہریت کے حامل افراد پر مشتمل ہوتی ہے جنہیں ریاست اپنے دفاع کے لئے طلب کرتی ہے کہ اس پر اپنی زندگیاں نثار کرے، سب سے بڑھ کر یہ کہ جدید ریاست فرد واحد کے لئے ہے یعنی محدود افراد کے لئے) فرانسیسی ریاست فرانسیسی افراد کے لئے ہے اور برطانوی ریاست، برطانوی افراد کے لئے۔ پس ایک ریاست کو لازماً ایک ہی قوم کی ریاست ہونا چاہئے یا پھر اپنے شہریوں کی ایک قوم تشکیل دینی چاہئے۔ لہٰذا وہ تمام افراد جو اٹلی میں رہتے ہیں اٹلی کی شہریت رکھتے ہیں ان سے توقع کی جاتی ہے کہ ان کی پہلی اور واحد ترجیح اٹلی کو ہونا چاہئے۔ ریاست کو مکمل حق حاصل ہے کہ وہ اپنے شہریوں کو تعلیم سے آراستہ

کرے اور انہیں وفادار بنائے۔ یہاں اس بات پر کوئی پابندی نہیں کہ ریاست تعلیم، کلچر، مذہب یا زندگی کے کسی دوسرے پہلو میں مداخلت کرے۔ ریاست شہریوں کی دولت اور ان کے کام سے بھی برتر ہے۔ ریاست کسی بھی معاشی سرگرمی کو اپنے کنٹرول میں لے سکتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ریاست ساری صنعت اور تمام معیشت پر قبضہ کرسکتی ہے، ایک سوشلسٹ یا کمیونسٹ ریاست بن سکتی ہے، ریاست اپنے مساوی اگر کسی کو سمجھتی ہے تو وہ دوسری ریاست ہے۔ مساوات کی بنیاد حق اور قانون پر نہیں بلکہ طاقت اور قوت پر ہے۔ ریاستوں کے درمیان تعلقات کا انحصار طاقت کے توازن پر ہے۔

جدید ریاست کی فرمانبرداری کی جاتی ہے، اس سے محبت بھی کی جاتی ہے، بہت سارے مقامات ومواقع پر اس کی پوجا کی جاتی ہے، اس کا موازنہ خدا کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ ریاستی کارکردگی کو اس طرح دکھایا جاتا ہے کہ گویا تمام مسائل کا حل ہے۔ اگر ریاست میں کوئی بھی مسئلہ سر اٹھاتا ہے تو ریاست لازماً قانون سازی کرتی ہے یا پھر ریاستی انتظامیہ لازماً کچھ نہ کچھ کرتی ہے۔ ایسا کرنا صرف ریاست کی ذمہ داری ہی نہیں بلکہ یہ اس کا حق بھی ہے۔ زندگی کی تمام تر سرگرمیوں کے بارے میں دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ ریاست کا جائز دائرہ عمل ہیں، اقتدار اعلیٰ حقیقی طور پر تنہا ریاست کے پاس ہے۔

یوں اللہ واحد کی حاکمیت کو ریاست واحد کی حاکمیت سے بدل دیا گیا۔ آج کل ہم ریاست اور اس کے دعوؤں کے اس قدر عادی ہوگئے ہیں کہ انہیں اپنے اوپر احسان سمجھتے ہیں لیکن ہمیں ان بلند بانگ دعوؤں کو محسوس کرنا چاہئے جو ریاست کرتی ہے۔

ہمیں یہ بھی احساس کرنا چاہئے کہ ریاست کے یہ دعوے اسلام سے بالکل مختلف ہیں۔ آج کل بہت سے مسلمان ریاست اور اس کے دعوؤں کو تسلیم کرتے ہیں۔ جدید ریاست کا اسلام میں کوئی وجود نہیں، جدید ریاست اللہ واحد کی حکمرانی سے بالکل مختلف ہے۔

قدیم اسلام میں بلاشبہ ایک حکمراں ہے جو کہ سلطان کہلاتا ہے لیکن وہ مقتدر اعلیٰ نہیں ہے جیسا کہ پچھلے ابواب میں وضاحت کی گئی ہے کہ اختیارات نیچے تک تقسیم کردیئے گئے ہیں اور انہیں اس انداز میں پھیلایا گیا ہے کہ فرد واحد حکومت نہیں کرسکتا۔ حکمراں کو بہر صورت شریعت کا پابند ہونا ہوتا ہے جبکہ شریعت کی تشریح علماء کرتے ہیں جس سے حکمراں پر پابندیاں لگ جاتی ہیں لیکن کوئی بھی شخص شریعت نہیں بنا سکتا۔

قدیم اسلام میں شریعت میں تبدیلی ناممکن ہے کیوں کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہے لہٰذا اللہ واحد کی حاکمیت میں کسی فرد کو قانون سازی کا اختیار نہیں۔ حق بات تو یہ ہے کہ کوئی ایک قانون بھی ایسا نہیں جو کہ ممکنہ ریاستی قانون ہو۔ شریعت میں فقہ کے چار دبستان ہیں جو مسلمانوں کی اپنی پسند کا مجموعۂ قوانین ہیں۔ یہودیوں، عیسائیوں اور ہندوؤں سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ اپنے قانونی نظام کے تابع رہیں نہ کہ کسی متفقہ ریاستی نظام کی۔

شہریت رکھنے کی موجودہ عالمگیر روایت کا قدیم اسلام سے کوئی بھی تعلق نہیں، موجودہ ریاست تمام شہریوں سے مساوات کا تقاضا کرتی ہے۔ قدیم اسلام میں ہر مذہبی گروہ کو الگ بطور ایک ملت منظم کیا جاتا ہے اور یہاں مشترکہ شہریت کا کوئی تصور نہیں کوئی بھی شخص کہیں بھی رہ سکتا ہے۔ سلطان ایک چھوٹے سے خطے پر حکمرانی کرسکتا ہے۔ لیکن ایک مسلمان دارالاسلام میں کہیں بھی جاسکتا ہے اسے یکساں طور پر خوش آمدید کہا جاتا ہے اور اسے ہر جگہ گھر ایسا ماحول میسر ہوتا ہے۔ ابن عربی جیسا فرد اپنی زندگی میں پوری مسلم دنیا میں مسافرت کرتا ہے اور اس سے کبھی بھی

پاسپورٹ دکھانے کا مطالبہ نہیں کیا جاتا۔ اسلام میں کوئی پاسپورٹ نہیں، اسلام میں کوئی شہری نہیں، کوئی سرحد نہیں اور کوئی جدید ریاست نہیں، سیاسی اقتدار کسی طبقہ کے پاس نہیں، آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ مسلمان ریاست کو کنٹرول کرتے ہیں۔ سلطان مسلم تاریخ میں مسلم معاشرے سے باہر ہوتا تھا، اس کی فوج عموماً اس کے اپنے زیر تصرف ہوتی تھی۔ سلطان کو علماء آگاہ کر سکتے ہیں کہ اس کا رویہ کیسا ہونا چاہئے۔ سلطان کو مذہبی گرہوں پر کوئی کنٹرول حاصل نہیں ہوتا مثال کے طور پر اس سلطان کے زیر تسلط رہنے والے ہندو کو اس بات کا کوئی خطرہ نہیں ہوتا کہ مسلم گروہ انہیں نگل جائے گا۔ مسلم معاشرہ سلطان کو کنٹرول نہیں کرتا۔

بادشاہ کو ہر حوالے سے تھوڑے بہت اختیارات حاصل ہوتے تھے، علماء تعلیم اور عدلیہ کے شعبوں کو کنٹرول کرتے تھے، سماجی تحفظ اور بہبود کے شعبوں کو علماء اور صوفی سلسلے سلطان کی ضرورت محسوس کئے بغیر منظم کرتے تھے، معاشی اور سماجی ڈھانچہ مکمل طور پر سلطان کی دسترس سے باہر تھا کیوں کہ شریعت، تعلیم، زراعت اور خاندان وغیرہ کے معاملات کی نگرانی کرتی تھی، معیشت آزادی صورت میں تھی اور تاجرانہ معیشت پوری دنیا پر پھیلی ہوئی تھی۔ کوئی بھی سلطان اسے منظم کرتا اور نہ ہی اس کی سمت کا تعین کرتا تھا۔

کم از کم قدیم اسلام میں سلطان کے پاس کوئی نظریاتی اختیار نہیں تھا۔ قدیم اسلام میں سلطان صرف ایک حکمراں ہوتا تھا اور اس کے پاس کوئی مذہبی یا نظریاتی اختیار نہیں تھا۔ سلطان نہ ہی کسی سول سروس کا سربراہ ہوتا تھا اور نہ ہی منتظم۔ بلا شبہ فوج اور محلات کو منظم انداز میں چلانے کے لئے سلطان کے پاس وزیر کلرک اور دوسرا ضروری عملہ ہوتا تھا لیکن یہ لوگ سلطان کے ذاتی ملازم ہوتے تھے۔ مغرب میں ایک ریاست کا انتظامی عملہ اپنے بل بوتے پر موجود ہوتا ہے اور اس کی تقرری بھی وزیر اعظم یا صدر نہیں کرتے۔ موجودہ انتظامی ڈھانچے کے حوالے سے ریاست کی ایک حقیقی خود مختار زندگی ہے اسلام میں اس طرح کا کوئی تصور موجود نہیں۔

سلطان کی طاقت کے حوالے سے بھی کوئی اجارہ داری نہیں تھی۔ اس کے علاقے میں اور بھی منظم مسلح قوتیں ہو سکتی تھیں اگر چہ یہ مسلح قبائلی ہی کیوں نہ ہوں۔ اس کے شہروں میں اسلحہ بہت سارے ہاتھوں میں ہوتا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ سلطان کی مسلح قوتیں سب سے زیادہ طاقتور ہوں۔

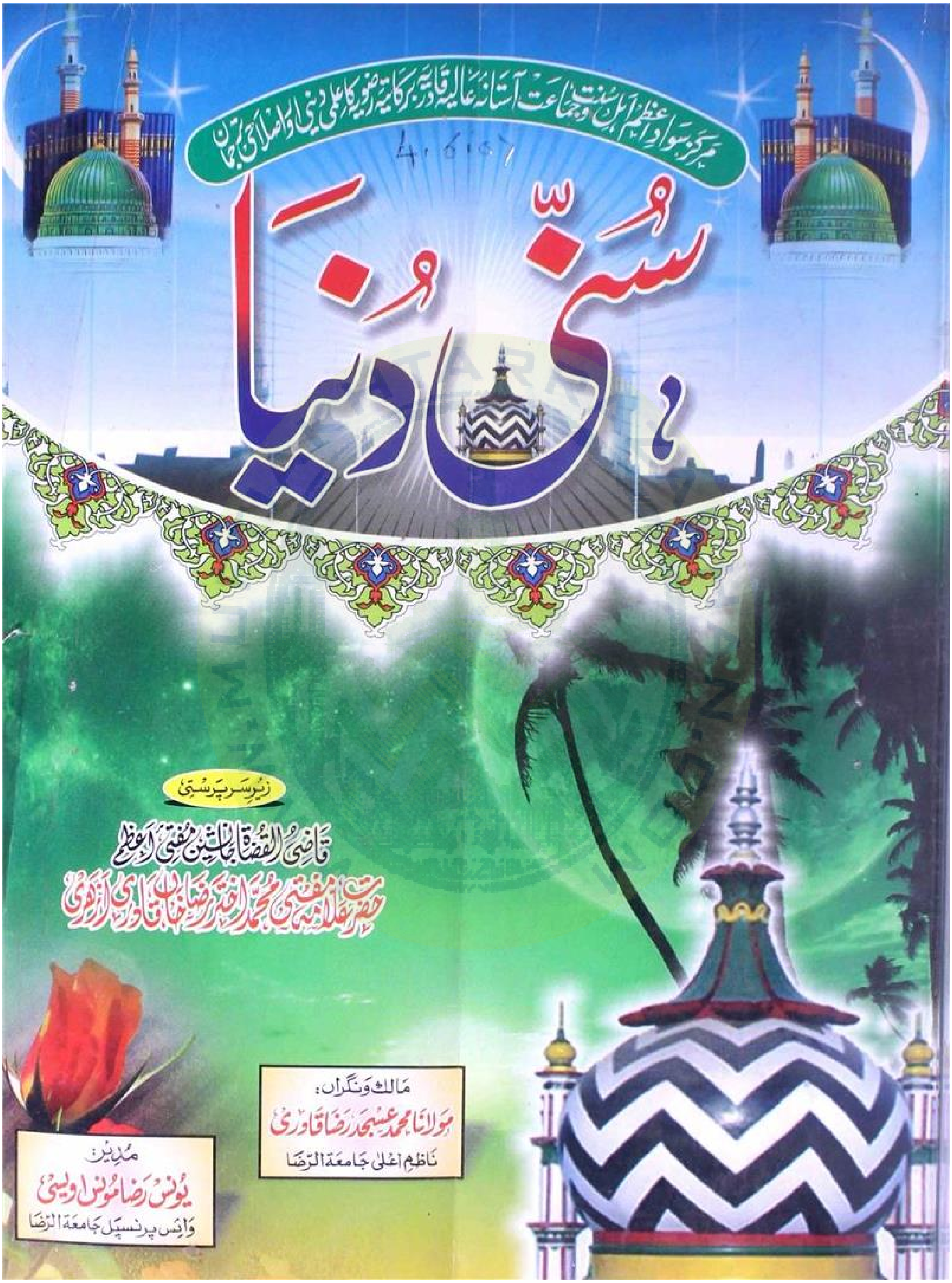
مسلم تاریخ میں اکثر اوقات ہم ایسے سلطان بھی پاتے ہیں جو ٹیکس وصول نہیں کر سکتے تھے کیوں کہ انہیں آبادی سے ٹیکس وصولی کے لئے ایک خاص فوج کھڑی کرنی پڑتی تھی۔ پورے کا پورا جمع شدہ ٹیکس اس فوج کی تنخواہوں پر اٹھ جاتا تھا جو اسے جمع کرتی لہٰذا ٹیکس جمع کرنے کی کوئی وجہ ہی نہیں تھی۔ پرانے اسلام میں ریاست کا سرے سے تصور ہی نہیں اگر آپ سیاسی تصور پر لکھنے والے ماوردی، غزالی اور ابن تیمہ جیسے مصنفین کا مطالعہ کریں آپ دیکھیں گے کہ وہ اس ریاست کو زیر بحث ہی نہیں لاتے، وہ حکمراں خلیفہ یا سلطان کے بارے میں بات کرتے ہیں۔

پہلا مسلم مفکر جس نے ریاست پر اس حیثیت سے بحث کی، افغانی ہے، انیسویں صدی کا مسلم جدت پسند جو کہ تنظیمات کا بہت بڑا حامی تھا۔ پرانے مسلم مفکرین کے بالکل چند ہی کام تھے۔ وہ بنیادی طور پر یہ تھے۔ مسلمانوں کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے مسلح افواج کا انتظام، جنگ کی صورت میں قیادت کرنا اور معاشرے میں امن کو یقینی بنانا لیکن وہ یہ اس لئے کرتا تا کہ معاشرہ خود قائم رہے۔ وہ معاشرے میں سب سے برتر نہیں ہوتا تھا۔ مسلمانوں کے راہنما علماء اور اولیاء ہیں نہ کہ سلطان۔

(.............................. جاری ہے)

☆☆☆

The Monthly
SUNNI DUNIA BAREILLY
Regd. No. 17(82) Vol-1 Annual Subscription
Rs.(100) Per Copy (10) Regd. PO. No. BR/211/2007



مرکز سوادِ اعظم اہلِ سنت وجماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی واصلاحی ترجمان
سنی دنیا
زیرِ سرپرستی
قاضی القضاۃ جانشین مفتی اعظم
حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری
مالک ونگراں:
مولانا محمد عسجد رضا قادری
ناظمِ اعلیٰ جامعۃ الرضا
مدیر
یونس رضا مونس اویسی
وائس پرنسپل جامعۃ الرضا

سنی دنیا سنی دنیا سنی دنیا سنی دنیا سنی دنیا سنی دنیا سنی دنیا سنی دنیا

مرکز سواد اعظم اہل سنت و جماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ

علمی دینی اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ سنی دنیا

جلد: ۲۷

شمارہ: ٦

جون ۲۰۰۷ء

زیر سرپرستی: جانشین مفتی اعظم قاضی القضاۃ فی الہند حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری

مالک و نگراں: مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

مدیر: یونس رضا مونس اویسی

☆فی شمارہ: ۱۰ روپے☆ زر سالانہ: ۱۰۰ روپے☆ بیرونی ممالک: ۳۰۰ روپے☆ لائف ممبری: ۲۰۰۰ روپے☆

رابطہ کا پتہ

دفتر سنی دنیا ۸۲ رسوداگران بریلی شریف (یوپی) فون 0581-2458543 فیکس: 0581-2472166

W.site: markazeahlesunnat.com
W.site: hazrat.org

چیک یا ڈرافٹ بنام "اختر رضا خاں" یا "امام احمد رضا ٹرسٹ" بنائیں۔ مرکزی دارالافتاء کے لئے جوابی لفافہ ضرور روانہ فرمائیں۔

☆ کمپوزنگ: عتیق احمد حشمتی (شُجاع مَلِك) 9719918868☆

سنی دنیا سنی دنیا

اَللّٰہُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا

اللہ اکبر

نَحْنُ عِبَادُ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا

بیادگار

امام المتکلمین مفتی نقی علی خاں بریلوی
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی
حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی
مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خاں نوری
مفسر اعظم ہند مولانا ابراہیم رضا خاں جیلانی

مجلس مشاورت

علامہ تحسین رضا خاں صاحب قبلہ
مولانا حبیب رضا خاں صاحب نوری
مولانا مفتی قاضی عبد الرحیم بستوی
مولانا شوکت حسین رضوی کراچوی
مولانا منان رضا خاں منانی
حاجی قربان علی حامدی بیسل پوری
مولانا مظفر حسین رضوی کٹیہاری

مجلس ادارات

حضرت ڈاکٹر سید امین میاں مارہروی
علامہ سبطین رضا خاں قادری بریلوی
معمار ملت مولانا شبیہ القادری سیوانی
مفتی سید شاہد علی رضوی رام پوری
مفتی محمد مطیع الرحمٰن مضطر رضوی
علامہ یٰسین اختر مصباحی رضوی دہلی
مولانا عبد المبین نعمانی قادری چریا کوٹ
ہمدرد ملت الحاج محمد سعید نوری بمبئی

اشاریات

حجۃ الاسلام

بحیثیت قائد اعظم، مفکر اعظم

اداریہ .... محمد یونس رضا مونس اویسی

آج عالم اسلام کا شیرازہ بری طرح سے منتشر اور بکھرا ہوا ہے۔ ان کے اتحادی قوت اوراق کی زینت بنے ہوئے ہیں جس میں ان کی بہادری کے قصے بیان تو ضرور کیے ہوئے مگر اس کو دیمک اپنی خوراک بنانے پر مجبور ہیں یا پھر کچھ قلوب و اذہان میں مشتمل کہانیوں کے محفوظ اور قلوب و اذھان کے اندھیرے ڈبے میں بند ہیں۔

آج مسلمان رنگین ماحول، رنگین معاشرہ، عیسائی یہودی رنگ کے خوشنما چہرے پر بری طرح فدا ہے کہ نہ اسے ماضی یاد اور نہ اپنے مستقبل کا خیال یعنی عیسائیت کے جال میں بری طرح قید اور عیسائی اپنی چال میں کامیاب وکامران۔

مسلمانو! معاشرے کو رنگین بنایا گیا، مسلمانوں کے لئے جال بچھایا گیا، ظاہری ترقی کا تخیل ذہن میں بسایا گیا۔ وقت ضرورت ہمارے لئے ہر عیش و آرام کا سامان مہیا کرایا گیا۔ دھیرے دھیرے ہمیں آرام کا دلدادہ بنایا گیا۔ ہمیں اسلام و سنت سے بے خبر کیا گیا کیوں۔ کس کئے۔ تاکہ اسلام اور مسلمان دونوں کی اصلی روح بگاڑ دیں اور انہیں اپنے رحم و کرم پر پالیں اور غلامیت کا طوق ان کی گردن پر ڈال دیں اور عشق مصطفٰی کا چراغ عیسائیت کے دبیز پردے ہیں ڈھک دیں کہ اس کی روشنی اس اندھیرے میں رفتہ رفتہ ہمیشہ ہاں ہمیشہ کے لئے بجھا دیں۔

مسلمانو! تمہیں کب ہوش آئے گا۔ کب اپنی عزت و آبرو پاس لاؤ گے۔ کب دنیا کو مسلمانی عادت اپنانے پر مجبور کرو گے۔ کب انہیں اسلام کی حقانیت کے سکے ان کے دلوں پر بٹھاؤ گے۔ تم وہ قوم ہو کہ اپنا اثر دوسروں پر ڈالو نہ کہ کسی کا اثر قبول کرو۔ تم دوسروں کو متاثر کرو نہ کہ خود غیروں سے متاثر ہو جاؤ تم بہت ارفع بہت بالا ہو۔ مگر کب یہ احساس کروٹیں بدلے گا۔ اپنے مردہ احساس کو جگاؤ۔ تمہارے پاس سب کچھ ہے۔

دنیا کی ماسٹر چابھی صرف تمہارے پاس ہے۔ تمہارے ہی پاس سارا اثاثہ کامرانی ہے۔ تم ہی دنیا کے قائد اعظم ہو۔ تم ہی مفکر ہو، تم ہی مدبر ہو۔ تمہاری ہی قائدانہ قوتوں، مفکرانہ و مدبرانہ چالوں کی بھیک اغیار نے لی ہے اور تمہیں سے لیکر تمہیں غلام بنایا ہے۔ کچھ ہوش ہے۔ کچھ فکر ہے۔ یا بس گوشت روٹی، دال، چاول، مٹن، چکن توڑنے سے مطلب رہ گیا ہے۔ ارے آپ اپنی قوت فکر کو کامیابی و کامرانی کے رازوں تک، مسلمانوں کے کھوئے وقار کی واپسی تک تگ و دو کر کے نہیں تلاش سکتے تو اس کی چنداں ضرورت نہیں لیکن اپنے اکابرین، دانشوران کی قوت فکر، ان کی قائدانہ و مدبرانہ صلاحیتوں نے جو نقوش چھوڑے ہیں اس پر چلو، تمہیں سب سے بلند و بالا رہو گے۔

الحمد للہ اسلام نے بہت سے قائد اعظم، رہبر اعظم، مدبر اعظم، مفکر اعظم، صناع اعظم، مجاہد اعظم، پیدا کیئے ہیں جن سے بھیک لیکر اغیار دنیا کی تمامتر ترقی کے راہوں کو اپنی

طرف منسوب کرتے ہیں اور اس پر قابض ہیں۔ تمہیں بھیک مانگنے کی ضرورت نہیں وہ تمہارا حصہ ہے وہ تمہارا اثاثہ ہے تم بیدار تو ہو جاؤ۔ اور اسے اپنانے کی کوشش تو کرو۔ زیادہ دور نہیں ماضی قریب کے مفکر و مدبر، اعلیٰ حضرت کے دست راست، اعلیٰ حضرت کے ہر تحریک کے سب بڑے معاون اور ساتھی، ان کے جانشین اور شہزادۂ اکبر حضرت علامہ حامد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جنہیں دنیا، ''حجۃ الاسلام'' شیخ الانام کے القاب سے یاد کرتی ہے۔

ان کے ایک صدارتی خطبہ کو ملاحظہ کیجئے اور غور فرمایئے کہ ہمارے اندر کتنے عظیم و اعظم مفکرین ہیں کہ ان کی فکروں پر اگر آج ہم عمل پیرا ہو جائیں تو نہ ہم میں کوئی غریب ہوگا نہ لاچار۔ نہ ہمارا ہاتھ اغیار کے سامنے اٹھے گا نہ ان کے دامن پکڑنے کی ضرورت ہوگی۔ بلکہ میں سبقت کرتے ہوئے اتنا اور لکھ جاتا ہوں کہ واقعی اگر ان اکابرین کے فارمولے پر مسلمان عمل پیرا ہو جائیں تو آج شہنشاہ فاروقی قائم ہو سکتی ہے اور عدالت فاروقی بھی۔

حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے آل انڈیا سنی کانفرنس منعقدہ ۲۰ر تا ۲۳ر شعبان ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۶ر تا ۱۹ر مارچ ۱۹۲۵ء بمقام مرادآباد یوپی کی صدارت فرمائی تھی اور وہاں آپ نے اپنے صدارتی خطبہ میں مسلمانوں کی بلندی کے راز کا افشاں اور آئندہ کے خطرات سے جس طرح آگاہ فرمایا کہ آج کے تناظر میں دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ حجۃ الاسلام کی نگاہیں انہیں کس طرح دیکھ رہی تھیں۔

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی صاحب اس خطبہ کے مطالعہ کے بعد اس کا تاثر کچھ اس طرح رقم کرتے ہیں۔

''آج سے ۶۳ر سال قبل اس مفکر (حجۃ الاسلام) نے فرقہ وارانہ ذہنیتوں اور بھانت بھانت کے سنگھٹنوں سے ہمیں آگاہ کر دیا تھا اور آج ہم انہیں سنگھٹنوں، سیناؤں اور پریشدوں کے شکار ہیں''۔

بلکہ آپ لکھتے ہیں:

''دور فرنگ میں پیش کردہ یہ خطبہ نہ صرف مسلمانان ہند کے اس زمانہ کے انتشار و اضطراب ان کے آلام و مصائب کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ ان کے حل کا بہترین نسخہ ہے بلکہ آج کے بھارت کے مسلمانوں کی تمام مشکلوں، آفتوں اور پریشانیوں کا بھی کافی وشافی علاج ہے، شرط یہ ہے کہ مسلمان اپنے مرض کو پہچان کر دوا کے کڑوے گھونٹ کو نگل سکیں تو یہ ان کے لئے صحت بخشی اور شیرنی حیات کی ضمانت ہے''۔

حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے اس خطبۂ صدارت میں ایسے ایسے نکات اور اصول وضع فرمائے ہیں کہ واقعی وہ مسلمان کی کامیابی ضامن ہے۔

عزیزی صاحب لکھتے ہیں:

''اگر ہم اس خطبہ کے گرانقدر نکات اور بیش بہا اصولوں پر عمل پیرا ہو جائیں تو بلاشبہ فضل ربی سے منزل وقار و کامرانی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں''۔

حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ ایک زبردست عالم، مصلح، مفکر اور مدبر تھے اپنی پوری زندگی اسلام اور مسلمانوں کی فلاح و بہبودی کے فکر میں گذار دی۔ آپ ان کے خطبہ کا ابتدائیہ ملاحظہ فرمائیں اس سے ان کے درد، احساس، اضطراب کا اندازہ لگا سکیں گے۔

فرماتے ہیں:

''اگرچہ اسلام کی نشو و نما ہی مخالفتوں میں ہوئی اور ہر زمانہ میں مخالفین کی زبردست طاقتیں اس کے در پے استیصال رہیں۔ لیکن عہد حاضر کے مصائب اور دور موجودہ کے فتنے بہت زیادہ مہیب اور بھیانک نظر آ رہے ہیں، ایک طرف تو مختلف قسم کے دشمنوں کا اسلام اور مسلمانوں کو مٹا ڈالنے کے لئے ٹوٹ پڑنا اور اس خیال میں مجنونانہ کوششیں کرنا اور شب و روز مصروف ایذا و آزار رہنا اور

مسلمانوں کی تباہی و بربادی کو اپنی زندگی کا بہترین مقصد قرار دینا، دوسری طرف مسلمانوں کی ہر طرح کی کمزوری اپنے مال سے غفلت اپنی حفاظت سے بے پرواہی مذہب سے ناواقفیت باہمی مناقشات تھوڑی سی طمع پر دشمنان اسلام کی تائید اور غداری پر آمادہ ہوجانا۔ اپنے اوپر اعتماد نہ کرنا، دشمنوں کو دوست سمجھنا اور اپنے آپ کو ان کے ہاتھ میں دے دینا۔ دوست نما دشمنوں اور مسلم نما بدخواہوں کو نہ پہچاننا امراء کا غرباء سے نفرت کرنا، اپنے اسلامی بھائیوں کو ان کی غریبی یا ناداری کی وجہ سے بہ نظر حقارت دیکھنا پیہم پیش آنے والے حوادث سے عبرت پذیر نہ ہونا۔ بار بار اہل غرض کے فریب میں آجانا اور کمال بدعقلی سے پھر بھی ہوشیار نہ ہونا اور ان کے دام تزویر کے شکار ہوتے رہنا۔ یہ وہ حالات ہیں جن پر نظر کر کے کہا جاسکتا ہے کہ پچھلے ادوار میں مسلمانوں کو جن مصائب سے سامنا پڑتا رہا ہے وہ ان عبرت انگیز حالات کے مقابل ہیچ ہیں بہت سے ملت فروش مسلمانوں کے نمائشی ہمدرد بن کر ان کی رہنمائی کے دعاوی کے ساتھ دشمنان اسلام سے دولت حاصل کرنے کے لالچ میں مسلمانوں کی بدخواہی اور اغیار کی خدمت گذاری کر رہے ہیں۔ مسلمان ان کے اسلامی اور دعوی اسلام سے دھوکے کھاتے اور غلطی کا شکار ہوجاتے ہیں۔

سبز رنگ بخطِ سبز مراد کردا سیر
دام ہمرنگ زمین بود گرفتار شدم

اس کے ابتدائیہ ہی سے اندرون مضامین کا اندازہ ہوتا ہے کہ واقعی حضرت حجۃ الاسلام ایک انوکھا نسخہ مسلمانوں کے ہاتھ دے رہے ہیں ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے اکابرین کے اسوۂ حسنہ پر چلیں اور ان کے قول وعمل کے مطابق ان کے تعلیمات کے مطابق اپنے کو ڈھالیں۔ اگر ہر مرد وعورت اپنے آپ کو اس نہج پر چلنے کی کوشش کرنے لگے تو انشاء اللہ کچھ ہی دنوں میں ہماری پستی بلندیوں میں تبدیل نظر آئے گی۔

اس مفکر اسلام حجۃ الاسلام نے اپنے غالی اور قیم خطبہ میں مسلمانوں کے اصلاح ظاہر و باطن کے جو طرق تحریر فرمائے ہیں، انہوں نے خطبہ کو چار مقاصد میں تقسیم فرمایا ہے اور مقاصد کے اندر دنیاوی جاہ و حشم کے حصول کے اصول وضابطے، فکر وفاقہ میں صبر اور اس سے خود کی حفاظت، آپس میں اتفاق اور اتحاد و وداد کی قوت، ما بین المسلمین رواج محبت اور باہم حسن معاشرت، دنیا کی اونچی طاقت ہاں سب سے اونچی طاقت یعنی عشق رسول میں فنا ہوکر دنیا کو مٹھی میں رکھنے کی قوت کیسے حاصل ہوتی ہے اس کا بطور متن مگر قدر تفصیل سے بیان ہے:

حجۃ الاسلام صرف ایک جہت نہیں بلکہ ہر جہت سے مفکر وقائد تھے، ان کی سوچ وفکر اللہ اور اس کے رسول کے راستے پر چلنے کی طرف معین ہوتی اس سوچ وفکر کے ذریعہ انہوں نے اپنے آپ کو دنیا کی سب سے پاورفل طاقت پر رکھا اور اپنی سوچ کا محور بھی اسی طرف مبذول کیا اس لئے ان کے زبان وقلم، قول وفعل، سکنات وحرکات، کی اداؤں سے نکل کر قوم کے سامنے آیا اس نے اپنے آپ میں ایک وجود بنایا اور کامل وجود بنایا جس کی چمک جس کی روشنی جس کے انوار آج بھی لاکھوں بلکہ تمام مسلمین ومسلمات پر نمایاں ہیں۔ اور اس روشنی میں جس نے بھی چلنے کی کوشش وہ بھی کامل قوت وفکر والے ہوئے وہ بھی قائد ومفکر بن کر ابھرے انہیں بھی دنیائے اسلام نے رہنما تسلیم کیا۔

لہٰذا آج جس دور سے ہم گزر رہے ہیں اس کے مدنظر حجۃ الاسلام کی مفکرانہ وضع کردہ اصول پر عمل کرنا از حد ضروری ہے، ورنہ ہمیں ظالم اور نیچے بالکل نیچے لا دفنائیں گے۔

بحوالہ

[حجۃ الاسلام، خطبہ حجۃ الاسلام، فتاویٰ حامدیہ، تذکرۂ جمیل، الصارم الربانی، الاجازات المتینہ، فتاویٰ رضویہ]

تجلیاتِ نعت

حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی

اٹھادو پردہ دکھادو چہرہ کہ نوری باری حجاب میں ہے
زمانہ تاریک ہو رہا ہے کہ مہر کب سے نقاب میں ہے

جلی جلی بو سے اس کی پیدا ہے سوزشِ عشق چشم والا
کباب آہو میں بھی نہ پایا مزہ دل کے کباب میں ہے

انہیں کی بو مایۂ سمن ہے انہیں کا جلوہ چمن چمن ہے
انہیں سے گلشن مہک رہے ہیں انہیں کی رنگت گلاب میں ہے

سیاہ لباسان دار دنیا و سبز پوشان عرش اعلیٰ
ہر اک ہے ان کے کرم کا پیاسا فیض ان کی جناب میں ہے

وہ گل ہیں لب ہائے نازک ان کے ہزاروں جھڑتے ہیں پھول جن سے
گلاب گلشن میں دیکھے بلبل یہ دیکھ گلشن گلاب میں ہے

جلی ہے سوز جگر سے جاں تک ہے طالب جلوۂ مبارک
دکھادو وہ لب کہ آب حیواں کا لطف جن کے خطاب میں ہے

کھڑے ہیں منکر نکیر سر پر نہ کوئی حامی نہ کوئی یاور
بتادو آکر مرے پیمبر کہ سخت مشکل جواب میں ہے

خدائے قہار ہے غضب پر کھلے ہیں بدکاریوں کے دفتر
بچالو آکر شفیع محشر تمہارا بندہ عذاب میں ہے

کریم ایسا ملا کہ جس کے کھلے ہیں ہاتھ اور بھرے خزانے
بتاؤ اے مفلسو کہ پھر کیوں تمہارا دل اضطراب میں ہے

کریم اپنے کرم کا صدقہ لئیم بے قدر کو نہ شرما
تو اور رضا سے حساب لینا رضا بھی کوئی حساب میں ہے

قاضی القضاۃ حضور تاج الشریعہ مدظلہ

جب کبھی ہم نے غم جاں کو بھلایا ہوگا
غم ہستی نے ہمیں خون رُلایا ہوگا

دامنِ دل جو سُوئے یار کھنچا جاتا ہے
ہو نہ ہو اس نے مجھے آج بُلایا ہوگا

آنکھ اُٹھا کر تو ذرا دیکھ مرے دل کی طرف
تیری یادوں کا چمن دل میں سجایا ہوگا

گردشِ دور ہمیں چھیڑ نہ اتنا ورنہ
اپنے نالوں سے ابھی حشر اُٹھایا ہوگا

ڈوب جائے نہ کہیں غم میں ہمارے عالم
ہم جو رو دیں گے تو بہتا ہوا دریا ہوگا

سوچئے کتنا حسیں ہوگا وہ لحظہ اختؔر
سر بالیں پہ دم مرگ وہ آیا ہوگا

ضیائے قرآن

(کنزالایمان) اعلیٰ حضرت **امام احمد رضا** فاضل بریلوی علیہ الرّحمۃ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

ان کی کہاوت اس کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی تو جب اس سے آس پاس سب جگمگا اٹھا اللہ ان کا نور لے گیا اور انہیں اندھیریوں میں چھوڑ دیا کہ کچھ نہیں سوجھتا ﴿۲۵﴾ بہرے گونگے اندھے تو وہ پھر آنے والے نہیں یا جیسے آسمان سے اترتا پانی کہ اس میں اندھیریاں ہیں اور گرج اور چمک ﴿۲۶﴾ اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس رہے ہیں۔ کڑک کے سبب موت کے ڈر سے ﴿۲۷﴾

(خزائن العرفان) صدر الافاضل **مولانا نعیم الدین** مرادآبادی علیہ الرّحمۃ

کیونکہ اگر تجارت کا طریقہ جانتے تو اصل پونجی (ہدایت) نہ کھو بیٹھتے۔ ﴿۲۵﴾ یہ ان کی مثال ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے کچھ ہدایت دی یا اس پر قدرت بخشی، پھر انہوں نے اس کو ضائع کر دیا اور ابدی دولت کو حاصل نہ کیا، ان کا مآل حسرت و افسوس اور عبرت و خوف ہے اس میں وہ منافق بھی داخل ہیں۔ جنہوں نے اظہار ایمان کیا اور دل میں کفر رکھ کر اقرار کی روشنی کو ضائع کر دیا اور وہ بھی جو مومن ہونے کے بعد مرتد ہو گئے، اور وہ بھی جنہیں فطرت سلیمہ عطا ہوئی، اور دلائل کی روشنی نے حق کو واضح کیا مگر انہوں نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا اور گمراہی اختیار کی اور جب حق سننے ماننے کہنے راہ حق دیکھنے سے محروم ہوئے تو کان زبان آنکھ سب بیکار ہیں۔ ﴿۲۶﴾ ہدایت کے بدلے گمراہی خریدنے والوں کی یہ دوسری تمثیل ہے کہ جیسے بارش زمین کی حیات کا سبب ہوتی ہے، اور اس کے ساتھ خوفناک تاریکیاں اور مہیب گرج اور چمک ہوتی ہے، اسی طرح قرآن و اسلام قلوب کی حیات کا سبب ہیں اور کفر و شرک و نفاق ظلمت کے مشابہ جیسے تاریکی رہرو کو منزل تک پہنچنے سے مانع ہوتی ہے۔ ایسے ہی کفر نفاق راہ یابی سے مانع ہیں اور وعیدات گرج کے اور حجج بینہ چمک کے مشابہ ہیں۔ **شـــان نـزول:** منافقوں میں سے دو آدمی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس سے مشرکین کی طرف بھاگے۔ راہ میں یہی بارش آئی جس کا آیت میں ذکر ہے اس میں شدت کی گرج کڑک اور چمک تھی، جب گرج ہوتی تو کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے کہ کہیں یہ کانوں کو پھاڑ کر مار نہ ڈالے، جب چمک ہوتی چلنے لگتے جب اندھیری ہوتی، اندھے رہ جاتے، آپس میں کہنے لگے، خدا خیر سے صبح کرے تو حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے ہاتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ اقدس میں دیں، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کی اور اسلام پر ثابت قدم رہے ان کے حال کو اللہ تعالیٰ نے منافقین کے لئے مثل (کہاوت) بنایا جو مجلس شریف میں حاضر ہوتے تو کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے کہ کہیں حضور کا کلام انہیں اثر نہ کر جائے جس سے مر ہی جائیں اور جب ان کے مال و اولاد زیادہ ہوتے اور فتوح و غنیمت ملتی تو بجلی کی چمک والوں کی طرح چلتے اور کہتے کہ اب تو دین محمدی سچا ہے اور جب مال اولاد ہلاک ہوتے، اور کوئی بلا آتی تو بارش کی اندھیریوں میں ٹھٹک رہنے والوں کی طرح کہتے کہ یہ مصیبتیں اسی دین کی وجہ سے ہیں اور اسلام سے پلٹ جاتے (لباب النقول للسیوطی)

بہارِ حدیث

فضائل حضور صلی اللہ علیہ وسلم

از: شہزادۂ حضورتاج الشریعہ حضرت مولانا **محمد عسجد رضا خاں** قادری بریلی شریف

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر نبی کے واسطے ایک دعا تھی کہ وہ دنیا میں کر چکے، اور میں نے اپنی دعا روز قیامت کے لئے چھپا رکھی ہے، وہ شفاعت ہے میری امت کے واسطے اور میں قیامت میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور کچھ فخر مقصود نہیں، اور اول میں مرقد اطہر سے اٹھوں گا اور کچھ فخر مقصود نہیں، اور میرے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا اور کچھ افتخار نہیں، آدم اور ان کے بعد جتنے ہیں سب میرے زیر نشان ہوں گے اور کچھ تفاخر نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ خلق میں فیصلہ کرنا چاہے گا ایک منادی پکارے گا کہاں ہیں احمد اور ان کی امت؟ تو ہمیں آخر ہیں اور ہمیں اول، ہم سب امتوں سے زمانے میں پیچھے اور حساب میں پہلے۔ تمام امتیں ہمارے لئے راستے دیں گی، ہم چلیں گے اثر وضو سے درخشندہ رخ اور تابندہ اعضاء، سب امتیں کہیں گی قریب تھا کہ یہ امت تو ساری کی ساری انبیاء ہوجائے۔ (فتاویٰ افریقہ ص ۱۳۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں روز قیامت تمام آدمیوں کا سردار ہوں، اور سب سے پہلے قبر سے باہر تشریف لانے والا، اور پہلا شفیع اور پہلا وہ جس کی شفاعت قبول ہو۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں روز قیامت تمام آدمیوں کا سردار ہوں، اور یہ کچھ فخر سے نہیں، اور میں سب سے پہلا شفیع ہوں اور وہ جس کی سب سے پہلے شفاعت قبول ہوگی اور اس پر مجھے افتخار نہیں، اور میرے ہاتھوں میں لوائے حمد ہوگا اور یہ براہ فخر نہیں کہتا۔ (تجلی الیقین، ص ۸۸)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک کتاب لیکر حاضر ہوئے جو انہیں کچھ یہود نے دی تھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کو پڑھ کر غضبناک ہوئے اور فرمایا: اے ابن خطاب! کیا تم یہود ونصاریٰ کی طرح اس میں حیران ہو؟ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میں تمہارے پاس روشن اور صاف شریعت لایا، ان سے کچھ مت پوچھو کہ کبھی ایسا ہوگا کہ وہ تمہیں حق بتائیں گے اور تم اس کو جھٹلا دو گے اور کبھی ایسا بھی ہوگا کہ ناحق بتائیں گے اور تم تصدیق کر بیٹھو گے۔ قسم اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! اگر موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: یہی باعث ہے کہ جب آخر الزماں میں حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نزول فرمائیں گے باآنکہ بدستور منصب رفیع نبوت ورسالت پر ہوں گے حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امتی بن کر رہیں گے، حضور ہی کی شریعت پر عمل کریں گے۔ حضور کے ایک امتی ونائب یعنی حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ (فتاویٰ رضویہ حصہ اول ۹/۲۳ ☆ تجلی الیقین ۱۸)

☆☆☆ مصدّقہ ☆☆☆
حضور مفتی اعظم ہند
علیہ الرحمۃ والرضوان

فتاویٰ مرکزی دارالافتاء

حضرت علامہ مفتی قاضی محمد عبدالرحیم صاحب بستوی مدظلہٗ، چیف مفتی مرکزی دارالافتاء بریلی شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں دھان وغیرہ کی بیع ادھار بایں طور ہوتی ہے کہ فصل کٹنے سے تین چار ماہ قبل ہی مشتری سے دس یا بارہ روپے من کے حساب سے طے کرلیتے ہیں اور فصل کٹنے پر دھان وغیرہ دیدیا جاتا ہے۔

اسی طرح نوٹ وغیرہ میں بھی ہوتا ہے۔لہٰذا دریافت طلب امر ایں کہ صورت مذکورہ میں بیع درست ہے یا نہیں؟ اور بیع سلم کے کل شرائط کیا کیا ہیں اور بیک وقت کون کون سی شرط کا پایا جانا ضروری ولابدی ہے۔

فقط بینوا وتوجروا اجرا جمیلا۔

محمد مطیع الرحمن مضطر پورنوی
متعلم مدرسہ مظہر اسلام بریلی شریف یوپی
۱۱ ربیع النور ۱۳۸۹ھ

الجـــــــــــــواب: بعون الملك الوهاب

یہ بیع سلم کی صورت ہے اس کے صحیح ہونے کے لئے بارہ شرطیں ہیں، ایک مبیع کی جنس معلوم ہو جیسے دھان یا گیہوں دوسرے نوع معلوم ہو مثلاً ہنسراج یا بانس متی کے دھان۔تیسرے وصف معلوم ہو عمدہ یا ردی چوتھے مقدار مبیع معلوم مثلاً دو من چار من، پانچویں میعاد معین ہو جو ایک مہینہ سے کم نہ ہو۔چھٹے وہ چیز اگر باربرداری کی ہے جسے ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجانا ہے اور اس میں خرچ ہوگا تو وہ جگہ بھی معین ہو جہاں پہنچنا منظور ہو۔ساتویں ثمن کی تعین مثلاً نوٹ، روپیہ یا پیسہ آٹھویں اگر وہ ثمن کئی قسم کا ہو تو اس کی نوع معلوم۔نویں، کھرے کھوٹے کا بیان۔دسویں، اگر ثمن اس قسم کا ہو کہ ہر ٹکڑے کے مقابل شئی مبیع کا ٹکڑا ہو تو ایسے ثمن کی تعیین بھی ضروری ہے۔

یہ دس باتیں خاص عقد ایجاب وقبول میں بیان کرنی ضروری ہیں مثال اس کی یہ ہے کہ زید عمرو سے یہ کہے کہ میں نے تجھ سے (۸۰) اسی کے سیر سے دو من دھان ہنسراج کھرے بالعوض پچاس روپے آج سے چار مہینے کے وعدہ پر بریلی پہونچتے ہوئے خریدے عمرو کہے میں نے بیچے۔

گیارہویں اسی مجلس میں ثمن ادا کرے ورنہ عقد فاسد ہو جائے گا مثلاً اگر مجلس سے اٹھ کر گھر میں روپیہ لینے گیا اور نگاہ سے آڑ ہو گئی عقد فاسد ہو گیا، بارہویں وہ چیز ایسی ہو کہ عقد سے وقت میعاد تک ہر وقت بازار میں مل سکے ورنہ عقد ناجائز ہو جائے گا اور بعض کتابوں میں دو اور

شرطیں ہیں۔

۱-عقد میں عاقدین میں سے کسی کو خیار شرط نہ ہو۔

۲-مبیع ایسی چیز ہو کہ جو تعیین سے متعین ہو۔ لہٰذا اشرفیوں اور روپیوں میں سلم جائز نہیں۔

تنویر الابصار و در مختار میں ہے: (وشرطه) ای شروط صحته التی تذکر فی العقد سبعة (بیان جنس) کبر او تمر (و) بیان (نوع) کمسقی اوبعلی (وصفة) کجید اوردئ (وقدر) ککذا کیلا لا ینقبض ولا ینبسط (واجل واقله) (فی السلم (شهر) به یفتی (و) بیان (قدر رأس المال) ان تعلق العقد بمقداره کما (فی مکیل و موزون وعددی غیر متفاوت (و) السابع بیان (مکان الایفاء) للسلم فیه (فیما له حمل) اومؤنة (و) بقی من الشروط (قبض رأس المال) ولو عینا (قبل الافتراق) بابدانهما وان نا ماو سارافرسخا اواکثر ولو دخل لیخرج الدراهم ان تواری عن المسلم الیه بطل وان بحیث یراه لا (وهو شرط بقائه علی الصحة لا شرط الانعقاد بو صفها) فینعقد صحیحا ثم یبطل بالافتراق بلا قبض وبقی من الشروط کون رأس المال منقود اوعدم الخیار وان لایشمل البدلین احدی علة الربا وهو القدر المتفق اوالجنس لان حرمة النساء تتحقق به وعدها العینی تبعا للغایة سبعة عشر وزادا المصنف وغیره القدرة علے تحصیل المسلم فیه ردالمحتار میں ہے:(قوله سبعة عشر) ستة فی رأس المال وهی بیان جنسه ونوعه و صفته وقدره ونقده وقبضه قبل الافتراق واحد عشر فی المسلم فیه وهی الاربعة الاول (ای بیان جنسه ونوعه و صفته وقدره) و بیان مکان ایفائه واجله وعدم انقطاعه وکونه مما یتعین بالتعیین وکونه مضبوطا بالوصف کا لاجناس الاربعة المکیل والموزون والمزروع والمعدود المتقارب وواحد یرجع الی العقد وهو کونه باتا لیس فیه خیار شرط وواحد بالنظر البدلین وهو عدم شمول احدی علتی الربا البدلین۔ منح بتصرف ط

ردالمحتار میں ہے: (قوله التی تذکر فی العقد) افادان له شروطا اخر سکت عنها المصنف لانها لایشترط ذکرها فیه بل وجودها نهر وذلك كقبض رأس المال و نقده وعدم الخیار وعدم علتی الربا لکن ذکر المصنف من الشروط قبض رأس المال قبل الافتراق مع انها لیس مما یشترط ذکره فی العقد (قوله سبعة) ای اجمالا والافا لاربعة الاول منها تشترط فی کل من رأس المال والمسلم فیه فهی ثمانیة بالتفصیل بحر۔ وسیاتی وفیه عن المعراج انما یشترط بیان النوع فی رأس المال اذا کان فی البلد نقود مختلفة والافلا وفیه عن الخلاصة لایشترط بیان النوع فیما لانوح له ۱۲۔

اگر مذکورہ بالا شرطیں بروقت عقد پائی گئیں تو یہ عقد جائز ہے اور کسی طرح سود نہیں اگر چہ دس سیر کی جگہ دس من قرار پائے ہاں اگر جبر ہے تو حرام ہے اگر دس سیر کی جگہ سیر ہی بھر ملے اور اگر بیع رضامندی سے ہوئی مگر کوئی شرط رہ گئی مثلاً غلہ کی جنس یا نوع یا صفت یا وزن کی تعیین نہ ہوئی یا وہ چیز ٹھہری جو اس وقت سے وقت وعدہ تک ہر وقت بازار میں موجود نہ رہے یا میعاد مجہول رکھی یا اسی جلسہ میں روپیہ

تمام وکمال ادا نہ کردیا تو ضرور حرام وسود ہے اگر چہ نرخ بازار سے کچھ زیادہ نہ ٹھہرا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہٗ

۱۱ ربیع الآخر ۱۳۸۹ھ

الجواب صحیح۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہٗ

☆☆☆

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین حسب ذیل مسائل میں۔ اوّل حلال جانوروں کے گوشت میں کتنی چیزیں ہیں جن کا کھانا حرام ہے؟ بحوالہ کتاب عبارت لکھ کر ظاہر فرمایا جائے۔

ذبیحہ جانور یعنی بکری وبھینس کی آنتیں خوب صاف غلاظت سے پاک کرنے کے بعد کھانا کیسا ہے؟

المستفتی: محمد عبد اللہ رضوی

کھیری ڈیبہ پور ضلع کھیری لکھیم پور

الجواب: بعون الملک الوہاب

مندرجہ ذیل چیزیں کھانا جائز نہیں۔ ۱- مرارہ یعنی (پتہ) ۲- مثانہ یعنی پھکنا ۳- فرج یعنی علامت مادہ ۴- ذکر یعنی علامت نر ۵- انثیین یعنی خصیے ۶- غدود ۷- خون کہ ذبح کے وقت نکلتا ہے۔ اخرج الطبرانی فی المعجم الاوسط عن عبد اللہ بن عمر و ابن عدی والبیہقی عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یکرہ من الشاۃ مسبعا المرارۃ والمثانۃ والحیاء والذکر والانثیین والغدۃ والدم۔

ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خون تو حرام ہے کہ قرآن عظیم میں اس کی تحریم منصوص اور باقی چیزوں کو مکروہ سمجھتا ہوں۔ سلیم الطبع لوگ ان سے گھن کرتے ہیں۔ اور انہیں گندگی سمجھتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ویحرم علیہم الخبائث کما ذکرہ العلامۃ الطحطاوی فی حاشیۃ الدر المختار۔

اور مختار ومعتمد یہ ہے کہ کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے کذا فی الہندیہ وغیرہا اور دیگر فقہانے پانچ اور زیادہ فرمائیں۔ ۸- نخاع الصلب یعنی حرام مغز ۹- گردن کے دو پٹھے جو شانوں تک ممتد ہوتے ہیں ۱۰- خون جگر ۱۱- خون طحال ۱۲- خون گوشت یعنی دم مسفوح نکل جانے کے بعد جو خون گوشت میں رہ جاتا ہے۔

اور اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ فاضل بریلوی قدس سرہٗ العزیز نے کتب فقہ سے دس چیزیں اور زیادہ فرمائیں ۱۳- خون دل ۱۴- مہرہ یعنی وہ زرد پانی جو پتہ میں ہوتا ہے جسے صفرا کہتے ہیں ۱۵- ناک کا پانی ۱۶- وہ خون بھی جو رحم میں نطفہ سے بنتا ہے اور منجمد ہوکر علقہ نام رکھا جاتا ہے ۱۷- دبر یعنی پاخانے کا مقام ۱۸- کرش یعنی وہ مقام جہاں غذا ہضم ہوتی ہے ۱۹- امعا یعنی آنتیں ۲۰- وہ گوشت کا ٹکڑا جو رحم میں نطفہ سے بنتا ہے جیسے مضغہ کہتے ہیں عام ازیں کہ مخلقہ ہو یا غیر مخلقہ یعنی ابھی اعضاء کی کلیاں پھوٹی ہوں یا نہیں صرف لوتھڑا ہو، ۲۱-

ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بچہ تام الخلقت بھی من وجہ جزو حیوان ہے ہدایہ میں ہے: من نحر ناقۃ او ذبح بقرۃ فوجد فی بطنہا جنینا میتا لم یوکل اشعر او لم یشعر۔ شامی میں ہے: وکذا الولد اذا لم یستہل الخ ۲۲- نطفہ خواہ نر کی منی مادہ کی رحم میں پائی جائے یا خود اسی جانور کی منی ہو در المختار میں ہے: فی البحر و التاتار خانیۃ ان منی کل حیوان نجس اور زیادہ تفصیل مقصود ہو تو فتاویٰ رضویہ یا رسالہ مبارکہ المنح الملیحہ فیما نہا عن اجزاء الذبیحہ ملاحظہ کریں۔

اوجھڑی جس کو عربی میں کرش کہتے ہیں وہ مقام ہے

جہاں پر غذا ہضم ہوتی ہے انسان کے معدہ کو معدہ کہتے ہیں اور جانور کے معدہ کو اوجھڑی کہتے ہیں اس کا کھانا ناجائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم

۲- آنتیں بھی کھانی جائز نہیں کہ وہ محل نجاست ہے حضور علیہ السلام نے گردہ کو بھی ناپسند فرمایا کہ گزرگاہ پیشاب ہے تو جہاں نجاست ہو وہ ناپسند ومکروہ کیوں نہ ہوگا۔ ہر حلال جانور کے اتنے اجزاء ناجائز ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ

الجواب صحیح۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

☆☆☆

کیا فرماتے ہیں: علمائے دین ومفتیان شرع متین حسب ذیل مسائل میں۔

۱- مَلِكِ يوم الدين کے بجائے مَلَكِ یوم الدین پڑھنا کیا نماز ہوجائے گی؟

۲- اهدِ نا الصراط المستقيم کے بجائے اهد نا الصراط المتقيم پڑھنا کیا معنی میں تغیر نہ ہوں گے، کیا نماز ہوجائے گی؟

۳- خير من الف شهر کے بجائے الفی شهر پڑھنا ظاہراً کلمہ بدل گیا۔

۴- بروقت سجدہ مولانا کے دونوں پاؤں اٹھے رہتے ہیں انگلیاں قبلہ رخ نہیں رہتی ہیں۔

۵- جس امام کو تمیز حروف نہ ہو یعنی ث ط د ض میں کوئی امتیاز نہ رہے۔

۶- السّلا م علیکم ورحمة الله یعنی زبر کے بجائے زیر پڑھنا۔

۷- مد اور لین نہ واقفیت میں دراز کرنا اسقدر کہ راگ راگنی ہوجائے وقف ووصل کو نہ جانے۔

الجـــــــــــــوب: بعون الملك الوهاب

۱،۲،۳- اصل کلی یہ ہے کہ اگر ایسی غلطی ہوئی جس سے معنی بگڑ گئے نماز فاسد ہوگئی ورنہ نہیں اعرابی غلطیاں اگر ایسی ہوں جس سے معنی نہ بگڑتے ہوں تو مفسد نہیں نَـعْبُـدُ کو نَـعَبَدُ پڑھے اور اگر اتنا تغیر ہو کہ اس کا اعتقاد اور قصداً پڑھنا کفر ہو تو ضرور دوبارہ پڑھ لے جیسے وعصى ادم ربه میں میم کو زبر اور ب کو پیش پڑھ دیا۔

لہٰذا مـالك يـوم الـدين کے بجائے ملك يوم الـدين پڑھنے سے نماز فاسد نہ ہوگی یونہی اهـدنـا پڑھنے سے بھی۔ حرف زیادہ کرنے کی صورت میں معنی نہ بگڑیں نماز فاسد نہ ہوگی لہٰذا الفی پڑھنے سے بھی نماز فاسد نہ ہوگی غـنيه میں ہے: والـقـاعدة عـنـد المتقدمين ان مـاغيـر تـغيـرا يـكـون اعتـقاده كفر ايفسد فى جـميع ذلك سواء كان فى القرآن اولم يكن۔ اسی میں ہے: ولـو قرأ نصب مكان الرفع والرفع مكان الـنـصـب اوالـخـفـض مـكـان الـرفع والنصب لاتفسد صلاته۔ والله تعالىٰ أعلم۔

۴- اگر دونوں پاؤں کی انگلیاں زمین سے نہ لگیں تو نماز نہ ہوگی اور سب انگلیاں لگتی ہیں مگر قبلہ رخ نہیں رہتی تو نماز ہوجائے گی اور اگر ایک یا دو انگلیاں زمین سے لگیں ہر پیر کی تین انگلیاں نہ لگیں تو نماز مکروہ ہوگی دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۵- اگر وہ حروف صحیح ادا کر لیتا ہے اور وہ لائق امامت ہے تو نماز اس کے پیچھے درست ہوگی ورنہ نہیں اور اگر حروف صحیح ادا نہیں ہوتے تو نماز نہ ہوگی جو شخص لائق امامت مسائل نماز وطہارت کا عالم وعامل ہو قرآن صحیح پڑھتا ہو فاسق معلن نہ ہو اسے امام بنایا جائے ہر کس وناکس کو امام نہ بنایا جائے لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ وہ عالم بھی ہیں اور ایسی غلطیاں کرتے ہیں پہلے انہیں بتایئے اگر وہ فی الواقع غلط پڑھتے ہیں تو اصلاح کرلیں ورنہ پھر علیحدہ

کردیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۶-نماز ہوجائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۷-لحن کے ساتھ قرآن پڑھنا حرام ہے اور سننا بھی حرام مگر مدولین میں لحن ہو نماز فاسد نہ ہوگی اگر فاحش نہ ہو۔ کہ تان کی حد تک پہنچ جائے۔ وقف ووصل کے بے موقع ہونے سے نماز فاسد نہ ہوگی ہندیہ میں ہے:

ان وصل حرفا من كلمة بحرف من كلمة اخرىٰ نحوان قرأ اياك نعبد و وصل الكاف بالنون فالصحيح انه لايفسد ولوتعمد ذلك هذا فى الخلاصة واذا وقف فى غير موضع الوقف اوابتدا فى غير موضع الابتداء ان لم يتغير به المعنى تغيرا فاحشا لاتفسد بالاجماع بين علمائنا هكذا فى المحيط وكذا ان وصل فى غير موضع الوصل لاتفسد لكنه قبيح هكذا فى الخلاصة۔

حلیہ میں ہے: صرح به غير واحد منهم صاحب الذخيرة على ان الفتوىٰ علىٰ عدم الفساد بكل حال فى مراعاة الوقف والوصل والابتداء وايقاع الناس فى الحرج خصوصا فى حق العوام والحرج مدفوع شرعاً والمولىٰ تعالىٰ اعلم۔

کتبہ قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہٗ

الجواب صحیح۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہٗ

☆☆☆

کیا فرماتے ہیں علمائے دین حسب ذیل مسائل میں:

ہمارے قصبہ کشنپور میں تین مسجدیں آباد حالت میں ہیں ایک مسجد میں جمعہ ہوتا ہے حافظ صاحب تین پارہ قرآن پاک تراویح میں پڑھاتے ہیں دو مسجدیں جو اور ہیں اس میں الم ترکیف سے تراویح ہوتی ہے اور لوگ اپنے اپنے محلہ میں پڑھتے ہیں کچھ لوگ محلہ کی مسجد چھوڑ کر حافظ جی کے یہاں جاتے ہیں لہٰذا محلہ کی مسجد چھوڑ کر جانا درست ہے؟

۲-مصافحہ دونوں ہاتھ ملا کر درست ہے ہاں داہنا ہاتھ جدا اور بایاں ہاتھ جدا کچھ لوگ جدا جدا مصافحہ ملاتے ہیں صحیح طریقہ کون سا ہے؟

الجواب: بعون الملك الوهاب

جائز ہے عالمگیری میں ہے: اذا كان لايختم فى مسجد حية له ان يترك مسجد حية ويطوف كذا فى المحيط۔ والله تعالىٰ اعلم

۲-مصافحہ کا ایک طریقہ وہ ہے جو بخاری شریف وغیرہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دست مبارک ان کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا یعنی ہر ایک کا ایک ہاتھ دوسرے کے دونوں ہاتھوں کے درمیان میں دوسرا طریقہ جس کو بعض فقہاء نے بیان کیا ہے اور اس کی نسبت بھی کہتے ہیں وہ حدیث سے ثابت ہے یہ کہ ہر ایک اپنا داہنا ہاتھ دوسرے کے دہنے اور بائیں کو بائیں سے ملائے اور انگوٹھے کو ذرا دبائے کہ انگوٹھے میں ایک رگ ہے کہ اس کے پکڑنے سے محبت پیدا ہوتی ہے۔

بدائع ونقایہ وغیرہ میں ہے: والسنة فيها ان يكون بكلتا يديه كمافى المنيه وان يأخذ الابهام قال صلى الله عليه وسلم اذا صافحتم فخذ وا الابهام فان فيه عرقا ينشعب منه المحبة والله تعالىٰ اعلم

کتبہ محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہٗ

الجواب صحیح۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہٗ

☆☆☆

اسلامک وائس کی صدائے باطل

از: ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی بریلی شریف

"ذیل میں مدیر اسلام وائس (انگریزی جرنل) کی نیچیریت سے پردہ اٹھایا جا رہا ہے"

قرآنی تحریف کا ایک گھناؤنا سین

ایک دینی درد رکھنے والے صحیح العقیدہ مسلمان جناب محمد ناظر صاحب نے آگرہ سے۔ انگریزی رسالہ "اسلامک وائس، بنگلور (Islamic Voice, Bangalore) کے متعلق سے راقم سے متعدد سوالات کئے ہیں۔ ان سوالات کے سلسلے میں ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ اپنے کچھ دارالافتاء کو بھی یہ سوالات بھیجے تھے مگر جوابات نہیں ملے۔ خیر! پہلے ان کے سوالات دیکھئے لکھتے ہیں:

ذاکر نائک نے "سورۃ النزعات" کی آیت نمبر ۳۰: والارض بعد ذلك دحها. ترجمہ اس طرح کیا ہے۔ وہ اور ہم نے زمین کو انڈے کی شکل کا بنایا"۔ اس کی انگریزی عبارت اس طرح ہے:

And we have made the earth egg shaped (Al Quran 79-30)

ذاکر نائک نے عربی لفظ "دحھا" کی اپنے تئیں شرح اس طرح کی ہے:

" The Arabic word DAHAHA means egg shaped. It also means an expanse. DAHAHA is derived from DUHIYA which specifically refers to the egg of an an ostrich which is geo. Spherical in Shape, exactly like the shape of the earth. (71,19,20,53,51,48,78,6,29,56)

Thus the Quran & modern established Science are in perfect harmony" (Islamic Voice monthly Bangalore, sep.2000 page 20)

یہی بات ذاکر نائک نے ۸/مارچ ۲۰۰۴ء کو Q.T.V. پر بھی کہی تھی۔

ظفر صاحب نے ذاکر نائک کی جو عربی عبارت لفظ "دحھا" کی تشریح میں پیش کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہوگا۔

"عربی لفظ "دحھا" کا معنی ہے انڈے کی شکل والا یا والی (انڈے کی شکل کی طرح) اس کا ایک معنی "پھیلانا" بھی ہے۔ "دُحٰھا" عربی لفظ دحیہ (دحیا) سے مشتق ہے جس سے مراد ہے شتر مرغ کا انڈا جو کہ شکل میں بالکل کرہ زمین کی طرح ہے، اس طرح قرآن اور سائنس میں مطابقت ہے۔"

مسٹر ذاکر نائک نے "دحھا" کے دو معانی بیان کئے۔ (۱) Egg Shaped یعنی انڈے کی شکل کا (۲) Expanse یعنی پھیلانا، اس نے زبردستی ایک معنی Egg shaped مان لیا ہے۔

مجدد اسلام امام احمد رضا قدس سرہٗ نے کنز الایمان کے انگریزی ترجمہ میں اسے اس طرح لکھا ہے:

"And after that He spread aut

the earth"

ڈاکٹر عبدالحمید اولوکھ، کراچی (پاکستان) نے بھی کنز الایمان کے انگریزی ترجمہ میں یہی لکھا ہے جو شاہ فرید الحق صاحب نے لکھا ہے۔

مولوی فتح محمد جالندھری نے اس آیت کا اردو ترجمہ اس طرح کیا ہے: ''اور اس کے بعد زمین کو پھیلانا'' مسٹر پکتھال (M. Marmaduke, Pickthall) نے اس کا انگریزی ترجمہ اس طرح کیا ہے:

"And after that He Spread the Earth"

یہ سبھی تراجم قریب قریب ایک ہی طرح کے ہیں۔

ذاکر نائک نے جو "دحٰھا" کے معنی Egg shaped (انڈے کی شکل والا یا والی) لکھا ہے، قطعاً غلط ہے۔ ذاکر نائک نے اپنی بات کی تائید میں حوالے کے طور پر جن قرآنی آیات کے نمبر دیئے ہیں، انہیں کہیں بھی "دحٰھا" معنی میں Egg shaped نہیں ہے۔ سبھی آیات میں ''پھیلانے، بچھانے، فرش بنانے، بچھونا بنانے'' کا ذکر ہے، انڈے کی شکل (Egg shaped) کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ اس طرح ان آیات سے بھی ذاکر نائک کا رد ہوتا ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے مفتی محمود حسن نے جو یہ لکھا ہے سچ ہے:

''ڈاکٹر ذاکر نائک صاحب بظاہر سائنس کی معلومات میں بھی ناقص ہیں اور لغت عرب وغیرہ میں تو وہ شاید صفر ہی ہیں۔ وہی اصول تفسیر، شرائط تفسیر سوان سے تو ڈاکٹر ذاکر نائک صاحب کو دور کا بھی واسطہ معلوم نہیں ہوتا۔ "دحٰھا" (DUHIYA) کے معنی لغت میں ''پھیلاتا'' ہے۔ اور یہی معنی عام مفسرین نے اختیار کئے ہیں۔ معلوم نہیں "دُحٰھا" کے معنی ''شترمرغ کے انڈے'' ذاکر نائک صاحب نے کہاں دیکھ لئے، البتہ اسی مادہ سے "الادحیہ" ہے جس کے معنی ''ریت میں شترمرغ کے انڈے دینے کی جگہ'' ہیں۔ اسی مادہ سے "الدحیہ" بھی ہے جس کے معنی ''بندریا'' ہیں۔ کل کو اگر کوئی اعلان کر دے بھائیو! اب تک دنیا غلط مانتی چلی آرہی ہے۔ سنو، کان کھول کر سنو! زمین نہ گیند کی طرح گول ہے نہ انڈے کی شکل کی ہے۔ جمہور سائنس داں بھی غلط کہتے ہیں اور ڈاکٹر ذاکر نائک صاحب بھی یوں ہی بے پر کی اڑا رہے ہیں، قرآن کو تو میں نے سمجھا ہے "والارض بعض ذالك دحها" سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ زمین نہ گیند کی طرح گول ہے نہ انڈے کی طرح ہے بلکہ بندریا کے مثل ہے تو ڈاکٹر ذاکر نائک صاحب اس غریب کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جائیں گے حالانکہ ان کی اور ڈاکٹر نائک صاحب کی تاویل فاسد میں کچھ بھی فرق نہیں ہے۔

(بحوالہ مکتوب محمد ظفر صاحب، آگرہ)

حیرت ہے آج تک ''کرہ زمین'' یا ''کرہ ارضی'' کہا جا رہا ہے۔ دنیا کے نقشے کو گلوب (Globe) کہتے ہیں جس کے معنی انگریزی لغت میں۔ Ball (گیند) Earth (زمین)۔ لیکن اب مسٹر نائک کے مطابق گلوب کو انڈے کی شکل کا بنا لیا جانا چاہئے اور بجائے گلوب کے اس کا نام کچھ اور رکھ لینا چاہئے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے اپنی تصنیف ''فوز مبین در رد حرکت زمین'' میں زمین کے لئے متعدد مقامات پر ''کرۂ زمین'' لکھا ہے۔

متعدد مترجمین نے "دحٰھا" کے معنی ''پھیلنے'' کے بجائے ''جماؤ'' لئے ہیں۔ ''پھیلانا'' اور ''جمانا'' اور ان دونوں کے مفاہیم الگ الگ ہیں۔ جمانے سے مراد ہوتا ہے کہ کوئی چیز تہہ بہ تہہ ایک کے اوپر جم رہی ہو اور پھیلانے سے ذہن میں یہ مفہوم آتا ہے کہ کسی چیز کا حجم (Volume) بڑھ رہا ہے۔ علم طبقات الارض (Geology) میں زمین کی بابت یہ ہے کہ جب سے زمین وجود میں آئی ہے برابر

پھیل رہی ہے۔

(The Evolving Earth by Saw kuns, F.S.etal)

زمین چونکہ اپنے پھیلاؤ کی وجہ سے برابر اٹھ رہی ہے اوراس کے پھیلاؤ کی رفتار مختلف براعظموں میں مختلف ہے۔ کوئی براعظم ہر سال ۳؍سینٹی میٹر اوپر اٹھ جاتا ہے کوئی ۴؍سنٹی میٹر، براعظم ایشیاء کا ہندو پاک کا حصہ ہر سال ۵۔۳ سنٹی میٹر اوپر اٹھ جاتا ہے۔ یہی قدرتی عمل زمین کو برابر پھیلا رہا ہے۔ اللہ جل مجدہ نے زمین کے اسی پھیلاؤ کا ذکر سورہ النزعٰت کی آیت نمبر ۳۰؍میں فرمایا ہے: امام احمد رضا نے قدرت کے اس عمل کو ترجمہ میں ظاہر فرمایا۔ زمین کے پھیلنے کے اس عمل کو صرف امام احمد رضا جیسے عظیم فقیہ ومفسر اور عبقری کہ جس سائنسی علوم پر بھی دسترس رکھتے تھے، نے سمجھا اور اس کی تفسیر کو ایک لفظ میں سمیٹ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے لنگر ڈال کر زمین کی تھرتھراہٹ کو روک کے رکھا ہے ارز مین ٹھہری (ساکن) ہوئی ہے۔ جب کہیں اس قدرتی لنگر میں فرق آتا ہے اور اس کا توازن بگڑتا ہے تو ان مقامات پر زلزلے آجاتے ہیں اور آتش فشاں ابلنے لگتا ہے۔

قرآن کریم کی سورہ النزعات کی آیت ۳۰؍کا ڈاکر نائک کا ترجمہ باطل ہے۔ دیوبندی مولویوں اوران کی پیروی کرنے والے مترجمین نے تو قرآنی ترجمہ میں ایسی ٹھوکریں کھائی ہیں کہ اللہ اور رسول کو معاذ اللہ۔ ''مکر کرنے والا'' اور ''گنہگار'' لکھدیا ہے (معاذ اللہ) ایک امام احمد رضا ایسے ہیں جن کا ترجمہ قرآنی منشاء کے مطابق ہے۔

ڈاکر نائک نے قرآن میں تحریف کی ہے، سائنسی معلومات میں بھی وہ ناقص ہیں اور ان کا یہ کہنا کہ قرآن اور جدید سائنس میں مطابقت یا یگانگت ہے قطعاً باطل ہے اور قرآن پر حملہ کی جسارت۔ قرآن کا ہر ارشاد سچ اور اٹل ہے اگر سائنسی اصول قرآنی کسوٹی پر کھرے اترتے ہیں تو قابل قبول ورنہ یکسر باطل۔ مجدد اسلام امام احمد رضا نے یہی کیا اور گردش زمین کے نظریہ کا رد فرمایا۔

ڈاکر نائک کے تعلق سے محمد ظفر صاحب نے یہ بھی سوال کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ بقول نائک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد بت پرست تھے۔ اس کا بھی جواب حاضر ہے۔ ملاحظہ ہو:

جواب

آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا باپ نہیں۔

ڈاکٹر ذاکر نائک نے جو یہ لکھا ہے:

''حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد بت پرست تھے'' قطعاً غلط ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تھا ''تارخ'' اوران کے والد کا نام تھا ''ناخود'' ''آزر'' جو بت پرست تھا وہ آپ کا والد نہیں چچا تھا۔

ہمارے نبی، سرکار محمد رسول اللہ ﷺ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں ہیں اور اہل سنت کے علماء کی دلیل یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے آباء واجداد میں کوئی بھی کافر نہیں تھا۔ خود سرکار ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

قرآن کریم میں دادا، باپ اور چچا سب کے لئے لفظ ''اب'' (باپ) بولا گیا ہے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ام كنتم شهداء اذ حضر يعقوب الموت والا اذ قال لبنيه ماتعبدون من بعدی ط قالوا نعبد الهك واله آباءك ابراهيم واسماعيل واسحاق"

[پارہ ا، سورہ بقرہ، آیت ۱۳۳]

یعنی۔ کیا تم موجود تھے جب یعقوب پر موت کا وقت حاضر ہوا اس وقت انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا تم میرے

اہمیت ہے۔صوفیاء شریعت ہی کی رہنمائی میں طریقت
منزل طے کرتے ہیں۔ اصحاب صفہ بھی صوفی ہی تھے او
دیکھا جائے تو تصوف کا سلسلہ یا اس کی روایت انہیں
شروع ہوئی تصوف کیا ہے۔اس بابت حضرت عبدالوہا
شعرانی قدس سرہٗ لکھتے ہیں: ''تصوف کیا ہے بس احکا
شریعت پر بندہ کے عمل کا خلاصہ ہے۔'' [طبقا
الشافعیات الکبریٰ ص۴، عربی سے ترجمہ]

(۲) سیدی بوعبداللہ محمد بن خفیف علیہ الرحمہ کے مطابق
''تصوف اس کا نام ہے کہ دل صاف کیا جائے اور شریعت
میں نبی ﷺ کی پیروی ہو'' [طبقات الکبریٰ از امام شرا
ص۱۸ عربی سے ترجمہ]

(۳) حضور غوث اعظم فرماتے ہیں: ''اللہ عزوجل کی طرف
سب سے زیادہ قریب راستہ قانون بندگی کو لازم پکڑنا او
شریعت کی گرہ کو تھامے رہنا ہے'' [بہجۃ الاسرار: علامہ ا
الحسن شطنوفی ص۵۰۔ موسی سے ترجمہ]

معلوم ہو کہ ہر صوفی کامل درجۂ ولایت پر فائز ہوتا
اور ہر ولی صوفی کامل ضرور ہوتا ہے۔

پس ہم کہہ سکتے ہیں کہ تصوف کو غلط قرار دینا اور صوفیا
کی عظمتوں کی نفی کرنا جہالت اور گمرہی کے سوا کچھ نہیں۔
ہاں نام نہاد صوفیاء جو تصوف کے نام پر اسلام کو بدنام کرتے
ہیں وہ تصوف اور صوفیاء کے نام پر کلنک ہیں۔

لفظ ''خدا'' کا اطلاق اللہ تعالیٰ ہی پر ہوتا ہے

ذاکر نائک نے یہ بھی لایعنی بات کہی ہے۔''اللہ
ترجمہ خدا نہیں، اللہ کے ۹۹ ناموں میں خدا نہیں۔ اللہ
صرف لفظ اللہ سے پکارے۔

جواب یہ ہے کہ ۱۹۹ سماء الٰہی میں خدا نہیں ہے لیکن خد
کے معنی ہیں مالک اور مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ خد
فارسی زبان کا لفظ ہے۔صدیوں سے اللہ عزوجل کے لئے اس

مصنف، کاتب یعنی کسی کی تخصیص نہیں۔کوئی بھی شاعر، کوئی
بھی مصنف، کوئی بھی کاتب!

پنڈت دیانند نے ان باتوں کی کوئی بھی تحقیق اپنی کتاب
میں پیش نہیں کی ہے۔بس یہ کہہ دیا کہ رگ، یجر، سام اور اتھر۔ چار
رشیوں کے نام ہیں، لہٰذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ چاروں یا
توان چار کتابوں کے مصنف ہیں یا جامع (Compiler).

ادھر ہندو دھرم کے پنڈت یہ بھی کہتے ہیں ان کے
مصنف اگنی، وایو، آدیتہ اور انگرا ہیں۔تیسری جانب سناتن
دھرمی کہتے ہیں کہ وید کے مصنف برہما جی ہیں اور ان کے
چار موہنوں سے چار کتابیں نکلی ہیں۔کیسی کیسی واہی تباہی
اور لایعنی باتیں ہیں ان پنڈتوں کی۔

ایک جانب تو ہندو دھرم والے برہما کو خالق کہتے ہیں
ادھر ان کو موہنوں والا کہتے ہیں گویا کہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ
وہ جسم والے ہیں کہ وہ جسم والے ہیں۔لہٰذا اس معنی کہ جیسا
کہ صحیح اسلامی عقیدہ ہے ''برہما'' اللہ یا خدا نہیں۔ غرضیکہ
چاروں رشی یا اگنی، وایو، آدتیہ وانگرا یا پھر برہما کو ویدوں کا
مصنف یا جامع مان لیں تب بھی یہ آسمانی کتاب نہیں ہیں۔
اب تک ''وید'' کے متعلق ۳ طرح کی باتیں سامنے آئیں۔
اب ویدوں کے بارے میں مزید معلومات فراہم کی جارہی ہیں۔

ویدوں کے محققین کا یہ خیال ہے کہ ہزاروں سال
پہلے ایران وترکستان کے علاقے سے ایرین (آریہ قوم)
ہندوستان میں آئے۔ان کے اندر شعر گوئی کا مذاق تھا اور وہ
محسوس اشیاء۔ سورج، چاند، ستارے، پہاڑ وغیرہ کی مدح
میں شعر کہا کرتے تھے اور انہیں اپنا دیوتا مانتے تھے اور اس
طرح ۳۳ رکروڑ دیوتا ان کے ممدوح تھے جنہیں وہ رزق،
موت، زندگی، تقدیر وغیرہ ہر بات کا مالک ومختار مانتے تھے
اور انہیں پوجتے بھی تھے۔

ان مختلف اشخاص کے مختلف المضامین اشعار (اشلوک)
کا مجموعہ سالہا سال تک بے ترتیب برہمنوں کے پاس

کھالوں میں بھرا ہوا رسیوں سے مٹھوں میں لپٹا ہوا رہتا تھا اور وہ کسی کسی کو انہیں میں سے چند منتر ایک سبق میں پڑھا دیا کرتے تھے۔ آخر کورو اور پانڈو کی جنگ (مہابھارت) کے بعد پانڈوؤں کے حکم سے وہ ذخیرہ ترتیب دیا گیا، اور ''بیاس جی'' اس کے مہتمم بنائے گئے۔ پھر اول دو کتابیں ترتیب دی گئیں۔ رگ وید کہ جسے رگ پنڈت نے جمع کیا تھا اور یجر وید جس کو یجر (تجبش) نے جمع کیا تھا۔

کافی عرصہ بعد سام یا شام پنڈت نے رگ وید کی ترتیب پلٹ کر اور کچھ منتر بڑھا کر (جو اول باقی رہ گئے تھے) ایک اور کتاب بنائی جس کا نام ''سام وید'' ہوا اور ہندوؤں میں مدتوں تک یہی تین وید دھرم کی کتابیں بنائی گئیں۔

ان تینوں کے بعد کچھ پنڈتوں اور گیانیوں نے اڑا دیا کہ بس تین ہی وید اب تک آئے ہیں چوتھا ابھی آکاش ہی میں ہے۔

لہٰذا اب اگر یہ کہا جائے کہ جب ۳ ہی وید آئے تو چتر ویدی کہاں سے ہو گئے تو یہ کون سی جھوٹی بات ہو گئی۔ راقم نے بہت پہلے اپنے کسی مضمون میں یہی لکھا تھا کہ جب چاروں وید نہیں آئے تو چتر ویدی کہاں سے ہو گئے اور جب ہندوؤں میں چتر ویدی صحیح معنی میں نہیں ہیں تو مولویوں میں جو لوگ خود چتر ویدی کہلواتے ہیں وہ کس طرح چتر ویدی ہو گئے۔ اس کے بعد آخر میں ایک مدت دراز کے بعد اتھر پنڈت نے ''اتھر وید'' تصنیف کی اور تب سے چار وید مانے جانے لگے۔

بہر حال وید آریہ شاعروں یا رشیوں اور گیانیوں کے اشعار کا مجموعہ ہیں (اشعار یا اشلوک) اشعار (اشلوک) ہی میں بہت سی باتیں گزرے زمانے اور آنے والے زمانے کی بھی شامل ہیں۔

اگر کچھ لوگ یہ کہیں کہ اگر وید الہامی یا آسمانی کتاب نہیں تو اس میں ہمارے نبی ﷺ کا ذکر کیسے آ گیا۔ تو جواب یہ ہے کہ ہمارے آقا حضور ﷺ کا ذکر صرف آسمانی کتابوں ہی میں نہیں (یعنی وہ صحیفے جو اگلے انبیاء پر اترے اور پھر بعد کی چار کتابیں۔ توریت، زبور، انجیل اور قرآن مجید) بلکہ جب سے حضرت آدم علیہ السلام اس دنیا میں تشریف لائے انسانوں کے درمیان حضور کا چرچا شروع ہو گیا۔

اب جیسا کہ ہندو پنڈتوں کا ماننا ہے تو وید ۳ ر یا ۴ ر ہزار برس قبل مرتب کئے گئے لہٰذا چاروں رشیوں نے ممکن ہے سرکار ﷺ کا ذکر سنا ہو یا صحیفوں اور آسمانی کتابوں سے انہیں معلوم ہوا ہو اور انہوں نے اشعار (اشلوک) میں حضور ﷺ کا بھی ذکر کیا ہو۔

حضور ﷺ سے بہت پہلے عرب، ایران وغیرہ علاقوں کے بادشاہوں، کاہنوں، نجومیوں وغیرہ نے ان کا ذکر کیا ہے۔ عظمت بیان کی ہے۔ مدح کی ہے لہٰذا اگر وید میں حضور کا ذکر پاک ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وید آسمانی کتاب ہے۔

کسی بھی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں ہے اور اگر کسی کا ہے تو وہ گمراہ ہے۔ وید کے حوالے سے ہمارے علماء نے سرکار ﷺ کی بابت بہت سی باتیں جمع کی ہیں لیکن انہوں نے وید کو آسمانی کتاب نہیں مانا ہے۔

حضرت شیر بیشۂ اہل سنت مولانا محمد حشمت علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''پنڈت دیانند 'ستیارتھ پرکاش' گیارہویں سملاس ص ۳۷ پر اسبات کا اقراری ہے کہ رگ وید کی ۲۱ شاخیں تھیں۔ یجر وید ۱۰۱، سام وید کی ۱۰۰۰، اتھر وید کی ۹ تو ان میں ہے تھوڑی سی ملتی ہیں بقیہ گم ہو گئیں، لیجئے جس کتاب کو ایشوری گیان کہا جاتا ہے اس کا ٹھکانہ نہیں رہا۔ یہ معلوم ہی نہیں ہو سکتا کہ کتنا ان میں سے کم ہوا ہے اور کتنا زائد۔

دوسری بات یہ ہے کہ آج تمام عالم کے آریوں کو چیلنج

ہے آئیں اور اپنے ویدوں کی اگنی، وایو آدتیہ، انگرا تک سند تو بیان کریں کہ ان رشیوں سے ان آریوں تک کس کس ذریعہ کس کس وسیلے سے وید پہنچے اور وہ وسائل معتبر تھے یا غیر معتبر۔" [تقریر منیر قلب ص ۱۸/ مطبوعہ مکتبہ المصطفیٰ بریلی شریف]

وید کے علاوہ، بھوشیہ پران، زرتشتی مذہب کی کتابوں "زند" اور "اوشا" کنفیوشزم، بدھ ازم وغیرہ کی کتابوں میں اور سرکار ﷺ کے بعد سکھوں کی "گروگرنتھ" اور تلسی داس کی "رامائن" وغیرہ میں بھی ان کا ذکر ہے۔ تو اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ سبھی آسمانی کتابیں ہیں۔

یہ تو آقا حضور ﷺ کا معجزہ ہے کہ ہر جگہ ان کا ذکر پاک موجود ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ اللہ رب العزت نے "ورفعنا لك ذكرك" فرما کر حضور ﷺ کے ذکر کو بلند و بالا فرما دیا ہے۔

دیوبندیوں میں جو خود کو چتر ویدی لکھتے یا کہلواتے ہیں، وہ تو وہ جانیں لیکن ہماری جماعت کے کچھ مقررین جو خود کو چتر ویدی کہلواتے ہیں وہ چتر ویدی کہاں سے ہو گئے۔ حتیٰ کہ ان میں بیشتر ہندی بھی صحیح سے لکھ پڑھ نہیں سکتے کجا سنسکرت! "بشریٰ" یا بزرگوں کے جمع کردہ اشلوکوں (جو کہ اردو میں لکھ دیئے گئے ہیں) کو رٹ لیا ہے اور گلے بازی کا سہارا لیکر پبلک کو جو سناتے ہیں اور اس طرح چتر ویدیت کا بھرم نبھاتے ہیں۔ یہ سب کچھ پیشہ وارانہ طور پر ہے، مارکیٹ ریٹ بڑھانے کے لئے۔ چونکہ ہمارے سامعین میں زیادہ تر لوگ ان پڑھ یا کم پڑھے لکھے ہوتے ہیں۔

لہٰذا چتر ویدیت کا کاروبار دھوم سے چل رہا ہے۔ افسوس! مولوی، مولانا کہلواتے ہوئے انہیں شرم آتی ہے۔ اب ہوسکتا ہے کہ ان صاحبوں کی دیکھا دیکھی کل کو بائبل کی کچھ لائنیں انگریزی میں رٹ کر انگریزی داں یا غیر انگریزی داں یا انگلش میں شدید رکھنے والے مقررین خود کو "پادری صاحب" یا "فادر" یا "بشپ" کہلوانا شروع کردیں۔

اسی طرح توریت یا زبور کے حوالے کہیں سے ملجائیں اور انہیں رٹ کر خود کو "ربّی" کہلوانا شروع کردیں۔ راقم اس طرح کی چتر ویدیت سے بیزار ہے اور اس کا قائل نہیں! اگر جلسہ میں کوئی "پنڈت" شدھ ہندی یا سنسکرت میں سوال کرلے تو یہ حضرات کیا جواب دیں گے۔ ظفر صاحب کو اس مسئلہ پر بریلی شریف اور مبارکپور کے دارالافتاء سے سوال کرنا چاہئے۔ دیکھئے مفتی صاحبان کیا جواب دیتے ہیں۔ ہوسکتا ہے راقم خود اپنی اس سوچ میں غلط ہو۔ ویسے مولوی صاحب مولانا صاحب وغیرہ کہلوانے میں جو شان ہے اس کی بات ہی کچھ اور ہے۔ اللہ اکبر! کتنے فخر و شرف کی بات ہے کہ اس طرح وہ نائب رسول سمجھے جائیں گے مگر جانے کیوں "چتر ویدی" کہلوانے میں شان سمجھتے ہیں۔ شاید پروفیشنل طور پر برائے گلیمر!

رب عظیم ہم سبھی مسلمانان اہل سنت کو مسلک اعلیٰ حضرت پر کاربند رکھے اور سچے علماء کی پیروی اور ان کے ادب و احترام کی توفیق عطا کرے۔ آمین!

آخری عرضداشت

اخیر میں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ ہماری جماعت کے ایک بہت بڑے عالم دین، نامور واعظ و مقرر اور پیر طریقت حضرت علامہ سید قائم قتیل دانا پوری صاحب علیہ الرحمہ کو بائبل، توریت، اور زبور وغیرہ کی بڑی معلومات تھی۔ علاوہ ان کے وہ وید، گیتا وغیرہ کا بھی اچھا علم رکھتے تھے اور انگریزی زبان و ادب نیز سنسکرت کے ماہر تھے مگر خود کو کبھی "چتر ویدی" یا کچھ اور لکھوایا نہ کہلوایا۔ ان کی تقریروں کو خود سرکار مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ بھی پسند فرماتے تھے۔ دراصل وہ پروفیشنل مقرر نہیں تھے بلکہ حقیقی معنی میں مبلغ اسلام تھے۔

---☆☆☆---

اہم مسائل

از: حضرت علامہ مفتی عبد الحفیظ صاحب (پاکستان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال: کیا وضو کے بعد کپڑے سے منہ پونچھنے سے وضو کا ثواب جاتا رہتا ہے؟

جواب: وضو کا ثواب ملتا ہے، بہتر ہے کہ بے ضرورت نہ پونچھے۔ پونچھے تو بے ضرورت بالکل خشک نہ کرے قدرے نمی باقی رہنے دے کہ حدیث میں آیا ہے کہ ان الوضوء یوزن "یہ پانی قیامت کے دن نیکیوں کے پلڑے میں رکھا جائے گا" (جامع ترمذی شریف) یہی حکم غسل کا بھی ہے۔ [کتاب الآثار لامام محمد]

سوال: آنچل اور دامن سے ہاتھ پونچھنا کیسا ہے؟

جواب: علماء کرام میں مشہور ہے کہ اپنے دامن سے بدن نہ پونچھنا چاہئے اور اسے بعض سلف سے نقل کرتے ہیں رد المحتار میں ہے: دامن سے ہاتھ پونچھنا بھول پیدا کرتا ہے۔ لمعات باب الغسل میں ہے: الاولیٰ ان لا ینشف بذیلہ وطرف ثوبہ ونحوھما۔ رد المحتار میں ہے: زاد بعضھم مما یورث النسیان اشیاء منھا مسح الوجہ اویدیہ بذیلہ۔

سوال: زکام سے وضو جاتا ہے یا نہیں؟

جواب: زکام کتنا ہی جاری ہو اس سے وضو نہیں جاتا ہے، ہاں اگر آنکھیں دکھتی ہوں اور ان سے آنسو بہے ناقض وضو ہے۔ در المختار باب الحیض میں ہے: صاحب العذر من بہ سلس البول او استحاضہ او بعینہ رمد رد المحتار میں ہے: قولہ ومد ای ویسیل منہ الدمع۔

سوال: گھٹنے کھل جانے یا اپنا یا پرایا ستر بلا قصد یا بالقصد دیکھنے دوڑنے یا گرنے سے وضو جاتا ہے یا نہیں؟

جواب: ان میں سے کسی بات سے وضو نہیں جاتا ہے عوام میں جو مشہور ہے کہ ستر کھلنے یا دیکھنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے محض بے اصل ہے علماء نے ستر عورت کو آداب وضو سے شمار کیا ہے منیہ وغنیہ میں ہے: اداب الوضوء ان یستر عورتہ حین فرغ من الاستنجاء اھ ملتقطاً۔ دوڑنے کودنے اور گرنے میں بھی کوئی وجہ وضو ٹوٹنے کی نہیں پائی جاتی ہے جب تک گرنے سے بیہوش نہ ہو یا خون نہ نکلے۔ [فتاوٰی رضویہ جلد اول، عامۂ کتب]

سوال: کس طرح سونے سے وضو جاتا ہے؟

جواب: نیند دو شرطوں سے وضو توڑ دیتی ہے۔ اوّل دونوں سرین اس وقت خوب نہ جمے ہوں۔ دوسری ایسی حالت پر سویا جو غافل ہو کر نیند آنے کو منع نہ کرے جب یہ دونوں شرطیں جمع ہوں گی تو سونے سے وضو چلا جائے گا اور اگر ایک بھی شرط نہ پائی گئی تو وضو نہ جائے گا۔

لہٰذا نماز کے کسی رکن میں سو گیا وضو نہ جائے گا اگر نماز میں لیٹ کر سویا وضو جائے گا اونگھ ناقض وضو نہیں جبکہ ایسا ہوشیار رہے کہ آس پاس کے لوگ جو باتیں کرتے ہوں اکثر پر مطلع رہے یوہیں بیٹھے بیٹھے جھوم رہا ہے وضو نہ جائے گا اگر چہ جھومنے میں کبھی ایک سرین اٹھ بھی جاتا ہو بلکہ اگر چہ جھوم کر گر پڑے جبکہ فوراً آنکھ کھل جائے ہاں اگر گرنے کے ایک لمحہ بعد آنکھ کھلی تو وضو نہ رہے گا حلیہ میں ہے: النوم ان کان فی الصلوۃ فلیس بحدث الا ان یکون مضطجعا وقال قاضی خان او متکئا۔

سوال: غسل میں تین فرض (۱) کلی کرنا، (۲) ناک میں پانی ڈالنا، (۳) تمام ظاہر بدن پر پاک پانی بہہ جانا کی وضاحت کیجئے۔

جواب: (۱) کلی کہ منہ کے ہر پرزے، گوشت، ہونٹ سے لے کر حلق کی جڑ تک ہر جگہ پانی بہہ جائے۔ (۲) ناک میں پانی ڈالنا یعنی دونوں نتھنوں کا جہاں تک نرم جگہ ہے دھلنا کہ پانی سونگھ کر اوپر چڑھائے۔ (۳) تمام ظاہر بدن یعنی سر کے بالوں سے پاؤں کے تلوؤں کے نیچے تک جسم کے ہر پرزے ہر رونگٹے پر پانی بہہ جانا درمختار میں ہے: فرض الغسل غسل کل فمه، بحرالرائق میں ہے: المضمضة اصطلاحا استيعاب الماء جميع الفم ردالمحتار میں بحرالرائق سے ہے: الاستنشاق ايصال الماء الى المارن ولغه وهو جذب الماء ونحوه بريح الانف الى داخله قاموس میں ہے: المارن مالان من الانف درمختار میں ہے: غسل اى اسالة الماء مع التقاطر، ردالمحتار میں ہے: البل بلا تقاطر مسح اسی میں ہے: لولم يسل الماء بان يستعمله استعمال الدهن لم يجز.

سوال: کسی کی ران میں پھوڑا ہے یا کوئی بیماری ہے ڈاکٹر کہتا ہے کہ یہاں پانی نقصان کرے گا اور بدن پر پانی ڈال سکتا ہے اس حالت میں وضو یا غسل کے لئے تیمم درست ہے؟

جواب: اس صورت میں غسل یا وضو کے لئے تیمم جائز نہیں وضو کے لئے تو ظاہر ہے کہ ران کو وضو سے کوئی تعلق نہیں اور غسل کے لئے اس لئے کہ اکثر بدن پر پانی ڈال سکتا ہے غسل کی حاجت ہو اگر ٹھنڈا پانی نقصان پہنچاتا ہو تو گرم پانی سے اس جگہ کو دھولے باقی بدن گرم یا ٹھنڈے پانی سے دھولے اور اگر ہر طرح کا پانی مضر ہے تو ضرر کی جگہ کو بچا کر باقی بدن دھوئے اور اس جگہ پر مسح کرے اور اگر پٹی یا دوا کے اوپر پانی بہا سکتا ہے تو بہالے اور اب بھی پانی مضر ہو (نقصان کرے) تو دوا یا پٹی پر مسح کرلے اور اگر اس سے بھی مضرت ہو، اتنی جگہ خالی چھوڑ دے جب یہ تکلیف دور ہو جتنی بات پر قدرت ملتی جائے، بجالاتا جائے، ردالمحتار میں ہے: بسمح الجريح ان لم يضره والاعصبها بخرقة ومسح فوقها، اور یہ بات کہ فلاں چیز ضرر کرے گی جب ہی صحیح ہوگی کہ یا تو خود اس کا تجربہ ہو کہ نقصان ہوتا ہے یا ایسی کوئی علامت جس سے ظن غالب ہوتا یا طبیب حاذق مسلم جس کا کوئی فسق ظاہر نہ ہو اس کا قول ہو درمختار اور ردالمحتار میں ہے: تيمم المريض لمرض شديد او يمتد بغلبة ظن (عن امارة او تجربة شرح منيه) او قول (طبيب) حاذق مسلم (غيرظاهر الفسق)

فائدہ: حدیث میں ہے کہ ولہان نام کا شیطان وضو میں وسوسہ ڈالتا ہے اس کے وسوسے بچو۔ وسوسے سے بچنے کی چند بہترین تدابیر یہ ہیں۔ (۱) رجوع الی اللہ۔ اعوذ، ولاحول، وسورہ ناس کی قرأت اور آمنت بالله ورسوله کہنا اور هو الاول والآخر والظاهر و الباطن وهو بكل شي عليم اور سبحن الملك الخلاق o ان يشاء يذهبكم ويأت بخلق جديدo وما ذلك على الله بعزيز o کی کثرت اسے جڑ سے کاٹ دیتی ہے وسوسہ کی نہ سننا اس پر عمل نہ کرنا اس کے خلاف کرنا۔ اس بلائے عظیم کی عادت یہ ہے کہ جس قدر اس پر عمل ہو اس قدر بڑھے اور جب قصداً اس کا خلاف کیا جائے تو باذنہ تعالیٰ تھوڑی مدت میں بالکل ختم ہوجائے سیدنا عبداللہ بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ماوسوس باولع ممن براها تعمل فيه کہ شیطان جب دیکھتا ہے کہ میرا وسوسہ اس میں کارگر ہوتا ہے سب سے زیادہ اس کے پیچھے پڑتا ہے۔ (رواہ ابن ابی شیبہ)

امام اجل قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ایک شخص نے شکایت کی کہ نماز میں مجھے سہو ہوتا ہے سخت پریشان ہوتا ہوں اس پر فرمایا کہ: اعص فی صلاتك فانه لن يذهب ذلك عنك حتى تنصرف وانت تقول ما اتممت صلاتی تو اپنی نماز پڑھے جا یہ شبہے ختم نہ ہوں گے جب تک تو یہ نہ کہے میری نماز پوری نہ ہوئی یعنی یوں ہی سہی مگر میں تیری بات نہیں سنتا[موطا امام مالک]

سوال: جس شخص پر غسل فرض ہے وہ ہاتھ دھو کر کلی کر کے کھانا کھا سکتا ہے؟

جواب: اس صورت میں کھانا کھانا بلا کراہت جائز ہے اور افضل یہ ہے کہ غسل کر لے ورنہ وضو کر لے کہ جہاں جنبی ہوتا ہے رحمت کے فرشتے اس مکان میں نہیں آتے کما نطقت به الاحاديث درمختار میں ہے: لا باس باكل وشرب بعد مضمضه و غسل يد واما قبلها فيكره للجنب امام طحاوی شرح معانی الآثار میں مالک بن عبادہ غافقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ انہوں نے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حاجت غسل میں کھانا تناول فرمایا انہوں نے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے اس کا ذکر کیا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اعتبار نہ آیا انہیں لے کر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! یہ کہتے ہیں کہ آپ نے بحالت جنابت کھانا تناول کیا ارشاد فرمایا: نعم اذ توضاك اكلت وشربت ولكنى لا اصلى ولا اقرأ حتى اغتسل کہ ہاں! جب میں وضو کر لوں تو کھاتا پیتا ہوں مگر نماز اور قرآن بے نہائے نہیں پڑھتا ہوں۔

سوال: قرآن پاک یا وہ قرآن کہ جس کے حاشیہ پر تفسیر عربی یا اردو یا تفسیر قرآن عربی یا اردو یا مترجم قرآن کو (بے غسل) اور بے وضو چھو سکتا ہے؟

جواب: بے وضو شخص کو قرآن پاک چھونا مطلقاً حرام ہے خواہ اس میں صرف نظم قرآن عظیم لکھا ہو یا اس کے ساتھ ترجمہ وتفسیر وغیرہا کہ ان کے لکھنے سے نام قرآن عظیم زائل نہ ہوگا آخر اسے قرآن عظیم ہی کہا جائے گا۔(یہ زوائد قرآن کریم کے تابع ہیں) قرآن عظیم سے جدا نہیں۔لہٰذا قرآن کے سادہ حاشیہ بلکہ اس کے پٹھوں (گتوں) بلکہ قرآن پاک سے علحدہ ترجمہ لکھا ہوا سے بھی چھونا ممنوع ہے۔ہندیہ میں ہے: منها حرمة مس المصحف لا يجوز للجنب والمحدث مس المصحف الا بغلاف متجاف عنه كالخريطة والجلد الغير المشرز لا بما هو متصل به هوالصحيح هكذا فى الهدايه و عليه الفتوى كذا فى الجوهرة النيرة والصحيح منع مس حواشى المصحف والبياض الذى لاكتابة عليه هكذا فى التبيين۔

سوال: جب کوئی کسی کام کے لئے کلام اللہ شریف کی پوری آیت یا آیت سے کم پڑھنا جائز ہے۔

جواب: قرآن عظیم کی وہ آیات جو ذکر و ثناء و مناجات و دعا ہوں اگر چہ پوری آیت ہو جیسے آیت الکرسی بلکہ پوری سورۃ جیسے الحمد شریف بہ نیت ذکر و دعا بے نیت تلاوت پڑھنا جنب و حائض (ماہواری والی) ونفساء (بچہ کی ولادت کے بعد خون آنے کی حالت) سب کو جائز ہے اسی لئے کھانے یا سبق کی ابتداء میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ سکتے ہیں کہ اگر چہ ایک آیت مستقلہ (مکمل) ہے کہ اس سے مقصود تبرک و استفتاح ہے نہ کہ تلاوت۔ بحر میں مسائل ممانعت کے بعد لکھا ہے: هذا كله اذا قرء على قصد انه قرآن اوقرنه على قصد الثناء او افتتاح امر لايمنع فى اصح الروايات وفى العيون لابى الليث ولو انه قرء الفاتحة على سبيل الدعاء او شيئا من الآيات التى فيها معنى الدعاء والم

یرد به القراءة فلا باس به اختاره الحلوانی وذکر فی غایة البیان انه المختار۔

سوال: بارش کا پانی نالی وغیرہ کو دھو کر باہر چلا جاتا ہے پاک یا ناپاک؟

جواب: جس وقت بارش ہو رہی ہے اور وہ پانی بہہ رہا ہے ضرور جاری پانی ہے اور وہ ہرگز ناپاک نہیں ہو سکتا جب تک کہ نجاست کی کوئی صفت مثلاً بو یا رنگت اس میں ظاہر نہ ہو صرف نجاستوں سے اس کا گزرتا ہوا چلا جانا اس کی نجاست کا سبب نہیں فان الماء الجار یطهر بعضه بعضا [فتاویٰ رضویہ]

سوال: نامحرم عورت جوان یا بڑھیا اپنے مرشد کا جھوٹا پانی یا شوربا پی سکتی ہے؟

جواب: تلذذ شہوانی (شہوت کی لذت) کی نیت سے حرام اور خالص تبرک کی غرض سے جائز ہے (واللہ یعلم المفسد من المصلح) صحیح حدیث میں ہے کہ: جب حضور اقدس سید عالم ﷺ ہجرت فرما کر حضرت سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں مقیم ہوئے حضور اقدس ﷺ کا بچا ہوا کھانا جب ان کے گھر جاتا وہ اور ان کے گھر والے حضور اقدس ﷺ کی انگشتان مبارک کے نشان کی جگہ سے کھاتے درمختار فصل فی البیر میں ہے: یکرہ سورها للرجل کعکسه لاللاستلذاذ ردالمحتار میں ہے: یفهم منه انه حیث لا استلذاذ لاکراهه۔

سوال: آدمی کا جھوٹا پاک ہے یا نہیں؟ اس کا پینا اور اس سے وضو کا کیا حکم ہے؟

جواب: آدمی چاہے جب ہو یا حیض ونفاس والی عورت اس کا جھوٹا پاک ہے کافر کا جھوٹا بھی پاک ہے مگر اس سے بچنا چاہئے۔ [عالمگیری ج ۱، ص ۲۳]

مرد کو غیر عورت کا اور عورت کو غیر مرد کا جھوٹا اگر معلوم ہو کہ فلانی یا فلاں کا جھوٹا ہے بطور لذت کھانا پینا مکروہ ہے مگر اس کھانے یا پانی میں کوئی کراہت نہیں آتی اور معلوم نہ ہو کہ کس کا ہے یا لذت کے طور پر کھایا پیا نہ گیا تو کوئی حرج نہیں بلکہ بعض صورتوں میں بہتر ہے جسے باشرع عالم دین یا دین دار پیر کا جھوٹا کہ اسے تبرک جان کر لوگ کھاتے پیتے ہیں۔ [ہندیہ ج ۱، ص ۲۳]

جو جھوٹا پانی پاک ہے اس سے وضو اور غسل جائز ہے مگر جب نے بغیر کلی کئے پانی پیا تو اس جھوٹے پانی سے وضو ناجائز ہے کہ وہ مستعمل ہو گیا۔ [بہار شریعت جلد دوم، ص ۵۰]

حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: قلت یا رسول الله انا نغزو ارض العدو فنحتاج الی انیتهم فقال استغنوا عنها مااستطعتم فان لم تجدو غیرها فاغسلوها وکلو منها۔ [جامع کبیر للسیوطی] میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم دشمن کے ملک میں جہاد کو جاتے ہیں ان کے برتنوں کی حاجت پڑ جاتی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جہاں تک بن پڑے ان کے برتنوں سے دور رہو اور اگر دوسرے برتن نہ ملیں تو انہیں دھو کر پاک کر لو اس کے بعد ان میں کھاؤ اور پیو۔ [بخاری] قد رواه احمد والبخاری والمسلم وابو داؤد والترمذی قال انقوها غسلا، ترمذی میں ہے کہ: انہیں دھو کر پاک کر لو۔ لہٰذا بوقت ضرورت غیر مسلم کے برتنوں کو دھو کر استعمال کرنا جائز ہے۔

سوال: نماز عیدین یا نماز جمعہ یا نماز پنجگانہ کی جماعت تیار ہے اگر وضو کریگا تو نماز ختم ہو جائے گی تو کیا کرے؟

جواب: بے وضو کوئی نماز نہیں ہو سکتی۔ عیدین یا جنازہ کی نماز جاتے رہنے کا اندیشہ ہو تو تیمم کرے جمعہ و نماز پنجگانہ نماز کے لئے وضو کرے اگرچہ جمعہ و جماعت فوت ہو جائے۔ [فتاویٰ رضویہ جلد اول]

سوال: اگر کسی پر غسل فرض ہو اور وقت تنگ ہو کہ

غسل کرے گا وقت ختم ہوجائے گا تو کیا کرے؟

جواب: جبکہ نماز کا وقت تنگ ہو تو نجاست دھو کر تیمم کر کے نماز پڑھ لے پھر غسل کر کے سورج بلند ہونے کے بعد اس نماز کا اعادہ کرے [فتاویٰ رضویہ جلد اول، عامہ کتب]

سوال: کل جسم یا بعض میں بیماری یا درد ہو کہ پانی نقصان پہنچائے تو کیا تیمم جائز ہے؟

جواب: جتنی بات پر قدرت ہو اتنی فرض ہے اگر پورے غسل یا وضو پر قدرت ہے تو نہ مسح جائز نہ تیمم اور اگر ضرر کی جگہ پانی ڈالنے سے نقصان ہوتا ہے تو اگر ہمیشہ نقصان ہوتا ہے تو ہمیشہ وہاں پوری جگہ مسح کرے باقی اعضاء دھولے اگر جاڑے میں نقصان ہوتا ہے یا ٹھنڈے وقت نقصان کرتا ہے گرم وقت میں نہیں تو جس وقت نقصان کرتا ہے اس وقت مسح کر لے باقی وقت دھوئے اور اگر ٹھنڈا پانی نقصان کرتا ہے تو گرم پانی سے وہ جگہ دھوئے۔ والمسائل منصوص علیہا فی عامة الکتب۔

سوال: چونا کتھا دانتوں پر جم گیا غسل فرض ہے کس طرح کرے؟

جواب: اگر وہ جگہ جہاں چونہ جم گیا ہے جنابت کے بعد کسی طرح کلی کرنے یا پانی (جس پر غسل فرض ہو) پینے سے دھل نہ گئی تھی اور وہ چونہ ایسا جم گیا ہے کہ اسے چھڑانا باعث ضرر وایذا ہے تو معاف ہے غرغرہ کافی ہے اگر بغیر ضرر چھڑا سکتا ہے تو چھڑانا واجب ہے بغیر چھڑائے غسل نہ ہوگا۔ [فتاویٰ رضویہ جلد دوم باب الغسل]

سوال: ایام حیض میں اپنی عورت سے ران یا پیٹ پر کسی جگہ اور مقام پر فائدہ حاصل کر سکتا ہے؟

جواب: پیٹ پر جائز اور ران پر نا جائز ہے اس میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ حالت حیض ونفاس میں زیر ناف سے زانو تک عورت کے بدن سے بغیر کسی ایسے حائل کے جس کے سبب عورت کے جسم کی گرمی اس کے جسم کو نہ پہنچے تمتع (فائدہ لینا) جائز نہیں۔ یہاں تک کہ اتنے حصہ بدن پر شہوت سے نظر بھی جائز نہیں اور اتنے حصے کو بلا شہوت چھونا بھی جائز ہیں اس سے اوپر نیچے کے بدن سے مطلقاً ہر قسم کا فائدہ لینا جائز یہاں تک کہ اس مقام پر انزال کرنا جائز ہے۔ درمختار میں ہے: یمنع حل قربان ماتحت ازار یعنی مابین السرة ورکبة ولو بلاشهوة وحل ما عداه مطلقاً ردالمحتار میں ہے: یجتنب الرجل من الحائض ما تحت الازار عند الامام وقال محمد الجماع فقط ثم اختلفوا فی التفسیر قول الامام قیل لا یباح الاستمتاع من النظر وغیره بما دون السرة الی الرکبه و یباح ماوراء وقیل یباح مع الازار۔

سوال: حیض والی عورت کی روٹی پکی ہوئی کھانا اور اس کو اپنے ساتھ کھلانا جائز ہے اور حیض (ماہواری) کے کتنے دن ہیں۔

جواب: ان کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا بھی جائز اسے اپنے ساتھ کھلانا بھی جائز ہے ان باتوں سے احتراز یہود ومجوس کا مسئلہ ہے۔ حدیث پاک میں ہے: وقد کان رسول الله علیه السلام یدنی راسه الکریم لام المومنین الصدیقه رضی الله تعالیٰ عنها وهی فحر بیتها صلی الله تعالیٰ علیه وسلم معتکف فی المسجد لتغسله فتقول انا حائض فیقول حیضتك لیست فی یدك۔ حیض کی کم از کم مدت تین رات دن کامل اور زیادہ سے زیادہ کامل دس دن رات ہے۔

سوال: اگر عورت آٹھ دن میں نفاس سے فارغ ہوگئی اب اس کے واسطے روزے نماز کا کیا حکم ہے اس کی چوڑیاں، چارپائی، مکان پاک رہا یا ناپاک یا چالیس دن پورے کرنا ہے؟

جواب: یہ جو عوام جاہل عورتوں میں مشہور ہے کہ

جب تک چالیس دن نہ ہو جائیں زچہ پاک نہیں ہوتی محض غلط ہے خون بند ہونے کے بعد ناحق ناپاک رہ کر نماز روزے چھوڑ کر سخت گناہ کبیرہ میں گرفتار ہوتی ہیں مردودوں پر فرض ہے کہ انہیں اس سے باز رکھیں۔ نفاس کی آخری حد چالیس دن ہے کم کی کوئی حد نہیں جب بھی عورت پاک ہو جائے غسل کرکے نماز روزہ ادا کرے۔ چوڑیاں یا چارپائی یا مکان سب پاک ہیں صرف وہی چیز ناپاک ہوگی جسے خون لگ جائے باقی چیزوں کو ناپاک سمجھنا ہندوؤں کا طریقہ ہے۔[فتاویٰ رضویہ جلد دوم، عامۂ کتب]

سوال: ہڈی مردار جانور کی پاک ہے یا ناپاک؟

جواب: ہڈی ہر جانور کی پاک ہے حلال ہو یا حرام۔ جب شرعی طور پر ذبح ہو یا مردار جبکہ اس ہڈی پر مردار کے بدن کی کوئی رطوبت (تر چیز) نہ ہو سوائے سور کے کہ اس کی ہر چیز ناپاک ہے۔ درمختار میں ہے: شعر المیة غیر الخنزیر وعظمها طاهر۔

سوال: اگر مٹی کے برتن پیالے کونڈے اور مٹکے وغیرہ میں نجاست غلیظہ مثل پیشاب یا پاخانہ لگ جائے تو انہیں کس طرح پاک کیا جائے؟

جواب: پانی کے گھڑے وغیرہ ان کو ایک بار دھو کر چھوڑ دیں کہ پھر بوند نہ ٹپکے اور تری نہ رہے پھر دوبارہ دھوئیں اور اسی طرح چھوڑ دیں اور پھر تیسری بار ایسا ہی کریں وہ پاک ہو جائے گا مٹی کا برتن چکنا استعمالی جس کے مسام بند ہو گئے ہوں جیسے ہانڈی تو وہ تانبہ کے برتن کی طرح تین بار دھونے سے پاک ہو جاتا ہے درمختار میں ہے: قدر بتثلیث جفاف ای انقطاع تقاطر فی غیر منعصر مما یتشرب النجاسة والا فبقلعها کما مر۔

سوال: ہڈی سے استنجا کیوں منع ہے کیا وہ جنوں کی خوراک ہے؟

جواب: جنات کی قوم کے وفد بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنے لئے اور اپنے جانوروں کے لئے خوراک طلب کی ان سے سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا: لکم کل عظم ذکر اسم الله علیه یقع فی ایدیکم اوفر مایکون لحما وکل بعرة علف لدوابکم، تمہارے لئے ہر ہڈی ہے جس پر اللہ عزوجل کا نام لیا جائے یعنی جس کو شرعی طور پر ذبح کیا گیا اس جانور کی ہڈی ہو وہ تمہارے ہاتھ میں ایسے ملے گی جیسی اس وقت تھی جب اس پر گوشت کامل تھا (یعنی گوشت چھڑائی ہوئی ہڈی تمہیں مع گوشت ملے گی) اور ہر مینگنی تمہارے جانوروں کے لئے چارہ ہے، پھر انسانوں سے ارشاد فرمایا: فلا تستنجوا بهما فانهما طعام اخوانکم کہ ہڈی اور مینگنی سے استنجانہ کرو کہ وہ تمہارے بھائیوں کی خوراک ہے۔[رواہ مسلم عن ابی مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ]

سوال: کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں بلند مقام پر جائز ہے۔

جواب: کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ اور سنت نصاری (عیسائی) ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: من الجفاء ان یبول الرجل قائما کہ بے ادبی و بدتہذیبی ہے کہ آدمی کھڑے ہو کر پیشاب کرے۔[رواہ البزار بسند صحیح عن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ]

سوال: کاغذ سے استنجا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: کاغذ سے استنجا کرنا مکروہ ممنوع و سنت نصاریٰ ہے کاغذ کی تعظیم کا حکم ہے اگرچہ سادہ ہو اور لکھا ہوا ہو تو بدرجہ اولیٰ درمختار میں ہے: کره تحریما بشئ محترم ردالمحتار میں ہے: یدخل فیه الورق قال فی السراج قیل انه ورق الکتابة وقیل ورق الشجر وایهما کان فانه مکروه۔

☆☆☆☆☆

ماسٹر چابھی اور مسلم

از: شجاعت علی قادری، ایم ایم حال، اے، ایم، یو، علی گڑھ

اس دنیائے فانی میں مذہب اسلام کے علاوہ اور دیگر مذہب جیسے عیسائی، یہودی، سکھ، جین، ہندو، پارسی وغیرہ مذہب کے ماننے والے آباد ہیں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ سارے مذاہب میں سے صرف مذہب اسلام ہی ایک ایسا واحد مذہب ہے جو ابتداء سے ہے اور انشاء اللہ انتہا تک رہے گا۔ اور سارے مذہب کی زندگی غروب آفتاب کے مانند ہے۔ لیکن اس وقت حالات پوری طرح سے الگ ہیں اس وقت سارے مذاہب جن کی زندگی دو دن کی ہے بڑے ہی شان وشوکت عزت واحترام اور آرام کی زندگی جی رہے ہیں اور پوری کائنات پر اپنا دبدبہ ورعب بنائے ہوئے ہیں اور اس کائنات کی ماسٹر چابھی مسلمانوں سے چھین لیا ہے یا یوں کہنا زیادہ بہتر ہوگا کہ اس ماسٹر چابھی کو مسلمانوں سے چھینی نہیں گئی ہیں بلکہ مسلمانوں نے اسے خود ہی بیچ دیا ہے۔

آج پورے عالم اسلام پر شمال سے جنوب تک مشرق سے مغرب تک خطرات کے بادل منڈلا رہے ہیں یہ بادل کبھی افغانستان کے بے قصور لوگوں پر برستا ہے تو کبھی عراق میں اور اب ایران لیبیا پر برسنے کے بیقرار ہے مسلمان عالمی سطح پر پریشان حال ہے۔ یوں تو مسلمان پورے عالم میں گھٹ گھٹ کر جی رہے ہیں لیکن ہندوستان میں اس کی حالت بہت ہی بدتر اور قابل غور ہے۔

یہاں ایک اہم اور بنیادی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کون سی چیز ہے جس نے مسلمانوں کو اتنے پیچھے ڈھکیل دیا ہے؟ وہ کون سی مجبوری ہے کہ مسلمان گھٹ گھٹ کر جینے پر آمادہ ہے؟ وہ کون سی چیز کی کمی ہے آج مسلمانوں کو ہندوستان میں دوسرے نمبر کا شہری کہا جا رہا ہے۔ اور اگر کوئی مسلمان اپنے بنیادی حقوق کو حاصل کرنے کے لئے آواز بلند کرتا ہے تو اسے دہشت گرد قرار دیکر جیل میں تاعمر سڑنے کے لئے ڈال دیا جاتا ہے۔ مسلمانو! سنبھلو۔

اب وقت آگیا ہے عالم کا مسلمان اور خاص کر ہندوستان کا مسلمان اس پر غور کرے اور اس بنیاد کو جڑ سے ختم کردے جو اسے آگے بڑھنے سے روک رہی ہے۔ اب وقت آگیا ہے ان سوالات پر لگام لگانے کا جن سوالوں سے مسلمانوں کی عزت وآبرو قابلیت و ہنر کو کمتر کرکے دکھایا جارہا ہے اس سے اچھا کوئی وقت نہیں ہوسکتا کہ مسلمان اس کائنات کی ماسٹر چابھی کو دوبارا حاصل کرلے۔

ان سب چیزوں کو حاصل کرنے کا اس وقت صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ مسلمان قرآن اور حدیث کی روشنی میں اپنی زندگی گزرا اور دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ علوم جدید سائنس اور انگریزی کی تعلیم ضرور حاصل کرے۔

اے ملت اسلامیہ کے لوگوں نعرہ تکبیر بلند کرکے اٹھو کردار اور عمل کی ایک ناقابل شکست چٹان بن جاؤ زمانے کی رفتار کو بدل دو۔ تمہارا ماضی تمہاری گواہ ہے کہ جب تم نے اسلام اصول پسندی کو اپنایا ہے تو زمانے کی بڑی سے بڑی طاقت تمہارے زیر قدم رہی۔ آج پھر تم کو اسی تاریخ کو دوہرانے کی ضرورت ہے۔

تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ ہمارے اکابر نے ہر جگہ، ہر دل، ہر معاملات میں پیش رو رہے ہیں اور ان کی سرداری تسلیم کی جاتی رہی ہے کیوں کہ ماسٹر چابھی لیکر اس چابھی کے حقوق کو سمجھا اور مضبوطی سے تھاما، ہم نے اسے ضائع کر دیا ہے، ہم میں ہر آدمی خود ماسٹر چابھی حاصل کرنے کی کوشش کرلے دنیا ہمارے زیر قدم ہوگی۔

☆☆☆☆

غوث اعظم اور ان کی کرامت

از: ایف، این، رضویہ

میر میراں پیر پیراں سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو علی الاطلاق ''غوث اعظم'' سے مشہور و معروف ہیں۔ انہیں کون نہیں جانتا کہ آپ 'مسلسلة الذہب'' سلسلہ قادریہ کے بانی ہیں۔ آپ دور عباسی میں خلیفہ المقتدر کے زمانے میں ایران کے مشہور قصبہ ''جیلان'' میں ۴۷۰ھ میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد ولی زمانہ شیخ ابو صالح موسیٰ جنگی دوست اور والدہ ماجدہ ولیہ کاملہ ام الخیر فاطمہ ہیں آپ نجیب الطرفین سید ہیں۔ آپ کے والد کی طرف سے دس پشتوں کے واسطے سے حضرت حسن بن علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور والدہ کی طرف سے پندرہ پشتوں کے واسطوں سے حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جاملتا ہے آپ زبردست عالم و واعظ اور حنبلی المسلک ہیں۔ آپ کے پیرو مرشد حضرت قاضی ابو السعید مبارک مخزومی ہیں۔ آپ ۱۷ ریا ۱۰ ربیع الآخر ۵۶۱ھ ۱۱ اپریل ۱۱۶۶ء کو دنیائے فانی سے بقا کی طرف کوچ فرماگئے۔

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتنے زبردست ولی اور مبلغ اسلام تھے اس پر نہ کوئی کما حقہ لکھ سکا اور نہ لکھ سکے گا۔ بلکہ اتنا سمجھ لیں غوث پاک ہر نوعیت، ہر جہت سے ایک سمندر ہیں۔ ہم میں جن کا جتنا ظرف ہے۔ بحر غوثیت سے اتنا اس نے لے لیا اور ہماری عقل کی جتنی قوت پرواز ہے اتنا سمجھ لیا۔

غوث اعظم سے ایسے ایسے خوارق عادات یعنی کرامات صادر ہوئے ہیں کہ ان سب کا اندازہ لگانا مشکل ہے بہر حال جو کرامتیں منقول ہو کر ہم تک آئی ہیں جن کے پڑھنے اور سننے سے ایمان میں تازگی پیدا ہوتی ہے اور غوث اعظم سے عقیدت میں روز افزوں ترقی ہوتی ہے۔

لہٰذا ہم ان کی کچھ کرامات آپ کے حوالے کر رہے ہیں۔

قبر سے مردہ گاتا ہوا اٹھا

حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ کہیں تشریف لے جارہے تھے کہ راستے میں ایک مسلمان اور ایک عیسائی کو مناظرہ کرتے ہوئے دیکھا۔ مسلمان سرکار کائنات ﷺ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل بتارہا تھا اور عیسائی سرور کائنات ﷺ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ افضلیت بتارہا تھا کہ آپ نے مردوں کو زندہ کیا ہے۔ ان دونوں کی یہ باتیں سن کر آپ بھی وہاں رک گئے۔ اور عیسائی کی یہ دلیل سن کر فرمایا کہ یہ وجہ افضلیت نہیں ہوسکتی یہ کرامت تو ہمارے پیغمبر ﷺ کے امتی بھی دکھا سکتے ہیں۔ میں فخر دو عالم سرور کائنات ﷺ کا امتی ہوں اگر تم اپنے پیغمبر علیہ السلام کا یہ معجزہ سرور کائنات ﷺ کے امتی میں دیکھنا ہو تو کہو، میں مردہ کو زندہ کردوں اور تم دیکھ لوگے۔ عیسائی نے عرض کیا ضرور دکھلایئے۔ اور عیسائی خود ہی آپ کو ایک پرانی قبر پر لے گیا۔ آپ وہاں پر جاکر کھڑے ہوئے تو آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا کہ یہ ایک مغنی کی قبر ہے۔

حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے عیسائی سے فرمایا کہ یہ ایک مغنی کی قبر ہے اگر تم چاہو تو یہ نہ صرف زندہ ہو بلکہ اپنی قبر سے گاتا ہوا بھی نکلے۔ عیسائی نے کہا کہ یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: قم باذن

اللہ، اور قبر اسی وقت شق ہوگئی اور مغنی اپنی قبر سے گاتا ہوا باہر نکل آیا آپ کی یہ کرامت دیکھ کر عیسائی آپ کے قدموں پر گر گیا اور کہا کہ جب ان کے غلام شیخ عبد القادر میں یہ قدرت ہے تو اس سرور کائنات ﷺ میں کتنی قدرت ہوگی۔ اور اپنے گناہوں سے توبہ کی اور اسی وقت کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوگیا۔ [محبوب سبحانی نمبر ص ۳۷۶]

تیرا قد تو نادر دہر ہے کوئی مثال ہو تو مثال دے
نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سرو چماں نہیں

مرید کے دشمن کو کھڑاؤں سے مارا

شیخ ابو عمر و عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ ہم سرکار غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسے میں حاضر تھے۔ آپ نے وضو فرما کر دو رکعت نماز نفل ادا کئے۔ نماز نفل سے فارغ ہوکر آپ نے بلند آواز کرتے ہوئے اپنی ایک کھڑاؤں ہوا میں پھینکی بعد میں دوسری کھڑاؤں کو اسی طرح پھینکا ہم نے اوپر دیکھا تو دونوں کھڑاؤں غائب ہوچکی تھی۔ متحیر اپنی جگہ پر بیٹھے رہے کسی کو بات معلوم کرنے کے سردار نے کہا کہ ہم سرکار غوث پاک کے دربار میں کچھ نذرانہ پیش کرنا چاہتے ہیں آپ سے قافلہ والوں نے بلانے کی اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت مرحمت فرمائی۔ نیز آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ جو کچھ دیں قبول کرلو۔ چنانچہ قافلہ حاضر ہوا اور آپ کی خدمت میں تحائف میں آپ کی دو کھڑاؤں بھی موجود تھیں ہمیں بڑی حیرت ہوئی ہم نے باہر آکر قافلہ کے لوگوں سے ماجرا دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ ۳ صفر کو ہم جارہے تھے کہ راستے میں ڈاکوؤں نے ہمیں لوٹ لیا اور ہمارے قافلے کے بہت سے آدمیوں کو قتل بھی کردیا۔ ڈاکو ہمارا مال ایک طرف کو لیجا کر تقسیم کرنے لگے۔ اس وقت ہم نے خیال کیا کہ اب ہمیں اس مصیبت سے نجات صرف اسی صورت میں مل سکتی ہے کہ حضور غوث پاک دستگیری فرمائیں۔ یا غوث اغثنی کہنے والے ہی تھے کہ دو آوازیں سنائی دیں جس سے سارا جنگل گونج اٹھا اور ڈاکو کانپنے لگے ہم سمجھے کہ کوئی اور ڈاکو آگیا۔ جو یہ مال ان ڈاکوؤں سے بھی لے جائے گا۔ اتنے میں وہ ڈاکو ہمارے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آؤ تم اپنا مال واپس لے لو اور دیکھو ہمارا کیا حال ہے ہم وہاں پہونچے تو ڈاکوؤں کے دونوں سردار کو مردہ پایا اور ہر ایک کے پاس ایک ایک کھڑاؤں پڑی ہے۔ چنانچہ ہمارا لوٹا ہوا مال واپس کیا اور ہم حضور غوث پاک کے دربار میں بطور شکرانہ یہ تحائف پیش کرنے حاضر ہوئے ہیں۔ [محبوب سبحانی ص ۳۷۷ھ ۱۱ اپریل ۱۹۹۷ء]

کہا جس نے یا غوث اغثنی تو دم میں
ہر آئی مصیبت ٹلی غوث اعظم
(مفتی اعظم)

دریائے دجلہ نے بات مان لی

ایک دفعہ دریائے دجلہ کی طغیانی اس قدر بڑھی کہ اہل بغداد کو یہ ڈر ہوا کہ بغداد میں پانی گھس آئے گا۔ تو لوگوں نے آپ سے التجا کی کہ حضرت غوث اعظم توجہ فرمائیں ورنہ سارا شہر غرق ہوجائے گا۔ آپ نے فوراً عصا اٹھایا اور لوگوں کے ساتھ دریائے دجلہ میں تشریف لے گئے۔ پانی اصلی حد سے آگے دور تک پھیل چکا تھا۔ آپ وہاں پہونچے اور اپنے عصا کو گاڑ دیا۔ اور کہا کہ بس اپنی حد سے مت بڑھ۔ بس یہیں تک رہ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ پھیلا ہوا پانی لوٹ کر اپنی جگہ واپس چلا گیا اور دریائے دجلہ کی طغیانی ختم ہوگئی اور دریائے دجلہ اپنے معمول کے مطابق بہنے لگا۔ [محبوب سبحانی نمبر ص ۳۷۷ روسیرت غوث اعظم]

تیرا مرتبہ اعلیٰ کیوں نہ ہو مولیٰ
تو ہے ابن مولیٰ علی غوث اعظم
(مفتی اعظم)

آپ کی دعا سے عذاب قبر سے نجات

ایک دن بغداد کا ایک باشندہ سرکار غوث الاعظم شیخ

عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اورعرض کیا کہ حضرت آج میں نے اپنے والد کوخواب میں دیکھا کہ وہ عذاب قبر میں مبتلا تھے اور کہہ رہے تھے کہ بیٹا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوکر میرے لئے دعائے مغفرت کراؤ۔ اس لئے سرکار میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ تو سرکار غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سن کر نہایت خشوع وخضوع سے اس شخص کے والد کے حق میں دعا فرمائی دوسرے دن وہ شخص پھر حاضر ہوا اور کہنے لگا حضرت آج میں نے خواب میں اپنے والد کو نہایت عمدہ حالت میں دیکھا۔ وہ سبز لباس میں ملبوس تھے اور نہایت شاداں وفرحاں تھے۔ انہوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کی بدولت مجھے عذاب قبر سے نجات دی اور اپنی رحمتوں سے نوازا ہے۔ [ہد ۱۱ اپریل ۱۹۹۷ء]

اس کے نصیب کا کہنا کیا ہے ہوجائے جو تیرے غلام
اسی نسبت سے لاج ہے قائم پایا ہے ولیوں کا ولی
(شیخ اعظم)

عصا مبارک روشن ہوگئے

حضرت شیخ ابوعبدالمالک ذیال رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک رات میں مدرسہ غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ میں کھڑا تھا اتنے میں سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ وہاں تشریف لائے سرکار غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک میں عصا تھا۔ آپ کو دیکھ کر میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کے اسی وقت آپ کی کوئی کرامت دیکھوں۔ معاً آپ میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور اپنا عصائے مبارک زمین میں گاڑ دیا۔ وہ روشن ہوکر چمکنے لگا اور مدرسہ میں ہر طرف روشنی پھیل گئی۔ ایک گھنٹہ تک عصائے مبارک اسی طرح چمکتا رہا۔ پھر آپ نے اسے زمین سے اٹھالیا تو جیسا تھا ویسا ہی ہوگیا سرکار غوث الاعظم عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کیوں ذیال تم یہی چاہتے تھے۔ شیخ ذیال فرماتے ہیں کہ جی سرکار میں یہی چاہتا تھا۔ یہ واقعہ ۵۶۰ھ میں پیش آیا۔ [محبوب سبحانی نمبر ص ۳۱۳]

غوث اعظم شاہ جیلاں چشم و چراغ مولیٰ علی
تجھ سے ہے روشن نور ولایت مظہر شان نور نبی
(شیخ اعظم)

چیل کی گردن کٹ کر زمین پر

ایک دفعہ سرکار غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب فرمارہے تھے۔ گوناگاہ ایک چیل زور سے اپنے پروں کو پھڑ پھڑانے اور چیخنے چلانے لگی۔ لوگوں کی توجہ ادھر ہٹ گئی اور آپ کا دھیان بھی اس طرف ہوگیا۔ اس دخل درمعقولات سے آپ کی طبع مبارک مکدر ہوگئی۔ اور بے ساختہ غیر ارادی طور پر آپ کی زبان سے یہ کلمہ نکل گیا۔ بالک قطع اللہ اولمط۔ اسی لمحے اس چیل کی گردن کٹ کر زمین پر گر پڑی۔

خطاب ختم ہوگیا اور آپ فارغ ہوکر نکلے تو زمین پر مرا ہوا پرندہ پایا۔ تو آپ فرمانے لگے یہ مردہ پرندہ یہاں کیسے آگیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ دوران خطاب آپ کی زبان سے یہ مذکورہ کلمات نکل گئے تھے جو اس کی موت کا باعث بن گئے آپ نے اسے ٹھوکر ماری اور فرمایا کہ ہمیں تیرا مارنا مقصود نہ تھا اٹھ زندہ ہوجا اور اڑ جا یہ کہنے کی دیر تھی کہ وہ چیل زندہ ہوکر اڑ گئی۔ [محبوب سبحانی نمبر ص ۳۰۵، ہد ۱۱ اپریل ۱۹۹۷ء]

عقل چوپایوں کو دے بیٹھے حکیم تھانوی
میں نہ کہتا تھا کہ صحبت دیو کی اچھی نہیں
(ازہری میاں)

آپ کے سب مرید نیک ہیں

حضرت شیخ بقا بن بطو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: میں سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے تمام مریدوں کو

نیک بختوں کے لشکر میں دیکھا کہ ان کی پیشانیاں اور ہاتھ پاؤں چمک رہے ہیں۔ حضرت شیخ بقا بن بطو رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ کسی شخص نے حضور غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ حضور آپ کے مریدوں میں پرہیزگار بھی ہوں گے اور گنہگار بھی ہوں گے۔ تو حضور غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ پرہیزگار سب میرے لئے ہیں اور میں گنہگاروں کے لئے ہوں۔ [بہجۃ الاسرار، محبوب سبحانی نمبر ۳۵۷]

سروری کیا چیز ہے ان کی گدائی کے حضور
ان کے در کی بھیک اچھی سروری اچھی نہیں
(از ہری میاں)

چور کو ولی کامل بنادیا

ایک دفعہ ایک چور سرکار غوث الاعظم عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گھر میں آ گیا۔ فوراً اندھا ہو گیا اور کچھ نہ لے جاسکا۔ اسی اثنا میں حضرت خضر علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا اے غوث الاعظم ایک ابدال فوت ہو گیا ہے جس کے لئے حکم صادر ہو۔ اس کو اس کی جگہ پر ابدال مقرر کیا جائے۔ تو سرکار غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہمارے گھر ایک شخص عاجز ودرماندہ پڑا ہوا ہے۔ جاؤ اس کو لاؤ اور اس کی جگہ پر اس کو ابدال بنادو۔ حضرت خضر علیہ السلام اس کو گھر سے باہر لائے اور سرکار غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے کر حاضر ہوئے تو سرکار غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک ہی نظر سے وہ بینا ہو گیا۔ اور درجۂ ابدالیت پر فائز ہو گیا۔ [محبوب سبحانی نمبر ص ۱۰۰، ۴۱ رہد اا اپریل ۱۹۹۷ء]

بے ادبی کی سزا

ایک شخص حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں آیا اس نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ خانقاہ کے دروازے پر پڑا ہے۔ اور اس کے ہاتھ پاؤں ٹوٹے ہوئے اور خراب حالت میں ہیں۔ آنے والا شخص حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس نے دروازے پر پڑے ہوئے آدمی کا ذکر کیا۔ اور حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے دعا کی درخواست کی۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خاموش رہو۔ اس نے بے ادبی کی ہے۔ آنے والے شخص نے عرض کیا کہ حضرت اس نے کیا بے ادبی کی ہے۔ تو حضرت شیخ عبد القادر جیلانی نے فرمایا کہ: وہ ابدال میں سے ہیں۔ کل اس نے قوّت پرواز کے مطابق کہ جو ابدال کو بخشی گئی ہے۔ اور وہ اپنے ساتھیوں کی معیت میں ہوا میں اڑ رہا تھا۔ جب وہ تینوں خانقاہ کے قریب پہونچے۔ تو اس کا ایک ساتھی اڑتے ہوئے خانقاہ سے ایک طرف ہٹ گیا اور ادب کے طور پر خانقاہ کی دائیں جانب نکل گیا۔ اس کا دوسرا ساتھی بھی اڑتا ہوا خانقاہ کی دوسری جانب سے نکل گیا۔ لیکن اس نے بے ادبی سے خانقاہ کے اوپر سے گزرنا چاہا۔ لہٰذا وہ نیچے گر گیا اور یہ اس کی بے ادبی کی سزا ہے۔ [ہد ۱۱/ اپریل ۱۹۹۷ء محبوب سبحانی نمبر سیرت غوث الاعظم]

بے ادب گستاخ فرقے کو بتادے اے حسن
یوں سنی بیاں کرتے ہیں داستانِ اہل بیت
(حسن رضا)

آپ کے ہاتھ سے پانی ٹپک رہا تھا

ایک دن سرکار غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے مدرسہ میں درس وتدریس میں مشغول تھے کہ آپ کا چہرا مبارک سرخ ہو گیا۔ اور آپ نے اپنا ہاتھ چادر کے اندر کر لیا کچھ دیر بعد جب باہر نکلا تو آستین سے پانی ٹپک رہا تھا۔ طلباء کرام آپ کے جلال سے مبہوت ہو گئے۔ اور کچھ دریافت نہ کر سکے۔ اس واقعہ کے دو ماہ بعد کچھ سوداگر بحری سفر کے بعد بغداد پہنچے اور بہت سے تحائف

لے کر حضرت سرکار غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ سرکار غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے طلباء کرام کے سامنے ان کا حال پوچھا تو سوداگروں نے اس وقت بیان کیا کہ ہم دو ماہ ہوئے ہم لوگ بڑے سکون سے سمندر میں سفر کر رہے تھے کہ یکایک تیز و تند ہوا چلنے لگی اور سمندر میں ایک ہولناک تلاطم پیدا ہوا۔ ہمارا جہاز گرداب میں پھنس کر ڈوبنے لگا۔ اس وقت بے اختیار ہماری زبان سے یا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ المدد نکلا۔ ہم نے دیکھا کہ ایک ہاتھ غیب سے برآمد ہوا اور اس نے جہاز کو کھینچ کر کنارے پر لگا دیا۔ طلباء کرام نے اس واقعہ کی تاریخ پوچھی تو وہی تھی۔ جس دن آپ نے بھیگی ہوئی آستین اپنی چادر سے نکالی تھی۔ [محبوب سبحانی نمبر ص ۳۵۵ / سیرت غوث الاعظم]

اپنا لباس ابو علی کو دے دیا

حضرت شیخ علی یعقوبی لکھتے ہیں کہ: میں اپنے پیرو مرشد علی بن ہیتی کی معیت میں حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو میرے پیرو مرشد سرکار شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے میرا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ: حضرت یہ میرا غلام ہے تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا پیراہن مبارک مجھے پہنا کر فرمایا: اے ابو علی تو نے عافیت کا لباس پہن لیا ہے میں پینسٹھ سال تک اس لباس کو پہنتا رہا اور اس دوران کبھی مجھ پر ایک نظر ڈال کر گردن جھکائی۔ تو ایک تو نور آپ کے جسم سے نکل کر مجھ تک آیا۔ جس کی وجہ سے نہ صرف ماضی کی حالت مجھ پر منکشف ہوئے۔ بلکہ میں نے ملائکہ کے مقامات کا بھی مشاہدہ کر لیا۔ مختلف زبانوں میں ملائکہ کی تسبیح کی آوازیں بھی سنیں اور ہر انسان کے نوشتہ تقدیر بھی پڑھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا اے علی بلا خوف و خطر ان چیزوں کو حاصل کر لو۔ لیکن میں نے اپنی کیفیت کو محسوس کر کے یہ عرض کیا: اے سرداران مشاہدات کے بعد مجھے اپنے ہوش و حواس کے زائل ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ یہ سن کر آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ رکھا۔ اس وقت مجھے روحانی سکون حاصل ہو گیا۔ اور ان مشاہدات کی وجہ سے جو خوف مجھ پر مسلط ہوا تھا وہ زائل ہو گیا۔ اور نور کی روشنی میں آج تک عالم بالا کی سیر کرتا رہتا ہوں۔ [محبوب سبحانی نمبر ص اپریل ۱۹۹۷ء سیرت غوث اعظم ص ۳۰۷]

بارش بند ہو گئی

ایک دن سرکار غوث پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت بڑے اجتماع میں وعظ فرما رہے تھے ایک دم بادل چھا گئے اور بوندا بوندی شروع ہو گئی مجلس میں کچھ لوگ ادھر ادھر ہونے لگے، تو سرکار غوث پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سوئے فلک نگاہ اٹھائی اور فرمایا اے بادل میں مخلوق خدا کو ذکر خدا کرنے کے لئے جمع کرتا ہوں اور تو منتشر کرنا چاہتا ہے یہ کہنا تھا کہ بارش بند ہو گئی۔ [ہدا، محبوب سبحانی نمبر ۱۱ر اپریل ۱۹۹۷ء بہجۃ الاسرار]

بے خودی کئے دیتے ہیں انداز حجابانہ
آ دل میں تجھے رکھوں اے جلوۂ جانانہ

(بیدم)

تمام اولیاء کی گردن پر قدم ہے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ایک مجلس میں وعظ فرما رہے تھے تو درمیان وعظ فرمایا یہ میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہیں۔ اس وقت مجلس میں جس قدر مشائخ عرب و عراق عجم اور حجاز میں موجود تھے سب نے اس کی تصدیق کی اور اپنی گردنیں جھکا دیں۔ حضرت شیخ ابو نصر جو اس مجلس میں تشریف رکھتے تھے اپنے جگہ سے اٹھے اور حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کے قدم مبارک کو اپنی گردن پر رکھ لئے۔ اس حقیقت نفس الامری کو جب دنیا کے دوسرے مشائخ نے جو روم ملک شام، خراسان، یا کسی بھی گوشۂ عالم میں موجود تھے انہوں نے اس کی امر کی تصدیق کی اور غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس قول کو تسلیم کیا۔ [محبوب سبحانی نمبر اپریل ۱۹۹۷ء بہجۃ الاسرار ص ۳۷۰]

قدم گردن اولیاء پر تیرا
تو ہے رب کا ایسا ولی غوث اعظم
(مفتی اعظم)

ایک عفت مآب خاتون کی عزت بچائی

حضرت غوث پاک شیخ عبد القادر جیلانی بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک عفت مآب خاتون مریدہ تھیں ان خاتون کو جہاں اللہ تعالیٰ نے عصمت اور پاکدامنی کے جوہر سے نوازا تھا وہاں حسن و جمال سے بھی نوازا تھا۔ اس عصمت مآب خاتون پر ایک شخص فریفتہ ہوگیا اور اس کی ہر ممکن یہی کوشش تھی کہ اس کی ملاقات ہوجائے۔

لیکن اس خاتون کا زہد وتقدس اس کے ارادہ میں حائل تھا۔ اتفاق سے ایک دن یہ خاتون کسی کام سے جنگل گئی اور کسی طرح اس شخص کو بھی پتہ چل گیا کہ وہ عورت فلاں جنگل میں گئی ہے چنانچہ یہ شخص بھی اس کے تعاقب میں روانہ ہوا اور اس کو ایک عورت جاتی ہوئی نظر آئی وہ شخص دل میں بہت خوش ہوا کہ آج میری مراد برآئے گی اور چلتے چلتے آخر کار وہ اس کے قریب پہنچ گیا۔ اور دست درازی کا ارادہ کیا عورت نے روتے ہوئے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یاد کیا۔ اور کہا یا غوث اعظم میری مدد فرما۔ اس وقت حضرت وضوء فرما رہے تھے۔ غصہ سے بے تاب ہوگئے اور اپنی کھڑاؤں کو اشارہ فرمایا کہ جاؤ اس خاتون کی حفاظت کرو۔ اور اس بدکردار شخص کو معقول سزا دو۔ آپ کا حکم سنتے ہی کھڑاؤں وہاں پہنچیں۔ اس شخص کے سر پر پڑنے لگیں۔ یہاں تک کہ اس شخص کا سر پھٹ گیا اور وہ بے ہوش ہوگیا، تو خاتون آپ کی کھڑاؤں کو لیکر آپ کی خدمت میں پہنچی آپ کی عقیدت اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنی عفت وعصمت کی دولت صحیح و سالم لیکر گھر پہنچ گئی۔ [محبوب سبحانی نمبر ص ۳۰۶]

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا
(اعلیٰ حضرت)

چور کو ابدال بنادیا

حضرت شاہ ابو المعالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ سرکار غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دولت خانہ میں چور آ گیا۔ لیکن اسے کچھ نہ مل سکا وہ ناکام و نامراد واپس جانا چاہتا تھا کہ سرکار غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا دریائے کرم جوش میں آیا۔ اور خیال فرمایا کہ ہمارے دربار سے کسی کا بے مراد لوٹنا بھی شان کے خلاف ہے۔ ابھی آپ یہ خیال فرما ہی رہے تھے کہ آپ کو کسی ابدال کے وصال کی اطلاع ملی آپ نے چور پر ایک نگاہ ڈالدی اور اس کی دنیا ہی بدلا ؤدی اور خالی جگہ کا ابدال مقرر فرمادیا۔ [محبوب سبحانی نمبر ص ۳۷۸، سیرت غوث اعظم ج اول]

گیا چور در پہ ولی بن کے لوٹا
درِ غوث کا ہم یہ کرم دیکھتے ہیں

جن بھی آپ کے تابع فرمان ہیں

حضرت شیخ ابوسعد عبداللہ بن احمد بن علی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ایک دن دربار غوث پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں حاضر ہوئے۔ اور آپ سے عرض کرنے لگے کہ میری بیٹی فاطمہ چھت پر گئی تھی اور وہیں سے غائب ہوگئی اس کی عمر ۱۴ ارسال ہے اور بے حد حسین ہے سرکار غوث پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں آج شب کو تم کرخ کے جنگل کی طرف جاؤ اور وہاں پانچویں ٹیلے پر جا کر بیٹھ جاؤ مگر

دیکھوا پنے چاروں طرف ایک دائرہ کھینچتے وقت باسم اللہ عبد القادر پڑھتے رہنا کچھ رات گزرنے پر تمہارے قریب سے جنات کے گروہ گذرنے شروع ہوں گے ان سب کی صورتیں خوفناک ہوں گی ۔تم انہیں دیکھ کر کوئی خوف نہ کرنا استقلال کے ساتھ اپنی جگہ پر بیٹھے رہنا پھر صبح ہوتے ہی جنات کا بادشاہ اس طرف سے گذرے گا اور وہ خود ہی تم سے تمہارا مقصد دریافت کرے گا۔اس کے دریافت کرنے پر تم جواب دینا کہ مجھے شیخ عبد القادر جیلانی نے تمہارے پاس بھیجا ہے ۔ اور اس کے بعد تم اسے اپنی لڑکی کے غائب ہونے کا سارا واقعہ سنا دینا۔

میں نے ایسا ہی کیا ۔ ٹیلے پر جا کر بیٹھ گیا اور اپنے چاروں طرف ایک دائرہ کھینچ دیا۔تھوڑی دیر کے بعد ہیبت ناک شکلوں کے جن ادھر سے گذرنا شروع ہوئے ۔ انہیں میرا وہاں بیٹھنا ناگوار ہوا مگر کسی کی یہ مجال نہیں تھی کہ وہ دائرے کے اندر قدم رکھ سکے ۔ رات بھر یہی سلسلہ جاری رہا۔جنات گروہ در گروہ اس ٹیلے کے قریب سے گذرتے رہے صبح ہوتے ہی جنوں کا بادشاہ ایک خوبصورت گھوڑے پر سوار ادھر سے گذرا بادشاہ نے مجھے دیکھا اور دریافت کیا۔تو میں نے جواب دیا کہ مجھے عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تمہارے پاس بھیجا ہے ۔ یہ سنتے ہی بادشاہ گھوڑے سے اتر از مین کو چوما اور ادب سے دائرے کے باہر بیٹھ گیا۔ اور اس کے ساتھ جتنے ساتھی تھے وہ بھی اس کے ساتھ بیٹھ گئے ۔ عجیب منظر تھا۔ دور دور تک جنات ہی جنات نظر آتے تھے بادشاہ کے دریافت کرنے پر میں نے تمام قصہ بیان کر دیا کہ میری لڑکی چھت پر چڑھی اور کسی طرح غائب ہوگئی ۔

بادشاہ نے اپنے لشکر کی طرف دیکھا اور دریافت کیا کہ تم میں سے کون ہے جس نے حرکت کی ہے ۔ جنات کے سارے لشکر نے اس واقعہ سے لاعلمی ظاہر کی اس کے بعد بادشاہ نے اپنے چند سپاہیوں کو حکم دیا کہ جس نے بھی یہ حرکت کی ہے اس کو فوری گرفتار کر کے ہمارے پاس حاضر کیا جائے ۔ ابھی چند لمحے بھی نہ گذرے تھے کہ ایک جن کو پا بجولاں بادشاہ کے حضور پیش کیا جن کے ساتھ وہ غائب شدہ لڑکی بھی تھی ۔ بادشاہ کو بتایا گیا کہ یہ چین کا جن ہے بادشاہ نے اس سے دریافت کیا کہ تجھے یہ کس طرح جرأت ہوئی کہ قطب زماں کی رکاب کے نیچے چوری کرے۔ چینی جن نے بادشاہ سے عرض کیا میں پرواز کرتا ہوا چلا جا رہا تھا کہ اس لڑکی کا حسن دیکھ کر عاشق ہو گیا اور میں نے اسے اٹھا لیا۔ بادشاہ نے اسی وقت اس جن کا سر اڑا دیا اور لڑکی کو میرے حوالے کر دی۔ میں نے جنات کے بادشاہ سے دریافت کیا کہ آپ لوگ سرکار غوث پاک شیخ عبد القادر جیلانی بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بہت فرماں بردار ہیں۔تو جنات کے بادشاہ نے جواب دیا کہ شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو گھر میں بیٹھے سب کر دیکھتے رہتے ہیں اور وہ ہمارے بھی پیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب کسی کو قطب زماں مقرر کرتا ہے تو وہ اسے جن وانس پر پورا اقتدار اس شخص کو عطا فرما دیتا ہے۔[بہجۃ الاسرار ص ۳۰۷، محبوب سبحانی نمبر ۳۹۷]

تمہاری ذات والا سے ہوئی شان خدا ظاہر
سراپا حق نماز ہو یا محی الدین جیلانی
(اشرفی میاں)

ایک وقت میں ستر مریدوں کے یہاں گئے

رمضان المبارک کے مہینہ میں آپ کا ایک مرید آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ حضور آج روزہ میرے غریب خانے پر افطار کریں۔ آپ نے اس کی یہ درخواست قبول کر لی۔ اس کے چلے جانے کے بعد ایک اور مرید آیا اس نے بھی اپنے یہاں روزہ افطار کرنے کی درخواست کی حضرت نے اس کی درخواست بھی منظور کر لی

اس کے بعد یکے دیگر آتے رہے اور ہر مرید کی یہ خواہش تھی کہ سرکار غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میرے گھر پر روزہ افطار کریں۔ یہاں تک کہ ستر مریدوں نے آپ سے یہ درخواست کی اور آپ نے سب کی درخواست منظور فرمالیں جب افطار کا وقت آیا تو آپ حسب وعدہ ہر مرید کے گھر تشریف لے گئے دوسرے دن تمام مرید خانقاہ میں جمع ہوئے تو ایک نے فخر سے کہا کہ سرکار غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کل میرے گھر پر روزہ افطار کیا۔ تمام لوگ ایک دوسرے کو جھٹلا رہے تھے اور ناراض ہو رہے تھے۔ لیکن جب یہ معاملہ سرکار غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے پیش ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تم سب سچ کہہ رہے ہو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کو اتنی طاقت عطا فرمائی ہے کہ وہ بیک وقت بہت سے مقامات پر موجود ہو سکتے ہیں۔ [ہدا محبوب سبحانی نمبر اپریل ۱۹۹۷ء]

گئے اک وقت میں ستر مریدوں کے یہاں آقا
سمجھ میں آ نہیں سکتا معما غوث اعظم کا
(جمیل قادری)

دریا کی مچھلیوں نے آپ کے قدم کو بوسہ دیا

ایک دفعہ سرکار غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بغداد سے کئی دن تک غیر حاضر رہے چنانچہ لوگ پریشان ہو کر آپ کو تلاش کرنے لگے کسی نے بتایا کہ میں نے حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دریائے دجلہ کے کنارے چلتے ہوئے دیکھا ہے۔ لوگ دریا کے کنارے پہنچے تو دیکھا کہ آپ پانی میں خراماں خراماں جا رہے ہیں۔ اتنے میں نماز ظہر کا وقت ہو گیا ایک نہایت عمدہ نفیس سبز رنگ کی جائے نماز ہوا میں معلق ہو گئی۔ آپ جائے نماز پر کھڑے ہوئے۔ لوگوں نے بھی کنارے پر صفیں باندھ لیں اور غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اقتدا میں نماز ادا کی۔ نماز کے بعد آپ نے دعا مانگی۔ اے اللہ تیرے حبیب اور بہترین خلائق محمد مصطفیٰ ﷺ کو وسیلہ بنا کر تیری بارگاہ میں التجا کرتا ہوں کہ تو میرے مریدوں اور مرید کے مریدوں کی روح قبض نہ کرنا جب تک وہ اپنے گناہوں سے توبہ نہ کرلیں۔ اس وقت آپ کے وجود سے سبز رنگ کا نور نکل رہا تھا اور غیب سے ندا آ رہی تھی کہ اے عبد القادر جیلانی خوش ہو کر ہم نے تیری دعا قبول کیا۔ [محبوب سبحانی نمبر اپریل ۱۹۹۷ء]

ہاں چشم فلک نے بھی دیکھی نہ کبھی ہوگی
شوکت ہے وہ شاہانہ اے سید جیلانی
(اشرفی میاں)

تین سو ۳۰۰/ افراد کو مرنے سے بچا لیا

حضرت سرکار غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے مہمان خانے میں تشریف فرما تھے اور آپ کے پاس تقریباً تین سو افراد فیض حاصل کرنے کے لئے جمع تھے، یکا یک آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور مہمان خانے سے باہر تشریف لے آئے اور تمام لوگوں کو باہر آنے کا حکم دیا چنانچہ تمام لوگ باہر آ گئے جیسے ہی تمام لوگ باہر آئے فوراً مہمان خانے کی چھت گر پڑی۔ سرکار غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ مجھے ابھی ابھی غیب سے اشارہ ہوا کہ اس مہمان خانے کی چھت گر پڑے گی اس اشارہ کی وجہ سے میں باہر آیا اور تمام لوگوں سے بھی باہر آنے کے لئے کہا تاکہ اس حادثہ میں کسی کی جان ضائع نہ ہو جائے۔ سرکار غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے علم غیب بھی عطا فرمایا تھا۔ [بہجۃ الاسرار ہدا اپریل ۱۹۹۷ء]

چاند ہے حیرت میں منہ تکتا ہے تارا غوث کا
ہو گئی روشن فضا چمکا جو مکھڑا غوث کا
[ماخوذ از: غوث اعظم کے اہم کرامات]

حقوق اولاد

از: حافظ محمد عبد الرشید قادری پیلی بھیت

اللہ تعالیٰ نے اگرچہ ماں باپ کا حق اولاد پر نہایت اعظم بنایا یہاں تک کہ اپنے حق کے برابر اس کا ذکر فرمایا کہ ان اشکرلی والوالدیك (سورۂ لقمان) حق ہمن میرا اور اپنے ماں باپ کا۔ مگر اولاد کا حق بھی والدین پر عظیم رکھا ہے۔

(۱) سب سے پہلا وجود اولاد سے بھی پہلے یہ ہے کہ آدمی اپنا نکاح رذیل بدخصلت سے نہ کرے کہ بری رگ ضرور رنگ لاتی ہے۔

(۲) دیندار لوگوں میں شادی کرے کہ بچے پر نانا ماموں کی عادات وافعال کا بھی اثر پڑتا ہے۔

(۳) زنگیوں حبشیوں میں رشتہ داری نہ کرے کہ ماں کا سیاہ رنگ بچہ کو بدنمانہ کردے۔

(۴) جماع کی ابتداء بسم اللہ سے کرے ورنہ بچہ میں شیطان شریک ہوجاتا ہے۔

(۵) اس وقت عورت کی شرمگاہ پر نگاہ نہ کرے کہ بچہ کے اندھے ہونے کا خطرہ ہے۔

(۶) جماع کرتے میں زیادہ باتیں نہ کرے کہ بچہ کے گونگے یا توتلے ہونے کا خطرہ ہے۔

(۷) مرد وزن کپڑا اوڑھ لیں جانور کی طرح ننگے نہ ہوں کہ بچہ کے بے حیا ہونے کا خدشہ ہے۔

(۸) جب بچہ پیدا ہو فوراً سیدھے کان میں اذان، یا بائیں کان میں تکبیر کہے کہ خلل شیطان وام الصبیان سے بچے۔

(۹) چھوہارا وغیرہ کوئی میٹھی چیز چبا کر اس کے منہ میں ڈالے کہ حلاوت اخلاق کی فال حسن ہے۔

(۱۰) ساتویں اور نہ ہوسکے تو چودھویں ورنہ اکیسویں دن عقیقہ کرے۔ دختر کے لئے ایک پسر کے لئے دو کہ اس میں بچہ کا گویا رہن سے چھڑانا ہے۔

(۱۱) ایک ران دائی کو دے کہ بچہ کی طرف سے شکرانہ ہے۔

(۱۲) سر کے بال اتروائے۔

(۱۳) بالوں کے برابر چاندی تول کر خیرات کرے۔

(۱۴) سر پر زعفران لگائے۔

(۱۵) نام رکھے یہاں تک کہ کچے بچے کا بھی جو کم دنوں کا گر جائے ورنہ اللہ تعالیٰ کے یہاں شاکی ہوگا۔

(۱۶) برا نام نہ رکھے کہ یہ فال بد ہے۔

(۱۷) عبداللہ، عبدالرحیم، احمد، حامد، وغیرہا عبادت و حمد کے یا انبیاء اولیاء یا اپنے بزرگوں میں جو نیک لوگ گزرے ہوں ان کے نام پر نام رکھے کہ موجب برکت ہے خصوصاً نام پاک محمد مصطفیٰ ﷺ کہ اس مبارک نام کی بے پایاں برکت بچہ کی دنیا وآخرت میں کام آتی ہے۔

(۱۸) جب محمد نام رکھے تو اس کی تعظیم وتکریم کرے۔

(۱۹) مجلس میں اس کے لئے جگہ چھوڑے۔

(۲۰) مارنے برا کہنے میں احتیاط رکھے۔

(۲۱) جو مانگے بروجہ مناسب دے۔

(۲۲) پیار میں چھوٹے لقب پر بے قدر نام نہ رکھے کہ پڑا ہوا نام مشکل سے چھوٹتا ہے۔

(۲۳) ماں خواہ نیک دایہ نمازی صالحہ سے دو سال

تک دودھ پلوائے۔

(۲۴) رذیل یا بد افعال عورت کے دودھ سے بچائے کہ دودھ طبیعت کو بدل دیتا ہے۔

(۲۵) بچہ کا نفقہ اس کی حاجت کے سب سامان مہیا کرنا خود واجب ہے۔ جس میں بچہ کی پرورش بھی داخل ہے۔

(۲۶) اپنے حوائج اور ادائے واجبات شریعت سے جو بچے اس میں عزیزوں قریبوں محتاجوں غریبوں سب سے زیادہ حق عیال واطفال کا۔ جوان سے بچے وہ اوروں کو پہنچے۔

(۲۷) بچہ کو پاک کمائی سے روزی دے کہ ناپاک مال ناپاک ہی عادت لاتا ہے۔

(۲۸) اولاد کے ساتھ تنہائی خوری نہ برتے بلکہ اپنی خواہش کو ان کی خواہش کا تابع رکھے، جس اچھی چیز کو ان کا جی چاہے انہیں دے کر ان کے طفیل میں آپ بھی کھائے، زیادہ نہ ہو تو انہیں کو کھلائے۔

(۲۹) خدا کی ان نعمتوں کے ساتھ مہر ولطف کا برتاؤ رکھے، انہیں محبت و پیار کرے، بدن سے لپٹائے کندھے پر چڑھائے ان کے ہنسنے کھیلنے کی باتیں کرے۔

(۳۰) ان کی دلجوئی دلداری رعایت محافظت ہر وقت حتی کہ نماز وخطبہ میں ملحوظ رکھے۔

(۳۱) نیا میوہ نیا پھل پہلے انہیں کو دے کہ وہ بھی تازے پھل ہیں نئے کو نیا مناسب ہے۔

(۳۲) کبھی کبھی حسب مقدور انہیں شیرینی وغیرہ کھانے اور پہننے کھیلنے کی اچھی چیز کہ شرعاً جائز ہو دیتا رہے۔

(۳۳) بہلانے کے لئے جھوٹا وعدہ نہ کرے بلکہ بچہ سے بھی وعدہ وہی کرنا جائز ہے جس کو پورا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔

(۳۴) اپنے چند بچے ہوں تو جو چیز دے سب کو برابر دے ایک کو دوسرے پر بے فضیلت دینی ترجیح نہ دے۔

(۳۵) سفر سے آئے تو ان کے لئے کچھ نہ کچھ تحفہ ضرور لائے۔

(۳۶) بیمار ہوں تو علاج کرے یا کرائے۔

(۳۷) حتی الامکان سخت وموذی علاج سے بچائے۔

(۳۸) زبان کھلتے ہی اللہ اللہ پھر لا الٰہ الا اللہ پھر پورا کلمہ طیبہ سکھائے۔

(۳۹) جب تمیز آئے ادب سکھائے، کھانے پینے ہنسنے بولنے اٹھنے چلنے پھرنے حیالحاظ بزرگوں کی تعظیم ماں باپ استاد اور دختر کو شوہر کی بھی اطاعت کے طرق و آداب بتائے۔

(۴۰) قرآن مجید پڑھائے۔

(۴۱) استاد نیک صالح متقی صحیح العقیدہ سن رسیدہ کے سپرد کرے۔ اور دختر کو نیک پارسا عورت سے پڑھوائے۔

(۴۲) بعد ختم قرآن ہمیشہ تلاوت کی تاکید رکھے۔

(۴۳) عقائد اسلام وسنیت سکھائے کہ لوح سادہ فطرت اسلامی وقبول حق پر مخلوق ہے اس وقت کا بتایا پتھر کی لکیر ہوگا۔

(۴۴) حضور اقدس رحمت عالم ﷺ کی محبت وتعظیم ان کے دل میں ڈالے کہ اصل ایمان وعین ایمان ہے۔

(۴۵) حضور پرنور ﷺ کے آل واصحاب واولیاء وعلماء کی محبت وعظمت تعلیم کرے کہ اصل سنت وزیور ایمان بلکہ باعث بقائے ایمان ہے۔

(۴۶) سات برس کی عمر سے نماز کی زبانی تاکید شروع کردے۔

(۴۷) علم دین خصوصاً وضو، غسل، نماز وروزہ کے مسائل توکل، قناعت، زہد واخلاص، تواضع، امانت، صدق، عدل، حیا، شرم وغیرہ خوبیوں کے فضائل اور حرص وطمع، حب جاہ، حب دنیا، ریا، عجب وتکبر، خیانت، کذب، ظلم، فحش، غیبت، حسد، کینہ وغیرہا برائیوں کے رذائل پڑھائے۔

(۴۸) پڑھانے لکھانے میں محبت ونرمی ملحوظ رکھے۔

(۴۹) موقع پر چشم نمائی تنبیہ کرے مگر کوسنا نہ دے کہ اس کا کوسنا ان کے لئے سبب اصلاح نہ ہوگا بلکہ اور زیادہ فساد کا اندیشہ ہے۔

(۵۰) مارے تو منہ پر نہ مارے۔

(۵۱) اکثر اوقات ڈرانے ہی پر اکتفا کرے۔کوڑا وغیرہ اس کے پیش نظر رکھے کہ دل میں رعب رہے۔

(۵۲) زمانہ تعلیم میں ایک وقت کھیلنے کا بھی دے کہ طبیعت پرنشاط باقی رہے۔

(۵۳) خبردار خبردار بری صحبت میں نہ بیٹھنے دے یار بدمار بد سے بدتر ہے۔

(۵۴) ہرگز ہرگز بہار دانش مینا بازار میں مثنوی غنیمت وغیرہا کتب عشقیہ وغزلیات فسقیہ نہ دیکھنے دے کہ نرم لکڑی جدھر جھکائے جھک جاتی ہے۔

صحیح حدیث شریف سے ثابت ہے کہ لڑکیوں کو سورۂ یوسف کا ترجمہ نہ پڑھایا جائے کہ اس میں مکر زنان کا ذکر فرمایا ہے ۔ پھر بچوں کو خرافات شاعرانہ میں ڈالنا کب درست ہوسکتا ہے؟

(۵۵) جب دس برس کا ہو مار مار کر نماز پڑھائے (مگر منہ پر نہ مارے)۔

(۵۶) اس عمر سے اپنے خواہ کسی کے ساتھ نہ سلائے، جدا بچھونے جدا پلنگ پر اپنے پاس رکھے۔

(۵۷) جب جوان ہو شادی کر دے، شادی میں وہی رعایت مذہب ودین وسیرت وصورت ملحوظ رکھے۔

(۵۸) اب جو ایسا کام کہنا ہو جس میں نافرمانیوں کا احتمال ہو اسے امر وحکم کے صیغہ سے نہ کہے بلکہ محبت ونرمی سے بطور مشورہ کہے کہ وہ بلائے عقوق میں نہ پڑے۔

(۵۹) اسے میراث سے محروم نہ کرے جیسے بعض لوگ اپنے کسی وارث کو نہ پہنچنے کی غرض سے کل جائیداد دوسرے وارث یا کسی غیر کے نام لکھ دیتے ہیں۔

(۶۰) اپنے بعد مرگ بھی ان کی فکر رکھے یعنی کم سے کم دو تہائی ترکہ چھوڑ جائے کہ تہائی سے زیادہ خراب نہ کرے۔

(۶۱) لکھنا۔

(۶۲) تیرنا۔

(۶۳) سپہ گری سکھائے۔

(۶۴) سورۂ مائدہ کی تعلیم دے۔

(۶۵) اعلان کے ساتھ اس کا ختنہ کرے۔

وہ حقوق جو صرف لڑکیوں کے لئے ہیں

(۱) اس کے پیدا ہونے پر ناخوشی نہ کرے بلکہ نعمت الٰہیہ جانے۔

(۲) سینا، پرونا، کاتنا، کھانا پکانا سکھائے۔

(۳) سورۂ نور کی تعلیم دے۔

(۴) لکھنا ہرگز نہ سکھائے کہ احتمال فتنہ ہے۔ (تفصیل کے لئے فتاوٰی رضویہ جلد نہم دیکھئے)

(۵) بیٹوں سے زیادہ ان کی دلجوئی اور خاطر داری رکھے کہ ان کا دل بہت تھوڑا ہوتا ہے۔

(۶) دینے میں انہیں اور بیٹوں کو کانٹے کی تول برابر رکھے۔

(۷) جو چیز دے پہلے انہیں دے کر کہ بیٹوں کو دے۔

(۸) نو برس کی عمر سے نہ اپنے پاس سلائے نہ بھائی وغیرہ کے پاس سونے دے۔

(۹) اس عمر سے خاص نگہداشت شروع کرے۔

(۱۰) شادی برأت میں جہاں ناچ ہو ہرگز نہ جانے دے اگرچہ خاص اپنے بھائی کے یہاں ہو کہ گانا سخت سنگین جادو ہے اور ان نازک شیشوں کو تھوڑی ٹھیس بہت ہے، بلکہ بیگانوں میں جانے کی مطلقاً بندش کرے، گھر کو ان پر قید خانہ کر دے۔

(۱۱) بالا خانوں میں نہ رہنے دے۔
(۱۲) گھر میں لباس و زیور سے آراستہ کرے کہ پیام رغبت کے ساتھ آئیں۔
(۱۳) جب کفو ملے نکاح کرنے میں دیر نہ کرے۔
(۱۴) حتی الامکان بارہ برس کی عمر میں بیاہ دے۔
(۱۵) خبردار خبردار کسی فاسق و فاجر خصوصاً بدمذہب کے نکاح میں نہ دے۔

یہ ۸۰/حق ہیں ان میں سے اکثر تو مستحبات ہیں جن کے ترک پر اصلاً مواخذہ نہیں ہاں بعض پر آخرت میں مواخذہ ہوگا مگر دنیا میں اولاد کے لئے باپ پر گرفت و جبر نہیں۔

نہ اولاد کو جائز کہ باپ سے جدال و نزع کرے سوا چند کے کہ ان میں اولاد کو جبر و چارہ جوئی کا حق ہے جیسے نفقہ کہ باپ پر واجب ہو اور وہ نہ دے تو حاکم جبراً مقرر کرے گا، نہ مانے تو قید کرے گا، یا رضاعت کہ ماں کے دودھ نہ ہو تو دائی رکھنا بے تنخواہ نہ ملے تو تنخواہ دینا واجب، نہ دے تو جبراً لی جائے گی وغیرہ وغیرہ۔

تفصیل کے لئے اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مبارک رسالہ بنام ''حقوق اولاد و مع حقوق والدین'' ملاحظہ فرمائیں جس میں امام اہلسنت نے حقوق اولاد و والدین کے ساتھ ساتھ حقوق استاذ اور حقوق مسلم بھی بیان فرمائے ہیں۔

کاش ہماری قوم اس طرف توجہ دے اور بزرگوں کی ان نادر المثال اور مخلصانہ کوششوں سے فائدہ اٹھا کر اپنی دنیا وآخرت کو تباہ و برباد ہونے سے بچائے۔ مگر افسوس وہ تو تحریر و تدریس کو پس پشت ڈال کر نام نہاد جلسوں، کانفرنسوں اور پیشہ ور شاعروں، مقرروں نیز جاہل پیروں کے جال میں پھنس کر رہ گئی ہے۔

☆☆☆

گلشن طیبہ

از: نیر احمد رضوی الدوری
دمام، عرب شریف

گلشن طیبہ کا دیکھو غنچہ غنچہ نور ہے
شہریار رب کا واللہ چپہ چپہ نور ہے

ان کی آنکھیں نور ہیں اور ان کا چہرہ نور ہے
ان کے جسم پاک کا تو ذرّہ ذرّہ نور ہے

نور ہیں وہ، نور ہیں وہ، نور ہیں وہ، نور ہیں
جسم تو ہے جسم لوگو، ان کا سایہ نور ہے

ان کو چھولیں جو ہوائیں وہ منوّر ہو اٹھیں
ان کے گھر سے ہو کے نکلے تو اندھیرا نور ہے

نور ایماں جن کے دل میں ہے وہی سمجھیں گے یہ
کہ لباس آدمی میں رب نے بھیجا نور ہے

روشنی ایماں کی تیرے دل میں ان کے دم سے ہے
ہے کرم ان کا کہ نیر تیری دنیا نور ہے

اعلیٰ حضرت نے اے نیّر کتنا سچ فرمایا ہے
ان کی نسل پاک میں تو بچہ بچہ نور ہے

حیاتِ حجۃ الاسلام

از: محمد یونس رضا مونس اویسی، (مدیر ماہنامہ)

شیخ الانام، حجۃ الاسلام، جمال الاولیا، حضرت علامہ مفتی شاہ محمد حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کو کون نہیں جانتا کہ آپ ایک زبردست عالم، محرک، محرر، مصلح، مفکر، مدبر اور ادیب کامل، فخر اہل سنن، نازش اعلیٰ حضرت، اسلام و مسلمان کی آبرو اور مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت کے شہزادۂ اکبر اور ان کے جانشین ہیں۔ ان کے ہر کام وتحریک میں سب بڑے معین و مددگار اور ساتھی یعنی ان کے دست راست اور ان کے تمامتر کمالات وفضائل کے جانشین ہیں۔

آج آپ کا ۶۴ رواں عرس ہے لہٰذا اس مناسب موقع سے ہم ان کی حیات پر کچھ روشنی ڈالنا ضروری سمجھتے ہوئے غلاموں میں نام لکھوانے جارہے ہیں۔

ولادت: مجدد اعظم، شیخ الاسلام والمسلمین کے فرزند اکبر، ماہ ربیع النور ۱۲۹۲ء مطابق ۱۸۷۵ء کو محلہ سوداگران بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔

نام محمد عرفیت حامد رضا رکھا گیا۔ آپ کا عقیقہ محمد نام پر ہوا اس طرح پورا نام محمد حامد رضا پڑ گیا۔ لفظ محمد کے اعداد ۹۲ ہیں۔ اور آپ کی ولادت بھی ۱۲۹۲ء میں ہے اس لحاظ سے دیکھیں تو ''محمد'' تاریخی نام بھی ہے۔

تعلیم وتربیت: امام اہل سنت علیہ الرحمہ نے ان کی پرورش میں انتہا درجہ کا خیال فرمایا اور خود تمام علوم عقلیہ و نقلیہ کی تعلیم دی اس لحاظ سے حجۃ الاسلام کا علم بڑا ٹھوس اور مضبوط تھا اس کے کچھ شواہدات بھی ملاحظہ کریں گے۔

بیعت وخلافت: اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس خانوادہ کے پھول سے شرف بیعت وخلافت رکھتے ہیں یعنی مارہرہ مطہرہ جہاں کی سرزمین سادات حسینیہ زیدیہ سے سرسبز وشاداب ہے جو مجمع البحرین امام زمانہ، فخر شاہاں، حضرت علامہ سید محمد المعروف صاحب الدعوۃ الصغریٰ مرید وخلیفہ امام الاقطاب، جانشین خواجہ اعظم ہندوستان حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ کی احفاد سے ہیں، جنہوں نے سلطان اسلام حضرت شمس الدین التمش مرید وخلیفہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ کے زمانہ میں ان کی اجازت سے علاقہ اودھ ''سری نگر'' نامی جگہ پر حملہ کیا اور اس جگہ کو شرک وکفر سے پاک کر کے گلزار بنایا اور وہاں اسلامی امور نافذ فرمایا اور اس کا نام بدل کر ''بلگرام'' رکھدیا۔

جسے دنیائے سنیت آج ''بلگرام شریف'' کے نام سے جانتی پہچانتی ہے طبیعت میں تصوف کا میلان تھا اس لئے آپ نے وہاں پر اسلامی امور کا رواج بخشا۔ آج آپ اسی سرزمین پر آرام فرما ہیں جس جگہ کے بارے میں خود اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

اللہ اللہ عز وشان واحترام بلگرام۔ عبد واحد کے سبب جنت ہے نام بلگرام۔ انہیں کی اولاد ضلع ایٹہ مارہرہ مطہرہ میں آکر آباد ہوئی آپ کی اولاد میں جو مارہرہ آکر مقیم ہوئے ان کا نام سلطان الاولیاء میر عبد الجلیل بلگرامی ہے انہیں کے پوتے کے نام سے یہاں کی خانقاہ مشہور ومعروف ہے یعنی حضرت شاہ برکت اللہ علیہ الرحمہ کے نام سے۔ جو زبردست ولی اور غوث زمانہ تھے انہیں کے وارث اکمل نور العارفین حضرت سیدنا ابو الحسین احمد نوری نور اللہ مرقدہ ہیں۔ جن سے شہزادۂ اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام، شیخ الانام بیعت ہیں اور انہیں سے آپ کو اجازت وخلافت حاصل ہے۔

اور خود امام اہل سنت علیہ الرحمہ نے اپنے جانشین کو جمیع سلاسل جس قدر خود ان کو اجازت تھی، اجازت عطا فرمائی اور تمام علوم وفنون اور اوراد اشغال، اعمال و اذکار کا مجاز و ماذون کیا۔

اس طرح دو سمندر کا فیضان حضرت حجۃ الاسلام کے سینہ میں پیوست ہوا جس کی روشنی اس قدر ظاہر و باہر تھی کہ ظاہری صورت کے لحاظ سے بھی اور اندرونی کمالات سے بھی مرجع عوام وعلماء مسلمان ومشرک تھے کہ لوگ آپ کی صورت دیکھ کر ایمان لے آئے اور گناہوں سے تائب ہوجاتے، اور اندرونی کمالات کا یہ حال تھا کہ جسے چاہتے پل میں اس کی دنیا بدل دیتے تھے۔

درس و تدریس: آپ نے جملہ علوم وفنون کی تحصیل اپنے والد گرامی قدس سرہٗ السامی سے کی۔ بلا کے ذہین و فطین تھے۔ دوران درس بعض سوالات ایسے کرتے کہ اعلیٰ حضرت اسے بے حد پسند فرماتے اور اس کا جواب "قال الولد الاعز" لکھ کر قلم بند فرماتے تھے۔ اس کے علاوہ ۱۳۲۳ھ میں والد گرامی کے ہمراہ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو شیخ العلی حضرت علامہ محمد سعید بابصیل سے مکہ مکرمہ میں اور حضرت علامہ سید احمد برزنجی سے مدینہ طیبہ میں اکتساب فیض کیا یعنی ان کے حلقہ درس میں شامل ہوئے۔ ان اکابر نے آپ کے جلالت علم کا اعتراف کیا اور سندیں عطا فرمائیں۔

حضرت علامہ خلیل خربوطی نے سند فقہ حنفی عطا فرمائی جو صرف دو واسطوں سے علامہ سید طحطاوی تک پہنچتی ہے۔

اس کے علاوہ آپ نے مدینہ منورہ کے جید عالم حضرت علامہ عبدالقادر طرابلسی شامی سے مکالمہ فرمایا جس کا تذکرہ ملفوظات اعلیٰ حضرت میں مذکور ہے۔

حجۃ الاسلام بہترین مبلغ، مقرر، مفتی، مدرس تھے افہام و تفہیم میں ید طولی رکھتے تھے۔ آپ اعلیٰ حضرت کے قائم کردہ دار العلوم منظر اسلام کے صدر المدرسین کے عہدے پر فائز تھے اور شیخ الحدیث بھی تھے درس تفسیر میں آپ کا جواب نہ تھا چنانچہ منقول ہے کہ تفسیر بیضاوی کے درس میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔

اعتراف قابلیت: حجۃ الاسلام کی قابلیت پر اعلیٰ حضرت کے یقین کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ حجۃ الاسلام کے تلامذہ کو اعلیٰ حضرت اپنی سندات عطا فرماتے تھے۔

حج و زیارت: آپ نے پہلا حج اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ ۱۳۲۳ھ میں ادا کیا جس میں آپ کو بڑے بڑے علماء وفضلاء سے سندات عطا کی گئیں۔ اور دوسری بار ۱۳۲۴ھ میں حج وزیارت کا شرف حاصل ہوا۔

آپ اپنے والد کی طرح ایک سچے عاشق رسول ﷺ تھے، دل میں ہمیشہ مدینہ منورہ کی حاضری کروٹ لیتی رہتی اس بیقراری کا اظہار ان کے اس شعر سے نمایاں ہوتا ہے۔

اب تو مدینے لے بلا گنبد سبز دے دکھا
حامد و مصطفیٰ تیرے ہند میں ہیں غلام دو

اس مقطع سے جہاں زیارت مدینہ منورہ کی بیتابی کا اظہار ہے وہیں برادر اصغر مفتی اعظم علیہ الرحمہ سے محبت و پیار نمایاں نظر آتا ہے۔

حسن صورت و کرامت: آپ نہایت خوبرو، حسین وجمیل تھے نہ جانے کتنے غیر مسلم حتی کہ عیسائی پادری بھی صرف آپ کے جلوۂ زیبا کے ملاحظہ نے مشرف با اسلام بنادیا۔ آپ کا چہرہ، چہرہ نہیں بلکہ برہان تھا، اور حقانیت کی دلیل بھی۔ حجۃ الاسلام کے حسن صورت اور حسن علم کا اندازہ ''مناظرۂ لاہور'' سے لگا سکتے ہیں۔

۱۵رشوال المکرم ۱۳۵۲ھ میں لاہور میں سنی و دیوبندی مکتبہ فکر کے مابین ملت اسلامیہ کے بکھرے شیرازہ کو بچانے کے لئے ہوئی جو بعد میں مناظرہ کا رخ اختیار کرگیا۔ الحاصل

دیوبندیوں کی طرف سے اشرف علی تھانوی کا انتخاب بحیثیت مناظر ہوا اور سنیوں کی طرف سے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمہ مناظر منتخب ہوئے۔

حجۃ الاسلام بریلی سے لاہور تشریف لے گئے۔ مگر تھانوی کو شیر رضا، جبل علم وعمل کے سامنا کی ہمت نہ ہوئی۔ آخر وہ نہ آیا اس موقع سے حجۃ الاسلام نے جو خطبہ دیا وہ بے مثال خطبہ تھا جو فصاحت و بلاغت سے لبریز اور سلاست و روانی کا سنگم تھا سننے والے بڑے بڑے علماء بھی تھے جو انگشت بدنداں تھے آخر کار یہ ہوا کہ پنجابیوں نے نعرہ لگایا کہ دیوبندی مناظر نہیں آیا تو چھوڑو۔ ان کے چہرے دیکھ لو (حجۃ الاسلام کی طرف اشارہ کر کے کہا) اور ان کے چہرے دیکھ لو (اشارہ دیوبندی علماء کی طرف تھا) اور فیصلہ کرلو حق کدھر ہے۔ چنانچہ سنی مسلمانوں کو زبردست کامیابی حاصل ہوئی۔ یہ تھا حجۃ الاسلام کے چہرہ کا کمال۔

حجۃ الاسلام اور ڈاکٹر اقبال: مولانا منشا تابش قصوری نے ''دعوت فکر'' میں حضرت علامہ مفتی تقدس علی خاں کے ایک مکتوب کا عکس شائع کیا جس میں یہ درج ہے کہ حجۃ الاسلام نے ڈاکٹر اقبال کو جب دیوبندی مولویوں کی گستاخانہ عبارتیں سنائیں تو وہ سنکر حیرت زدہ رہ گئے اور بولے ''مولانا یہ ایسی گستاخانہ عبارتیں ہیں کہ ان لوگوں پر آسمان کیوں نہیں ٹوٹ پڑا، ان پر تو آسمان ٹوٹ پڑنا چاہئے'' یہ ملاقات اسی مناظرہ کے موقع سے ہوئی۔ اسی مناظرہ کی طرف مداح اعلیٰ حضرت سید محمد ایوب علی رضوی نے اپنی ایک منقبت میں اس طرح بیان کیا ہے۔

ہندوستان میں دھوم ہے کس بات کی معلوم ہے
لاہور میں دولہا بنا حامد رضا حامد رضا
سمجھے تو کیا اور کیا ہوا ارمان دل میں رہ گیا
تیرے ہی سر سہرا رہا حامد رضا حامد رضا

آپ کی صورت سبحان اللہ آسمان دنیا پر چاند کی طرح چمکتا دمکتا تھا، راقم السطور نے ان کے صورت کے بابت ان کے مرید حضرت علامہ سید ظہیر الدین زیدی حامدی علیہ الرحمہ اور مولانا چراغ عالم حامدی مدظلہ کو فرماتے سنا کہ ان کا چہرہ اتنا نورانی اور وجیہہ تھا کہ نظریں اس پر ٹھہرتی نہیں او ربار باران کے چہرہ کا دیدار بھی کرنے کو دل کرتا۔ ان کے چہرے کی چمک نے نہ جانے کتنے افراد کے دل کو نور ایمان سے چمکا دیا۔ اور بدمذہب مرتدین بھی صرف آپ کے چہرہ زیبا کو دیکھ کر تائب اور سنی مسلمان ہوئے۔ بلکہ کفار و مشرکین میں سے جنھوں نے ایک باران کے چہرہ کی زیارت کر لی اور ان کے دل میں بار باران کی زیارت کا اشتیاق کروٹیں بدلتا رہتا۔

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی رقمطراز ہیں:

''جے پور، چتوڑ گڑھ، اودے پور اور گوالیار کے راجگان آپ کے دیدار کے لئے بے تاب رہا کرتے تھے اور آپ جب ان راجگان میں کسی کے شہر میں بسلسلۂ پروگرام یا مریدین و متوسلین کے یہاں آپ تشریف لے جاتے تھے تو آپ کی زیارت کرلیا کرتا تھا''

ان کی ظاہری صورت کی یہ کرامت تھی تو ان کے باطنی کرامت کا کیا حال ہوگا یقیناً باطنی کرامت ظاہری صورت سے ہزار ہا درجہ فزوں تر ہوگا آپ نے لاکھوں دلوں کی دنیا بدلی ہوگی۔ ہم نے ان کے مریدین میں سے جس کسی کو دیکھا راہ شرع پر گامزن پایا۔ بلکہ رہنما اور کامل رہنما پایا مثلاً علامہ سید ظہیر الدین علیہ الرحمہ و مولانا چراغ الدین مدظلہ العالی سنبھلی بلکہ آپ کا فیضان صرف ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ پاکستان بنگلہ دیش اور عربستان کے علماء وعوام پر بھی برسا چنانچہ محدث اعظم پاکستان شیخ المشائخ مرجع العلماء حضرت علامہ مولانا سردار احمد صاحب بھی آپ ہی کے دسترخوان کرم کے پروردہ تھے۔ جو اپنے آپ میں کامل و اکمل رہنما تھے اور سنیت کے روشن چراغ۔ (جاری ہے.........)

اسلام کا تصور ریاست

از: ڈاکٹر محمد ہارون صاحب کیمبرج، برطانیہ

﴿قسط سوم﴾

(.................بقیہ) مسلمان سلطان کا وفادار نہیں ہے وہ علماء کا وفادار ہے۔ حکمراں امت، اسلام اور شریعت کا خادم ہے۔ قدیم اسلامی سیاسی نظریئے کا اہم نکتہ یہ ہے کہ حکمراں کو ایک فرض شناس خادم کی طرح وہ کافی زیادہ منصف، دانا اور نیک ہو۔

جدید ریاست اتنی زیادہ طاقتور ہے کہ بہت ساروں کے نزدیک تو یہ بذات خود معاشرہ ہے۔ ہر فرد اور ہر ادارہ ریاست کے اندر داخل ہے۔ قدیم اسلام میں حکمراں اتنا غیر اہم ہے کہ وہ تقریباً معاشرے سے ہی باہر ہے۔ سلطان معاشرے سے کٹ کر اپنے محل میں اپنے شاہی معمول، شاہی سلسلے، شاہانہ معمولات اور سپاہیوں کے ساتھ رہتا ہے اور معاشرہ اپنی راہ چلتا ہے۔ مسلمان ایک آزاد گروہ کی طرح علماء اور اولیاء کی قیادت میں شرعی احکامات کے مطابق اسلامی زندگی گزارتے ہیں اور سلطان سے اس قدر دور رہتے ہیں جتنا کہ وہ رہ سکتے ہیں۔

جدید ریاست اسلام سے بالکل اجنبی ہے۔ جب اسے مسلم دنیا میں متعارف کرایا گیا تو یہ اپنے ساتھ بہت سارے مسائل لائی۔ اب ہم ان مسائل پر ایک نظر ڈالیں گے۔ جب جدید ریاست متعارف کرائی گئی تو علماء کو دیوار کے ساتھ لگا دیا گیا اور سب سے پہلی چیز جو کھڑی کی گئی وہ نئی نوکر شاہی کے انداز کی سول سروس انتظامیہ تھی تمام اختیارات انتظامی عملے کے ہاتھ میں یکجا کردئے گئے اور سلطان کی حکمرانی کو بدل کر حقیقت میں افسروں کی حکمرانی بنادیا گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ کئی قسم کے افسروں کی تعداد میں زبردست اضافہ ہوگیا۔

۱۸۱۰ء میں استنبول میں پندرہ سو افسر تھے۔ ۱۹۰۰ء تک ان کی تعداد پچاس ہزار سے بڑھ چکی تھی ساتھ ہی ساتھ فوج کو بھی مغربی خطوط پر نئے سرے سے منظم کیا گیا بالکل اسی طرح انتظامی عملے میں پھر پورا اضافے کے ساتھ یہ سب کچھ بہت زیادہ مہنگا تھا۔ لہٰذا بہت جلد یہ نئی ریاستیں دیوالیہ ہوگئیں۔ لب لباب یہ کہ دوسرے ملکوں سے قرضے لئے گئے پھر مزید قرضے اور پھر مزید مغربی مداخلت۔ ریاستی قرضے کے بحران نے برطانیہ کو مصر کی راہ دکھائی اور فرانس کو تیونس کی۔

عملداروں کے اس بہت بڑے گروہ نے زندگی کے ہر گوشے پر چڑھائی کردی۔ نئی حکومت نے اسکول اور وقف چلانے شروع کئے اور ساتھ ہی دیہاتوں میں مداخلت شروع کردی پس زیادہ اور مزید زیادہ عمل کی ضرورت پڑی لہٰذا ریاست مزید زیادہ مالیاتی کمی کا شکار ہوگئی، اس دن سے تمام مسلم ممالک قرضے کے لئے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں تاکہ زیادہ جدید (Modern) ہوسکیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ریاستی عملداروں کو زندگی کے نئے شعبوں میں مداخلت کے لئے بھیج سکیں۔

ریاستی عملداروں کا یہ بہت بڑا ہجوم پہلے بھی بدعنوان تھا اور اب بھی ہے۔ یہ رشوت لیتے ہیں اور ان کا وجود ہر شہری پر بوجھ ہے۔ مسلم دنیا کی نوکر شاہی کی ناپختہ کاری اور بدعنوانی افسانوی حیثیت اختیار کئے ہوئے ہے۔ پس پورا معاشرہ گھٹن کا شکار ہے۔ شہر کے سوداگر سے لے کر ایک عام

شہری تک آپ کو بتا سکتے ہیں کہ ان بے مایہ چھوٹی ریاستوں کے عملدار ہر چیز میں ٹانگ اڑاتے پھرتے ہیں اور مکمل طور پر بدعنوان ہیں۔ علم وادب اور ذوق وجدانیت کا دم گھٹ رہا ہے۔ قاضی جلد انصاف اور فوری فیصلے دیا کرتے تھے۔ نئی انتظامیہ نے تاخیر کے حربے سے تمام راستے مسدود کردیئے ہیں۔

یہ ریاست اتنی بڑی ہے کہ ہمیشہ اس میں اصلاح کے منصوبے بنتے رہتے ہیں اور بار بار بنتے رہتے ہیں۔ ریاست کبھی ترقی پر مطمئن نہیں ہوتی بلکہ ہر تبدیلی کے پیچھے نئی تبدیلی ہوتی ہے۔ نئے عملداروں کو جو کہ جلد ہی بدعنوان ہوجاتے ہیں کو موجود بدعنوان عملداروں کی نگرانی کے لئے تعینات کیا جاتا ہے لیکن یہ نئی ریاست بیکار ہے، نئی افواج کبھی بھی اس قابل نظر نہیں آئیں کہ جنگیں جیت جائیں۔ ریاست کے منصوبے ہمیشہ غلط سمت میں جاتے ہیں، زیادہ ریاستیں نمودار ہوتی ہیں اور زیادہ جدید ہونے کی کوشش کرتی ہیں لیکن صورتحال پہلے سے بھی بری ہوجاتی ہے۔ اب مغربی ریاستیں بھی نااہل اور بدعنوان انتظامی افراد کے مسئلے کا شکار ہیں۔ مغرب میں اس کا سب سے بڑا علاج مقبول عام نمائندگی ہے اس طرح عوام کی اکثریت اپنی آواز سنوا سکتی ہے، شکایت کرسکتی ہے اور انتظامیہ کارکردگی بہتر بنا سکتی ہے۔

یہ سب کچھ مسلم دنیا میں نہیں ہوتا کبھی بھی عوام کے حقیقی نمائندے سامنے نہیں آئے۔ اس کی دو وجہیں ہیں۔ اولاً تو جیسے گزشتہ باب میں وضاحت کی جاچکی ہے کہ عوام کی نمائندگی اللہ واحد کی حاکمیت کے تحت تھی، وہ علماء، صوفی پیر اور صوفی سلسلے تھے۔ ان لوگوں کی جڑیں عوام میں گہری تھیں، اور وہ حقیقتاً سمجھتے تھے کہ عوامی سطح پر کیا ہورہا ہے۔ جب جدید ریاست متعارف کرائی گئی تو ان علماء، اولیاء اور صوفی سلسلوں کو ایک طرف ڈھکیل دیا گیا۔ ان افراد سے چھٹکارا حاصل کرکے نئی ریاست تعمیر کی گئی لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جونہی ریاست نمودار ہوئی لوگوں کی حقیقی نمائندگی مکمل طور پر غائب ہوگئی۔

ثانیاً صرف نئی ریاست ہی اپنا وجود برقرار رکھ سکتی تھی کیوں کہ اس نے لوگوں کی خواہشوں کو للکارا تھا۔ مسلمان اللہ واحد کی حاکمیت کی برطرفی کی تائید نہیں کرتے تھے اور جہاں کہیں بھی نئی ریاست تعمیر ہوئی عوامی مخالفت کو روند کر ہی تعمیر ہوئی۔ نئی سول سروس میں ملازم حضرات انتہائی مخالف تھے انہوں نے خود کو مغرب نواز، جدت پسند اور سائنسی علوم سے لیس سمجھا اور مسلم عوام کو جاہلوں کا ٹولہ اور توہم پرست، بے وقوف تصور کیا بس انہوں نے طے کرلیا کہ وہ کسی بھی فرد کی کسی قسم کی کوئی شکایت نہیں سنیں گے۔

یوں کوئی ایسی چیز نہ بچی جو نئی ریاست کا راستہ اس طرح روکتی کہ وہ مکمل ناکامی سے دوچار ہوتی اس طرح عوام اور ریاست کے درمیان ایک خلا پیدا ہوگیا لیکن مغرب بلاشبہ اس بات پر اصرار کرتا رہا کہ جدید ریاست میں عوام ہی کے پاس اقتدار اعلیٰ ہوتا ہے۔ یوں مغرب زدہ لوگوں نے فیصلہ کرلیا کہ لوگوں کو اسلام پر ایمان رکھنے سے روکا جائے اور انہیں ریاست اور مغرب پر ایمان لانے کے لئے مجبور کیا جائے، نتیجہ مضحکہ خیز ہے۔

ایک شخص نے ایک مرتبہ لکھا تھا کہ آپ کو کچھ لوگ مجبور کررہے ہیں کہ آپ آزاد ہوجائیں، نئی ریاستوں کے مسلم حکمران عوام کو اقتدار دینے کی کوشش کررہے تھے پس مسلم دنیا میں حقیقی جمہوریت ہوسکتی تھی اور نہ ہی اب ہے وہاں پارلیمنٹ وغیرہ کے توسط سے جمہوریت کو روشناس کرانے کی تحریکیں موجود ہیں۔ ان تحریکوں کا اصل مقصد دوسرے گروہوں جیسے مغربی طرز کی سول سروس کے ملازموں اور جدت سازوں کو اقتدار کی منتقلی ہے۔ عوام کی اصل سیاسی تحریکوں کی قیادت علماء اور اولیاء کرتے تھے لیکن یہ جدت ساز انہیں برداشت نہیں کرتے تھے لہٰذا بہت ساری جگہوں کو تباہ کردیا گیا۔ (جاری ہے) ....

شہزادی حضور مفتی اعظم وصال فرما گئیں

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شہزادی حضور مفتی اعظم ہند ہاجرہ بی علیہا الرحمہ کا ۴؍مئی شب ہفتہ تقریباً پونے گیارہ بجے رات سدھی وینائک ہاسپٹل میں خدا سے جاملیں۔انــــا للہ وانا الیہ راجعون۔

نماز جنازہ اسلامیہ کالج کے وسیع میدان میں ادا کی گئی کثیر تعداد میں لوگ شریک تھے جنازہ کی نماز صدر العلماء حضرت علامہ محمد تحسین رضا محدث بریلوی مدظلہ نے پڑھائی اور سرکار اعلیٰ حضرت کے قرب یعنی خانقاہ رضویہ میں مدفون ہوئیں اللہ تعالیٰ ان کے کروٹ کروٹ رحمت برسائے اور قبر کو بقعۂ نور بنادے۔(آمین)

حضور مفتی اعظم، مجدد ابن مجدد، ولی اکمل قطب زمانہ حضرت علامہ شاہ مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ کی صاحبزادی حضور ہاجرہ بی صوم وصلوٰۃ کی پابند اور ولیہ کاملہ زاہدہ زکیہ تھیں یہ استاز زمن حضرت علامہ حسن برادر اوسط اعلیٰ حضرت علیہما الرحمہ کے پوتے مولانا ادریس رضا خاں بن حکیم حسین رضا خاں بن علامہ حسن علیہم الرحمہ سے بیاہی تھیں ۸۵؍سال کی طویل عمر پائی اور صاحب اولاد ہوئیں پانچ شہزادیاں اور ایک صاحبزادہ ایک لڑکی کا انتقال آپ کی حیات میں ہوگیا تھا پسماندگان میں ایک شہزادہ اور چار شہزادیاں چھوڑیں ادارہ ''سنی دنیا'' ان کی مغفرت اور پسماندگان کے لئے دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں اعلیٰ مراتب عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل دے۔ (آمین)

مراسلات و جہاں نما

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب

سلام مسنون

منسلکہ مضمون (پروگرام) حاضر خدمت ہے۔ اعراس مبارکہ حضرت مولانا الحاج الشاہ مفتی محمد عبدالسلام صاحب الملقب بہ عید الاسلام قادری رضوی وحضرت مولانا الحاج الشاہ مفتی محمد برہان الحق صاحب الملقب بہ برہان ملت قادری رضوی سلامی علیہما الرحمۃ والرضوان عیدگاہ کلاں رانی تال جبلپور میں مورخہ ۲۹،۳۰ رمئی ۲۰۰۷ء بروز منگل بدھ منعقد ہوں گے توقع ہے کہ جناب والا اپنے جریدہ کے شمارہ مئی ۲۰۰۷ء میں شائع فرما کر مشکور فرمائیں گے اشتہار اعراس مبارکہ طبع ہونے پر حاضر کیا جائے گا۔ یہ منسلکہ مضمون رسائل کی ترتیب وتدوین چھپائی اشاعت کی منازل کے پیش نظر پیشگی ارسال کیا جارہا ہے۔ امید ہے کہ ہماری گزارش قابل پذیر ہوگی۔

مہتمم عرس مبارک

محمود احمد قادری رضوی سلامی جبلپوری غفرلہٗ

عرس قادری رضوی عید الاسلامی برہانی

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہلسنت مجدد دین وملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کے عظیم المرتبت خلفاء حضرت مولانا عید الاسلام الشاہ محمد عبدالسلام وحضرت برہان ملت مولانا شاہ محمد برہان الحق صاحب علیہما الرحمۃ والرضوان کے اعراس مبارکہ درج ذیل ترتیب ونظام کے ساتھ عیدگاہ کلاں رانی تال جبلپور میں انجام پذیر ہوں گے۔

تفصیلی پروگرام تقاریب اعراس مبارکہ

۲۹ رمئی ۲۰۰۷ء: بعد نماز عشاء محفل میلاد شریف ومواعظ حسنہ علماء کرام ایک بجے شب تک۔

۳۰ رمئی ۲۰۰۷ء: تین بجے دن سے ختم قرآن عظیم بعد نماز عصر مزار مقدسہ پر چادر پوشی نماز مغرب کے فوراً بعد قل شریف وفاتحہ حضرت برہان ملت علیہ الرحمۃ والرضوان

بعد نماز عشاء محفل میلاد شریف ومواعظ حسنہ علماء کرام نعت ومناقب تمام شب نماز فجر سے قبل صلوٰۃ وسلام بعد نماز قل شریف وفاتحہ حضرت عید الاسلام علیہ الرحمۃ اس کے بعد تقسیم لنگر۔

امید ہے کہ تمام برادران طریقت، مریدین، متوسلین معتقدین محبین اور عامۃ المسلمین اعراس مبارکہ کی تقاریب متبرکہ میں شرکت فرما کر فیوض و برکات برہانیہ، سلامیہ رضویہ قادریہ سے مستفیض ہوکر اپنے دامنوں کو گوہر مراد سے بھریں گے۔

منجانب: اراکین عرس کمیٹی رضوی سلامی برہانی

عرس حضرت سرکار محبّیٰ کا انعقاد

ہر سال کی طرح امسال بھی پوکھریرا شریف کی سرزمین پر آفتاب بہار عارف باللہ شیخ الاسلام والمسلمین قاطع کفر وبدعت محب اعلیٰ حضرت حضرت علامہ مفتی الشاہ سیدنا عبد الرحمٰن المعروف سرکار محبّیٰ وحضرت ولی الرحمٰن المعروف سرکار ولی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عرس پاک منایا گیا، جس میں کثیر تعداد لوگوں نے شرکت کی اور فیضان سے مالامال ہوئے۔ عرض گداز

سگ بارگاہ محبی احقر محمد سید رضا استاد مدرسہ گلشن رضا بریلی شریف

جزیرۂ ماریشس میں جشن عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ہر سال کی طرح امسال بھی بارہویں شریف کے دن جزیرۂ ماریشس میں عظیم الشان پیمانے پر جلوس محمدی علیہ الصلاۃ نکالا گیا۔ ہزاروں فرزندان اسلام جزیرہ کے مختلف

علاقوں سے سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل پورٹ لوئس کے سامنے وسیع میدان میں اکٹھا ہوگئے۔ دس بجے دن میں یہ جلوس اپنی روایتی شان وشوکت کے ساتھ سوسائٹی سے روانہ ہوا پورٹ لوئس (راجدھانی) کی شاہراہوں سے گزرتا ہوا پھر سنی رضوی سوسائٹی واپس آکر ایک عظیم الشان جلسہ میں تبدیل ہوگیا۔ حسب سابق اس جلوس کی قیادت حضرت صدر العلماء محدث بریلی علامہ تحسین رضا خان صاحب نے کی۔ اور امسال عزیز ملت حضرت علامہ شاہ الحاج عبدالحفیظ صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور نے بھی فرمائی سنی رضوی سوسائٹی کے ڈائرکٹر حافظ وقاری محمد اظفر ایوب رضوی نے پروگرام کا آغاز تلاوت کلام پاک سے فرمایا۔ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہدیۂ نعت پاک محمد شعیب رضا پسر اصغر علامہ تحسین رضا اور مقامی عبدالرحمن رضوی نے پیش کیا مولانا شکیل رضا رضوی، مولانا عبدالحمید رضوی، مولانا ہارون حسن مصباحی اور حضرت علامہ مفتی الحاج محمد مسیح احمد قادری مصباحی نائب شیخ الحدیث جامعہ عربیہ انوار القرآن بلرام پور (یوپی) کے ولولہ انگیز بیانات ہوئے۔ اخیر میں مہمان خصوصی عزیز ملت حضرت علامہ شاہ الحاج عبدالحفیظ قبلہ نے میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت وفضیلت پر نہایت مدلل اور بصیرت افروز خطاب فرمایا۔ نظامت کے فرائض سنی رضوی سوسائٹی کے ممبر الحاج عبدالخالق محمد حنیف رضوی نے انجام دیا۔

از: محمد یوسف چیر وسکریٹری سنی رضوی سوسائٹی ماریشس

لدھیانہ میں جلسۂ عید میلاد النبی اور جلوس محمدی

یکم اپریل ۲۰۰۷ء لدھیانہ میں مولانا فاروق عالم رضوی کی نگرانی اور جامع مسجد غوثیہ کے اہتمام میں عظیم الشان عید میلاد النبی کانفرنس کا انعقاد ہوا جس میں مولانا فاروق عالم اور دوسرے علماء نے تقریریں کیں۔ وارڈ کونسلر نے بھی حضور علیہ السلام کو عقیدت کا خراج پیش کیا۔ مفکر اسلام ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی نے صدارتی تقریر کی اور حضور علیہ السلام کو نور الٰہ اور مادہ ایجاد عالم ثابت کیا۔ صلوٰۃ وسلام اور دعا پر جلسہ ختم ہوا۔

بعد نماز ظہر، جلوس محمدی، بانئ جلوس مولانا فاروق عالم رضوی کے اہتمام اور مفکر اسلام ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کی قیادت میں نکالا گیا جو شبو پوری، دریسی گراؤنڈ، مادھو پوری، راہوں اوڈے ہوتا ہوا تبدیل ہوگیا۔ مولانا فاروق عالم رضوی، مولانا محمد رضا مصباحی وغیرہ نے مختصر تقریریں کیں اور آخر میں مفکر اسلام نے ''رسول انسانیت'' کے عنوان سے حضور علیہ السلام کی سیرت مبارکہ اور اسلام کی حقانیت واس کے پیغام امن وانسانیت پر پرمغز خطاب پیش کیا۔ کانفرنس کو کامیاب بنانے میں حاجی عبدالستار، صوفی عبدالرشید، حاجی جمال اختر، ماسٹر منیر، ماسٹر اسلم گڈ فٹ ٹیلر، جہانگیر، مولانا کلام الدین وغیرہ نے خاص حصہ لیا۔

آخر میں صلوٰۃ وسلام اور دعا کے بعد جلوس کا اختتام ہوا۔ ملک کی امن وامان اور جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں صاحب قبلہ ازہری میاں کی صحت وسلامتی کے لئے بھی دعا کی گئی۔ اعلان کنندگان: ارکان جامع مسجد غوثیہ، لدھیانہ

The Monthly
SUNNI DUNIA BAREILLY

Regd. No. 17(82) Vol-1 Annual Subscription
Rs.(100) Per Copy (10) Regd. PO. No. BR/211/2007

دُنیائے سُنّیت کی عظیم درسگاہ

مرکزُ الدّراسات الإسلامیۃ

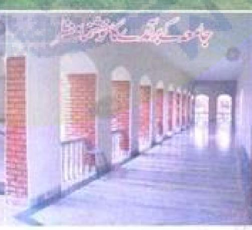
جامعۃ الرضا

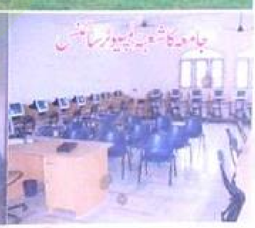
بریلی شریف
یوپی، ھند









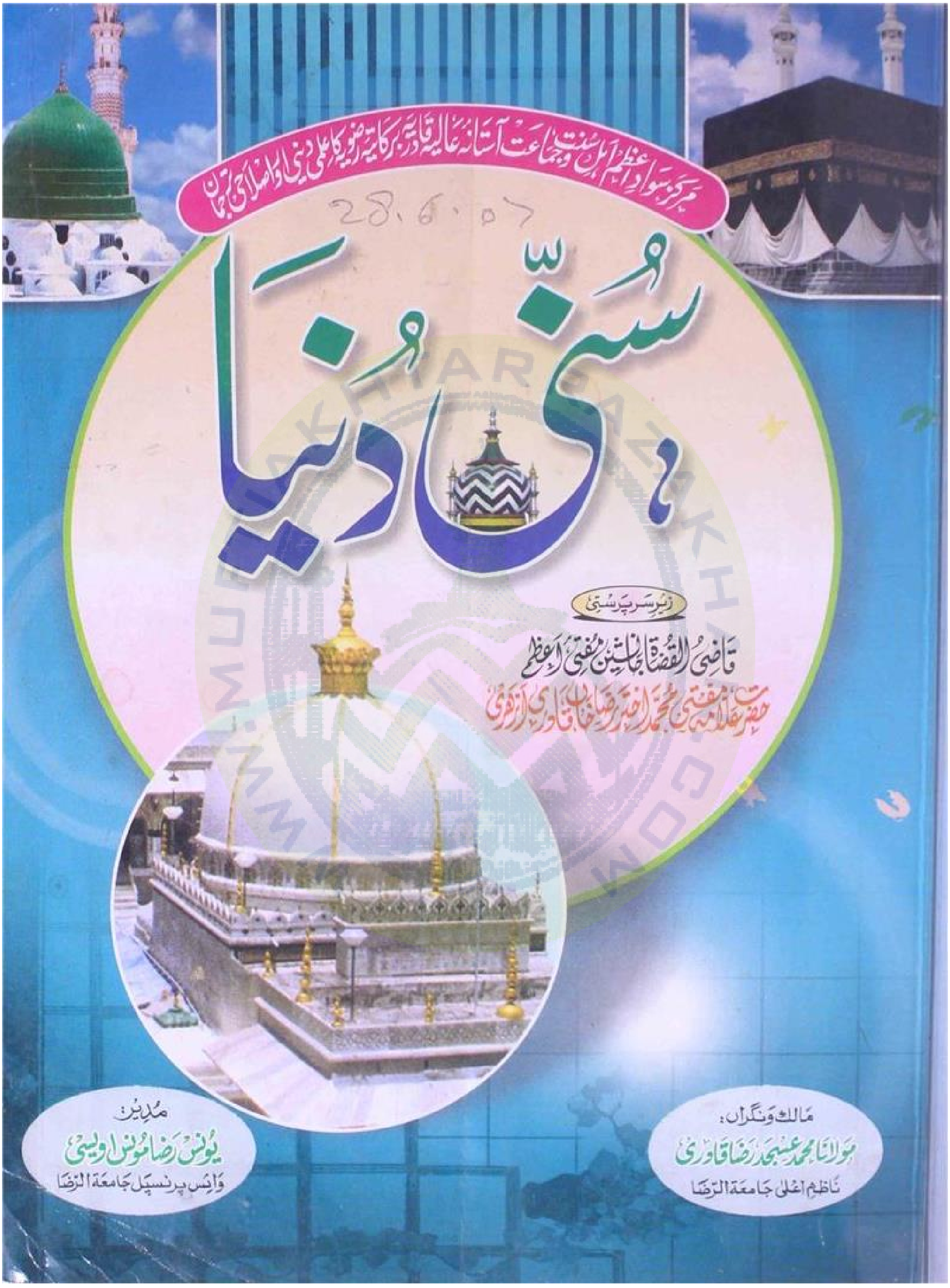


Under Management

باھتمام

IMAM AHMAD RAZA TRUST
82, Saudagaran,
Bareilly Shareef (U.P.)

امام احمد رضا ٹرسٹ
۸۲، سوداگران، بریلی شریف (یوپی)



مرکز سوادِ اعظم اہلِ سنت و جماعت آستانۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی و اصلاحی ترجمان
28.6.07
سُنّی دُنیا
زیرِ سرپرستی
قاضی القضاۃ جانشین مفتیٔ اعظم
حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری
مدیر:
یونس رضا مونس اویسی
وائس پرنسپل جامعۃ الرضا
مالک و نگراں:
مولانا محمد عسجد رضا قادری
ناظمِ اعلیٰ جامعۃ الرضا

مرکز سواد اعظم اہل سنت و جماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ

علمی دینی اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ سنی دنیا

جلد: ۲۷ شمارہ: ۷

جولائی ۲۰۰۷ء

زیر سرپرستی: جانشین مفتی اعظم قاضی القضاۃ فی الہند حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری

مالک و نگراں: مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

مدیر: یونس رضا مونس اویسی

☆فی شمارہ: ۱۰ روپے☆ زر سالانہ: ۱۰۰ روپے☆ بیرونی ممالک: ۳۰۰ روپے☆ لائف ممبری: ۲۰۰۰ روپے☆

رابطہ کا پتہ

دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران بریلی شریف (یوپی) فون 0581-2458543 فیکس 0581-2472166

W.site: markazeahlesunnat.com
W.site: hazrat.org

چیک یا ڈرافٹ بنام ''اختر رضا خاں'' یا ''امام احمد رضا ٹرسٹ'' بنائیں۔ مرکزی دارالافتاء کے لئے جوابی لفافہ ضرور روانہ فرمائیں۔

E-mail: asjadrazakhan@yahoo.com☆atiq_shujamalik@yahoo.com

☆کمپوزنگ: عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) 09719918868☆

اَللّٰہُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا — اللہ اکبر — نَحْنُ عِبَادُ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا

اشاریات

کہاں جھکتی تھی ہندوستانیوں کی پیشانی
اور کہاں جھکایا **خواجۂ اعظم** نے

اداریہ .... محمد یونس رضا مونس اویسی

لارڈ کرزن نے لکھا ہے کہ ”ہندوستان میں ایک قبر حکومت کر رہی ہے اور وہ قبر خواجہ غریب نواز کی قبر ہے“

قارئین عظام! لارڈن کرزن کے جملہ کو ایک بار پھر پڑھیے، غور کیجئے اس نے کیا کہا، مسلمانوں کو کیسا سمجھا کس حقیقت کا اعتراف کیا، کس طرح اپنی جبین جھکائی۔ واقعی مسلمان وہی ہے جو ظاہری زندگی میں رہے تو قائد اور قابل تقلید بنے اور دنیا سے رخصت ہوجائے تو مرکوز نگاہ رہے۔ اس غریب نواز نے ظاہری اور باطنی دونوں زندگی سے ایک عالم کو سیراب کیا اور وہ بھی ایسی دنیا کو جس کا پس منظر کچھ اس طرح ہے۔

ہندوستان لادینیت کے منحوس اندھیروں میں پروان چڑھ رہا تھا یہ ایک ایسا ملک تھا جہاں زمین سے لیکر آسمان تک صدہا اشیاء کو معبود کا درجہ حاصل تھا جس کے حضور انسان اپنی جبین نیاز جھکاتا اور اس سے نفع ونقصان کا فاسد عقیدہ مربوط رکھتا تھا گو کہ اسے "وحدہٗ لاشریک" کا درجہ یا اس تک وصول کا وسیلہ گمان کرتا تھا۔ باشندگان ہند کا حال یہ تھا کہ جگہ جگہ معبودان باطلہ کو نصب کرتے اور اس سے طرح طرح کی منتیں پوری کروانے کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ ہندوستان کے اغیار مورخین نے اپنی اپنی تحریروں کو جس انداز سے لچک دیکر ہندوستان کی عکاسی کی ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ ہندوستان بہت عظیم واعلیٰ مرتبت والا ملک ہے کہ یہاں دنیا کی ہر شئے کی تعظیم وتوقیر کیجاتی ہے حتی کہ صدہا اشیاء کی پوجا بھی ہوتی ہے، مثلاً مٹی، پتھر، پانی، پیشاب وگوبر اس کے علاوہ کچھ چیزیں ایسی تھیں جن کی پوجا یا پاک کرنے اور کام کا درست ہونے کے لئے اچھا گمان کرتے تھے انہیں ہندوستان کی عظمت سمجھتے حالانکہ حقیقت حال یہ کہ دنیا کی ہر برائی ہندوستان میں رواج پا چکی تھی جس سے کوئی خلاف عادت کام کا صدور ہوتا اس کے آگے جھک جاتے۔ ہر طاقتور اشیاء کی پوجا کرتے راجگان کو ایک الگ مخلوق تصور کرتے تھے اور جس کی قوت ورفعت یہاں کے باشندوں کے دماغ میں گھر کر لیتی تھی اسے فوراً معبود کا درجہ دے دیتے اور اس کی پرستش شروع کردیتے، یہاں کے معبودان کی فہرست پیش کرنے سے تاریخ قاصر ہے یہاں کے معبودان باطلہ کا شمار مشکل ومحال ہے کہ جن کی طاقت وقوت یا نفع ونقصان یا اور کوئی خلاف معمول کام کی حامل مخلوقات تھی تو ہندوستانی اسے معبود کا درجہ دیئے بیٹھے تھے اسی وجہ سے یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس دور کو منحوس اندھیرا کہا جائے یا پھر کچھ اور بہر حال ہندوستان کی مجموعی حالت یہ تھی کہ یہ کفر وشرک کے دلدل میں بری طرح دھنس چکی تھی نہ اس کے عقائد کا کوئی سر تھا نہ پیر۔ نہ اس سے متأثر ہونے کا کوئی معیار تھا نہ طریقہ۔ جس کی قوت دیکھ لی خواہ وہ بندر ہو یا ہاتھی۔ انسان ہو یا کوئی اور مخلوق اس کے حضور جبین نیاز جھک جاتی تھی۔ خلاصہ کلام یہ کہ یہاں باطل نظریات کے فروغ کا اچھا میدان تھا۔ مگر وہ جن کے مقدر میں ایمان لکھ چکا تھا۔ جن

کے مقدر میں پیشانی کا جھکنا رب کے حضور ہی متعین تھا اور وہ زمین جہاں اللہ و رسول کے ذکر سے معمور ہونا تھا۔ انہوں نے اپنی دعائے سحر گاہی سے منحوس اندھیرے کو روشن کر ہی ڈالا ان کی دعائیں بارگاہ خداوندی میں یوں مقبول ہوئی کہ بظاہر تو ہندوستانیوں کی ہدایت کے لئے اور سلطنت اسلامی نافذ و قائم کرنے کے لئے سلطان شہاب الدین غوری اور ان کے بہادر جنرل قطب الدین ایبک ہیں جو ہندوستان کے سلطنت اسلامی کے بادشاہ اول ہیں۔ اور بباطن اس کی بنیادیں تو عطائے رسول، خواجہ خواجگاں، سلطان الہند شہنشاہ اولیاء، تاجدار ہندوستان خواجہ معین الدین چشتی سنجری اجمیری علیہ الرحمہ ہیں۔

''سیر الاخیار'' میں خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمہ کے حالات میں مرقوم ہے: ''بظاہر تو ہندوستان میں اسلامی سلطنت کا بانی و موسس سلطان شہاب الدین غوری اور اس کا لائق و شجاع جنرل اور نائب السلطنت قطب الدین ایبک مشہور ہے مگر بباطن یہ بنیادیں خواجہ غریب نواز ہی قائم کردہ اور استوار کی ہوئی ہیں''۔

ایک درویش کامل اور سچے مسلمان اور وارث انبیاء نائب النبی اور نائب رسول، سچے عاشق رسول اور مومن کامل نے پورے ملک کی منحوس تاریکی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور پورے ہندوستان کو اسلامی شمع سے روشن و منور کر دیا جس کی چمک و دمک انشاء اللہ تا قیام قیامت قائم و دائم رہے گی مگر ہمارے اعمال نے اس چمک میں گرھن لگانا شروع کر دیا ہے۔ ہمارے کرتوت اسے ماند کر رہے ہیں، کیا آپ اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر یقین سے کہہ سکیں گے کہ ہمارے ایمان کے اندر وہی روشنی ہے وہی چمک ہے، وہی حرارت ہے جسے خواجہ ہندوستان نے بخشا ہے۔ میں کہوں گا کہ چند کے سوا سب بغلیں جھانکیں گے۔ ہم خواجہ خواجگاں کی روش سے ہٹ چلے ہیں۔ دنیا کی رنگینی میں مست ہو چلے ہیں، اسلام کی پرواہ نہیں کر رہے ہیں اس کے احکام کی پیروی ہمیں کاٹ رہے ہیں یہی وجوہات ہیں کہ ہندوستان میں بد مذہبیت کفر اصلی سے زیادہ بھیانک اور خطرناک ہوا چاہتی ہے ہم دن بدن مغلوب محکوم ہو رہے ہیں، ہماری عزت و عظمت پامال کئے جا رہے ہیں، غیروں کے حضور محتاج بھری نگاہیں ملتفت ہیں کہ ہماری شنوائی کر لیں۔ افسوس جہاں پر خواجہ خواجگان نے کفر و شرک کا تاریک پردہ پھاڑ کر دفن کر دیا تھا۔ حکومت ہمیں دے دی تھی، حاکم و غالب ہمیں بنا دیا تھا مگر ہم اسے سنبھال نہ سکے بلکہ ہمارے حالات یہ ہو گئے کہ رفتہ رفتہ ہم خواجہ خواجگان کے اصول سے ہٹتے چلے گئے اور اغیار کے کرم کا پٹہ گردنوں پر ڈالتے رہے اور معاملات اینجا رسید۔ کہ مسلمان غدار وطن، دہشت گرد، وغیرہ وغیرہ خواجہ نے تو وہ مسلمان بنایا تھا کہ دنیا دیکھتی تھی اور جبین نیاز قدموں میں لا رکھتی تھی۔ ایسا مسلمان پیدا کیا تھا کہ وہ جہاں جائے دنیا اس کے حضور دست بستہ کھڑی رہتی تھی، ایسی تربیت دی تھی کہ لاکھ آلام و مصائب کے پہاڑ ٹوٹیں مگر وہ اس کے حضور مثل چٹان مقابل بنے رہیں ایسا مسلمان بنایا تھا کہ اس کے حال اس کی چال اس کے افعال اس کے اقوال سب کے سب اسلام کے داعی تھے اغیار ان کے رہن، سہن ان کی عظمت و رفعت، ان کی اخوت و محبت ان کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر آغوش اسلام میں آجاتے تھے۔ مگر افسوس ہم نے اپنی حقیقی مسلمان کہیں کھو دیا ہے، ہم زبانی مدعی معلوم ہوتے ہیں۔ حقیقت ہماری بدل چکی ہے۔ اس لئے دن بدن پستیوں کے ادنیٰ درجے میں رہنے کو مجبور ہیں۔ اے ہندوستانیو خواجہ اعظم آج بھی آواز دے رہے ہیں۔ آج بھی بیدار کر رہے ہیں۔ آج بھی رہنمائی فرما رہے ہیں، ان کے دامن کرم سے لگو تو سہی تمہیں ویسا ہی مسلمان بنا دیں گے کہ مخلوق خدا خود تمہارے حضور دست بستہ کھڑی نظر آئے گی۔ ہم کیا غیر بھی اس کے معترف ہیں کہ خواجہ

ہندوستان آج بھی حاکم ہیں۔ کیا آپ نے لارڈ کرزن کا قول ملاحظہ نہیں کیا ایک بار پھر پڑھیے۔ غور کیجئے کہ مسلمانوں کے قائد، مومن کامل کو کتنا اثر دار اور پاورفل مانتے اور تسلیم کرتے ہیں۔

خواجہ ہندوستان نے اپنے مشن کے فروغ کے لئے بہت سے افراد کو ولایت کے کمال تک پہنچایا اور اسلام و سنیت کی خدمات کے لئے جگہ جگہ روانہ فرمایا اور انہیں اپنے مشن کی فروغ کا اپنا طریقہ تعلیم کیا۔ ظاہری زندگی کی مدت کے اختتام پر اس فرائض کی انجام دہی کے لئے قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کو مامور کیا انہوں نے بھی ایک دنیا کو ایمانی دولت عطا کی اور آپ نے بھی مشن خواجہ کی اشاعت وفروغ کے لئے بہت سے خلفاء اور تلامذہ کو تیار کیا اور اسلام کی اشاعت کے لئے جگہ جگہ روانہ فرمایا ان خلفا نے بھی اسی طرح اس کو عملی جامہ پہنایا مگر آج کے حالات وتقاضے اس بات کو عیاں کرتے ہیں کہ ہم ان اکابرین بزرگان دین کی خدمات کہیں کھنڈر میں بطور گروی رکھ آئے ہیں اور چھوڑانے کے لئے مال ندارد۔ مسلمانوں ہماری عزت ووقار اکابردین کے اصولوں پر قائم رہ کر ہی باقی رہ سکتی ہے ہم اللہ ورسول پر بھروسہ اور اعتماد و یقین کرنے والی قوم ہیں دنیا ہمیں مات نہیں دے سکتی۔ میری بلندیوں تک رسائی حاصل نہیں کرسکتی شرط ہے کہ ہندوستان کفرستان کو جس شخصیت نے اسلام آباد بنایا نور ایمان سے جگمگایا ہے ان کی سچی اور یقینی پیروی کرلیں۔ سرزمین بریلی سے چودھویں صدی ہجری میں جب مشن خواجہ کو چکنا چور کرنے کی مہم چھڑی تو محب خواجہ خواجگاں امام اہل سنت علیہ الرحمہ نے خواجہ ہندوستان کے بلند کئے ہوئے علم کو سرنگوں نہ ہونے دیا بلکہ مشن خواجۂ اعظم کے نقصان پہنچانے والے، بظاہر اسلام میں رہ کر اسلام کی صورت مسخ کرنے والے، انبیاء واولیاء کی شان میں تنقیص کے درس دینے والے، اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت و رفعت گھٹانے والے گستاخان اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بلند علم کو ایسا دفن کیا ایسا قتل کیا کہ جسکی مثال مشکل سے مل سکے گی اور اپنے آپ کو اس امر کے لئے وقف کردیا کہ جس نور ایمان سے ہندوستانیوں کے سینے منور ہوئے ہیں منور ہی رہیں، اس پر ذرہ برابر یہ دشمنان اسلام دھبہ نہ لگا سکیں اور اس طرح خواجۂ ہندوستان کے مشن کو مجدد اسلام امام ہمام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے جلا بخشا اور بلند رکھا اتنا بلند کہ ایمان کے لٹیروں کا کوئی داؤں کامیاب نہ ہوسکیں اور غلامان خواجہ کو برباد نہ کرسکیں، اعلیٰ حضرت مجدد اہل سنت قدس سرہٗ العزیز کو سلطان الہند عطائے رسول خواجہ غریب نواز شاہ معین الدین چشتی علیہ الرحمہ سے بے پناہ عقیدت ومحبت تھی آپ نے ان کی شان میں اشعار بھی لکھے اور ان کے آستانہ پر نہایت ادب و احترام سے حاضری بھی دی، آپ کے ظاہری دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد آپ کے شہزادگان یعنی حجۃ الاسلام جمال الاولیاء حضرت علامہ شاہ حامد رضا اور مفتی اعظم شاہ مصطفی رضا علیہما الرحمہ بارہا عطائے رسول خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں جاتے رہے اور خراج عقیدت پیش کرتے رہے، ان شہزادگان نے اپنی عمر بھر امام اہل سنت علیہ الرحمہ کی طرح نیازمندی اور محبت کا ثبوت پیش کرتے رہے اور خواجۂ اعظم کے مشن کو پروان چڑھاتے رہے۔ اور الحمد للہ آج بھی جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں مدظلہ العالی اور خانوادۂ رضویہ کے افراد اپنے آباء واجداد کی طرح خواجۂ ہندوستان کی بارگاہ میں نیاز مندانہ حاضری دیتے ہیں۔

مگر آج کچھ شرپسند عناصر نقیبان مشن خواجہ کے خانوادہ کو بلکہ امام اہل سنت کو غلط نظریات کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں (بقیہ.....ص ۲۴ پر)

تجلیاتِ نعت

حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں

رخصت قافلہ کا شور غش سے ہمیں اٹھائے کیوں
سوتے ہیں ان کے سایہ میں کوئی ہمیں جگائے کیوں

بار نہ تھے حبیب کو پالتے ہی غریب کو
روئیں جو اب نصیب کو چین کہو گنوائے کیوں

یاد حضور کی قسم غفلت عیش ہے ستم
خوب ہیں قید غم میں ہم کوئی ہمیں چھڑائے کیوں

دیکھ کے حضرت غنی پھیل پڑے فقیر بھی
چھائی ہے اب تو چھاؤنی حشر ہی آ نہ جائے کیوں

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزا ناز دوا اٹھائے کیوں

ہم تو ہیں آپ دلفگار غم میں ہنسی ہے ناگوار
چھیڑ کے گل کو نو بہار خون ہمیں رلائے کیوں

اب تو نہ روک اے غنی عادت سگ بگڑ گئی
میرے کریم پہلے ہی لقمۂ تر کھلائے کیوں

ہے تو رضاؔ نرا ستم جرم پہ گر لجائیں ہم
کوئی بجائے سوز غم ساز طرب بجائے کیوں

قاضی القضاۃ حضور تاج الشریعہ مدظلہ

وہ بڑھتا سایۂ رحمت چلا زلفِ معنبر کا
ہمیں اب دیکھنا ہے حوصلہ خورشید محشر کا

جو بے پردہ نظر آ جائے جلوہ روئے انور کا
ذرا سا منھ نکل آئے ابھی خورشید خاور کا

شہِ کوثر ترحم تشنۂ دیدار جاتا ہے
نظر کا جام دے پردہ رُخِ پرنور سے سرکا

ہماری سمت وہ مہر مدینہ مہرباں آیا
ابھی کھل جائے گا سب حوصلہ خورشید محشر کا

چمک سکتا ہے تو چمکے مقابل انکی طلعت کے
ہمیں بھی دیکھنا ہے حوصلہ خورشید محشر کا

رواں ہو سبیلِ عشقِ سرورِ میرے سینے میں
نہ ہو پھر نار کا کچھ غم نہ ڈر خورشید محشر کا

ترا ذرّہ وہ ہے جس نے کھلائے ان گنت تارے
ترا قطرہ وہ ہے جس سے ملا دھارا سمندر کا

بتانا تھا کہ نیچران کے زیر پا مسخر ہے
بنا پتھر میں یوں نقشِ کفِ پا میرے سرور کا

وہ ظاہر کے بھی حاکم ہیں وہ باطن کے بھی سلطاں ہیں
نرالا طور سلطانی ہے شاہوں کے سکندر کا

یہ سُن لیں سایۂ جسم پیمبر ڈھونڈنے والے
بشر کی شکل میں دیگر ہے وہ پیکر پیمبر کا

وہ ظلِ ذات رحماں ہیں نبوت کے مہ تاباں
نہ ظِل کا ظِل کہیں دیکھا نہ سایہ ماہ و اختر کا

ضیائے قرآن

(کنزالایمان) اعلیٰ حضرت **امام احمد رضا** فاضل بریلوی علیہ الرّحمۃ

اللہ کے نام سے شروع جونہایت مہربان رحم والا

بجلی یوں معلوم ہوتی ہے کہ ان کی نگاہیں اُچک لے جائے گی ﴿۲۹﴾ جب کچھ چمک ہوئی اس میں چلنے لگے ﴿۳۰﴾ اور جب اندھیرا ہوا کھڑے رہ گئے اور اللہ چاہتا تو ان کے کان اور آنکھیں لے جاتا ﴿۳۱﴾ بیشک اللہ سب کچھ کرسکتا ہے (۲۰) ﴿۳۲﴾ اے لوگو ﴿۳۳﴾ اپنے رب کو پوجو جس نے تمہیں اور تم سے اگلوں کو پیدا کیا یہ امید کرتے ہوئے کہ تمہیں پرہیزگاری ملے (۲۱) ﴿۳۴﴾

(خزائن العرفان) صدر الافاضل **مولانا نعیم الدین** مرادآبادی علیہ الرّحمۃ

﴿۲۹﴾ جیسے بجلی کی چمک معلوم ہوتا ہے کہ بینائی کو زائل کردے گی ایسے ہی دلائل باہرہ کے انوار ان کی بصر بصیرت کو خیرہ کرتے ہیں ﴿۳۰﴾ جس طرح اندھیری رات اور ابر و بارش کی تاریکیوں میں مسافر متحیر ہوتا ہے، جب بجلی چمکتی ہے کچھ چل لیتا ہے جب اندھیرا ہوتا ہے کھڑا رہ جاتا ہے، اسی طرح اسلام کے غلبہ اور معجزات کی روشنی اور آرام کے وقت منافق اسلام کی طرف راغب ہوتے ہیں اور جب کوئی مشقت پیش آتی ہے تو کفر کی تاریکی میں کھڑے رہ جاتے ہیں اور اسلام سے ہٹنے لگتے ہیں، اسی مضمون کو دوسری آیت میں اس طرح ارشاد فرمایا: اذا دعوآ الی الله ورسوله لیحکم بینهم اذا فریق منهم معرضون وان یکن لهم الحق یا تو الیه مدعنین (خازن صاوی وغیرہ) ﴿۳۱﴾ یعنی اگرچہ منافقین کا طرزِ عمل اس کا مقتضی تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے سمع و بصر کو باطل نہ کیا **مسئلہ** اس سے معلوم ہوا کہ اسباب کی تاثیر مشیت الٰہیہ کے ساتھ مشروط کہ بغیر مشیت تنہا اسباب کچھ نہیں کرسکتے **مسئلہ** یہ بھی معلوم ہوا کہ مشیت اسباب کی محتاج نہیں، وہ بے سبب جو چاہے کرسکتا ہے ﴿۳۲﴾ شی اسی کو کہتے ہیں جسے اللہ چاہے اور جو تحت مشیت آسکے تمام ممکنات شی میں داخل ہیں اس لئے وہ تحت قدرت ہیں اور جو ممکن نہیں واجب یا ممتنع ہے اس سے قدرت وارادہ متعلق نہیں ہوتا جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات واجب ہیں اسلئے مقدور نہیں **مسئلہ** باری تعالیٰ کے لئے جھوٹ اور تمام عیوب محال ہیں، اسی لئے قدرت کو ان سے کچھ واسطہ نہیں۔ ﴿۳۳﴾ اوّل سورہ میں بتایا گیا کہ یہ کتاب متقین کی ہدایت کے لئے نازل ہوئی، پھر متقین کے اوصاف کا ذکر فرمایا اس کے بعد اس سے منحرف ہونے والے فرقوں کا اور ان کے احوال کا ذکر فرمایا اس کے بعد اس سے منحرف ہونے والے فرقوں کا اور ان کے احوال کا ذکر فرمایا کہ سعادت مند انسان ہدایت وتقویٰ کی طرف راغب ہو اور نافرمانی وبغاوت سے بچے اب طریق تحصیل تقویٰ تعلیم فرمایا جاتا ہے یاایها الناس کا خطاب اکثر اہل مکہ کو اور یاایها الذین آمنوا کا اہل مدینہ کو ہوتا ہے مگر یہاں یہ خطاب مومن کافر سب کو عام ہے اس میں اشارہ ہے کہ انسانی شرافت اسی میں ہے کہ آدمی تقویٰ حاصل کرے اور مصروف عبادت رہے، عبادت وہ غایت تعظیم ہے جو بندہ اپنی عبدیت اور معبود کی الوہیت کے اعتقاد واعتراف کے ساتھ بجالایا یہاں عبادت عام ہے اپنے تمام انواع واقسام واصول وفروع کو شامل ہے **مسئلہ** کفار عبادت کے مامور ہیں جس طرح بے وضو ہونا نماز کے فرض ہونے کا مانع نہیں اسی طرح کافر ہونا وجوب عبادت کو منع نہیں کرتا اور جیسے بے وضو شخص پر نماز کی فرضیت رفع حدث لازم کرتی ہے ایسے ہی کافر کہ وجوب عبادت سے ترک کفر لازم آتا ہے ﴿۳۴﴾ اس سے معلوم ہوا کہ عبادت کا فائدہ عابد ہی کو ملتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے پاک کہ اس کو عبادت یا اور کسی چیز سے نفع حاصل ہو۔

بہارِ حدیث

فضائل حضور صلی اللہ علیہ وسلم

از: شہزادۂ حضور تاج الشریعہ حضرت مولانا **محمد عسجد رضا خاں** قادری بریلی شریف

☆ حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح حنین کے دن مال غنیمت تقسیم فرمایا اس موقع پر مولفہ قلوب کو بہت کچھ عنایت فرمایا۔ انصار کے بارے میں حضور کو یہ اطلاع ملی کہ ان کی بھی خواہش ہے کہ دوسروں کی طرح انہیں بھی مال غنیمت چاہئے، حضور اکرم ﷺ نے کھڑے ہوکر خطبہ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا: اے گروہ انصار! کیا میں نے تمہیں گمراہ نہ پایا پس اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے تمہیں ہدیت دی، اور تمہارے آپس میں پھوٹ تھی تو اللہ تعالیٰ نے میرے وسیلہ سے تم میں موافقت کردی، اور تم محتاج تھے اللہ عز وجل نے میرے واسطے سے تمہیں تونگری بخشی، انصار اس وقت یوں گویا ہوئے، بلکہ اللہ ورسول کا احسان اس سے بھی زائد ہے، پھر حضور نے خود ہی فرمایا: ہاں تم اس کے جواب میں چاہو تو یہ کہہ سکتے ہو کہ ہمارے بھی حضور پر اتنے اتنے احسان ہیں، پھر فرمایا: اے انصار! کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لے کر اپنے گھروں کو جائیں اور تم اللہ کے رسول کو اپنے ساتھ لے کر جاؤ۔ انصار استر کپڑے کی طرح اور دوسرے لوگ ابرے کی طرح ہیں، اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں قبیلہ انصار کا ایک فرد ہوتا، لوگ اگر کسی وادی میں چلیں یا کسی میدان میں تو میں انصار کے پسندیدہ میدان اور وادی کو پسند کروں۔ اے انصار سنو! میرے بعد تم دیکھو گے کہ دوسروں کو تم پر ترجیح دی جائے گی۔ لہٰذا تم صبر کرنا یہاں تک کہ حوض کوثر پر تم مجھ سے ملاقات کرو۔ ۱۲ ☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں جس چیز سے تم کو منع کروں باز رہو، اور جس چیز کا حکم دوں اس پر حسب استطاعت عمل کرو، کہ تم سے پہلے لوگوں کو کثرت سوالات اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حکم عدولی نے ہلاک کیا۔ ۱۲ ☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ کی وصول یابی کا حکم دیا، حضور کی خدمت میں عرض کیا گیا، یا رسول اللہ! ابن جمیل، خالد بن ولید اور حضرت عباس بن عبد المطلب نے زکوٰۃ دینے سے منع کردیا۔ حضور نے فرمایا: ابن جمیل نے کیوں منع کیا؟ کیا اسے یہ بات بری لگی کہ وہ فقیر تھا اسے اللہ ورسول نے غنی کردیا، اور خالد بن ولید کا معاملہ یہ ہے کہ ان سے زکوٰۃ لینا ظلم کے مترادف ہے، کیوں کہ انہوں نے اپنا سب مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کردیا ہے، یہاں تک کہ اپنی زرہ بھی، اور حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زکوٰۃ انہیں پر صدقہ ہے بلکہ اتنا ہی ان کو اور دے دیا جائے۔ ۱۲ ☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کے حضور عرض کیا: الٰہی! میں دونوں کو مدینہ کے درمیان کو حرم بناتا ہوں مثل اس کے جیسے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ مکرمہ کو حرم بنایا۔ ☆ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو حرم بنایا اور میں نے مدینہ منورہ کو حرم کیا، نہ کاٹی جائیں اس کی ببولیں اور نہ پکڑا جائے اس کا شکار۔ [جامع الاحادیث ص ۴۲]

☆☆☆ صدقہ ☆☆☆

حضور مفتی اعظم ہند

علیہ الرحمۃ والرضوان

فتاویٰ مرکزی دارالافتاء

حضرت علامہ مفتی قاضی محمد عبدالرحیم صاحب بستوی مدظلہ، چیف مفتی مرکزی دارالافتاء بریلی شریف

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

اگر سنی عالم سند یافتہ کو کوئی شخص غلط مسئلہ بتائے یا غلط مسئلہ پر لے جانے کی کوشش کرے تو کیا اس عالم کا غلطی کو بتانے کا حق ہے یا غلطی کی اصلاح کرنا فتنہ ہے اس پر عالم کی توہین کرنا ان کے خلاف مقدمہ دائر کرنا کیسا ہے؟

کتبہ قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ

الجواب صحیح۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

الجــــــــــــواب: بعون الملك الوهاب

امر بالمعروف نہی عن المنکر شرعاً مطلوب ہے ہر شخص کا فرض ہے کہ جب کوئی امر خلاف شرع دیکھے تو منع کرے غلط مسئلہ بتانے والے کو بھی منع کرنا اور اس کی اصلاح کرنا لازم ہے یہ فتنہ نہیں فتنہ کا سد باب ہے جو خلاف شرع مسئلہ بتا رہا ہے وہ فتنہ کر رہا ہے اگر اس کی اصلاح نہیں کرے گا تو ضرور کتمان علم ہوگا۔ اور کتمان علم حرام وگناہ ہے اس بنا پر کہ عالم نے غلط مسئلہ بتایا اسکی اصلاح کی عالم کی توہین کرنا اسے برا کہنا بہت ہی برا ہے بلکہ فقہاء کرام نے عالم کی توہین پر خیف علیہ الکفر فرمایا ہے فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے: من ابغض عالما من غير سبب ظاهر خيف عليه الكفر جن لوگوں نے محض اس بنا پر عالم کی توہین کی اسے برا کہا وہ توبہ کریں عالم سے معافی مانگیں اور احتیاطاً تجدید ایمان بھی کریں اور بیوی والے ہوں تو تجدید نکاح بھی کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ

۷رفروری ۱۹۶۷ء

الجواب صحیح۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: جبراً عورت سے مہر معاف کروانے پر معاف ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجــــــــــــواب: بعون الملك الوهاب

اگر یہ جبر اکراہ شرعی کی حد تک ہے تو مہر معاف نہ ہوگا کہ مہر دین ہے اور اکراہ سے دین معاف کرائیں تو معاف نہ ہوگا درمختار میں ہے: ولا يصح مع الاكراه ابراء مديونه و اگر یہ جبر اکراہ شرعی نہیں تو ضرور معاف ہوجائے

گا۔ اکراہ شرعی یہ ہے کہ قطع عضو یا قتل نفس یا ضرب شدید کی صحیح دھمکی وہ دے جو اس پر قادر ہو واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ قاضی محمد عبد الرحیم بستوی غفرلہ

الجواب صحیح۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

حلال کو حرام اور حرام کو حلال جاننا کفر ہے بعض مسائل حنفی میں حرام ہوتے ہیں تو شافعی میں حرام نہیں ہوتے یا اس کے الٹا بھی ہوتا ہے مہربانی فرما کر اس الجھن کو دور کیجئے۔

تبدیل مذہب جائز ہے یا نہیں، کئی بزرگوں نے ایسا کیا ہے اور حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی ارادہ تھا مگر ایک بار ایک امام کی تقلید چھوڑ دینے کے بعد دوبارہ ان کی تقلید نہیں کر سکتا کیا زید صحیح کہتا ہے؟

الجواب: بعون الملك الوهاب

حلال قطعی کو حرام جاننا کفر ہے اور حرام قطعی کو حلال جاننا کفر ہے اور جس کی حلت یا حرمت دلیل قطعی سے ثابت نہ ہو اس کا یہ حکم نہیں، حنفی اور شافعی اختلاف یہ نہیں کہ حلال قطعی کو کوئی حرام بتاتا ہو یا حرام قطعی کو کوئی حلال کہتا ہو۔

(۲) تبدیل مذہب جائز نہیں، جس امام کی تقلید کرلی اس کا پیرو رہے۔ تبدیل مذہب میں خطرات ہیں العیاذ باللہ تعالیٰ وہو تعالیٰ اعلم عامی کے لئے خواص کے مخصوص اعمال مخصوص احوال سند نہیں بن سکتے واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ قاضی محمد عبد الرحیم بستوی غفرلہ

الجواب صحیح۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: سلام کے بعد امام کو انحراف کا حکم کیوں ہے؟

الجواب: بعون الملك الوهاب

ایک مسلمان کی حرمت اللہ کے نزدیک حرمت کعبہ سے زائد ہے مومن کا قلب سریر الٰہی ہے قلب المومن عرش اللہ عرش کی حرمت کعبہ کی حرمت سے زائد ہے اس لئے انصراف مسنون ہے امام جس وقت تک امام مقتدی مقتدی تھے بعد سلام امام امام نہیں مقتدی مقتدی نہیں اگر جنوباً وشمالاً انصراف نہ ہو سکے تو امام قبلہ کو پشت کرے، مقتدیوں کی طرف منہ کرے اور دعا مانگے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ قربانی کا جانور ایسا ہونا چاہئے کہ اس کا کوئی عضو تہائی سے زیادہ نہ کٹا ہو کانا لنگڑا لاغر بیمار نہ ہو اور اس کا کوئی عضو ناقص یا بالکل نہ ہو وہ ناجائز ہے خصی کے خصیے بالکل جدا کر دیئے جاتے ہیں تو اس حالت میں خصی کی قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: بعون الملك الوهاب

یہاں کہ عرف میں خصی وہ ہے، جس کے خصیے نکال دیئے گئے ہوں اور اسی کو بدھیا کہتے ہیں اور جس کے خصیے اور عضو تناسل دونوں نکال دیئے گئے ہوں اسے مجبوب کہتے ہیں۔ خصی بدھیا، مجبوب تینوں کی قربانی جائز ہے فقہ کی معتمد و مستند کتاب درمختار وردالمحتار عالمگیری میں ہے: ویجوز المجبوب العاجز عن الجماع اسی میں ہے: ویدخل فی کل جنس نوعه والذکر والانثی منه والخصی والفحل لاطلاق اسم الجنس علی ذلك والله تعالی اعلم

کتبہ قاضی محمد عبد الرحیم بستوی غفرلہ

الجواب صحیح۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

ایک شخص نے اپنی اہلیہ کو ڈرانے کے لئے کہہ دیا طلاق

طلاق پھر کہا کہ جا بھائی میں نے دو طلاقیں دے دیں اس کا مقصد صرف دھمکانے کا تھا نیت طلاق کی نہ تھی ایسی صورت میں کیا طلاق واقع ہو جائے گی۔ ملخصاً

الجـــــــــواب: بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اس شخص کی بیوی پر دو رجعی طلاقیں واقع ہو گئیں، عدت کے اندر رجعت کر کے رکھ سکتا ہے اور بعد عدت دوبارہ نکاح اور لفظ طلاق طلاق دینے کے لئے صریح ہے اس میں نیت درکار نہیں نیت کنایات طلاق کے لئے ضروری ہے لہٰذا جب اس نے اپنی بیوی کو طلاق دی اگرچہ اسکا ارادہ ڈرانے کا تھا طلاق واقع ہو گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہٗ

الجـــــــــواب صحیح:

ہاں اگر پہلے گواہ کر لیتا کہ میں یہ لفظ طلاق دینے کے لئے نہ کہوں گا تخویف کے لئے کہوں گا تو اس کی بات مانی جا سکتی تھی۔ اب نہیں مانی جائے گی۔ پھر طلاق طلاق تخویف کے لئے نہیں کہا جاتا۔ تخویف کے لئے تو یہ کہا جاتا کہ میں طلاق دے دوں گا طلاق دینے کی نیت سے ایک ہی دیتا مسنون یہی ہے کہ طہر میں ایک طلاق دے طلاق دینے کی نیت ہوتی تو تین دیتا یہ کیا کہا۔ عورت ٹھیک کہتی ہے طلاق ہو گئی۔ پھر جو کہا بھائی جا میں نے دو طلاقیں دیں اگر اس سے بھی ایقاع کی نیت کی ہو تو تین ہو گئیں۔ واللہ الھادی وھو تعالیٰ اعلم وھو لیعلم المفسد من المصلح

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہٗ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ طلاق طلاق بائن طلاق دیا۔

الجـــــــــواب: بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں زید کی اہلیہ پر تین طلاقیں واقع ہو گئیں۔ اب بغیر حلالہ اس کے لئے حلال نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہٗ

الجـــــــــواب صحیح:

ہاں اگر زید بائن طلاق دیا علیحدہ کہا طلاق کی نیت نہ ہو کہ عوام محض دو طلاق کو بائن طلاق سمجھتے ہیں زید نے یہی سمجھ کر وہ لفظ بطور اخبار کہا ہو اس سے انشاء طلاق مقصود نہ ہو تو تین کا حکم نہ ہونا چاہئے، ہذا ما عندی العلم بالحق عند ربی حرام و حلال الٰہی احکام ہیں۔ جھوٹ سے حکم نہ بدلے گا تین واقع ہو چکی ہیں جبکہ اس نے بائن طلاق دیا یہ اقرار کیا ہو تو اب انکار سے وہ تین کم نہ ہو جائے گی جھوٹ کا وبال ہی اور پڑے گا۔ اللہ سمیع و علیم و شہید و خبیر و بصیر ہے اس سے کچھ چھپا نہیں۔ واللہ اعلم المفسد من الصلح وھو تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اسی مسئلہ میں کہ کچھ لوگ آگ میں جل کر مر گئے جس میں ہندو مسلمان دونوں شریک ہیں لاش پہچاننے سے قاصر ہیں کس کو جلائیں کس کو دفن کریں۔

کالیجان صابر قادری رضوی
موضع نگر فتح پور سیکری آگرہ

الجـــــــــواب: بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگر ختنہ وغیرہ کسی علامت سے شناخت ہو جائے تو مسلمانوں کو جدا کر کے غسل و کفن دیں اور نماز پڑھیں اور امتیاز نہ ہوتا ہو تو غسل دیں اور نماز میں خاص مسلمانوں کے لئے دعا کی نیت کریں اور ان میں اگر مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہو تو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں ورنہ علیحدہ۔ درمختار میں ہے: اختلط موتانا بکفار ولا علامة اعتبرا لاكثر فان استووا وغسلوا واختلف فی الصلاة علیھم و محل دفنھم الخ

کتبہ قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہٗ

الجواب صحیح۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہٗ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: ایک بکرے کی امسال قربانی کی نیت سے پرورش کی گئی مگر کسی وجہ قربانی نہ کرسکے تو آئندہ سال قربانی کے لئے رکھ سکتے ہیں؟ اھ ملخصا

الجواب: بعون الملک الوھاب

یہ ضرور تحریر کرنا چاہیے تھا کہ کیوں اس بکرے کی قربانی نہیں کی گئی صورت مسئولہ میں حکم یہ ہے کہ اگر اس بکرے کو قربانی کی نیت سے خریدا تھا اور خریدنے والا فقیر ہو تو اس جانور کو زندہ صدقہ کردے اور اگر جانور پہلے سے تھا یا خرید نے کے بعد قربانی کی نیت کی خریدنے کے وقت نیت نہ تھی تو خاص اس کی قربانی واجب نہیں نہ قیمت صدقہ کرنا۔

آئندہ سال قربانی کرنا چاہتے ہیں تو کرسکتا ہے اور اگر غنی نے قربانی کے لئے جانور خرید لیا اور قربانی نہ کرسکا وقت گزر گیا تو وہی جانور صدقہ کردے درمختار میں ہے: ترکت التضحیة و مضت ایا مہا تصدق بہا حیة نادر لمعینة و فقیر شراوہ لہا لو جو بہا علیہ بذلک و تصدق بقیمتہا غنی شراہا اولا لتعلقہا بذمتہ شراہا اولا فالمراد بالقیمة ففیہ شاہ تجزی منہا۔ ردالمحتار میں ہے: قولہ شراہا لہا قلوکانت فی ملکہ فنوی ان یضحی بہا اواشتراہا و لم ینوالاضحیة وقت الشراء ثم نوی بذلک لایجب لان النیة لم تقارن الشراء فلا تعتبر اسی میں ہے: ذکر فی البدائع ان الصحیح ان الشاہ المشراة للاضحیة اذا لم یضح لہا حتی مضی الوقت یتصدق الموسر بعینہا حیة کالفقیر بلا خلاف بین اصحابنا واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ

الجواب صحیح۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں اس بارے میں کہ کوا کس قسم کا حلال ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ کوا تین قسم کے ہیں دو قسم حلال ایک قسم حرام۔ فقط

الجواب: بعون الملک الوھاب

عربی میں مہوکا کو غراب زرع کہتے ہیں وہ حلال ہے کہ وہ نجاست نہیں کھاتا ہے باقی ہر قسم کے کوے حرام ہیں۔ درمختار میں ہے: وحل غراب الزرع الذی یاکل الحب عقعق کو بھی کتب فقہ میں غراب سے شمار کیا ہے حالانکہ وہ کوا (غراب) نہیں ہے ہدایہ میں ہے: لیس فی قتل الغراب جزاء والمراد بالغراب الذی یاکل الجیف ویخلط و تبتذی بالاذی اماالعقق غیر مستثنی لانہ لایسمی غرابا ولایبتذی بالاذی۔ کافی میں ہے: اما العقعق فتجب الجزاء علی المحرم بقتلہ لانہ لایسمی غرابا عرفا ولایبتدی بالاذی غالبا اھ غراب ابقع اور غراب اسود کبیر اور غراب قیظ تینوں حرام ہیں درمختار میں ہے: لایحل الابقع الاکل للجیف والعذاف کلاغ سیاہ بزرگ وحل غراب الزرع جدالممتار میں ہے: یحرم اکل الغراب الابقع الفاسق واما الاسود الکبیر وھو الجبلی فھو حرام ایضا علی الاصح وبہ قطع جماعة و غراب الزرع حلال علی الاصح واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ

الجواب صحیح۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: امام صاحب نے وجع مفاصل میں مبتلا ہونے کے سبب ایک ماہ کی چھٹی لے لی ہے کیا اس رخصت کی تنخواہ کے مستحق ہیں؟

الجواب: بعون الملک الوہاب

اس رخصت کی تنخواہ پانے کا امام مستحق نہیں نہ مسجد سے دنیا جائز ردالمحتار میں ہے: قال طرطوسی ومقتضاہ ان المدرس و نحوہ اذا اصابہ عذر من مرض اوحج بحیث لایمکنہ المباشرۃ لایستحق المعلوم لانہ ادرا الحکم فی المعلوم علی نفس المباشرۃ فان وجدت استحق معلوم والا فلا ہذا ہوالفقہ اہ ملخصاً

کتبہ قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہٗ

مصدقہ مفتی شریف الحق صاحب

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص یوں کہتا ہے کہ یزید کو برا مت کہو کیوں کہ حضور ﷺ نے اس لشکر کو جنت کی بشارت سنائی ہے جو قسطنطنیہ فتح کرے گا اور یزید اس میں شامل تھا اس لئے وہ حدیث کے مطابق اس بشارت کا مستحق ہو گیا۔ وہ حدیث کونسی ہے اس کا تحقیقی جواب مرحمت ہو۔ اہ ملخصاً

الجواب: بعون الملک الوہاب

بخاری شریف جلد اول ص۱۴۰/ باب ماقیل فی قتال الروم قال النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اول جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفور لہم الحدیث قال القسطلانی کان اول من غزا مدینہ قیصر یزید بن معاویۃ ومعہ جماعۃ من سادات الصحابۃ کابن عمر و ابن عباس و ابن زبیر وابی ایوب الانصاری وتوفی بہا ابوایوب سنۃ اثنین و خمسین من الہجرۃ اہ کذا قالہ فی الخیر الجاری وفی الفتح قال مہلب فی ہذا الحدیث منقبۃ لمعویۃ رضی اللہ تعالی عنہ لانہ اول من غزا البحر و منقبۃ لولدہ لانہ اول من غزا مدینۃ قیصر و تعقبہ ابن التین وابن المنیر بما حاصلہ انہ لایلزم من دخولہ فی ذلک العموم ان لایخرج بدلیل خاص اذلا یختلف اہل العلم ان قولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مغفور لہم مشروطا بان یکونوا من اہل المغفرۃ حتی ارتد احد ممن غزاہا بعد ذلک لم یدخل فی ذلک العموم اتفاقا ودل علی ان المراد مغفور لہم من وجد شرط المغفرۃ فیہ منہم اہ۔

ترجمہ: فرمایا نبی ﷺ نے میری امت کا پہلا لشکر غزوہ کرے گا قیصر کے شہر کا مغفور ہوگا۔ امام قسطلانی نے فرمایا قیصر کے شہر پر لشکر کشی کرنے والا پہلا شخص یزید بن معاویہ ہے اور اس کے ساتھ ایک جماعت سادات صحابہ کی تھی جس میں ابن عمر ابن عباس وابن زبیر وابوایوب انصاری رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین تھے اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالی عنہ نے وہیں وفات پائی ۵۲ھ میں اھ اور ایسا ہی خیر جاری میں فرمایا اور فتح الباری میں ہے کہا مہلب نے اس حدیث میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے لئے کہ انہوں نے سب سے پہلے غزوہ بحر فرمایا اور ان کے بیٹے یزید کے لئے کہ اس نے مدینہ قیصر پر سب سے پہلے لشکر کشی کی بشارت ہے۔

اور معارضہ کیا ابن التین اور ابن المنیر نے جس کا حاصل یہ ہے عموم میں داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ دوسری دلیل خاص سے خارج نہ ہو اس لئے کہ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا قول مغفور لہم مشروط ہے اس پر کہ وہ اہل مغفرت ہوں یہاں تک کہ اگر کوئی غزوہ کرنے والوں میں سے معاذ اللہ مرتد ہو گیا غزوہ کرنے کے بعد وہ اس عموم میں داخل نہ ہوگا پس ثابت ہو گیا کہ مراد یہ ہے کہ وہ شخص ان میں سے مغفور ہے جس میں مغفرت کی شرط پائی جائے لہٰذا یزید بھی اس حدیث کے عموم

سے خارج ہوگیا اور اپنے اعمال بد و کردار اشد کی سزا ضرور پائے گا۔ اھ بقدر الحاجۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہٗ

مصدقہ مفتی شریف الحق صاحب

سوال: یا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید نے جنازہ کی نماز میں ہر تکبیر میں ہاتھ کانوں تک لے گیا نیز بالغ جنازہ میں نابالغ جنازے کی دعا پڑھی جب نماز کے بعد لوگوں نے پوچھا تو بتایا کہ اقویٰ روایت یہی ہے بعض لوگوں نے نماز کا اعادہ کیا ہے کیا حکم ہے۔

سوال (۲)

زید نے قبرستان میں جنازے کی نماز پڑھائی نعش بھی اندر قبرستان رکھ کر یہ نماز ہوئی یا نہیں اگر نہیں تو نماز مکروہ ہوئی یا کیا جواب۔ بحوالہ کتب صحیحہ ارقام فرمائیں۔

الجواب: بعون الملک الوھاب

ظاہر الروایۃ یہی ہے کہ تکبیر اولیٰ کے علاوہ ہاتھ نہ اٹھائے بعض ائمہ بلخ نے ہر تکبیر کہتے وقت ہاتھ اٹھانے کو فرمایا مگر صحیح قول اول ہے کہ ظاہر الروایۃ ہے اور فتوی ظاہر الروایۃ پر ہوتا ہے رد المحتار میں ہے: ان ما اتفق علیہ اصحابنا فی الروایات الظاھرۃ یفتی بہ قطعا۔

لہٰذا زید کا قول مفتی بہ سے اعراض صحیح نہیں ہے اور زید نے مفتی بہ کے خلاف کیا اس کا یہ کہنا کہ اقوی روایت یہی ہے محض غلط ہے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک صرف تکبیر اولیٰ میں ہاتھ اٹھائے۔

چنانچہ درمختار میں ہے: وھی اربع تکبیرات کل تکبیرۃ قائمۃ مقام رکعۃ یرفع یدیہ فی الاولی فقط وقال ائمۃ بلخ فی کلھا ردالمحتار میں ہے: وھو قول الائمۃ الثلاثۃ وروایۃ عن ابی حنیفۃ کما فی شرح درر البحار والاول ظاھر الروایۃ کما فی البحر اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ جو کچھ ظاہر الروایہ کے خلاف ہے وہ ہمارے ائمہ کا قول نہیں وہ سب مرجوع عنہ ومتروک ہے۔ بحر الرائق میں ہے: ماخرج عن ظاھر الروایۃ فھو مرجوع عنہ والمرجوع عنہ لم یبق قولا لہ فتاوی خیریہ میں ہے: صرحوا بان ماخرج عن ظاھر الروایۃ لیس مذھبا لابی حنیفۃ ولا قولا لہ ردالمحتار میں ہے: ما خالف ظاھر الروایۃ لیس من مذھبا لاصحابنا تو ظاہر الروایۃ کے خلاف کو اقوی روایت بتانا غلط اور محض غلط ہے، مزید بران زید جب دیوبندی عقائد کا متبع ہے تو اس کے پیچھے نماز ہوگی ہی نہیں نہ کسی مسلمان کو جائز کہ اس کے پیچھے نماز پڑھے خواہ نماز جنازہ ہو یا فرائض و واجبات نوافل ہوں درمختار میں ہے: لوانکر بعض ما علم من الدین ضرورۃ کفر بھا فلا یصح الاقتداء بہ اصلا فتح القدیر میں ہے: لاتجوز الصلاۃ خلف اھل الاھواء لہٰذا دوبارہ نماز پڑھنی درست ہے کہ زید کے پیچھے نماز ہوئی ہی نہیں والمولیٰ تعالیٰ اعلم

جواب (۲)

قبرستان میں وہ جگہ جہاں قبریں نہ ہوں نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں جبکہ وہ جگہ پاک ہو جہاں قبریں ہوں وہاں قبروں پر پڑھنا جائز نہیں صورت مسئولہ میں اگر اس جگہ نجاست نہ تھی نماز صحیح ہوئی جبکہ امام سنی صحیح العقیدہ ہو والمولیٰ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہٗ

۲۶ جمادی الاخری ۸۶ھ

الجواب صحیح۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہٗ

☆☆☆☆☆

======

خواجۂ ہند (رضی اللہ عنہ) کی صوفیانہ شاعری

از: علامہ ساحلؔ سہسرامی (علیگ)

عطائے رسول، سلطان الہند، غریب نواز خواجۂ معظم سیدنا سید معین الدین حسن حسنی حسینی چشتی سنجری اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۵۳۰ھ ـ ۶۲۷ھ) امت مسلمہ کے لئے بارگاہ الٰہی کا بے بدل انعام، انمول تحفہ، للذ الرحمت اور سرمدی سرمایہ تھے، چمنستان نبوت کا یہ سدا بہار پھول جدھر سے گذرا، اپنے پیچھے ایمانوں کے مشک زار چھوڑتا گیا۔ آپ کی ذات کریم ایسی سراپا بہار تھی جس نے گلشنوں کو رعنائیاں اور فضاؤں کو نہ ختم ہونے والی سرمستیاں عطا کیں۔ جہاں بیٹھ گئے چمن مسکرا اٹھے، جہاں رک گئے رحمتوں کی بارشیں جھوم کر برس اٹھیں۔

آپ کی ۷۷ رسالہ سیاحت نے نہ جانے کتنے ویرانے آباد کئے آبادیوں کو رونقیں، چمن کو مسکراہٹیں پھولوں کو لطافتیں اور آفتابوں کو حرارتیں عطا کیں۔ خراسان، سمرقند، بخارا، عراق عرب، ہارون، بغداد، کرمان، ہدان، تبریز، استرآباد، خرقان، میمنہ، ہرات، افغانستان، غزنی، زے فالوجہ، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، بدخشاں، دمشق، جیلانی، اصفہان، چشت ملتان، لاہور سمانہ، دہلی ہوتا ہوا یہ سراپا، شوق ومحبت، اجمیر مقدس میں کیا داخل ہوا کہ عشق وعرفان کا آتش فشاں پھوٹ پڑا جس کی دھمک سے کفر کی بنیادی دہل گئیں، فصیلیں چیخ اٹھیں اور پھر نور ایمان اور الٰہی عرفان کا ایسا جاں بخش آبشار رواں ہوا کہ آج تک ایک عالم سیراب ہو رہا ہے۔

میرا خواجہ علم وفن، فکر ودانش، ظاہری عرفان اور باطنی فیضان کا ایک سمندر تھا۔ بارگاہ خداوندی سے مقبولیت کی سند، بارگاہ رسالت سے قطب مشائخ بر وبحر کا لقب، ہند کی سلطنت ارزانی۔ وقت وصال قلم نور سے جبین اقدس کی یہ تحریر "ھذا حبیب اللہ مات فی حب اللہ" اور تصرفات کا مسلسل کارواں، آپ کی روحانی عظمتوں اور عرفانی پنہائیوں کے لئے شہادت ہے۔ اور یہی گہراہی علوم ظاہر میں بھی بے پناہ دسترس کی روشن دلیل ہے کہ جب تک علوم نبوت کا وافر حصہ نصیب نہ ہوگا اس وقت تک دل کے دروازے انوار الٰہی کے لئے وا نہیں ہو سکتے۔

حضرت ابو القاسم قشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسالۂ مبارکہ قشیریہ میں سیدی ابو العباس احمد بن محمد لبلادی معاصر سیدنا جنید بغدادی قدس سرہما کا فرمان نقل کرتے ہیں:

من الزم نفسه آداب الشريعة نور الله قلبه بنور المعرفة ولا مقام اشرف من مقام متابعة الحبيب فى اوابره وافعاله واخلاقه،

جو اپنے اوپر آداب شریعت لازم کرے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو نور معرفت سے روشن کردے گا اور کوئی مقام اس سے بڑھ کر معظم نہیں کہ نبی ﷺ کے احکام افعال، عادات سب میں حضور کی پیروی کی جائے۔

[مقال عرفاء ص ۲۰]

اور علم کے بغیر اتباع کا تصور ہی نہیں ہوسکتا۔ حضرت مخدوم الملک قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:

علم مجاہدہ وریاضت کے لئے اسی طرح ضروری ہے جس طہارت نماز کے لئے کوئی مجاہدہ بے علم نہیں ہوتا جس

طرح کوئی نماز بے طہارت نہیں ہوتی۔

[مکتوبات منیری ص۱۵۴]

اولیاء اللہ کی بات ہی کچھ اور ہے علم درسی یعنی علم شریعت سے آراستہ، مجاہدہ ریاضت میں صدق واخلاص کا گہرا رنگ، عمل خالص کی نورانیت، رفتہ فتہ یہی عمل صالح ان کو علم وراثت کا مخزن بنا دیتا ہے۔ [مکتوبات صدی ص۱۹۷]

سرکار غریب نواز قدس سرہٗ کی ابتدائی تعلیم والد بزرگوار سیدنا غیاث الدین حسن قدس سرہٗ کی آغوش میں ہوئی۔ پھر عہد شباب میں ایک مجذوب کریم کی عنایتوں سے سنجر، سمرقند و بخارا کی مشہور درسگاہوں سے تفسیر و حدیث وفقہ وغیرہ علوم دینیہ کی تکمیل ہوئی۔ آپ سے چند تصانیف بھی منسوب کی جاتی ہیں لیکن انیس الارواح اور دلیل العارفین اور ایک مختصر دیوان فارسی کے سواء اور کوئی علمی سرمایہ ہمارے سامنے نہیں لیکن ان موجودہ منسوب علمی سرمائیوں سے ہی آپ کے گہرے علمی رسوخ کا بہت کچھ اندازہ ہوجاتا ہے بالخصوص آپ سے منسوب مختصر فارسی دیوان کے مطالعہ سے آپ کے فارسی زبان وادب پر مکمل دسترس اور اعلیٰ ترین ذوق عرفان کا خوب پتہ چلتا ہے۔

حضرت کی صوفیانہ شاعری کے مختلف گوشوں کا تعارف ہی اس تحریری نذرانۂ عقیدت کا مقصود ہے چونکہ یہ فارسی زبان و ادب سے متعلق ہے اس لئے پہلے ایک نگاہ فارسی کی شاعری اور اس کے صوفیانہ ادب پر!

فارسی شاعری کا باضابطہ نقطۂ آغاز رودکی کو سمجھنا چاہئے جس کی شاعرانہ فکر نے فارس میں شاعری کی آب وہوا پیدا کی اور اسے بزم شعراء تک آنے کے قابل بنایا۔ اس دور میں فطری سادگی اور محسوسات کے حقیقی رنگ ملتے ہیں جس میں غازۂ تصنع کی آمیزش نظر نہیں آتی۔ رودکی، اسدی، طوسی، عنصری، فرخی، فردوسی اس دور اولیں کے باکمال شعراء تھے جن رودکی کو اولیت کی فضیلت حاصل ہے اور فردوسی کو خاتمیت کا فخر۔ فارسی شاعری کے دوسرے دور میں فکر میں ذرا چستی، گہرائی، اور خوش سلیقگی پیدا ہوئی۔ اس دور کی نمائندگی خاقانی، انوری، نظامی، حکیم سنائی، مولانا روم اور عمر خیام کی سرمست فکروں کے حوالے رہی۔ دوسرے دور کی رنگینی اور لطافت فکر نے جب تیسرے دور میں قدم رکھا تو اس میں اور نکھار اور جوش آگیا، الفاظ ومعانی کے دائرے وسیع ہوگئے۔ اس طبقہ کے بہترین نمائندے سعدی، امیر خسرو اور حافظ ہیں۔ اس دور نے فارسی شاعری میں بہت گرانقدر اور لطیف سرمایہ چھوڑا۔ ۹۰۰ھ کے بعد چوتھا دور شروع ہوتا ہے۔ فیضی، عرفی، نظیری، طالب املی، ابوطالب کلیم، مرزا صائب اس دور کے ممتاز اراکین ہیں۔ یہ دور در حقیقت غزل کے ارتقاء کا زمانہ تھا۔ نئی ترکیبیں، جدید استعارات، نادر تشبیہیں کثرت سے پیدا ہوئیں۔ اس کے بعد کے ادوار گذشتۂ آثار کے محافظ بن کر رہ گئے اس میں کچھ اضافہ نہ کرسکے۔ مدتوں بعد ایران میں قاآنی پیدا ہوا اور اس نے شاعری کی کایا پلٹنا چاہی لیکن اس کی شاعری کوئی نئی شاعری نہ تھی وہی چبائے ہوئے نوالے تھے جو پھر منہ میں پھیرے جاتے تھے۔

[الانہار مفهوماً ملخصاً ص ٤٢ تا٤٨]

لیکن فارس کی شاعری کے اس طویل سفر میں صوفیانہ شاعری کا باضابطہ موڑ اس وقت آتا ہے جب تاتاریوں کی تاراجیوں کے سلسلے شروع ہوتے ہیں۔ یہ ایک بھیانک طوفان تھا جس کی سفاکیوں سے پوری کائنات رزاٹھی۔ مصائب کا اہل ایمان کے لئے خوشگوار پہلو یہ ہوتا ہے کہ دنیا کی رونقیں اس وقت نگاہوں میں ماند پڑ جاتی ہیں اور مولیٰ کی یاد دلوں میں بسیرا کر لیتی ہے۔ تصوف کی بنیاد ہی دنیا سے بے زاری اور رجوع الی اللہ پر ہے۔ اب اس ماحول میں جو دل جتنا زیادہ تاثراتی ہوتا ہے اتنا ہی وہ الطاف خداندی سے قریب ہوجاتا ہے اور یوں عشق الٰہی کی شمع انوار و

تجلیات کی آماجگاہ بن کر دلوں میں روشن ہو جاتی ہے جس کی کرنوں سے پورا وجود جگمگا اٹھتا ہے۔ عشق سرتاپا درد اور سوز و گداز ہے جو اظہار بھی چاہتا ہے۔ اب عشق الٰہی سے معمور دل جیسے مصدر کیف سے جو آواز بلند ہوتی ہے اس کا ارتعاش خوب نمایاں اس کی تاثیر بہت گہری اور اس کے اثرات بڑے وسیع ہوتے ہیں۔ شاعری جذبہ اور تخیل کی ملی جلی آواز کا نام ہے اس لئے تصوف نے فارسی شاعری کو خوب نوازا اسے تصوف کی جناب سے درد ملا، سوز ملا، گداز ملا، کیفیات ملیں، واردات عطا ہوئیں، حقائق سے یارانہ ہوا، زبانوں کو شگفتگی اور خیالات کو پاکیزگی ہاتھ آئی اور یوں عشق و سرمستی کی ایک ہری بھری دنیا وجود میں آگئی۔ بقول شبلی:

فارسی شاعری اس وقت تک قالب بے جان تھی جب تک اس میں تصوف کا عنصر شامل نہیں ہوا۔ شاعری اصل میں اظہار جذبات کا نام ہے۔ تصوف سے پہلے جذبات کا سرے سے وجود ہی نہ تھا، قصیدہ مداحی اور خوشامد کا نام تھا، مثنوی واقعہ نگاری تھی، غزل زبانی باتیں تھیں تصوف کا اصل مایۂ خمیر، عشق حقیقی ہے جو سرتاپا جذبہ اور جوش ہے عشق حقیقی کی بدولت مجازی کی بھی قدر ہوئی اور اس نے تمام سینۂ و دل گرما دیئے۔ اب زبان سے جو کچھ نکلتا تھا گرمی سے خالی نہیں ہوتا تھا۔ ارباب دل ایک طرف، اہل ہوس کی باتوں میں بھی تاثیر آگئی۔

[شعر العجم پنجم ص ۱۲۰]

سب سے پہلے تصوف میں شاعرانہ خیالات کا اظہار سیدنا سلطان ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ نے فرمایا: آپ شیخ بو علی سینا کے معاصر رفقاء میں تھے۔ ابتداءً چودہ سال جذب کی حالت میں رہے۔ سلوک میں آنے کے بعد بھی جذب کا اثر باقی رہا ۴۴۰ھ میں وفات پائی۔ چند اشعار یہ ہیں:

نمازی برہِ شہادت اندر تگ و پواست
غافل کہ شہید عشق فاضل تر از وست

در روز قیامت ایں بداں کئے ماند
کیں کشتۂ دشمن است واں کشتۂ دوست

لیکن حضرت حکیم سنائی قدس سرہٗ پہلے شخص ہیں جنہوں نے تصوف کو مستقل طور پر نظم میں بیان کیا ہے۔ حدیقہ ان کی مشہور کتاب ہے۔ پختگی، برجستگی اور صفائی میں ان کا کلام تمام معاصرین سے ممتاز ہے۔ حکیم سنائی قدس سرہٗ نے ۵۲۵ھ میں وفات پائی آپ کے بعد اوحد الدین کرمانی متوفی ۵۳۶ھ، ان کے مرید اوحدی اصفہانی، خواجہ فرید الدین عطار، مولانا رومی، شیخ سعدی، امیر خسرو، عراقی ہمدانی، حافظ شیرازی اور عبدالرحمن جامی قدست اسرارہم نے اس چمن کی آبیاری کی۔ سنائی کی حدیقہ، کرمانی کی مصباح الارواح، اوحدی کی جام جم، عطار کی منطق الطیر، رومی کی مثنوی، سعدی کی بوستاں، خسرو کی ہشت بہشت، اور عراقی، شیرازی اور جامی کے دواوین اس فن کی اعلیٰ یادگاریں ہیں۔

سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ چھٹی صدی کے سلطان الاولیاء ہیں اس لئے آپ کے زمانہ میں فارسی شاعری کا دوسرا دور چل رہا تھا۔ اس عہد میں آپ نے جس کثرت اور تسلسل سے اپنے اشعار میں جوش و جذبے سے لبریز سہل انداز میں اسرار عشق الٰہی عام کئے ہیں وہ دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں بقولے آپ نے آٹھ ہزار سے زائد اشعار کہے ہیں۔ شیخ محمد اکرام اپنی کتاب ''آب کوثر'' میں لکھتے ہیں:

حضرت خواجۂ بزرگ کو زمانہ ان کی پاک زندگی، مبلغانہ اور مصلحانہ کوششوں اور روحانی عظمت کی وجہ سے جانتا ہے لیکن ان کی زندگی کا ایک اور پہلو بھی تھا جس سے اکثر لوگ روشناس نہیں۔ آپ شاعر بھی تھے اور آپ کے اشعار کی تعداد سات آٹھ ہزار کے قریب تھی۔ فارسی شعراء کے مشہور تذکرہ ''آتشکدہ'' میں آپ کی دو رباعیاں نقل ہوئی ہیں۔...... سید السالکین میں آپ کی نسبت لکھا ہے:

حضرت ایشاں در زمرۂ شعرائے نامدار از مغتنمات روزگار اند و در اصناف شعر قصیدہ و غزل مرعی دارند۔ مجموعۂ کلام عرفان آنحضرت کے گنجینۂ بیش از ہفت ہشت ہزار بیت بودہ، از دست دوران نامہرباں، از میاں رفت و اند کے ازاں ماندہ۔

[آب کوثر ص ۲۰۹،۲۰۸]

آپ کے متفرق اشعار مختلف کتابوں میں منقول ہیں۔ مونس الارواح میں آپ کی ایک غزل منقول ہے۔ مظہر جمال مصطفائی میں سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان اقدس میں ایک منقبت مذکور ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے:

یاغوث معظم نور ہدیٰ، مختار نبی مختار خدا
سلطان دوعالم قطب علیٰ حیراں زجلالت ارض وسما

شیخ اکرام نے بھی آتشکدہ کے حوالے سے آپ کی یہ دو رباعیاں ذکر کی ہیں:

عاشق ہر دم فکر رخ دوسر کند
معشوق کی شمۂ کہ نکوسمت کند
ماجرم و گنہ کنیم او لطف عطا
ہر کس چیز یکہ لائق اوست کند

☆☆☆

اے بعد نبی برسرتو تاج نبی
اے دادہ شہاں زتیغ تاباج نبی
آنی تو کہ معراج تو بالا ترشد
یک قامت احمد ز معراج نبی

سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان رفیع میں آپ کی یہ رباعی مشہور عالم ہے:

شاہ است حسین بادشاہ است حسین
دیں است حسین دیں پناہ است حسین
سرداد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بناء لا الہ است حسین

سیدنا حضرت خواجۂ معظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی سے منسوب ایک مختصر دیوان بھی ہے جس میں حمدیہ نعتیہ غزلیات اور قصائد کی ایک اچھی تعداد موجود ہے۔ اس دیوان کو بعض حضرات شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ آب کوثر کے مصنف شیخ محمد اکرام کا یہی خیال ہے اور بزم صوفیہ کے مؤلف صباح الدین عبد الرحمٰن تو اسے وضعی قرار دیتے ہیں۔ لیکن یہ خیالات اس لئے بہت زیادہ قابل اعتنا نہیں معلوم ہوتے کہ یہ سلسلۂ ظن وتخمین اور وہم وگمان صرف آپ کے شعری مجموعہ ہی تک نہیں محدود رہتا بلکہ ملفوظات مشائخ چشت تک بھی جا پہنچتا ہے۔ بقول صباح الدین عبدالرحمٰن:

کچھ اہل علم ایسے ہیں جو انیس الارواح، دلیل العارفین، فوائد السالکین، اسرار الاولیاء، اور راحت القلوب کے ساتھ افضل الفوائد اور مفتاح العاشقین کو بھی غیر مستند، نقلی جعلی مجموعۂ ملفوظات سمجھتے ہیں لیکن وہ سیر الاولیاء کو غیر مستند قرار نہیں دیتے البتہ سیر الاولیاء میں خواجگان چشت کے ملفوظات کے جو حوالے ہیں ان پر تعجب کا اظہار کر کے خاموش ہو جاتے ہیں۔

[بزم صوفیہ ص ۶۳۹]

حالانکہ ان ملفوظات کے بارے میں خود بزم صوفیہ میں تحقیق یہی ہے کہ یہ انہی مشائخ کے مجموعۂ ملفوظات ہیں انہیں وضعی کہنا درست نہیں۔

پھر شک کی کچھ بنیادیں ہوتی ہیں۔ تاریخی تضادات ہوں، غیر اسلامی نظریات ہوں، نادر روایات ہوں جس کا اگلوں میں سراغ نہ ملتا ہو، یا زبان و بیان کی ایسی بے ربطی اور کمزوری ہو جس سے معلوم ہو کہ یہ انداز اس شیخ معظم کی شان رفیع کے مناسب نہیں، نثر وشعر میں ایسی ترکیبیں ہوں جو اس شاعر یا نثر ونگار کے دور سے بالکل ہم آہنگ نہ ہوں یا اس کی دوسری تحریروں سے بالکل میل نہ کھاتی ہوں تو اس منسوب چیز کو وضعی، الحاقی اور مشکوک قرار دینا بلاشبہ قابل

توجہ ہوسکتا ہے لیکن اس مختصر سے مجموعۂ اشعار میں تو یہ سب کچھ نہیں ۔ نہ اس میں غیر اسلامی نظریات ملتے ہیں، نہ تضادات کا عیب ہے، بے ربطی اور زبان و بیان کی کمزوری بھی نظر نہیں آتی ۔ خواجۂ معظم کے انداز فکر اور ان کے دور کے شاعرانہ مزاج سے ہم آہنگ بھی ہے، پھر اشعار کا داخلی سوز بھی اس کی کافی شہادت ہے کہ یہ کسی عشق حقیقی میں بریاں گریاں قلب مومن کی آواز ہے تو صرف اس بنیاد پر کہ اس کی دریافت یا اشاعت عرصۂ دراز کے بعد ہوئی اسے وضعی قرار دینا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ بہت سی تحریریں ہیں جن کی دریافت اس کے وجود کے عرصۂ دراز کے بعد ہوتی ہے لیکن قرائن کی روشنی میں اس کی صحت تسلیم کی جاتی ہے ایسے مقام پر اتصال سند کی ضرورت نہیں ہوتی خصوصاً جبکہ وہ تحریر حلت وحرمت کے باب سے نہ ہو جب حضرت خواجۂ معظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شاعرانہ عظمت عہد قدیم کے مصنفین کو تسلیم ہے اور کلام کے کچھ حصص کے محفوظ رہنے کا بھی اقرار ہے تو اگر کلام کا کوئی مجموعہ کسی کے ذخیرۂ کتب سے دستیاب ہوجاتا ہے تو کیا عجب؟ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے قلمی نسخے شائقین ومعتقدین لیتے رہے۔ مختصر دیوان کا مرتب اس کی دستیابی کی صورت بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

آج تک کسی کو معلوم نہ تھا کہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرۂ العزیز با دیگر کمالات صوری ومعنوی مذاق شعر وشاعری بھی رکھتے تھے ۔ حسن اتفاق سے ہم کو ایک مختصر دیوان حضرت صاحب کا بمنزلۂ کلیات ، کتب خانہ مستجمع کمالات جناب نظام الدولہ نواب محمد مردان علی خاں صاحب بہادر متخلص بہ نظام سابق دیوان سرکار مارواڑ سے نصیب ہوا اور اس پر مواہیر فیضی وابوالفضل ثبت تھیں، معلوم ہوا کہ وہ کتب خانہ اکبر بادشاہ سے تھے۔ ممدوح ازبس معتقد حضرت خواجہ صاحب قدس اللہ سرہٗ کا تھا اس نے اپنے عہد دولت میں بہم پہنچایا اور شکر خدا کہ ہم کو گھر بیٹھے بے منت ہا تھ آیا۔ چونکہ یہ نعمت غیر شرقیہ تھی اس لئے ہم نے واسطے یادگار حضرت کے طبع کیا تا کہ بطور تبرک کے لوگ اس کو حرز جان بنائیں اور ہم اس سعادت سے ثمرۂ خیر پائیں۔

[دیوان خواجۂ پاک ص۹۳ مطبوعہ نولکشور]

پروفیسر عبدالغنی پٹنہ نے بھی اپنی تحقیق یہی پیش کی ہے کہ یہ دیوان خواجہ غریب نواز ہی کا ہے۔ ''ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور کے خواجۂ غریب نواز نمبر'' کی بعض محقق تحریریں بھی اسی کی تائید کرتی ہیں۔

اب حضرت خواجۂ معظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی سے منسوب اس مختصر سے مجموعۂ کلام کا مختصر تعارف صوفیانہ نقطۂ نظر سے پیش ہوتا ہے واللہ الموفق با

حضرت خواجۂ معظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب یہ دیوان ایک سو بائیس حمدیہ، عشقیہ اور نعتیہ غزلوں پر مشتمل ہے جس میں بارہ سو چھبیس اشعار ہیں اور الف سے لے کر یاء تک کی ردیفیں موجود ہیں۔ خالص نعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل غزلوں کی تعداد آٹھ ہے لیکن سوز عشق کی نمائندہ غزلوں میں بھی کہیں کہیں نعتیہ اشعار در آئے ہیں۔

اس پورے شعری سرمایہ پر تکیفات کی جو فضا محیط ہے وہ ہے شاعر کی سرمستی اور جنون کی حد تک تصور محبوب میں جذب اور فنائیت۔ اس کے ساتھ ساتھ شعری لوازمات ، بلاغت، سلاست، اصلیت، جوش، محاکات، تسلسل ، پیرکاری، ندرت فکر، پرواز تخیل، تشبیہات واستعارات، مترنم بحریں، کھنکتے الفاظ، بولتے مصرعے، مسکراتے انداز کی ساری کیفیات اپنی تمام تر شاخوں کے ساتھ موجود ہیں البتہ اصناف سخن کی تمام راہداریوں کا التزام نہیں۔ صنائع اور بدائع کی آراستگی سے بھی پورا کلام سجا سجا نظر آتا ہے۔ مذکورہ بالا اوصاف کی جھلک آنے والی تمثیلات میں آپ خود ملاحظہ فرمائیں گے لیکن راقم کا مدعا چونکہ شاعر کی صوفیانہ فکر کے

چند گوشوں کو نمایاں کرنا ہے اس لئے ان شاعرانہ عناصر کے بیان سے قلم کشاں ہی گذرنا ہوگا۔

تصوف حسن ازلی کی رعنائیوں میں اس طور سے جذب ہوجانے کا نام ہے کہ سوائے مشاہدۂ یار کے اور کسی چیز کی جستجو باقی نہ رہے۔ سیدنا خواجۂ معظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بارگاہ لم یزل میں قرب اور اس کی بلندیاں شہرۂ آفاق ہیں۔ بارگاہ نبوت سے قطب مشائخ بحرو کا خطاب، مرشد کے لئے آپ کا باعث افتخار ہونا اور آپ کے رواں دواں مشاہداتی تصرفات، آپ کے بلندئ مراتب کے کافی سے زائد شواہد ہیں۔ اور یہ مرتبہ اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب طلب محبوب میں کوئی خود کو فنا کردے اور بس وہی ہر چہار سمت جلوہ ساماں نظر آئے۔ اس لئے آپ کے اشعار میں ان کیفیات عشق اورادات قلب کی جلوہ طرازیاں پورے شباب پر ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ عشق حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، پاس ادب، التزام شرع، احتراز نفس، تواضع، ادب خود سپردگی، انابت، تسلیم و رضا صبر و توکل، خوف و رجاء، تربیت باطن جیسے پاکیزہ تصورات کی تلقین بھی موجود ہے۔ اب تصورات کی تمثیلات ذیلی سرخیوں، اور مختصر وضاحتوں کے ساتھ پیش ہوتی ہے۔

وحدت الوجود

وحدت الوجود جسے شبلی نے تصوف کا نشہ قرار دیا ہے، اکابرین اسلام کا منظور نگاہ زاویۂ فکر ہے۔ قادری، چشتی، سہروردی مشائخ اسی نظریہ کے حامی اور پرجوش داعی رہے۔ چند بزرگان امت نے عقول متوسطہ کی رعایت کرتے ہوئے وحدت شہود کا اعتراف فرمایا لیکن ان کا وجدان بھی اسی جلوۂ ہمہ رنگ اور پرتو چراغاں بزم سے آراستہ و پیراستہ تھا۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ وحدت الوجود کے نظریات ہی حق ہیں گرچہ ان کی تفہیم عقول متوسط کے معیار سے بہت بلند ہے۔ اس نظریہ کو حلولیہ جیسے باطل فرقہ کے نظریات سے شمہ برابر علاقہ نہیں۔

قطب الارشاد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ اس کی ترجمانی فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

مرتبۂ وجود میں صرف حق عزوجل ہے کہ ہستی حقیقۃً اسی کی ذات پاک کے ساتھ خاص ہے۔ وحدت وجود کے جس قدر معنی عقل میں آسکتے ہیں یہی ہیں کہ وجود واحد موجود واحد باقی سب مظاہر ہیں کہ اپنی حد ذات میں اصلاً وجود ہستی سے بہرہ نہیں رکھے۔ کل شئ هالك الا وجهه اور حاشیہ معنی ہرگز نہیں کہ بن وتو، زید و عمرو ہر شئ خدا ہے۔ یہ اہل اتحاد کا قول ہے جو ایک فرقہ کافروں کا ہے اور پہلی بات اہل توحید کا مذہب ہے جو اہل اسلام و ایمان حقیقی ہیں۔

[امام احمد رضا اور تصوف ص ۱۵۶، ۱۷]

عارف ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے بھی اس کی وضاحت فرمائی ہے، آپ رقم طراز ہیں۔

جو لوگ وحدت وجود کے قائل ہیں اور اشیاء کو عین حق جانتے ہیں اور ہمہ اوست کہتے ہیں اس سے ان کی مراد یہ نہیں کہ اشیاء حق تعالیٰ کے ساتھ متحد ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی ایسا سمجھتا ہے تو یہ کفر، الحاد، زندقہ اور گمراہی ہے کیوں کہ واجب ممکن نہیں ہوسکتا اور ممکن واجب نہیں ہوسکتا۔ ہمہ اوست کے معنی یہ ہیں کہ اشیاء نہیں ہیں، حق تعالیٰ موجود ہے۔

[بزم صوفیہ ص ۱۷۰، بحوالہ مکتوبات امام ربانی نمبر ۴۴ ج ۲]

اس لئے وحدت الوجود کے نظریہ کو حلولیہ فرقہ کے نظریات کا ہم معنی قرار دے کر اس پر نکیر کرنا کسی بھی طرح قابل توجیہ نہیں ہوسکتا۔

وحدت وجود و شہود کون سے تصورات ہیں؟ ان کی تشریح ایک عارف باللہ کے قلم سے ملاحظہ کیجئے اس کے بعد اسی کی روشنی میں حضرت خواجۂ معظم قدس سرہٗ کے اشعار میں اس کا عکس۔

سراج العارفین سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہٗ (۱۸۳۹ء-۱۹۰۶ء) سراج العوارف میں تحریر

فرماتے ہیں:

وحدت کی دو قسمیں ہیں ایک وجودی دوسری شہودی، وجودی کے معنی یہ ہیں کہ سالک کے علم اور نظر دونوں سے اللہ کے سوا جو کچھ ہے اس کا شعور ختم ہوجائے اور اس کی نظر و علم میں اللہ کے سوا جب کچھ فنا ہونے کے بعد ذات باری تعالیٰ باقی رہے۔ یہی سالک کے مقام کی انتہا ہے اس مقام پر آنے کے بعد سالک ولی ہوجاتا ہے۔ سیر الی اللہ کے ختم ہونے کے یہی معنی ہیں اور اسی کو مقام لاہوت کہتے ہیں...... قادریہ چشتیہ وسہروردیہ وغیرہم تمام اولیاء اللہ کا یہی مسلک ہے۔ ایک قلیل تعداد وحدت شہودی طرف گئی ہے اور اس کو سالک کا ابتدائی مقام جانتے ہیں۔

وحدت شہودی کے بھی یہی معنی ہیں لیکن اس میں موجودات کا انکار صرف سالک کی نظر سے ہوتا ہے اسکے علم سے نہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا تمام موجودات اس کے علم میں تو باقی رہتے ہیں صرف نظر سے ختم ہوجاتے ہیں مگر سالک کے علم میں باقی رہتے ہیں جیسے سورج نکلنے پر ستارے کہ سب ستارے نظر سے غائب ہوجاتے ہیں نظر کے سامنے صرف سورج ہوتا ہے لیکن وہ جانتا ہے کہ ستاروں کا وجود ویسے ہی باقی ہے بس نظر سے چھپ گیا ہے۔ لامحالہ اس توحید میں نقص باقی رہتا ہے اور وہ نقص یہ ہے کہ سالک کے علم میں موجودات باقی رہ جاتے ہیں۔ یہ بات فنائے مطلق کے منافی ہے۔

[سراج العوارف فی الوصایا والمعارف اردو ص ۶۴، ۶۵]

وحدت کے یہ اسرار الٰہی عارفان بارگاہ صمدیت سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے رہے۔ سیدنا حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے عارف ہیں جنہوں نے ان گراں بہا حقائق کے مخفی خزانے کو طالبان عشق کے لئے بازار شوق میں برسر عام رکھ کر دعوت نظارہ دی لیکن ابھی اس میں رمز و کنایہ کی ترجمانی تھی اور عقول متوسط کے لئے اس کے اندر ماورائی کیفیات کی دبیز تہیں موجود تھیں۔ لیکن ماضی قریب میں حقائق آشنا علامہ فضل حق خیر آبادی نے الروض المجود فی وحدۃ الوجود میں اس نظریہ کی حقانیت پر ایسے روشن عقلی دلائل قائم فرمائے کہ کوئی بڑے سے بڑا فلسفی بھی انہیں رد کرنے کی جرات نہیں کرسکتا۔ راقم نے اپنے مقالہ "علامہ فضل حق خیر آبادی اور نظریہ وحدت الوجود" میں حضرت علامہ قدس سرہٗ کے اس رسالہ کا تفصیلی تعارف پیش کیا ہے۔

حضرت خواجۂ معظم سلطان الہند سیدنا خواجہ معین الدین حسن چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شراب وحدت کو مختلف انداز اور مختلف رنگ میں پیش کیا ہے اور اس کثرت سے اس کے مضامین وارد ہیں کہ گویا ہر جگہ یہی رنگ نظر آتا ہے۔ چند انداز آپ بھی دیکھئے "ہمہ اوست" کی ردیف میں پوری غزل فرمائی ہے اس کے چند اشعار پیش ہیں جن کے پیمانوں میں وحدت الوجودی کی شراب صاف چھلکتی دکھائی دیتی ہے۔

۱- کسی کا عاشق و معشوق خویشتن ہمہ اوست
حریف خلوت و ساقی انجمن ہمہ اوست

۲- اگر تو خرقہ ہستی خویش پارہ کنی
نظر کنی کہ دریں زیر پیرہن ہمہ اوست

۳- زجام عشق نہ منصور بے خود آمد و بس
کہ دار نیز ہمی گفت باز من ہمہ اوست

۴- مگو کہ کثرت اشیاء نقیض وحدت گشت
تو در حقیقت اشیاء نظر فگن ہمہ اوست

۵- تعین است گر از اعتبار ما و من است
ز اعتبار گذر کن کہ ما و من ہمہ اوست

۶- چہ جائے بادہ و جام و کدام ساقی مست
خموش باش معینے و دم مزن ہمہ اوست

[دیوان خواجہ معظم ص ۱۳]

(۱) جو ذات خود ہی عاشق بھی ہو اور معشوق بھی، خلوت کی حریف بھی ہو اور انجمن کا ساقی بھی ہر جگہ اسی کا وجود ہو۔

(۲) اگر تو اپنے وجود کا لباس پارہ پارہ کر دے تو دیکھ لے گا کہ اس لباس وجود میں سب اسی کی جلوہ فرمائی ہے۔

(۳) عشق کے جام سے صرف منصور ہی بے خود اور سرمست نہ ہوئے بلکہ دار و رسن بھی یہی نعرہ لگاتے ہیں کہ بس وہی (محبوب حقیقی) موجود ہے۔

(۴) یہ نہ کہنا کہ چیزوں کی کثرت تو وحدت کی ضد ہوتی ہے۔ ذرا اشیاء کی حقیقت پہ نگاہ ڈال تو سب اسی کا جلوہ معلوم ہوگا۔

(۵) تعینات اگر ہیں بھی ما و من کے اعتبار سے ہیں۔ اعتبارات سے گذر کے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ سب کے سب وہی ہیں۔

(۶) شراب و جام کی گفتگو کیسی اور مست و سرشار ساقی کہاں۔ اے معین دم مت مار خاموش رہ! سب کچھ تو وہی ہے۔

ذرا تصور کیجئے کہ شفاف پانی ہے جسے مختلف رنگ کے گلاسوں میں ڈالا جاتا ہے تو وہی بے رنگ پانی کے قطرات، سبز و سرخ، سفید و زرد مختلف رنگوں کی کیفیات پیش کرتے ہیں۔ ظاہر بین یہی سمجھتا ہے کہ یہ سب الگ سے وجود ہیں جو مختلف رنگ رکھتے ہیں لیکن حقیقت آشنا خوب سمجھتا ہے کہ یہ سارا کرشمۂ رنگا رنگ، گلاس کی دین ہے ورنہ پانی وہی ایک ہے جو محل بدلتا چلا جا رہا ہے۔ وحدت وجود کی اس تقریبی تمثیل کی ترجمانی ان اشعار میں دیکھئے:

۷- بادہ صاف است پندار کہ رنگین شدہ است
آں ز ہمرنگئ جام ست کہ شد سرخ و کبود

۸- اول و آخرم و ظاہر و باطن ہمہ اوست
کہ ہمو بود ہمو ہست و ہمو خواہد بود

[ایضا ص ۲۳،۲۴]

(۷) شراب تو بالکل شفاف ہے، اسے رنگین نہ سمجھنا۔ یہ تو جام کی ہم رنگی کی کرشمہ سازی ہے کہ سرخ اور نیلگوں نظر آتی ہے۔

(۸) میری ابتداء میری انتہاء، میرا ظاہر، میرا باطن، سب کچھ وہی ہے۔ کل بھی وہی تھا آج بھی وہی ہے اور آئندہ بھی وہی رہے گا۔

دوسری جگہ بڑے رنگ و آہنگ کے ساتھ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وجود تو بس ایک ہے باقی سب پانی کے بلبلے۔ اس پر سینکڑوں دلیلیں موجود ہیں۔ کوئی دل بینا اور نگاہ آشنا تو ہو۔

۹- بخدا غیر خدا در دو جہاں نیست کسے
صد دلیل ست و لے واقف ازاں نیست کسے

۱۰- مسند عزت و خلوت گہ وحدت خالی ست
از ازل تا بہ ابد درخور آں نیست کسے

[دیوان خواجہ معظم ص ۸۹]

(۹) بخدا! اللہ تعالیٰ کے سوا دونوں جہاں میں (درحقیقت) کوئی موجود نہیں۔ اس بات پر سینکڑوں دلیلیں ہیں لیکن اس سے کوئی واقف ہی نہیں۔

(۱۰) عزت و جلال کی مسند اور وحدت کا خلوت کدہ، غیر سے خالی ہے۔ ازل سے لے کر ابد تک اس کا کوئی سزاوار نہیں۔

فنا اور بقا

بشری تشخصات سے کنارہ کش ہو کر مولیٰ کی یاد میں اس طرح گم ہو جانا کہ پھر اپنی خبر کو خبر نہ ہو" کا مرحلہ آجائے، اصطلاح صوفیا میں فنا کی منزل ہوتی ہے۔ جس کی آغوش سے وہ بقا نمودار ہوتی ہے جو اپنے دامن سے وابستہ ہونے والے کو اس طرح زندۂ جاوید کر دیتی ہے کہ

بے نشانوں کا نشاں مٹتا نہیں
مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا

سرکار نور سیدنا شاہ سید ابوالحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہٗ اس کی تشریح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

فنا کا معنی ہے سیر الی اللہ کی انتہا اور بقا کا مطلب ہے سیر فی اللہ کی ابتدا اس لئے کہ سیر الی اللہ اس وقت پوری ہوتی ہے جب آدمی اپنے وجود کے صحرا کو سچائی کے قدموں سے

ایک دم طے کر لے اور سیر فی اللہ اس وقت ٹھیک ہوتی ہے جب بندہ کو فنا کے بعد اللہ تعالیٰ گندگیوں سے پاک کر دے۔

فنا کے تین مراتب ہیں۔ ۱-فنا فی الشیخ ۲-فنا فی الرسول ۳-فنا فی اللہ ہر پہلی منزل دوسری منزل کے لئے زینہ ہے۔ جب تک یہ تینوں مرتبے طے نہیں ہو جاتے سالک کو منزل مقصود نہیں ملتی۔ فنا فی اللہ کی منزل طے ہو جانے کے بعد ہی بقا کی لا متناہی سرحدیں شروع ہوتی ہیں۔ بقول سرکار نور قدس سرہٗ۔

جب یہ فنا (فنا فی اللہ) اپنی حد تک پہنچ جاتی ہے تو بقا کی ابتدا ہوتی ہے جب یہ فنا حضرت جنید علیہ الرحمہ کو حاصل ہوئی تو فرمایا کہ چالیس سال سے میں خدا سے باتیں کرتا ہوں اور لوگ سمجھتے ہیں کہ ان سے کلام کر رہا ہوں۔ اس قسم کے بہت سے اقوال بزرگوں سے منقول ہیں۔ یہ فنا حاصل ہو جانے کے بعد سالک موجد بالذات ہو جاتا ہے کہ شرک کا وجود بھی باقی نہیں رہتا۔

[دیوان خواجہ معظم ص ۸۹]

جب فنا کی یہ منزلیں سالک کے لئے جادۂ منزل ٹھہریں تو اس کا اہتمام کس قدر ہوگا؟ یہ خوب ظاہر ہے اور یوں بھی کمال عشق حقیقی بھی یہی ہے کہ محبوب کے مقابل محب فنا ہو جائے، اسی لئے اولیاء امت نے ان مراحل کی اہمیت پورے جوش و خروش کے ساتھ واضح فرمائی تقریباً تمام ہی کتب تصوف اس کی ترجمان ہیں۔ سب سے پہلے سیدنا ابو سعید خراز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان مراتب سے اپنی تصنیف میں مفصل بحث فرمائی ہے۔ سرکار خواجۂ معظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کثرت سے اس کی تلقین کی ہے اور اس کی اہمیت کا اظہار مختلف انداز سے فرمایا ہے۔ چند اشعار دیکھئے۔

۱۱- دلا! بحلقۂ رندان بزم عشق درآ
کہ جرعۂ زشراب بقا دہند ترا

۱۲- اگر بقا طلبی اوّلت فنا باید
کہ تا فنا نہ شوی رہ نمی بری بہ بقا

۱۳- زظلمت بشر چو بگذری برسی
ازیں حضیض دنائت براوج رو ادنیٰ

۱۴- نقاب ہستی خود را تو از میاں بردار
دگر ببین کہ جمال کہ می شود پیدا

۱۵- اگر تجلی نور قدم ہمی خواہی
معین نقاب حدوث از جمال خود بکشا

۱۶- گیر در دار بقا محبل انا الحق در دست
چند در دیر فنا دار و رسن می طلبی

[دیوان خواجۂ پاک ص ۳-۴]

(۱۱) اے دل! ذرا بزم عشق کے سرمستوں میں داخل ہوتا کہ بقا کی شراب کا ایک گھونٹ تجھے بھی دیدیں۔

(۱۲) اگر بقا مطلوب ہے تو پہلے عشق الٰہی میں تجھے فنا ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ جب تک تجھے فنا کا مرتبہ حاصل نہیں ہوگا اس وقت تک تجھے بقا کی منزل کا سراغ نہیں مل سکتا۔

(۱۳) جب بشریت کی تاریکی سے گذر جاؤ گے تب جا کے اس پستی کے نشیب سے ''اوادنیٰ'' کی بلندی تک رسائی ہوگی۔

(۱۴) ذرا درمیان سے اپنی ہستی کا نقاب اٹھا کے تو دیکھ! پھر کس کا جمال جہاں آرا نمودار ہوتا ہے۔

(۱۵) معین! اگر قدم کے نور کی تجلی مطلوب ہے تو اپنی ذات کے جمال سے حدوث کا نقاب اٹھادے۔

(۱۶) خانۂ بقا میں انا الحق کی رسی مضبوطی سے تھام لے کیوں کہ فنا کے بتکدے میں دار و رسن (کی مشقتیں) کب تک ڈھونڈھتا پھرے گا۔

اب بقا کی منزل پر فائز ہونے کا جلوہ بھی دیکھئے کس قدر کیف اور سرمستی میں فرماتے ہیں:

۱۷- من می گویم انا الحق یار می گوید بگو

چوں نگویم چوں مرا دلدار می گوید بگو

۱۸- سرِ منصورے نُہاں کردن نہ حد چوں من رست
چوں کنم ہم ریسماں ہم دارمی گوید بگو

۱۹- اے صبا گر پرسدت کز ما چہ می گوید معین
ایں دوئی را از میاں بردار می گوید بگو

[دیوان خواجۂ پاک ص ۷۶، ۷۷]

(۱۷) میں نہیں کہتا ان الحق، یار کہتا ہے کہ کہو تو کہہ دیتا ہوں، جب تک دلدار مجھے حکم نہیں دیتا میں تو چوں بھی نہیں بولتا۔

(۱۸) کسی منصور کا راز پوشیدہ رکھنا مجھ جیسے کی طاقت سے سوا ہے۔ ہاں اسی وقت ایسا کرتا ہوں جب دار ورسن کہنے لگتے ہیں کہ کہہ دے۔

(۱۹) اے صبا! میرا حبیب اگر دریافت کرے کہ معین ہم سے کیا کہتا ہے تو کہہ دینا کہ اس کی عرض تو بس یہی ہے کہ پیارے! درمیان سے یہ دوئی کا حجاب ہٹا دو۔

(............بقیہ ص ۳ کا)

اور محبان خواجہ کی عقیدت کو ٹھیس پہنچاتے ہیں اور طرح طرح کے الزام بھی لگاتے ہیں تاکہ عوام اہل سنت حق راہ سے بھٹک کر ہمارے ساتھ ہو جائیں افسوس صد افسوس کچھ اپنے حضرات بھی اس گھنونی حرکات میں ملوث نظر آتے ہیں۔ ان حضرات سے میری درخواست ہے کہ نظریات امام اہل سنت کا اولاً مطالعہ کریں ان کے شکوک وشبہات خود ہبا منثورہ ہو جائیں گے۔ اور اپنے آپ کو اس نظریہ پر پائیں گے کہ چودھویں صدی ہجری میں مشن خواجہ پر اٹھائی گئی انگلیوں کا سرا اسی امام نے کچلا ہے اور خواجہ کے مشن کو بلند رکھا ہے۔ عوام اہل سنت سے گزارش ہے کہ ان باتوں پر کان نہ دھریں اور خواجۂ ہندوستان کے اصول پر کاربند رہ کر دین، دنیا کو بلند و بالا بنائیں۔ ☆☆☆

رتبہ مرے نبی کا

از: جناب حکیم قدرت اللہ صاحب
ملوکپورنالہ، بریلی شریف

روح الامیں سے پوچھو رتبہ مرے نبی کا
بجتا ہے دو جہاں میں ڈنکا مرے نبی کا

رب کی عطا ہے ان کو، انکی عطا ہے سب کو
ہر ذرّہ پا رہا ہے صدقہ مرے نبی کا

مختار کل بنایا ایسا انہیں خدا نے
ہر شے پہ آج بھی ہے قبضہ مرے نبی کا

شمس وقمر کی دنیا روشن ہے ان کے دم سے
تاروں کی انجمن میں جلوہ مرے نبی کا

اللہ نے نبوت بخشی ہے انبیاء کو
میثاق میں بٹا ہے صدقہ مرے نبی کا

بدلے عمر کے تیور دیکھا جو روئے روشن
فی الفور پڑھ لیا ہے کلمہ مرے نبی کا

ان کے بغیر اشرفؔ ملتا نہیں کسی کو
عالم میں بٹ رہا ہے باڑا مرے نبی کا

”محاسبے“ کا محاسبہ

از: ڈاکٹر صابر صاحب سنبھلی

دیہات، قصبات اور چھوٹے شہروں کے باشندوں نے نٹوں کا تماشا ضرور دیکھا ہوگا، کچھ نٹ تو اپنے جسمانی کرتب زمین پر دکھاتے ہیں اور کچھ زمین سے تھوڑی بلندی پر۔ دوسرے قسم کے نٹ زمین پر ۲۰/۲۵ رفٹ اونچا بانس کر کے اس کی بلندی پر اپنے فن کی نمائش کرتے ہیں تھوڑے فاصلے پر ایک ہی اونچائی کے دو بانس کھڑے کر کے اور ان پر رسّی تان کر اس پر بھی اپنے فن کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ان کے کرتبوں کے سامنے سرکس کے بعض فنکاروں کا فن ہیچ معلوم ہوتا ہے۔ جس بانس یا رسّی پر نٹ اپنا ہنر دکھاتا ہے اس کے نیچے اسی کا ایک ساتھی گلے میں ڈھولک لٹکائے اور ہاتھ میں قمچی لئے بار بار ناظرین کو اپنی جانب متوجہ کرتا رہتا ہے۔ اس کو غالباً ”بدوشک“ کہتے ہیں۔ یوں بھی اس کا سوانگ ولن اور مسخرے جیسا ہی ہوتا ہے۔

بلندی پر کرتب دکھانے والا فنکار چاہے اپنی جان پر کھیل کر کیسا ہی کمال دکھادے نیچے کھڑے اس مسخرے کو پسند نہیں آتا۔ فن کار خواہ بانس کی نوک پر پیٹ کے بل ٹک کر ہاتھ پیر الگ کر کے چاروں طرف چکر لگا جائے۔ چاہے پیروں میں کسی مویشی کے سینگ باندھ کر بلندی پر کھنچے ہوئے رسّے پر سینگوں کی نوکیں ٹیکتا ہوا رواں ہو یا رسّے پر تھالی رکھ کر اور اس میں سر ٹیک کر ہاتھ علیحدہ کر کے الٹا کھڑا ہو جائے، بدوشک کو اس کی کوئی ادا نہیں بھاتی وہ قمچی سے ڈھولک پیٹ پیٹ کر، اچھل اچھل کر، گلا پھاڑ پھاڑ کر یہی چلاتا رہتا ہے، تو بھی کسر رہ گئی، تو بھی کسر رہ گئی۔

کبھی تماش بین اس کی اس حرکت پر اس کو برا بھلا کہتے ہیں، بلکہ بعض تو زیر لب مغلظات سے بھی نوازتے ہیں مگر اس کو کسی کی پروا نہیں ہوتی ہے۔ پروا ہوتی ہے تو باکمال فنکار کے فن میں نقص نکالنے کی اور حقیقت یہ ہے کہ وہ خود کوئی بھی اہلیت نہیں رکھتا علاوہ دوسروں کے کاموں میں عیب نکالنے کے۔

کہتے ہیں کہ تنقید کا محاسبہ نہ ہو تو وہ بے لگام ہو جاتی ہے اور اس کو تنقید کے بجائے تنقیص کہنا درست معلوم ہوتا ہے اگر تنقیص نگار کا رعب یا اس کی زبان و قلم کی دہشت لوگوں کے ذہنوں پر ہو تو اس کو جانچے پرکھے بغیر ہی تنقید کا نام دے دیا جاتا ہے۔ یہ اردو ادب کا بہت بڑا المیہ ہے۔ اس کی ایک عمدہ نظیر فقیر کے کرم فرما مستند حکیم مگر جھولا چھاپ ڈاکٹر

حاشیہ[بعد تحقیق کے معلوم ہوا کہ حضرت شررؔ ”ڈاکٹر“ ہرگز ہرگز نہیں ہیں، دور دور تک نہیں، کہیں سے کہیں تک نہیں ہیں (ہاں اگر وہ اپنے نام کے ساتھ ”ڈانگدھر“ لکھیں تو کوئی اعتراض کی بات نہ ہوگی) اسی وجہ سے خطاب یافتہ اور حقیقی ڈاکٹروں سے اپنے دل میں بڑا حسد رکھتے ہیں۔ یوں اگر وہ خود کو بقلم خود کسی مملکت کا سربراہ اعلیٰ لکھ دیں تو وہ اس حکومت کے سربراہ اعلیٰ ہو نہیں جائیں گے۔ جو حضرات ان کے نام کے ساتھ ”ڈاکٹر“ لگاتے ہی وہ ایک فعل شنیعہ (کذب) کے مرتکب ہوتے ہیں۔ کاذب کے بارے میں مولیٰ تعالیٰ کا فرمان کیا ہے یہ سب جانتے ہیں۔

جب تک تحقیق نہیں ہوئی تھی یہ فقیر بھی ان کو ڈاکٹر سمجھتا تھا اور کہتا تھا، بلکہ لکھتا بھی تھا۔ اب سچائی معلوم ہونے پر بارگاہ خداوندی میں معافی کا خواستگار ہے۔ رب کریم معاف فرمائے۔ اس بارے میں ہر شخص کو احتیاط سے کام لینا چاہئے، دیکھئے حضرت مولانا محمود احمد قادری صاحب نے اپنے مضمون مشمولہ "کنز الایمان" دہلی بابت مئی ۲۰۰۷ء میں موصوف کے نام کے ساتھ ہر جگہ حکیم لکھا ہے۔ ڈاکٹر ایک بار بھی نہیں لکھا۔ یہ حضرت کا تقویٰ ہے۔]

ماہر عروض وقوافی (ماہر عروض اس لئے کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی ایک نعت لم یات نظیرک فی نظر کے مطلع کو موزوں ثابت کرنے میں قاصر ہیں اور ماہر قوافی اس لئے کہ "مرے" مفتوح الاوّل اور "گرے" مکسور الاوّل قافیوں کے اجتماع کو ریٹائرمینٹ کے بعد تک درست جانتے تھے، نیز "جاناں نہ" مع نون غنہ اور "دیوانہ" کا تقفیہ اب تک درست سمجھتے ہیں) حضرت حکیم جی فضل الرحمن شرر مصباحی مدظلہ العالی بھی ہیں، جن کی عمر دوسروں کے کاموں میں "تو بھی کسر رہ گئی" "تو بھی کسر رہ گئی" کا الاپ الاپتے گذر گئی اور خود جناب کا زندگی بھر کا معلوم کام ۷۷/صفحات کا ایک کتابچہ ہے، جو فریب دہی، لٹکے بازی اور تنقیص سے پر ہے۔ میری رائے میں حکیم جی ابتدا تا ایندم اردو کے سب سے بڑے تنقیص نگار ہیں کچھ حلقوں میں وہ حدائق بخشش کے مصحح کی حیثیت سے بھی جانے جاتے ہیں مگر میرے مضمون (سہ ماہی افکار رضا ممبئی) اور حضرت مولانا محمود احمد قادری صاحب کے مضمون (ماہ نامہ کنز الایمان دہلی) سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حدائق بخشش کی جیسی مٹی انہوں نے پلید کی ہے کسی نے نہیں کی۔ ایسا خراب کیا ہے کہ اللہ کی پناہ۔

کل ۵/مضامین پر مشتمل یہ مجموعہ ۱۹۹۷ء میں آل انڈیا یونانی طبی کانگریس نئی دلی سے شائع ہوا تھا، جس میں کہنے کو تو ۸۸/صفحات ہیں مگر حکیم جی کی تحریریں کل ۷۷/صفحات میں ہیں یعنی کل ساڑھے ۳۷/ ورق میں (چالیس ورق بھی نہیں) یہ ہے شرر صاحب کی زندگی بھر کی کمائی۔ اس سے زیادہ کام بہت سے طالب علموں کا دیکھا گیا ہے۔ رہی معیار کی بات تو اس کا حال بھی انشاء اللہ اس مضمون سے عیاں ہو جائے گا۔

کتابچے کی پشت پر اس کتابچے کے دوسرے حصے کا بھی اعلان شائع ہوا ہے۔ اس کے مشمولات بھی درج کردیئے گئے ہیں۔ ۹/سال گذرنے کے بعد بھی یہ حصہ غالباً شائع نہیں ہوا ہے۔ کیوں؟ یہ خدا جانے یا پھر شرر صاحب جانتے ہوں گے۔ ۳۰/۴۰/اوراق کی کتاب کی طباعت میں کوئی زیادہ لاگت نہیں آتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشتہار محض لٹکے بازی ہے۔ اپنی نام نہاد قابلیت کا رعب قارئین پر ڈالنے کے لئے۔

کتابچے کا پہلا مضمون "قانون عصری اور نظریۂ عناصر" ہے۔ اس مضمون میں شرر صاحب نے ڈارون کے نظریۂ ارتقا کا بھی رد کیا ہے۔ میں مسلمان ہوں۔ ڈارون کی خرافات پر یقین نہیں رکھتا مگر حکیم جی شرر نے تردید کا جو انداز اختیار کیا ہے اس سے ڈرون کے نظریۂ ارتقا کا رد نہیں ہوتا۔ میں شعر وادب کا طالب علم ہوں اس لئے اس موضوع پر بحث کرنے کا اہل خود کو نہیں سمجھتا اور سیدھی سچی بات یہ بھی ہے کہ حکیم جی شرر بھی اس کے اہل نہیں ہیں۔

اس کتبیا کے دو مضمون میری دلچسپی کا باعث ہیں۔ اس لئے انہی پر طائرانہ نظر ڈالوں گا۔ پہلا مضمون ہے۔ "تذکرۂ خاندان عزیزی پر ایک نظر" اور دوسرا" غزلیات غالب کا

عروضی تجزیہ پر ایک نظر"۔

تذکرۂ خاندان عزیزی پر ایک نظر" صرف ۷ رصفحات پر مشتمل ایک چھوٹا سا مضمون ہے مگر حکیم جی شرر کی مشق ستم کو کیا کہا جائے کہ یہ بھی تنقیص سے پر ہے۔ حکیم جی کو ہر شخص کے کام میں کیڑے نکالنے کی عادت ہے بلکہ وہ اس خردہ گیری کی وجہ سے مشہور ہوئے ہیں، جس کو دیکھا کہ شہرت کی بلندیوں پر ہے اس کی ٹانگ کھینچنے لگے ورنہ ان کا تعمیری کام نہیں کے برابر ہے۔ ان کی تنقیص نگاری کے نمونے اس مضمون میں بھی کم نہیں ہیں۔ ستم بالائے ستم یہ ہے کہ سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہونے پر بھی وہ لٹکے بازی کے زور سے کیڑے نکال دیتے ہیں۔ بحث کو زیادہ طول نہ دے کر ایسے ہی مقامات پر نظر ڈالی جارہی ہے۔

تذکرۂ خاندان عزیزی" مرتبہ حکیم ظل الرحمٰن پروفیسر طبیہ کالج، مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ کی پہلی غلطی کی نشاندہی یوں فرماتے ہیں:

"علمی شعور اور ادبی ذوق کا ثبوت اسی سے فراہم ہوتا ہے کہ محولہ بالا عبارت سے ٹھیک دو سطر کے بعد ایک ضرب المثل مصرع یوں تحریر کیا گیا ہے۔

کہ قدر جوہر شاہ داند یا بداند جوہری

اگر چہ یہ اقتباس مولانا علی میاں کے مقدمے سے لیا گیا ہے، لیکن یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ یہ ناموزوں مصرع علی میاں نہیں لکھ سکتے تھے۔ اس کے علاوہ قدر گوہر کی جگہ قدر جوہر لکھنا جو سراسر محاورے میں تصرف ہے مولانا علی میاں کے قلم سے ممکن نظر نہیں آتا۔" (ص ۵۷)

علی میاں وہابی کو تو حکیم جی شاید معصوم سمجھتے تھے تب ہی تو لکھا کہ "موزوں مصرع علی میاں نہیں لکھ سکتے تھے" (یہ عقیدت کی انتہا ہے)

حاشیہ [اب سمجھ میں آرہا ہے کہ انٹرویو میں حکیم جی نے مجھ پر اور میری ذات پر اتنے کچکچا کر حملہ کیوں کیا تھا۔ کنز الایمان کے لسانی جائزے میں میں نے علی میاں کی بددیانتی کی خوب کھنچائی کی تھی۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ حکیم جی کے مرجع عقیدت ہیں۔ الحمد للہ کہ اب حکیم جی کے مزاج کی پرتیں ایک ایک کر کے کھل رہی ہیں۔]

مگر امام احمد رضا نے ان کے نزدیک "جاناں نہ" (مع نون غنہ) کا تقفیہ "دیوانہ" سے کردیا اور شرر صاحب نے بھی اس کو درست مان لیا جبکہ محولہ بالا مصرع کو ناموزوں قرار دے رہے ہیں یہ مصرع یوں ہونا چاہئے اور ہے:

قدر جوہر شاہ داند یا بداند جوہری

حکیم جی نے اس مصرع سے پہلے کی عبارت نہیں لکھی۔ یقیناً اس سے قبل کچھ ایسا ہوگا جس کے بعد کاف بیانیہ کا لانا ضروری ہو، مگر حکیم جی شرر نے غضب یہ کیا کہ حکیم ظل الرحمٰن صاحب کی ایک غلطی تعداد میں بڑھانے کے لئے کاف بیانیہ کو مصرع کا جز بنادیا۔ اگر وہ یہ نہ کرتے تو مصرع کو ناموزوں کہنے کا جواز کیوں کر پیدا ہوتا۔ اگر غور کیا جائے تو اس میں مندرجہ ذیل امکانات پائے جائیں گے۔

(الف) کاف بیانیہ مصرع سے اوپر والی سطر میں ہو اور کاتب نے سہواً مصرع سے جوڑ دیا ہو۔ (ب) مقولہ اور مصرع الگ الگ سطروں میں نہ ہوں بلکہ مرتب نے ان کو ایک ہی سطر میں مسلسل لکھ دیا ہو۔ (یہ کوئی غلطی نہیں ہے) اور کاتب نے مصرع مع کاف بیانیہ الگ کردیا ہو۔ (ج) سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہو، مگر یہ شرر صاحب کی کاریگری ہو (کیوں کہ یہ ان کے لئے کوئی عیب نہیں ہے انہوں نے اس فقیر کے نام سے عبارت گھڑ لینے کو بھی عیب نہیں مانا۔)

حکیم ظل الرحمٰن صاحب کسی متن کی تدوین نہیں کر رہے تھے بلکہ کسی کی تعریف میں قلم چلارہے تھے۔ "گوہر"

کا ''جوہر'' لکھ گئے تو قیامت نہیں آ گئی ہو سکتا ہے اردو محاورے ''ہیرے کی پرکھ جوہری ہی جانتا ہے'' کی رعایت سے گوہر کی جگہ جوہر لکھ دیا ہو۔ اگر آنجناب خود ایک ہی مصرع کے متن میں ایک ''جگہ گرتے ہوؤں'' اور دوسری جگہ ''سہمے ہوؤں'' لکھ دیں تو کوئی خطا نہ ہو اور بزعم خود محقق ہو جائیں اور حکیم ظل الرحمن گردن زونی یہ دوہرے پیمانے حکیم جی کو ہی زیب دیتے ہیں۔ (چلتے چلتے ایک سوال بھی کرلوں حکیم جی نے حکیم ظل الرحمن کے نام کے ساتھ ڈاکٹر کیوں نہیں لکھا وہ ان سے کس طرح کم تھے؟)

صفحہ ۶۲ پر حکیم جی شرر نے کتاب سے ۹/ عدد تاریخی مادّے بھی نقل کئے ہیں۔ ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان سے مطلوبہ تاریخیں نہیں نکلتیں، ہر مصرع کے سامنے وہ سال بھی لکھ دیا ہے جو اس سے برآمد ہونا چاہئے تھا اور آخر میں تحریر فرماتے ہیں:

متذکرہ بالا کسی مصرع سے محررہ سنہ وفات برآمد نہیں ہوتا۔

نیتوں کا حال تو اللہ ہی جانتا ہے، لیکن کبھی کبھی جب مادۂ تاریخ بے کم و کاست نہیں ہونا تو تعبیر کا حال مصرع تاریخی سے پہلے مصرع میں ہوتا ہے، لیکن حکیم جی شرر نے کسی تاریخ کے

حاشیہ [علاوہ ابتدائی دو کے، اس سے اس شبہے کو اور تقویت ملتی ہے کہ حکیم جی نے قصداً ایسا کیا ہے. نو میں سے صرف دو کے پہلے مصرع کیوں لکھے سات کو کیوں چھوڑدیا، اس سے دال میں کچھ کالا معلوم ہوتا ہے۔]

مادّے سے پہلا مصرع نہیں نقل کیا۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ انہوں نے تدخلہ یا تخرجہ کو چھپانے کے لئے قصداً ایسا کیا ہو۔ حکیم جی کے مزاج کو دیکھتے ہوئے کچھ بعید نہیں ہے۔ کیوں کہ ایک معاملہ ان کے ذریعے وضع کی ہوئی عبارت کا گرفت میں آچکا ہے۔ اب ان تاریخی مصرعوں کے غلط ہونے کے دعوے کی حقیقت ملاحظہ فرمائیے۔

چوتھے نمبر پر صفحہ ۷۷/ سے ایک مصرع نقل کیا ہے۔ ''حرم بقرب شرف لا الٰہ الا اللہ''۔ اس کے آگے بریکٹ میں ۱۲۹۷ھ درج ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے ۱۲۹۷ھ برآمد ہونا چاہئے (مگر نہیں ہوتا)

مصرع اوپر لکھا جا چکا ہے جو صاحب چاہیں زبانی حساب کرلیں یا لکھ کر جوڑ لیں، کیلکولیٹر سے کیلکولیشن کرلیں یا کمپیوٹر کی مدد لے لیں شروع سے نکال لیں یا آخر سے ۱۲۹۷ھ میں برآمد ہوگا۔ اس کو الزام بے بنیاد کہا جائے یا شرر صاحب کی ریاضی کی کمزوری؟ انہی باتوں سے کبھی کبھی شبہ ہوتا ہے کہ حکیم جی شرر ''جو'' دے کر تو نہیں پڑھے تھے۔

تیسرے نمبر پر کتاب کے صفحہ ۵۷/ سے یہ مصرع نقل کیا گیا ہے۔ ''ہائے ارسطوے زماں والے افلاطونِ سخن'' اس کے آگے ۱۲۸۷ء درج ہے۔

افسوس ناک صورت حال یہ ہے کہ جس بارے میں شرر صاحب کچھ نہیں جانتے اس بارے میں بھی خود کو علامہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ حکیم جی شرر کے ذہن میں یہ بات گھر کئے ہوئے ہے کہ تاریخ نکالنے کے لئے پورے مصرع کے اعداد نکالے جاتے ہیں۔ جب کہ ایسا نہیں ہے اس مصرع میں لفظ ''ہائے'' مادہ تاریخ کا جز نہیں ہے۔ ارسطو سے پہلے Inwerted Commes (واوین) کاتب نے یا تو سہواً نہ لگائے ہوں گے یا وہ پریس میں پلیٹ سے اڑ گئے ہوں گے۔ ''ہائے'' کو چھوڑ کر باقی مصرع کے اعداد نکال کر دیکھئے ۱۲۸۷/ ہی نکلیں گے۔ اب تو آپ کو بھی ماننا پڑے گا کہ حکیم جی شرر کو تعلیم غلہ شعیر کی مرہون منت ہے۔

پہلے نمبر پر کتاب کے صفحہ ۵۱ سے ایک شعر نقل ہوا ہے، جس کا دوسرا مصرع یوں ہے۔ ع

دلا شفا بمکانے حکیم یعقوب ست

اس کے آگے ۱۲۶۶ء درج ہے۔ حکیم جی شرر اگر مصرع کو ٹھیک سے پڑھنے کی کوشش کرتے اور موزوں طبع ہوتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ ''یعقوب ست'' سہو کاتب ہے اور یہ ''یعقوب است'' ہونا چاہئے۔ موجودہ صورت میں تو مصرع کے اعداد ۱۳۶۵ ہوتے ہیں اگر شرر حکیم جی کاتب کی غلطی تسلیم کر لیتے تو ان کی فہرست میں ایک غلطی اور کم ہو جاتی، مگر وہ ظل الرحمن صاحب کی زیادہ سے زیادہ غلطیاں دکھانا چاہتے تھے۔ غلط صحیح سے انہیں کوئی خاص سروکار نہیں تھا۔ ''یعقوب است'' کے ساتھ اعداد جوڑیں ۱۲۶۶ر ہی ہاتھ آئیں گے۔ نویں نمبر پر کتاب کے صفحہ ۲۴۱ سے ایک مصرع یوں نقل ہوا ہے۔ ع گفت ماموں خلق از طاعوں شدہ۔ اور آگے لکھا ہے: (۱۳۱۵ھ)

یہاں کاتب سے بھی غلطی ہوئی اور حکیم جی سے بھی۔ حکیم جی شرر تو یہ سمجھتے تھے کہ پورے مصرع کے الفاظ کے اعداد نکالے جاتے ہیں، کاتب سے یہ سہوا ہوا کہ اس نے ''شد'' کو ''شدہ'' کتابت کر دیا۔ مادۂ تاریخ یوں ہونا چاہئے تھا۔ ''ماموں خلق از طاعون شد''

حکیم جی خود نہ نکال سکیں تو کسی جاننے والے سے اس کے اعداد نکلوالیں۔ انشاء اللہ ۱۳۱۵ر ہی آئیں گے ساتویں نمبر پر تذکرے کے صفحہ ۲۶۴ سے ایک مصرع یوں نقل فرمایا ہے۔

ع۔ ہائے دل کو آج یہ غم ہے مسیحائی گئی۔ اور آگے لکھا ہے۔ (۱۳۲۹ھ)

اس مصرع تاریخ میں تین بار ہمزہ آیا۔ ہمزہ کے اعداد کا مسئلہ آج بھی تاریخ گویوں میں ہی اختلافی ہے۔ اس مادے کے تاریخ گو کی رائے میں ہمزہ کے اعداد ہر حال میں ۱۰ر ہی ہوتے ہیں۔ اس طرح شمار کیجئے تو یہ مصرع بھی درست معلوم ہوگا۔ (اصولاً مسیحائی پر آنے والے ہمزہ کے ہی ۱۰ر عدد محسوب ہوں گے۔ پہلا اور تیسرا ہمزہ دونوں بے عدد ہیں)

۹ر میں سے یہ پانچ یا تو درست ہیں یا درست ہونے کے قریب ہیں (جو غلطی نظر آتی ہے وہ نظریے یا تفہیم کی وجہ سے ہے) حکیم جی شرر کی ہٹ دھرمی کا کوئی علاج کسی کے پاس نہیں ہے۔

''غزلیات غالب کا عروضی تجزیہ پر ایک نظر'' اس کتابچہ کا آخری مضمون ہے۔ جس کو ۸ر صفحات کا سمجھئے اس لئے کہ عنوان کو جتنی جگہ دی گئی ہے اس سے کم جگہ آخری صفحے پر صرف میں آئی ہے۔ حکیم جی شرر مصباحی نے خود کو ماہر عروض ثابت کرنے کے لئے یہ صفحات سیاہ کئے ہیں۔ بعض کم واقفیت رکھنے والے ان کو واقعی ماہر عروض سمجھنے بھی لگے ہیں۔

یہ مضمون محترمہ صغیر النسا بیگم کی کتاب ''غزلیات غالب کا عروضی تجزیہ'' کو تختۂ مشق بنا کر لکھا گیا ہے۔ مگر پوری کتاب پر نہیں بلکہ اس کے شروع اور آخر کے کچھ حصے پر ہی تنقیصی نظر ڈالی گئی ہے۔ یعنی ردیف الف سے ردیف دال تک اور پھر ردیف ''یا'' کا تجزیہ ہی حکیم جی شرر مصباحی کی تنقیص کا ہدف رہا ہے۔ پوچھا جا سکتا ہے کہ ردیف ذال سے ردیف ہائے ہوز تک کی غزلوں کے تجزیے کو مشق ستم سے کیوں محروم رکھا گیا۔ اگر مضمون کی طوالت کے خوف سے ایسا کیا گیا ہے تو ردیف الف اور ردیف یا کی غزلوں کا تجزیہ ہی مشق ستم کے لئے کافی ہوتا۔ ردیف با سے ردیف دال تک کی غزلیات کے تجزیہ پر رحم کیا جا سکتا تھا، مگر معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ردیف ذال سے ردیف ہا تک کی غزلیات کا تجزیہ شرر صاحب کے سر سے گذر گیا۔ واضح ہو کہ ایسی باتوں کا وہ اعتراف نہیں کرتے ہیں۔

اچھا تو یہی تھا کہ حکیم جی شرر مصباحی یہ مضمون تحریر نہ فرماتے۔ کیوں کہ ان سے ۶ر برس پیشتر پروفیسر عنوان چشتی اس پر سیر حاصل خامہ فرسائی کر کے شائع کرا چکے تھے۔ ان کا کام اوریجنال ہے جبکہ حکیم جی صاحب نے عنوان چشتی صاحب کے مضمون سے بھی فائدہ اٹھایا ہے۔

حکیم جی شرر مصباحی نے اس مضمون میں ۱۹/اشعار کے جائزے پر ہی تنقیصی نظر ڈالی ہے۔ان میں سے پانچ اشعار کے جائزے میں انہوں نے صدر و ابتدا میں "خبن" کے عمل کا ذکر کیا ہے اور اس شد و مد کے ساتھ کیا ہے کہ عروض سے انجان شخص یہی سمجھے گا کہ عروض میں صرف ایک زحاف یعنی خبن ہی ہوتا ہے۔ یا پھر حکیم جی صاحب صرف اسی زحاف سے واقف ہیں۔حکیم جی شرر مصباحی کے رشحات قلم پر تبصرہ کرتے وقت اغلاط کتابت کو نظر انداز کیا جارہا ہے۔ اور ایسی غلطیوں کو کاتب کے سر ہی منڈھا جارہا ہے، خواہ وہ حکیم جی کے قلم کی ہی مرہون منت کیوں نہ ہوں۔ حالانکہ انہوں نے اغلاط کتابت اور اغلاط نقل کو بھی نہیں بخشا ہے اور ایسی ہی غلطیوں کی گرفت پر ان کے مضمون کا بڑا حصہ مشتمل ہے سچائی یہ ہے کہ کوئی بھی مصنف کاتب (اور اب کمپیوٹر) کی دستبرد سے نہیں بچ سکتا اس لئے جب تک یہ محقق طور پر معلوم نہ ہو کہ یہ غلطی مصنف کی ہی ہے اسے سہو کتابت یا کمپیوٹر کی غلطی ہی سمجھنا چاہئے اور بلا شبہ یہ نقاد کی عالی ظرفی ہے۔افسوس کہ شرر مصباحی حکیم صاحب نے ۱۹/اشعار میں سے ۱۸/اشعار کے تجزیے کو اس لئے غلط ٹھہرایا ہے کہ ان میں یا تو نقل کی غلطی ہے یا کتابت کی۔ اگر غلطی بھی نہیں ہے تو غلطی کا امکان ضرور ہے۔اب شعر ۱۹/کو لیجئے جو حکیم شرر صاحب کی مشق ستم کا آخری تختہ ہے۔

صغیر النساء بیگم نے غالب کے مطلع

فریاد کی کوئی لے نہیں ہے
نالہ پابند نے نہیں ہے

کا یہ وزن تحریر فرمایا تھا۔

مفعول مفاعلن فعولن
مفعول فاعلن فعولن

سہو کتاب کا امکان اس میں بہر حال ہے۔یعنی دوسرے مصرع کا پہلا رکن مفعولن سے مفعول ہوگیا ہو اس کے باوجود صرف اس شعر کے عروضی جائزے کی صحیح گرفت بظاہر جناب شرر حکیم جی نے کی ہے۔مگر اس کو کیا کہئے کہ یہ پروفیسر عنوان چشتی کے مضمون سے سرقہ ہے۔ دونوں کی عبارتیں ایک دوسرے کے روبرو درج جارہی ہیں تاکہ سرقے کا ثبوت ہوجائے۔

عبارت ڈاکٹر عنوان چشتی صاحب

مصرع اولیٰ کا وزن یہ ہے

مفعولُ مفاعلن فعولن
اخرب مقبوض محذوف

مفعولُ اور مفاعلن پر تخنیق کے عمل سے یہ وزن حاصل ہوتا ہے۔

مفعولن فاعلن فعولن
اخرب مقبوض مخنق محذوف

(عروضی وفنی مسائل ص ۱۷۰،۱۶۹)

عبارت حکیم شرر مصباحی صاحب

سیدھی سی بات ہے کہ مفعول مفاعلن فعولن سے ایک رعایتی وزن یوں حاصل کر لیجے کہ مفعولُ کے لام کو مفاعلن کے میم سے ملا دیجئے۔اب پہلا رکن مفعولم = مفعولن ہوگیا اور سابقہ مفاعلن اب فاعلن رہ گیا اور فعولن علیٰ حالہ باقی ہے۔ اب مستخرجہ وزن یہ ہوا۔

مفعولن فاعلن فعولن
نالہ پابند نے نہیں ہے

(محاسبے ۸۶،۸۷)

داہنے کالم کے آٹھ الفاظ (خط کشیدہ) کی تشریح حکیم جی مصباحی نے تسنیق کا عمل بیان کر کے کی ہے۔ (اس کو بائیں کالم میں خط کشیدہ کر کے نقل کیا گیا ہے تاکہ امتیاز رہے) اس وجہ سے حکیم جی کی عبارت میں الفاظ زیادہ ہوگئے ہیں۔ پھر بھی سرقہ واضح ہے۔ کسی عبارت کے ترجمے

یا شرح میں تو اتنی یکسانیت ہو سکتی ہے مگر ان کے علاوہ اتنی یکسانیت ہو تو اس کو سرقہ ہی سمجھنا چاہئے۔ حکیم جی قبلہ خود اسی کتبیا کے صفحہ ۶۷ر پر ڈاکٹر ابوبکر خاں کے ذکر میں حقارت کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں:

مال غنیمت لوٹنے کے بھی کچھ آداب ہوتے ہیں۔

(سطر ۲۰،۱۹)

مگر افسوس کہ حکیم جی شرر مصباحی نے ان آداب کا قطعی خیال نہیں رکھا۔

حکیم جی شرر مصباحی نے یہ مضمون اپنی عروض دانی کی دھاک بٹھانے کے لئے لکھا تھا۔ اب ایں ماہر عروض کی عروض دانی کے ایک دو نمونے بھی ملاحظہ فرما لیجئے۔ محاسبے کے صفحہ ۸۵ر پر شعر ۱۱ کی تقطیع یوں ہے۔

مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن

مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلان

یہ بحر مجتث کا وزن ہے۔ اس شعر میں شاید سہو کتابت سے ''تری'' کی جگہ تیری (مع یا) طبع ہوا ہے۔ شرر حکیم صاحب کو اعتراض صرف اسی کو لے کر ہے اور کسی بات پر نہیں۔ گویا باقی وزن بالکل درست ہے۔ جب کہ اس وزن میں مفاع لن، مس تفع لن (منفصل) سے نکلا ہے۔ اس لئے چاروں جگہ مفاع لن (منفصل) ہونا چاہئے تھا۔ مفاعلن (متصل) نہیں۔ اسی طرح بحر خفیف کے وزن فاعلاتن مفاعلن فعلان میں فعلان پر تو معترض ہیں، مگر حشو میں آنے والا رکن مفاعلن ان کے نزدیک درست ہے۔ جبکہ اس کو مفاع لن (منفصل) لکھنا چاہئے تھا۔ اگر حکیم جی شرر مصباحی کو فن عروض کی ہوا بھی لگی ہوتی تو ایسی فاحش غلطیاں نہ کرتے۔ یوں تقطیع تو سبھی کر لیتے ہیں۔

ارکان عروض کی نوشت سے ناواقفیت کے باوجود دوسروں کے عروضی کاموں پر اعتراض کرنا شیشے کے گھر میں بیٹھ کر دوسروں کے مکانوں پر سنگ باری کرنے کے مثل ہے۔

دوسروں پر نمائشی علم کا رعب ڈالنے اور تنقیصوں پر داد چاہنے کی خواہش کا اب [illegible] آمد ہوا ہے کہ حکیم جی شرر مصباحی کچھ جوانوں کی تفریح طبع کا سامان اور ہاتھ کا کھلونا بن گئے ہیں، اس کا مظاہرہ ''جام نور'' دلی کے جون ۲۰۰۷ء کے شمارے میں ہوا ہے۔

جامع مسجد دلی کے آس پاس واقع سنی کتب خانوں پر اپنے نمائشی علم کا رعب ڈالنے کے لئے وہ تقریباً روز ہی چکر لگاتے ہیں۔ لطف اندوزی کے لئے کچھ زندہ دل جوانوں نے ان کو مفتی زبان کا درجہ بھی دے دیا۔ (اور ان بڑے میاں دیوانے کو اس کا احساس بھی نہیں ہوا) چنانچہ مولانا اسید الحق محمد عاصم القادری ازہری بدایونی (بھیا جی) نے اردو زبان میں مستعمل کچھ الفاظ کو لے کر ایک عالمانہ اور محققانہ استفتا تحریر فرمایا، جس میں بھیا جی نے بحیثیت مستفتی ایسے ایسے نکات تحریر فرمائے جو کبھی حکیم جی شرر مصباحی کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں آئے ہوں گے۔ (البتہ بھیا جی نے جوان کے نام کے ساتھ ڈاکٹر لکھا ہے یہ غلط کیا ہے۔ انہیں آئندہ اس بات کا خیال رکھنا چاہئے جھوٹ تو بہر حال جھوٹ ہے۔ دیکھئے حضرت مولانا محمود احمد قادری صاحب نے ان کو اپنے مضمون میں ہر جگہ حکیم صاحب لکھا ہے، یہ بات ان کے تقویٰ اور احتیاط کی مظہر ہے) استفتا اس طرح تحریر کیا گیا ہے کہ ایک دانا کے لئے اس کے جواب بھی اسی میں پوشیدہ ہیں، لیکن حکیم جی کو جب مفتی ادب کا درجہ ملا تو وہ پھول کر کُپّا ہو گئے اور بیٹھ گئے جواب لکھنے کے لئے۔ بلکہ شروع میں مفتیان دین کی طرح ''الجواب بعون الملک الوہاب'' بھی تحریر فرمایا (حالانکہ جناب محترم نے زندگی میں زباندانی پر ایک مضمون بھی تحریر نہیں فرمایا ہے)

اگر حکیم جی شرر مصباحی اپنے مبلغ علم پر مغرور نہ ہوتے تو صاف طور سے یہ جواب تحریر فرماتے کہ ''صاحب زادے! مجھے کیوں شرمندہ کرتے ہیں؟ آپ نے جو کچھ تحریر کیا ہے وہ

بہت کافی ہے۔ آپ ہی اب اس کا واضح جواب بھی لکھ دیں۔ میں خود کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ آپ کے اس عالمانہ استفتا کا مجیب بنوں"۔ مگر مفتی ادب ہونے کا فخر حاصل کرنے کے لئے انہوں نے بالکل ایک مفتی کے انداز میں جواب تحریر فرمادیا۔ حالانکہ لفظ "معصوم" کے بارے میں انہوں نے مفتیان اہلسنت کے موقف سے انحراف کیا ہے۔

بہر حال اب یہ سلسلہ شروع ہوگیا ہے اور دلی کے نوجوانوں کے دل بہلاوے کا اچھا سامان مہیا ہوگیا ہے تو امید ہے کہ یہ مزے دور سلسلہ چلتا رہے گا۔ بات چلی تھی "تو بھی کسر رہ گئی، تو بھی کسر رہ گئی، کی رٹ لگانے والے بے ہنر مسخرے کی مسخرگی سے۔ جب میرے بارے میں بھی حکیم جی شرر نے یہی رٹ لگائی تو میں نے اس خیال سے کہ بات نہ بڑھے تو اچھا ہے ایک دو جگہ یہ بھی تسلیم کرلیا کہ میرے لئے اس سے بہتر لکھنا ممکن نہیں تھا۔ جو کمی ہے وہ شرر مصباحی صاحب پوری کردیں۔ اس کے علاوہ بھی میں نے اپنے عجز کا اعتراف کیا پھر سہ ماہی افکار رضا بمبئی بابت جنوری تا مارچ ۲۰۰۷ء میں حکیم جی شرر صاحب کے سامنے وہ مطالبات بھی رکھنے میں کامیاب ہوگیا جن کو اگرچہ پہلے سے ہی ان کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا تھا، مگر مدیران کرام کی شرر نوازی کے باعث کامیاب نہیں ہوسکا۔ اور یہ بھی لکھ دیا کہ شرر صاحب کو میرے جن کاموں یا اقوال پر اعتراض ہے وہ ان کو صحیح عملی جامہ پہنا کر دکھادیں تا کہ تمام قارئین اہلسنت یہ دیکھ لیں کہ حکیم جی شرر مصباحی کتنے پانی میں ہیں۔ میں نے یہ بھی لکھ دیا تھا کہ ہر چار چھ ماہ بعد کھلے خطوط کے ذریعے ان مطالبات کو دوہراتا رہوں گا۔ اس مضمون کے شائع ہوتے ہوتے اس مراسلے کو شائع ہوئے چار ماہ سے زیادہ بلکہ چھ ماہ کے قریب ہوجائیں گے اس لئے ان مطالبات کو پھر دوہراتا ہوں۔

۱- حکیم جی شرر مصباحی کی نظر میں ترجمہ کنز الایمان اب Out of Date ہو چکا ہے۔ یہ بات کہنے والے شاید وہ تنہا ہیں۔ لہٰذا حکیم جی جلد از جلد کم از کم ایک ہی پارے کا ترجمہ کر کے شائع فرمائیں۔

۲- کروڑا کے استعمال کے بارے میں ایک مضمون ایسا لکھ دیں جیسے کی وہ توقع رکھتے تھے اور مجھ سے نہ ہوسکا اور کسی رسالے میں شائع کرادیں۔ (اگر کچھ علم رکھتے ہیں)

۳- کسی ایک سیپارے کا کنز الایمان کے لسانی جائزہ جیسا وہ چاہتے ہیں اور مجھ سے نہ ہوسکا لکھ کر کسی رسالے میں شائع کردیں۔ (اگر باتوں کے علاوہ علمی کام کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں)

واضح ہو کہ جب تک ان مطالبات کی میعاد ختم نہیں ہوتی میں ان کے علم کے بارے میں کوئی نتیجہ اخذ کر کے شائع نہیں کراؤں گا۔ ہاں اگر وہ ان مطالبات کو پورا نہیں کرسکے تو ان کے مبلغ علم کا بھی عوام سے تعارف کرادیا جائے گا۔ ان مطالبات میں دو کا اور اضافہ کر رہا ہوں۔

۴- اپنے انٹرویو مشمولہ ماہنامہ جام نور بابت اگست ۲۰۰۶ء میں جو انہوں نے فرمایا ہے کہ صابر سنبھلی نے کہیں حضرت مولانا حسن بریلوی علیہ الرحمہ کے بارے میں لکھا ہے کہ داغ دہلوی کا جانشین انہی کو ہونا چاہئے تھا، اس کی تفصیل بیان فرمائیں کہ میں نے ایسا کہاں لکھا ہے۔ (اگر وہ سچے ہیں)

۵- اپنی ڈاکٹریٹ کی ڈگری کی فوٹو کاپی کسی رسالے میں شائع کرائیں۔ (اگر وہ واقعی ڈاکٹر ہیں) اگر رسالے میں ڈگری کی اشاعت پر اشتہار کا خرچ آتا ہے تو وہ یہ حقیر فقیر ادا کرے گا! لیکن صرف ڈاکٹریٹ کی ڈگری کی اشاعت کی ذمے داری لے رہا ہوں کسی گریجویشن وغیرہ کی ڈگری کی نہیں اور یہ بھی عرض کردوں کہ ڈاکٹر ہونے کے ثبوت میں حکیم جی شرر مصباحی سابق صدر شعبۂ ادویات نہ لکھیں۔ اس لئے کہ یہ کوئی ثبوت نہیں ہے۔ بڑے اسپتالوں میں کلرکوں

تک کو ڈاکٹر کہا جاتا ہے اور بعض حضرات تو ناواقفی یا اپنا کام نکالنے کے لئے اسپتال کے خاکروب کو بھی ڈاکٹر کہہ دیتے ہیں۔

استدراک

میرے والد ماجد کا انتقال پر ملال ۹ ردسمبر ۲۰۰۶ء کو ہوا فروری ۲۰۰۷ء سے کئی رسالوں میں ان کی وفات کی خبر برائے دعا مغفرت شائع ہوئی۔ باپ کے مرنے پر اولاد یتیم ہوجاتی ہے۔ یہ کوئی گالی نہیں ہے۔ اس لئے میں بھی یتیم ہوگیا ہوں۔ موت برحق ہے اور اس سے کسی کو مفر نہیں۔ والدین کا اولاد کی زندگی میں وفات پاجانا اگرچہ غم کا باعث ہے، مگر اس سے بہتر ہے کہ بوڑھے ماں باپ اولاد کو اپنے ہاتھوں سپرد خاک کریں۔ مجھے نہیں معلوم کہ حکیم جی کس حالت میں ہیں۔ ان کے والد یا والدہ یا دونوں زندہ ہیں یا وفات پا گئے۔ اگر وہ زندہ ہیں (ایک یا دونوں) تو دعا گو ہوں کہ مولائے کریم حکیم جی کے سر پر ان کا سایہ تادیر قائم رکھے اور اگر وہ (ایک یا دونوں) وفات پاگئے ہوں تو مولیٰ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ (آمین)

ایسی حالت میں کسی کا مذاق اڑانا یا پھبتی کہنا نہایت گھٹیا پن کا کام ہے۔ شاید میرے والد مرحوم کی وفات کی خبر پڑھنے کے بعد ہی وہ اس حادثہ فاجعہ سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیکھ رہے تھے۔ آخر ان کو اس کا موقع بھی مل گیا۔ سہ ماہی افکار رضا ممبئی بابت جنوری تا مارچ ۲۰۰۷ء میں میں نے علامہ یٰسین اختر مصباحی صاحب کے ساتھ پانچ برس پرانی جس مختصر ملاقات کا ذکر کیا تھا غالباً وہ ان کو یاد نہیں رہی۔ اسی کو بہانہ بنا کر انہوں نے میرے بارے میں ''یتیم العقلی'' کا استعمال کیا

حاشیہ [ماہ نامہ کنز الایمان دہلی بابت مئی ۲۰۰۷ء ص ۱۳۶ ایضاً بابت جون ۲۰۰۷ء، ص ۵۶]

حکیم جی کو سمجھ لینا چاہئے کہ غم کے معاملات تنہا میرے ساتھ ہی نہیں ہیں۔ کسی کے ساتھ کسی وقت کچھ بھی ہوسکتا ہے۔ بہتر ہو کہ اتنے آگے نہ بڑھیں اور اتنی شوخی سے کام نہ لیں۔

اس وقت تو اتنا ہی لکھنا تھا مگر کاغذ میں جگہ بچ رہی اور حکیم جی شرر مصباحی کی ایک تازہ جسارت علم میں آگئی۔ چاہتا ہوں کہ دو تین جملے اس کے بارے میں لکھ دوں لکھتے ہیں۔

''محترم قادری صاحب نے اپنے سابقہ مضمون میں لب و لہجہ اپنی حیثیت عرفی سے فروتر اختیار فرمایا یہ حضرت ممدوح کے منصب سے لگا ''نہیں کھاتا'' حکیم صاحب کی تحقیق کا یہ حال ہے۔ صحیح قرأت پر قادر نہ ہوسکے ''جولانی فکر ماند پڑ گئی'' ''کڑی کمان زہ نہ ہوسکی'' جیسے طنزیہ اور مناظرانہ جملے کا یہ حقیر مستحق نہ تھا۔

[۲ ایضاً بابت جون ۲۰۰۷ء، ص ۵۶]

حضرت مولانا قادری صاحب نے کوئی ایسی بات نہیں لکھی ہے جس کو نا معقول کہا جا سکتا۔ غالباً حکیم جی اپنی تحریروں پر غور نہیں فرماتے ہیں کہ دوسروں کو کیا کیا لکھتے ہیں۔ اگر حضرت قادری صاحب کے جملے حکیم جی کو ناگوار معلوم ہوئے تو اس وجہ سے کہ شرر صاحب نے جس طرح حدائق بخشش کی مٹی پلید کی ہے اس سے ہر عاشق اعلیٰ حضرت کو تکلیف ہوئی ہے۔ حضرت قادری صاحب کی قلبی اذیت کا کچھ اثر انکے قلم کی نوک تک بھی آگیا۔ خطا شرر صاحب کی ہی ہے۔ لہجے کو حیثیت عرفی سے فروتر کہنے کا مطلب یہ بھی ہے کہ یہ جملے جس شخص کی شان میں لکھے گئے ہیں اس کی حیثیت سے فروتر ہیں۔ یہ جملے جو اوپر نقل کئے گئے ہیں کسی بھی شخص کے لے استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ اس لئے کہ انسان مجبور بھی ہوتا ہے اور اس کے قویٰ بھی ماند پڑتے ہیں، اس میں شکایت کی کوئی بات نہ تھی۔ ہاں یہ جملے اگر کوئی اس ذات کے لئے استعمال کرے جو "علی کل شئ قدیر" ہے تو ضرور گستاخانہ ہوں گے۔ اگر حکیم جی شرر خود کو ایسا ہی سمجھتے ہیں تو میں ان کی اس فہم کی سخت مذمت کرتا ہوں۔

☆☆☆

وہابی ایک باطل فرقہ

از: مولانا بیت اللہ صاحب استاذ جامعۃ الرضا بریلی شریف

وہابی ایک نیا فرقہ ہے جو ۱۲۰۹ھ میں پیدا ہوا اس مذہب کا بانی محمد بن عبدالوہاب نجدی تھا جس نے تمام عرب خصوصاً حرمین شریفین میں بہت شدید فتنے پھیلائے علماء کو قتل کیا صحابۂ کرام وائمہ وعلماء وشہداء کی قبریں کھود ڈالیں روضہ انور کا نام معاذ اللہ صنم اکبر رکھا یعنی بڑا بت۔ شامی

اور انگریز کے ہاتھ ملا کر ہر طرح مسلمانوں کو نقصان پہنچایا اور سعودی عرب کے حکمراں آج بھی ان کے اشارہ پر عمل کر رہے ہیں صحیح حدیث میں ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ وسلم نے خبر دی کہ نجد سے (جو سعودی عرب کا دار السلطنت ہے جس کو آج ریاض کے نام سے یاد کرتے ہیں) فتنے اٹھیں گے۔ اور شیطان کا گروہ نکلے گا وہ گروہ بارہ سو برس بعد ظاہر ہوا۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ نے اسے خارجی بتایا اس عبد الوہاب کے بیٹے نے ایک کتاب لکھی جس کا نام "کتاب التوحید" رکھا اور اس کا ترجمہ ہندوستان میں اسماعیل دہلوی نے کیا جس کا نام "تقویۃ الایمان" رکھا، اور ہندوستان میں اسی نے وہابیت پھیلائی۔

ان وہابیہ کا ایک بہت بڑا عقیدہ یہ ہے کہ جو ان کے مذہب پر نہ ہو وہ کافر ومشرک ہے یہی وجہ ہے کہ بات بات پر محض بلا وجہ مسلمان پر حکم شرک وکفر لگایا کرتے اور تمام دنیا کو مشرک بتایا کرتے ہیں، اس مذہب کا رکن اعظم اللہ کی توہین اور محبوبان خدا کی تذلیل ہے اور اس گروہ کا عام شیوہ ہے کہ جس امر میں محبوبان خدا خصوصاً حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے طرح طرح کی جھوٹی تاویلیں اور غلط مفہوم بیان کرنے اسے باطل کرنا چاہیں گے اور وہ امر ثابت کریں گے جس میں تنقیص شان ہو۔

وہابی، دیوبندی، مذہب کی بنیادی خرابیاں ان کے سرگروہوں کی وہ ملعونہ عبارتیں ہیں جن پر حکم کفر ہے ان کا نقل کرنا یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے عوام سنی بھائی ان کی قلبی خباثتوں پر مطلع ہوں اور ان کے فریب اور دھوکہ میں نہ آئے اور ان کے مکر سے بچیں اور ان کے جبہ و دستار پر نہ جائیں۔

برادران اسلام بغور سنیں اور میزان ایمان میں تولیں کہ ایمان سے زیادہ عزیز مسلمان کے نزدیک کوئی چیز نہیں اور ایمان اللہ ورسول کی محبت اور تعظیم کا نام ہے ایمان کے ساتھ جس میں جتنے فضائل پائے جائیں وہ اسی قدر زیادہ فضیلت رکھتا ہے اور ایمان نہیں تو مسلمانوں کے نزدیک وہ کچھ وقعت نہیں رکھتا اگرچہ کتنا ہی بڑا عالم وزاہد وتارک الدنیا وغیرہ بنتا ہو ہمارا مقصود ہے کہ ان کے مولوی اور عالم فاضل ہونے کی وجہ سے انہیں تم اپنا پیشوا نہ سمجھو جبکہ وہ اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمن ہیں۔

کیا یہود ونصاریٰ بلکہ ہنود میں بھی ان کے مذاہب کے عالم یا تارک الدنیا نہیں ہوتے؟ کیا تم ان کو اپنا پیشوا تسلیم کر سکتے ہو؟ ہرگز نہیں، اسی طرح یہ لامذہب وبد مذہب تمہارے کسی طرح مقتدیٰ نہیں ہو سکتے، وہابیہ ودیابنہ کی وہ ملعونہ عبارتیں مندرجہ ذیل ہیں:

وہابیہ و دیابنہ کی وہ ملعونہ عبارتیں جن پر کفر و گمراہی کا حکم ہے وہ

مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ [براہین قاطعہ]

(۲) بلکہ براہین قاطعہ کے مصنف رشید احمد گنگوہی نے اپنے ایک مہری فتاویٰ میں لکھ دیا کہ ''وقوع کذب کے معنیٰ درست ہوگئے جو یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول چکا ایسے کو تضلیل وتفسیق سے مامون کرنا چاہئے۔

پاکی ہے اللہ کو خدا کو جھوٹا مانا پھر بھی اسلام وسنیت و صلاح کسی بات میں فرق نہ آیا معلوم نہیں ان لوگوں نے کس چیز کو خدا ٹھہرالیا۔

ان کا ایک عقیدہ یہ کہ حضور سید عالم ﷺ کو خاتم النبین بمعنیٰ آخر الانبیاء نہیں مانتے اور حضور ﷺ کے بعد دوسرا نبی آنے کو جائز بتاتے ہیں اور یہ صریح کفر ہے۔ چنانچہ وہابیوں دیوبندیوں کے پیشوا مولوی محمد قاسم نانوتوی نے ایک کتاب تحذیر الناس ۱۲۹۰ھ مطابق ۱۸۷۴ء میں تالیف کی جو اب تک دیوبندیوں کے مکتبہ سے شائع ہوتی چلی آرہی ہے اس میں مندرجہ ذیل کفری عبارتیں ہیں۔

(۱) عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم (ہم اہلسنت لکھتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیائے سابق کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم اور تاخر میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔

(۲) بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ ص ۱۶

(۳) بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔ (ص ۳۳)

اس عبارت میں قائل نے خاتم النبین کے معنیٰ تمام انبیاء سے زمانا متاخر ہونے کو خیال عوام بتایا ہے، حالانکہ حضور پرنور محمد مصطفی ﷺ نے خاتم النبین کے معنیٰ آخری نبی بکثرت احادیث میں ارشاد فرمائے۔ مگر ان وہابیہ نے آخری نبی ہونے کا انکار کیا اور بتایا کہ اہل فہم پر روشن ہے کہ اس میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔

دوسری کتاب براہین قاطعہ ہے جس کو انکے گرو مولوی رشید احمد گنگوہی نے اپنے ایک شاگرد (مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کے نام سے ۱۳۰۴ھ مطابق ۱۸۸۷ء میں شائع کی صفحہ ۵۱ میں لکھتے ہیں:

(۱) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں، اسی صفحہ میں لکھتے ہیں الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے کہ شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے شرک نہیں تو کونسا حصہ ایمان کا ہے۔

یہ مسلمان اپنے ایمان کی آنکھوں سے دیکھے کہ اس قائل نے ابلیس لعین کے علم کو نبی ﷺ کے علم سے زائد بتایا اور شیطان مردود کو خدا کا شریک مانا اور پھر اس شرک کو نص یعنی آیت اور حدیث سے ثابت کیا یہ تینوں امر صریح کفر او قائل یقینی کافر و مرتد ہوا کون مسلمان اس کے کافر ہونے میں شک کرے گا۔

آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی

ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔

(حفظ الایمان ص۸ تالیف دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرفعلی تھانوی ۱۳۱۹ھ مطابق ۱۹۰۱ء میں منظر عام پہ آئی) مسلمانو! غور کرو کہ اس شخص نے نبی ﷺ کی شان میں کیسی صریح گستاخی کی کہ حضور جیسا علم زید وعمر کو زید وعمر وہر بچے اور پاگل بلکہ تمام جانوروں اور چوپایوں کے لئے حاصل ہونا کہا اور حضور ﷺ کے علم پاک کو بچوں پاگلوں اور جانوروں چوپایوں کے برابر بتایا کیا مسلمان ایسے شخص کے کافر ہونے میں شک کر سکتے نہیں ہر گز نہیں۔

ان کا ایک عقیدہ یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام مردہ ہیں اور مر کر مٹی میں مل گئے۔ چنانچہ مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان ص۶۰ میں لکھا ''یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں'' حالانکہ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

انّ اللّٰہ حرّم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے اجسام کھانا زمین پر حرام کر دیا ہے فنبی اللّٰہ حیّ یرزق تو اللہ کے نبی زندہ ہیں روزی دیئے جاتے ہیں۔

(مشکوٰۃ ص۱۲۱)

اللہ صاحب نے کسی کو عالم میں تصوف کرنے کی قدرت نہیں دی۔ تقویۃ الایمان ص۷/ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ (ص۲۲)

نوٹ: اس کے علاوہ اور بہت ساری کفریہ عبارتیں ہیں:

جو اقوال ملعونہ ان خبثاء سے نقل کئے گئے ان سب کا ضلال مبین اور اکثر کا کفر وارتداد مبین ہونا خود ضروری فی الدین اور بدیہی عند المسلمین ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''وسیعلم الذین ظلموای منقلب ینقلبون'' سورۃ الشعرا آیت ص۲۲۷ ''الا لعنۃ اللّٰہ علی الظلمین'' سورۃ ھود آیت ص۱۸ ''ولئن سئلتھم لیقولن انما کنا نخوض و نلعب قل ابا اللّٰہ و ایاتہ ورسولہ کنتم تستھزؤن'' سورہ توبہ آیت ٦٥ ''لاتعتذرو قد کفرتم بعد ایمانکم'' سورہ توبہ آیت ص٦٥،٦٦ ''یحلون باللّٰہ ماقالوا ولقد قالوا کلمۃ الکفر بعد اسلامھم'' سورہ توبہ آیت ٧٤'' ''لعنھم اللّٰہ بکفرھم فقلیلا مایومنون'' سورہ البقر آیت ص٨٨ ''والذین یؤذون اللّٰہ ورسولہ لعنھم اللّٰہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلھم عذابا مھینا'' سورۃ الاحزاب آیت ص٥٧''

ان آیات کریمہ کا حاصل معنیٰ یہ ہے کہ جو عام مسلمانوں پر ظلم کریں ان کے لئے برا انجام اور سوئے خاتمہ ہے ان کا ٹھکانہ جہنم ہے ان پر اللہ کی لعنت ہے نہ کہ وہ جو اولیاء کرام پر ظلم کریں نہ کہ انبیاء پر نہ کہ خود حضور سید عالم ﷺ کے فضائل وعلوشان اقدس پر، ان پر کیسی اشد لعنت الٰہی ہوگی اور ان کا ٹھکانہ ضرور دوزخ کا اخبث طبقہ ہے اور اے محبوب اگر تم ان سے پوچھو کہ یہ کیسے کفریات ملعونہ تم نے بکے تو حیلے گڑھیں گے بے سروپا جھوٹی تاویلیں کریں گے اور کچھ نہ بنی تو یوں کہیں گے کہ ہماری مراد توہین نہ تھی ہم نے یوں ہی ہنسی کھیل میں کہہ دیا تھا۔

واحد قہار جل وعلا فرماتا ہے: اے محبوب ان سے فرما دو کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے تھے بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد'' جب کوئی حیلہ نہ چلے گا تو کذاب خبیثوں کا پچھلا داؤں چلیں گے کہ خدا کی قسم ہم نے تو یہ نہ کہیں، نہ ہماری کتابوں میں ہیں، ہم پر افتراء ہے، ناواقف کے سامنے یہی جل (فریب) کھیلتے ہیں، واحد قہار عز وجل فرماتا ہے: ''بے

شک وہ ضرور کفر کا بول بولے اور اسلام کے بعد کافر ہو گئے'' یعنی ان کی قسموں کا اعتبار نہ کرو۔

وانھم لا ایمان لھم ، ان پیشوایان کفر کی قسمیں کچھ نہیں۔ اتخذوا ایمانھم جنۃ فصدوا عن سبیل اللہ فلھم عذاب مھین، وہ اپنی قسموں کو ڈھال بنا کر اللہ کی راہ سے روکتے ہیں یقیناً ان کے لئے ذلیل وخوار کرنے والا عذاب ہے ان کے کفر کے سبب اللہ نے ان پر لعنت کی تو بہت کم ایمان لاتے ہیں وہ جو رسول اللہ کو ایذاء دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے، بے شک جو اللہ ورسول کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے بے شک جو اللہ ورسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ نے دنیا وآخرت میں ان پر لعنت فرمائی اور ان کے لئے تیار کر رکھا ہے ذلت دینے والا عذاب۔

یہ فرقۂ باطلہ اور طوائف، ونیچریہ وقادیانیہ وغیر مقلدین ودیوبندیہ وچکڑالویہ خذلھم اللہ تعالی اجمعین ان آیات بینات کے مصداق بالیقین اور قطعاً یقیناً کفار مرتد ہیں۔ اشرفعلی تھانوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھوی، قاسم نانوتوی اور مرزا غلام احمد قادیانی یہ وہ سرغنۂ فرقۂ باطلہ اور پیشوایان کفر ہیں جس کو عرب وعجم خصوصاً حرمین طیبین زادھما اللہ شرفا کے علمائے اہلسنّت نے بالاتفاق کافر کہا ہے ایسا کہ "من شک فی کفرہ فقد کفر" جو ان کے اقوال ملعونہ پر مطلع ہو کر کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے'' ان نصوص "اولئک ھم شر البریہ" اولئک کالانعام بل ھم اضل" "مثل کمثل الکلب ان تحمل علیہ یلھث اوتتہ یلھث" اور ان احادیث "مثل اھل البدع شر الخلق والخلیقۃ" "واھل البدع کلاب اھل النھار" کے مصداق اور ان کے مستحق ہیں، یقیناً وہ سب بدعتی اور استحقاق نار، جہنمی اور جہنم کے کتے ہیں، ان کا حکم خوارج اور روافض (شیعہ) سے سخت تر ہے، رافضیوں اور خارجیوں کی قصدی گستاخیاں صحابۂ کرام واہل بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر مقصود اور منحصر ہیں، اور طوائف مذکورین کی گستاخیوں کی اصل مطمح نظر، مرکز نگاہ اور مقصد اصلی انبیاء کرام اور خود حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

بلکہ اللہ رب العزت تقدس وتعالیٰ کی شان میں بھی گستاخیاں کیں کہ اللہ تعالیٰ کو جھوٹ پر قادر مانا، ان کے پیچھے نماز باطل محض ہے اگر ان کے عقائد پر مطلع وآگاہ ہو کر ان کو مسلمان جان کر ان کی اقتداء میں نماز پڑھی تو کفر کا حکم ہوگا ان سب کی کتابوں کا مطالعہ حرام، ہاں عالم کو بغرض رد مطالعہ جائز ہے، ان سے میل جول قطعی حرام، ان سے سلام و کلام حرام، انہیں پاس بٹھانا حرام، ان کے پاس بیٹھنا حرام، بیمار پڑیں تو ان کی عیادت حرام، مرجائیں تو مسلمان کا سا انہیں غسل وکفن دینا حرام، ان کا جنازہ اٹھانا حرام، ان پر نماز پڑھنا حرام، انہیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا حرام، ان کی قبر پر جانا حرام، ان کے لئے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کرنا اور نماز جنازہ پڑھنا کفر ہے۔

قال اللہ تعالیٰ "واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین" سورۂ انعام آیت ۶۸۔ یعنی اگر شیطان تجھے بھلادے تو یاد آنے پر ان ظالموں کے پاس نہ بیٹھ، اور فرماتا ہے "ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار" سورۂ ھود آیت ۱۱۳، یعنی میل نہ کرو ظالموں کی طرف کہ تمہیں دوزخ کی آگ چھوئے گی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "یکون فی اخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من

الاحادیث بمالم تسمعوا انتم ولا اباء کم، فایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم" یعنی آخری زمانہ میں کچھ فریبی جھوٹے پیدا ہوں گے جو تمہارے پاس ایسی باتیں لیکر آئیں گے جن کو نہ تم نے سنا ہوگا نہ تمہارے آباء وجداد نے۔

لہٰذا ان کو اپنے سے دور رکھنا اور ان سے خود دور رہنا۔ کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں، یا فتنہ میں نہ ڈال دیں (صحیح مسلم ج۱، ص۱۰) دوسری حدیث میں ہے کہ فرمایا "ولاتجالسوھم ولاتؤاکلھم ولاتشاربوھم واذا مرضوا فلاتعودوھم واذا ماتو فلاتشھدوھم ولاتصلوا علیھم ولاتصلوا معھم" یعنی نہ ان کے پاس بیٹھو، نہ ان کے ساتھ کھانا کھاؤ، نہ ان کے ساتھ پانی پیو، بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو، مرجائیں تو ان کے جنازہ پر نہ جاؤ نہ ان پر نماز پڑھو، اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو، اللہ رب العزت فرماتا ہے "ولاتصل علی احد منھم مات ابدا ولاتقم علی قبرہ" (سورۂ توبہ آیت ۸۴) یعنی ان میں کبھی کسی کے جنازہ کی نماز نہ پڑھنا، نہ اس کی قبر پر کھڑا ہونا، جو ان کے اقوال ملعونہ پر مطلع ہو کر ان سے محبت رکھے وہ انہیں کی طرح کافر و مرتد ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "ومن یتولھم منکم فانہ منھم" تم میں سے جو ان سے دوستی رکھے وہ بے شک انہیں میں سے ہے اور اس کا حشر انہیں کافروں کے ساتھ ہوگا، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: "من احب قوما حشرہ اللہ معھم" جو کسی قوم کے ساتھ محبت رکھے گا اللہ تعالیٰ اسی قوم کے ساتھ اس کا حشر کرے گا، اور فرماتے ہیں: "من ھوی الکفرۃ فھو معھم" جو کافروں کے ساتھ محبت رکھے گا وہ انہیں کے ساتھ ہوگا اور جو ان کو عالم دین یا پیرو سنت سمجھے وہ قطعاً کافر و مرتد ہے۔

شفائے امام قاضی عیاض و ذخیرۃ العقبی و بحرالرائق و مجمع الانہر و فتاویٰ بزازیہ و درمختار و غیرہا معتمدات اسفار میں ہے: من شك فی عذابہ وکفرہ فقد کفر" جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے جب ان پیشوایان کفر کو (اشرف علی تھانوی) (رشید احمد گنگوہی وغیرہما) مسلمان سمجھنا درکنار ان کے کفر میں شک کرنا موجب کفر ہے تو معاذ اللہ انہیں عالم دین یا پیرو سنت سمجھنا کس درجہ اخبث کفر ہوگا، ذالك جزاء الظلمین، تفصیل کے لئے اعلیٰ حضرت کے ان رسائل احکام وہابیت، سل السیوف کوکبہ شہابیہ، سبحان السبوح فتاویٰ الحرمین، حسام الحرمین، تمہید ایمان انباء المصطفیٰ، خالص الاعتقاد، قصیدۃ الاستمداد وغیرہ کا مطالعہ کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم مسلمانان اہلسنّت کو ان سب خبثاء کے شر سے پناہ دے اور مسلمان بھائیوں کی آنکھیں کھول دے اور دوست و دشمن کو پہچاننے کی تمیز دے ارے کس کے دوست دشمن محمد رسول اللہ ﷺ کے دوست دشمن افسوس! افسوس! افسوس کہ آدمی اپنے دوست دشمن کو پہچانے اور اپنے دشمن کے سائے سے بھاگے اس کی صورت دیکھ کر آنکھوں میں خون اترے اور محمد رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں ان کے بدگویوں، انہیں گالیاں لکھ کر شائع کرنے والوں اور ان خبیثوں کے ہم مذہبوں، ہم پیالوں سے میل جول رکھے، کیا قیامت نہیں آئے گی، کیا حشر برپا نہیں ہوگا، کیا محمد رسول اللہ ﷺ کو منہ دکھانا نہیں ہے، کیا ان کے آگے شفاعت کے لئے ہاتھ پھیلانا نہیں، مسلمانو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو رسول اللہ ﷺ سے حیا کرو اللہ ہم سب کو توبہ و استغفار کی توفیق دے۔ آمین

☆☆☆☆☆

===============

ترجمہ المعتقد المنتقد مع المعتمد المستند

پر

علماء اہل سنت کے تأثرات وتقریظات

از: محمد یونس رضا مونس اویسی (مدیر ماہنامہ ہذا)

شرع شریف کا سب سے بنیادی علم "علم عقائد" ہے اور اسلام میں اس کا سب سے عظیم واعلیٰ مرتبہ ہے اس علم میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات اور انبیاء کرام و رسلان عظام علیہم الصلاۃ والسلام کے احوال وکوائف اور قیامت اور اس کے متعلقات اور ملائکہ کرام کے احوال سے بحث کی جاتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات سے متعلق کیسا عقیدہ رکھنا ہے اللہ کی نسبت سے کون سی چیزیں واجب ہیں اور محال اور کون سی چیزیں جائز ہیں؟ یونہی انبیاء ورسل سے متعلق کیسا عقیدہ رکھنا ہے اور وہ کیا ہیں الغرض ان تمام باتوں کا اجمالی علم ہر شخص پر فرض عین ہے اس علم کو علم عقائد، علم کلام، علم توحید سے جانا پہچانا جاتا ہے۔

کچھ شرپسند عناصر نے گمراہ کن عقائد شریعت اسلامیہ کی طرف منسوب کردیئے اور اپنے باطل اعتقادیات و نظریات کی بنیاد فاسد استدلالوں پر رکھی اور طرح طرح کے فرقے نمودار ہوکر شریعت غراء کے روشن مینار کو سرنگوں کرنے میں ہمہ تن مصروف ہوگئے چنانچہ تاریخ میں بظاہر اسلام کے متعدد فرقوں کا ذکر ملتا ہے جو خود گمراہ ومرتد ہیں اور بھولے بھالے مسلمانوں کو راہ حق سے جدا کرنے میں مصروف ہیں تو باطل فرقوں کی سرکوبی کے لئے علماء اہل سنت نے حق کی تحقیق وتدقیق کو اجاگر کیا تاکہ اہل ایمان ان کے دام فریب میں نہ پھنسیں اور جو اس دلدل میں غرق ہوچکے ہیں نجات پائیں۔

گمراہ فرقوں کے رد وابطال اور بعض نئے اٹھنے والے فتنوں کی سرکوبی کے لئے ۱۲۷۰ھ میں سیف اللہ المسلول حضرت علامہ معین الحق فضل رسول سنی حنفی قادری بدایونی علیہ الرحمہ نے ایک اہم کتاب علم عقائد میں تصنیف فرمائی جس کا نام "المعتقد المنتقد" رکھا واضح رہے کہ علامہ بدایونی نے مکہ معظمہ کے ایک بزرگ کی فرمائش پر لکھی تھی جس پر زمانے کے بڑے بڑے علماء محققین نے تقریظات لکھیں اور اپنی پسندیدگی اور زمانے کی ضرورت کا اظہار فرمایا۔

پھر اس پر ۱۳۲۰ھ میں اشد ارشد علامہ وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمہ کی گزارش پر خاتم المحققین، شیخ الاسلام والمسلمین، امام اہل سنت، مجدد دین وملت نے اس پر ایک گرانقدر حاشیہ تحریر فرمایا جو "المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد" سے موسوم ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا حاشیہ اہم مباحث پر تفصیلی اور تحقیقی ہے مثلاً افعال مکلفین میں حسن وقبح عقلی یا شرعی وغیرہا اور جو علامہ بدایونی کے بعد نئے گمراہ فرقے معرض وجود میں آئے ان کا بھی کامل رد بلیغ فرمایا ہے۔

یہ دونوں کتابیں ما حن العلماء کافی اہمیت کی حامل رہی ہیں اور یہ دونوں مقبول بھی ہوئیں کہ بعض مدارس میں داخل درس کر لی گئیں لیکن علماء پر بھی یہ بات مخفی نہیں کہ کتاب نہایت ادق ہے اور اس کا حل کرنا مستقل ایک کام ہے جس کا اظہار المعتقد المنتقد مع المعتمد المستند کے ترجمہ کے مقدمہ میں فاضل جلیل، عالم نبیل، حضرت علامہ قاضی محمد شہید عالم رضوی مدظلہ العالی نے بایں طور کیا۔

الحمد للہ یہ دونوں کتابیں بعض مدارس میں داخل درس ہیں اور باقاعدہ تعلیم دی جارہی ہے لیکن بعض مدارس اہلسنّت میں اب بھی داخل درس نہیں ہیں ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ ایک تو علم کلام میں فلسفیانہ مباحث داخل ہو جانے کی وجہ سے یہ فن دیگر فنون کے مقابلہ میں ادق اور مشکل سمجھا جاتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان دونوں کتابوں کے ادق مباحث کے حل کے لئے اب تک کوئی عام فہم حاشیہ یا شرح نہیں لکھی گئی جس میں تمام عبارتوں کی تشریح اور مشکل الفاظ وتراکیب کی تنقیح اور تحلیل کی گئی ہو۔

سطور بالا سے ظاہر ہے کہ کتاب کے سخت ہونے کی وجہ سے علماء بھی اسے ہاتھ نہیں لگاتے تھے فی زمانا عقائد کی تبلیغ لازم وضروری ہے کہ ہر ایک شخص عقائد اسلام سے واقف ہو سکے اور ایمان کے لٹیروں، نت نئے فرقوں سے اپنے ایمان کو بچا سکے۔ لہٰذا ان ہی چند وجوہات کے پیش نظر حضرت مفتی محمد شعیب رضا صاحب نے سراج السالکین، تاج العارفین استاذ نا ومولانا وملجانا قاضی القضاۃ فی الہند، تاج الشریعہ، فقیہ اعظم، حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا دام ظلہ العالی کے بارگاہ میں یہ عرضی رکھی کہ ''المعتقد مع المعتمد'' کا اردو ترجمہ ہو جاتا تو علماء اور عوام الناس جنہیں لکھنے پڑھنے سے شغف ہے ان کے لئے علم عقائد میں ایک خزانہ ہاتھ آتا اور وہ اپنے ایمان کی حفاظت کرتے اور علماء حفاظت کے ساتھ اس کی تبلیغ بھی فرماتے۔ سیدی واستاذی حضور تاج الشریعہ مدظلہ نے رضا مندی کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ کتاب ساتھ میں رکھ لی جائے کہیں موقع لگے گا تو اس کا ترجمہ شروع کروادوں گا۔

۱۴۲۴ھ میں حضور تاج الشریعہ مدظلہ تبلیغ وارشاد کے لئے ''لنکا'' روانہ ہوئے ساتھ میں میرے کرم فرما مخدوم گرامی محبوب العلماء والمشائخ، شہزادۂ تاج الشریعہ حضرت مولانا محمد عسجد رضا قادری مدظلہ ناظم اعلیٰ جامعۃ الرضا بریلی شریف اور سیاح ایشیاء ویورپ حضرت مولانا محمد شعیب رضا صاحب سربراہ اعلیٰ اسلامی مرکز دہلی تھے۔ کتاب ساتھ میں تھی وہیں ۲۷/جمادی الآخر ۱۴۲۴ھ مطابق ۲۳/اگست ۲۰۰۳ء بروز ہفتہ بعد نماز مغرب اس کے ترجمہ کا آغاز کردیا گیا۔

یہاں ایک بات واضح کردوں کہ حضور تاج الشریعہ کی شخصیت مرجع خلائق ہے آپ کے خلفاء ومریدین ومتوسلین کی تعداد کثیر ہیں اور مسائل بھی۔ لہٰذا اتنی مصروفیت کے باوجود درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کے لئے وقت نکالنا کرامت سے کم نہیں اس پر حال یہ کہ حضور کی طبیعت علیل رہتی ہے مگر دینی کاموں کے لئے کمربستہ رہتے ہیں بلکہ ''بخاری شریف'' کے درس کے دوران طبیعت علیل ہو جاتی اور ہم لوگ خود چاہتے تھے کہ آج درس موقوف کردیا جائے مگر حضرت درس کے لئے بلوا لیتے اور ہم سے عبارت حدیث سن کر مفصل ومدلل درس دیتے تھے۔ اور فرماتے کہ حدیث شریف کی برکت سے انشاء اللہ طبیعت ٹھیک ہو جائے گی کہ پڑھتا ہوں تو طبیعت میں کافی فرحت وانبساط محسوس کرتا ہوں اور کیوں نہ ہو ایک اللہ والے کو یہ احساس ہونا ہی چاہئے۔

حضرت کے درس میں حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کے درس کی جھلک ہے مادۂ افہام وتفہیم نہایت عمدہ آپ کی تحریر میں اعلیٰ حضرت کی تحریر کا اثر نمایاں ہے کہ جس موضوع پر قلم اٹھا

تحقیق کے نہایت درجہ تک پہنچا۔ آپ کی شخصیت ہر نوع سے کامل و اکمل اور ہر اعتبار سے قابل تقلید ہے آپ علم و حکمت، شریعت و طریقت، حقیقت و معرفت، اخلاق و عادات، سیرت وصورت کے سمندر ہیں آپ کے روز وشب کے معمولات، چال و حال، اقوال و افعال سنت مصطفیٰ کی عملی تصویر ہے۔ آپ کا سب سے زیادہ محبوب مشغلہ کتابوں میں مصروف رہنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اتنی کثیر مصروفیات کے باوجود آپ کی تحقیقی تصانیف منظر عام پر آرہی ہیں جس پر عرب وعجم کے علماء تقاریظ وتأثرات پیش کرتے "فضیلۃ الامام الہمام" وغیرہا القاب سے یاد کرتے اور لکھتے ہیں جس سے آپ کے علمی معیار کی بلندی کا اندازہ نکھرتا ہے۔

آج کل حضور کے تصانیف وتراجم اس طرح معرض وجود میں آتے ہیں کہ تلامذہ تاج الشریعہ میں سے کوئی بھی قلم وکاپی لیکر بیٹھ جاتا ہے حضرت بولتے جاتے ہیں اور کاتب لکھتا چلا جاتا ہے یا عبارتیں پڑھ کر سنادی جاتی ہیں اور آپ ترجمہ بولتے چلے جاتے ہیں جیسے فقیر جب "بخاری شریف" کا درس لے رہا تھا اس دوران خواہش ظاہر کی کہ حضرت کہیں کہیں حدیث کا مطلب نہیں کھلتا اور اکثر جگہ بخاری کے محشی نے علماء اہل سنت کے موقف کے خلاف مسائل لکھے ہیں اگر اس کی نشاندہی ہوجاتی یا اس پر کچھ لکھوادیتے تو بڑی مہربانی ہوتی اسی دن سے حضرت نے کسی کسی مقام پر خود اپنے دست سے حاشیہ لکھا اور باقی حواشی اس فقیر نے لکھے (اگر میں موجود نہ ہوتا تو کسی دوسرے سے لکھواتے مگر دوران درس کام موقوف نہ رہتا) اس کا عالم یہ ہوتا کہ حضرت بولتے جاتے اور میں لکھتا جاتا حضرت اتنی سرعت کے ساتھ بولتے تھے کہ جلدی جلدی لکھنے میں کوئی لفظ بھی چھوٹ جاتا تھا جبکہ الحمد للہ بزرگوں کی دعاؤں سے فقیر سریع القلم ہے۔

اس کے علاوہ بھی کئی کتابوں میں املاء کا شرف حاصل رہا "المعتقد المنتقد" اور المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد کا ترجمہ بھی اسی طرح معرض وجود میں آیا ہم اہل سنت حضرت مفتی شعیب رضا صاحب کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے حضرت مدظلہ کو اس پر آمادہ کیا اور خود املا کیا۔ کبھی کبھی جب مفتی صاحب نہیں ہوتے تو فقیر یا کوئی شخص ترجمہ کا املاء کرتا بہر حال حضرت کی لگن نے تھوڑے ہی دنوں میں ترجمہ مکمل کردیا ترجمہ کی تکمیل کے بعد تصحیح اور کمپوزنگ کے مراحل میں غیر معمولی تاخیر ہوئی، خیر کتاب منظر عام پر آگئی اور ۱۴۲۸ھ میں عرس امام احمد رضا کے موقع پر "جامعۃ الرضا" کے اسٹیج پر حضرت محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ نے تصانیف وتراجم اور حضور تاج الشریعہ کی شخصیت پر پرزور و پر مغز تقریر فرمائی اور وہیں رسم اجراء عمل میں آیا۔ بڑے بڑے علماء و مدارس کو کتاب تحفۃً بھی دی گئیں۔ علماء نے کس طرح اس ترجمہ کو قدر کی نگاہوں سے دیکھا اس کا اندازہ مندرجہ ذیل تأثرات سے کماحقہٗ معلوم ہوسکے گا، ملاحظہ فرمائیں:

صدر العلماء حضرت علامہ محمد تحسین رضا قادری رضوی محدث بریلوی

حضرت علامہ فضل رسول صاحب بدایونی علیہ الرحمۃ والرضوان کی تصنیف لطیف "المعتقد المنتقد"، علم عقائد میں معرکۃ الآرا تصنیف ہے، جس پر مجدد دین وملت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا حاشیہ "المعتمد المستند" ہے دونوں ہی بے مثل کتابیں ہیں، مگر چونکہ عربی میں ہیں، لہٰذا اس سے استفادہ صرف علماء ہی کو ہوسکتا تھا، لیکن ضرورت تھی کہ ان دونوں کتابوں کو عام فہم اردو میں ترجمہ کیا جائے تا کہ علماء کے علاوہ باشعور عوام بھی اس سے مستفید ہوسکیں۔

الحمد للہ کہ حضرت علامہ ازہری میاں سلمہٗ نے باوجود گوناگوں مصروفیات اور علالت طبع اس کا ترجمہ فرمایا، تاکہ اس کا فائدہ عام ہوجائے۔ اس کا بالاستیعاب مطالعہ تو میں نہ کرسکا مگر جستہ جستہ جو مقامات میں نے دیکھے اس سے بڑی

خوشی ہوئی کہ بہت سلیس اور بامحاورہ ترجمہ کیا ہے، لیکن چونکہ حضرت نے ترجمہ ضعف بصر کے باعث خود تحریر نہ فرمایا بلکہ املا کیا ہے۔ اور وہ بھی مختلف نشستوں اور مختلف مقامات پر کیا گیا ہے۔ لہٰذا تحریر کرنے والوں سے جو غلطی ہوئی اس کی تصحیح کے لئے مولانا شہید عالم صاحب کو یہ کتاب دی گئی۔ انہوں نے تدریس وغیرہ سے فرصت پا کر اس پر نظر ثانی کی، جیسا کہ وہ فرماتے ہیں (ایک تو حضرت کی نگاہ کمزور اور دوسری بات یہ ہے کہ کتاب کا خط نہایت باریک حضرت کے لئے دیکھ کر ترجمہ کرنا مشکل امر تھا۔ لہٰذا عالیجناب حضرت مولانا شعیب عالم صاحب عبارت پڑھتے جاتے اور تاج الشریعہ فی البدیہ ترجمہ بولتے جاتے اور مولانا شعیب صاحب صفحۂ قرطاس پر تحریر کرتے جاتے جب موقع میسر ہوتا تو ترجمہ کا کام جاری وساری رہتا حتی کہ ٹرین وپلین پر بھی یہ کام موقوف نہ ہوا) مولانا شعیب صاحب کے جانے کے بعد بھی ترجمے کا کام جاری رہا اور بعض طلبہ ان کی جگہ پر کام انجام دیتے رہے، اور اس کی اشاعت بھی بہت جلدی میں ہوئی، جس کی وجہ سے کتابت کی غلطیاں بہت جگہ رہ گئیں، اس لئے مزید تصحیح کی ضرورت باقی معلوم ہوتی ہے حضرت ازہری میاں سلمہ نے بعض جگہ ادق اور اہم مسائل کی تشریح حاشیہ پر کی ہے، جس سے کتاب کی افادیت میں مزید اضافہ ہوا ہے مولائے کریم ان کو جزاء خیر عطا فرمائے اور ان کا سایہ دراز فرمائے۔ آمین

تحسین رضا غفرلہٗ

جامعۃ الرضا بریلی شریف۔ ۲۲/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ

حضرت علامہ مولانا محمد اشرف آصف جلالی مدظلہ (پاکستان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

والصلاۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم

مجدد دین وملت، امام اہلسنت حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان میں علم وحکمت کی میراث بٹتی آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ عزوجل نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل بہت سے علمی خانوادوں کی نسبت خانوادۂ رضا کو ایک امتیازی شان عطا فرمائی ہے۔

چنانچہ آج بھی اس خاندان کے علمی کمال کا ایک جہان کو اعتراف ہے بالخصوص۔ جامع معقول ومنقول، ماہر فروع واصول، صاحب تحقیق وتدقیق منبع رشد وہدایت، امام العصر شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد اختر رضا خاں قادری حفظہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت علوم ومعارف رضا کے لئے ایک آئینہ کی حیثیت رکھتی ہے اور علم وعمل کے لحاظ سے معیار گردانی جاتی ہے۔ آپ کو متعدد زبانوں پر دسترس حاصل ہے۔ اس لئے آپ کی تبلیغی کاوشوں پر بڑے دور رس نتائج وفوائد مرتب ہوئے ہیں۔

آپ کا حلقۂ ارادت بھی بڑا وسیع ہے اور ارادت مندوں کی تربیت کا بھی آپ خصوصی اہتمام فرماتے ہیں۔ ایسی بہت سی اور متنوع مصروفیات کے باوجود آپ نے تصنیف وتالیف کے میدان میں واضح کردار ادا کیا ہے۔ اس وقت متعدد تصانیف زیور طباعت سے آراستہ ہو کر جہانِ تحقیق میں اپنا لوہا منوا چکی ہیں۔ زیر نظر کتاب "المعتقد المنتقد" اور اس کے حاشیہ "المعتمد المستند" کا ترجمہ ہے۔ متن اور حاشیہ دونوں ہی تحقیقات کے جواہر سے مرصع ہیں۔ اس کتاب کی عبارات کے مفاہیم ومطالب کو ترجمہ کرتے ہوئے اردو قالب میں ڈھالنا کسی عام انسان کے بس میں نہیں تھا۔

یہ حضرت تاج الشریعہ کا کمال ہے کہ آپ نے محض عبارات کا ترجمہ ہی نہیں کیا بلکہ ایک محرم راز کی حیثیت سے مضامین کی ترجمانی بھی کی ہے۔ آپ نے محض الفاظ کا لفظی لغوی تقاضا ہی پورا نہیں کیا بلکہ عبارات کے منشاء اور مدلول کو بھرپور انداز سے اجاگر کیا ہے۔ بندۂ ناچیز نے عربی کتاب

اورحضرت تاج الشریعہ زید مجدہ کا ترجمہ آمنے سامنے رکھ کر تقابلی جائزہ لیا ہے۔ کئی مقامات پر مجھے محسوس ہوا کہ ترجمہ صرف ترجمہ ہی نہیں بلکہ مترجم کے تبحر علمی نے اسے ترجمہ ہونے کے باوجود مفید شرح بنادیا ہے۔ یہ ترجمہ شستہ زباں اور شائستہ انداز بیاں کا حامل ہے۔ حشو و زوائد سے پاک ہے اور مشکلات متن کے لئے جامع حل ہے۔

میری دعا ہے اللہ تعالیٰ حضرت تاج الشریعہ کا سایہ تادیر عالم اسلام پہ سلامت رکھے۔ آمین

محمد اشرف آصف جلالی

پرنسپل جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام مومن پورہ روڈ داروغہ والا لاہور وبانی ادارہ صراط مستقیم پاکستان

۱۱ر جمادی الاولی ۱۴۲۸ھ/ ۲۹ مئی ۲۰۰۷ء

حضرت علامہ ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی برکاتی رضوی نوری مدظلہ العالی (بھاول پور۔ پاکستان)

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدهٗ ونصلي علىٰ رسولهِ الكريم

فقیر کو الحاج غلام اویس قرنی قادری رضوی زید مجدہ نے کتاب مستطاب "المعتقد المنتقد" مصنفہ حضرت علامہ شاہ فضل رسول قادری بدایونی قدس سرہ مع "المعتمد المستند" مصنفہ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان قدس سرہٗ جس کا ترجمہ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ الحاج مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری صاحب مدظلہ العالی نے فرمایا ہے، بھجوائی۔ فقیر نے سعادت سمجھ کر کتاب مذکور کا مطالعہ کیا اس سے فقیر علمی طور پر خوب مستفید ہوا۔ فقیر یقین اور نہایت وثوق سے عرض کرتا ہے کہ عوام کے لئے تو عقائد کے معاملات میں بلا شبہ یہ ترجمہ شریف رہبر و ہادی ہے لیکن علمائے کرام کے لئے بھی بہترین دستاویز ہے۔ اس ترجمہ شریف کو مکمل طور پر سمجھنے کے بعد عقائد کے بارے میں مطولات کی ورق گردانی نہیں کرنے پڑے گی۔ گویا یہ ترجمہ کتب عقائد کا خلاصہ ہے۔ دعا ہے کہ مصنفین رحمہما اللہ تعالیٰ اور مترجم مدظلہ العالی کی کتاب وترجمہ کے فیوض و برکات جملہ اہلسنّت کے لئے مشعلِ راہ ہوں۔ آمین۔

بجاه حبيبه سيد المرسلين صلى الله عليه وآلهٖ واصحابهٖ اجمعين۔

مدینے کا بھکاری الفقیر القادری

ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی برکاتی رضوی نوری غفرلہٗ

بہاول پور، (پاکستان) ۲ر ربیع الآخر شریف ۱۴۲۸ھ

حضرت علامہ مفتی محمد شریف رضوی صاحب مدظلہ العالی (بکھر، پاکستان)

بسم الله الرحمن الرحيم

فقیر نے حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں صاحب قبلہ کا ایک علمی شاہکار المعتقد، المعتمد کا اردو ترجمہ چیدہ چیدہ مقامات سے دیکھا عوام اور علماء کے لئے اسے بہت مفید پایا ایسا علمی کام کرنا ایسے ہی علمی خاندان کو زیبا ہے۔ فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا محمد اجمل رضا قادری صاحب کے ارشاد پر یہ چند جملے لکھ رہا ہوں تاکہ میرا نام بھی اسلام کے خدام میں آجائے اللہ تعالیٰ کی پاک بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ حضرت تاج الشریعہ کے علم وعمل میں مزید برکت عطا فرمائے اور انکا سایہ اہلسنّت پر دراز فرمائے (آمین)

فقیر محمد شریف رضوی غفرلہ

(بکھر) ۱۳ر ربیع الاول ۱۴۲۸ھ۔ (حال وارد گوجرانوالہ)

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ ابو النصر منظور احمد شاہ صاحب بانی و شیخ الحدیث جامعہ فریدیہ (ساہیوال) خلیفہ حضور قطب مدینہ

علیہ الرحمہ

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج مورخہ ۱۸/اپریل ۲۰۰۷ء کو حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اختر رضا خاں صاحب کے قلم سے لکھا گیا ترجمہ نظر فقیر سے گزرا چند صفحات کو چیدہ چیدہ مقامات سے پڑھا جو کہ عوام وخواص کے لئے بے حد مفید پایا حضرت علامہ اختر رضا خاں صاحب خاندان اعلیٰ حضرت کے فاضل محقق ہیں، جن کے فیضان سے ایک زمانہ مستفید و مستفیض ہو رہا ہے اب اہلسنّت کا یہ فریضہ ہے کہ وہ اس کتاب کا مطالعہ کر کے اسے دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کریں۔

ابوالنصر منظور احمد

خادم الحدیث (جامعہ فریدیہ ساہیوال)

مرید حضور حجۃ الاسلام (شہزادۂ اعلیٰ حضرت) تلمیذ محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی محمد عبد اللطیف قادری صاحب جگنہ۔ ضلع گوجرانوالہ

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین

اما بعد فاعوذ باللہ من الشطن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فقیر نے کتاب مستطاب المعتقد کا اردو ترجمہ کہیں کہیں سے ملاحظہ کیا الحمد للہ جانشین مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ حضرت العلام المفتی محمد اختر رضا خاں قادری مدظلہ العالی نے بڑی عرق ریزی سے یہ ترجمہ فرمایا ہے۔

اس کتاب کو پڑھنے کے بعد یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے اعلیٰ حضرت نے اس کتاب کو اردو ہی میں تحریر فرمایا ہے۔ یقیناً ایسی کتاب کے لئے ایسے ہی مترجم کی ضرورت تھی۔

ایسی شمع پہ ایسا ہی پروانہ چاہئے

یقیناً حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی ہر حوالے سے اپنے آباء واجداد کے سچے جانشین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ اہلسنّت پر دراز فرمائے۔

فقیر ابو سعید عبد الطیف قادری

۹/ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ

حضرت علامہ مفتی محمد ایوب عالم رضوی صاحب قبلہ استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام (بریلی شریف)

۸۶/۹۲ء

فقیہ اعظم جانشین سرکار مفتی اعظم حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ الحاج مفتی محمد اختر رضا خاں صاحب قادری مدظلہ العالی نے "المعتقد المنتقد ،المعتمد المستند" کا جو ترجمہ فرمایا ہے۔ فقیر ہیچمنداں کو جستہ جستہ مقامات سے دیکھنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ فقیر بے شعور کے قلم میں یہ تاب کہاں کہ اس ترجمہ کی بابت کچھ تحریر کر سکے۔

ماشاءاللہ اپنے مقصد کی ادائے گی میں کافی ووافی پایا یہ ترجمہ مدرسین اور طلبہ کے لئے نہایت ہی مفید ثابت ہوگا۔ امید کہ اس کے ذریعہ بندگان خدا کو ہدایت ملے گی اور شکوک و اوہام کی وادیوں میں بھٹکنے والوں کو ایمان و ایقان کی روشنی حاصل ہوگی۔ مولیٰ تعالیٰ شرف قبولیت سے نوازے (آمین)

عبدہ المذنب محمد ایوب عالم الرضوی غفرلہ القوی

مدرس جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

۳۰/ربیع الآخر ۱۴۲۸ھ

نوٹ: قارئین حضرات علماء اہل سنت کے تأثرات کثیر تعداد میں ہیں انشاء اللہ یکے بادیگرے آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔

☆.........☆.........☆

منقبت درشان: نبیرۂ اعلیٰ حضرت

حضور مُفسّر اعظم ہند جیلانی میاں علیہ الرّحمة والرضوان

(یہ دونوں منقبتیں حضور مفسّر اعظم ہند کے وصال کے موقع پر
جانشین محبیٔ الحاج حافظ محمد حمید الرحمٰن صاحب قادری نے تحریر فرمائی تھیں)

متوطن پوکھریرا شریف سیتامڑھی بہار

تاجدار اہلسنّت شاہ جیلانی میاں	یادگار اعلیٰ حضرت شاہ جیلانی میاں
اے مفسر اے مجاہد اے مناظر اے امام	رو رہا ہے سارا عالم شاہ جیلانی میاں
ہیبت فاروق رُخ پر اور جلال قادری	ہے کہاں وہ نوری صورت شاہ جیلانی میاں
اے مرے حامی و والی اے مرے مشکل کشا	کون لے گا اب خبر اے شاہ جیلانی میاں
سرپرستی کون میری اب کرے گا اے حضور	کر لیا جب مجھ سے پردہ شاہ جیلانی میاں
میری آنکھوں سے ہیں پوشیدہ مگر زندہ ہیں آپ	کہہ رہا ہے صاف قرآں شاہ جیلانی میاں
اب حمیدؔ قادری پوکھریروی تیرا غلام	کس طرح زندہ رہے اے شاہ جیلانی میاں

منقبت شریف

حضرت حامد رضا کے پیارے سجادہ نشیں	جنت الفردوس میں وہ ہو گئے گوشہ نشیں
صورت حامد رضا اور سیرت احمد رضا	میرے مرشد میرے آقا زیب سجادہ نشیں
آہ تیرے غم میں کیسے جی سکوں گا پیرما	کیوں سفر جلدی کیا اے مرے مولیٰ مہہ جبیں
ڈھونڈھتی پھرتی ہیں نظریں چاند سی صورت تری	ہوگیا اندھیرا عالم تیرے غم میں ہم نشیں
صبح کا عالم صفر کی گیارہ شنبہ کا ہے دن	سن پچاسی ہجری میں تم ہوگئے جنت نشیں
جب خبر رحلت کی تیرے تھی سنی نیپال میں	ہوگیا بے خود حمیدؔ قادری خستہ حزیں

عرس حامدی کی سرگذشت ====ادارہ

سرزمین بریلی کی مشہور شخصیت نازش اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام، جمال الاولیا، حضرت علامہ شاہ حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کا ۶۶ رواں ''عرس حامدی'' نہایت ہی تزک و احتشام کے ساتھ منایا گیا۔

آپ زبردست علم وفضل کے مالک تھے، اور تقویٰ وفتویٰ میں اپنی مثال آپ رکھتے تھے حسن صورت سیرت دلنشیں تھا کہ اغیار کو اسلام کی دعوت پیش کرتا اور وہ ایمان کی دولت سے سرفراز ہوتے۔ اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت شیخ الاسلام والمسلمین، امام العلماء شاہ احمد رضا خاں قادری برکاتی قدس سرہٗ کے جانشین اور ان کے شہزادۂ اکبر۔ آپ ،امین المسلمین حجۃ الاسلام، جمال الاولیاء، اور بڑے مولانا صاحب سے مشہور و معروف ہیں، آپ کے خلفاء وتلامذہ کی کثیر تعداد میں جنوں کے ہندو بیرون ہند میں پرتو حجۃ الاسلام بن کر خدمات انجام دیں اور دے رہے ہیں اور مشن اعلیٰ حضرت کے سچے نقیب ہیں۔ آپ کی شخصیت کے معیار بلندی کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ آپ کو اپنے قائم مقام مقرر کر کے تبلیغ اسلام کے لئے روانہ فرماتے اور آپ کے تلامذہ کو اپنی سندات عطا فرماتے تھے۔ آپ کے عرس کے موقع سے ۱۷ر جمادی الاولیٰ بروز اتوار کو خانقاہ رضویہ اور جامعۃ الرضا میں بعد نماز فجر قرآن خوانی وفاتحہ کا اہتمام کیا گیا بعد نماز مغرب ''لنگر حامدی'' جاری رہا بعد نماز عشاء جدید ازہری مہمان خانہ کے دیدہ زیب ہال میں محفل کا آغاز کلام ربانی سے کیا گیا بعدہٗ جامعۃ الرضا کے ذی شعور، ذی ہوش طلبہ نے نعت ومنقبت اور تقاریر سے سامعین کے دل کو جیتا اس طرح پروگرام آگے بڑھتا رہا پھر ۱۰ر بجے رات حجۃ الاسلام کے پوتے، پرتو حجۃ الاسلام، قاضی القضاۃ فی الہند، تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خاں قادری ازہری مدظلہ النورانی، شہزادۂ تاج الشریعہ حضرت علامہ عسجد رضا صاحب قبلہ رونق محفل ہوگئے، اسٹیج علماء کرام سے پر تھا اعلیٰ حضرت کے شہزادۂ اکبر حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کی شخصیت وحیات وخدمات پر مولانا محمد افضال صاحب رضوی اور جامعۃ الرضا کے اساتذہ کرام وغیرہما نے تقاریر ومناقب پیش کئے پھر حضرت تاج الشریعہ کی بارگاہ میں حضرت مفتی شعیب رضا صاحب نے درخواست کی کہ حضور کچھ ناصحانہ کلمات بموقع عرس حجۃ الاسلام ہم علماء وعوام کو کردیں۔

پھر حضرت تاج الشریعہ نے خطبہ کے بعد حضرت حجۃ الاسلام کی شخصیت اور ان کے علمی کمالات اور اہل سنن کے لئے ان کی خدمات کا ذکر فرمایا اور اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ عرس منانے کا اصل فائدہ یہ ہے کہ ہم اور آپ ان حق بزرگان دین کے اصول پر قائم رہیں اور ان کے وسیلہ سے اپنا رشتہ رسول اللہ ﷺ اور اللہ تعالیٰ سے جوڑے رکھیں یہی اس عرس کا پیغام ہے۔ پھر باطل فرقوں اور خود اہل سنن کے بددیانت علماء کی آزادانہ روش کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ ان کی آزادانہ اور بے باکانہ تقلید سے احتراز کریں اور آخر میں فرمایا کہ روحانی اور اسلامی رشتہ ہی رشتہ ہے اور جو حضرات اعلیٰ حضرت کے مشن اور ان کے مسلک پر قائم ہیں حقیقت میں وہی رضا والے ہیں اور انہیں ہی رضا کی نسبت حاصل ہے اور پھر زور دے کر بالخصوص فرمایا کہ میرا یا میرے خاندان کا رشتہ اعلیٰ حضرت سے خونی ہے حجۃ الاسلام ومفتی اعظم سے خونی نسبت ہے لیکن اگر میں یا میرے خاندان کا کوئی بھی فرد (اللہ نہ کرے) مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف ہو تو تم مجھے اور میرے خاندان والے کو چھوڑ دینا کہ وہ اب اعلیٰ حضرت والے نہیں ہیں اور تمہاری نسبت اعلیٰ حضرت سے ہے۔ لہٰذا جو ان بزرگان دین کی روش پر قائم ہیں وہی رضا والے ہیں کہ خون کی نسبت روحانی واسلامی نسبت کے آگے بے معنی ہے۔ پھر عرب مہمان حضرت علامہ سید عمر بن سلیم مہدی الدباغ امام، امام اعظم مسجد محلہ اعظمیہ بغداد شریف عراق نے قل شریف ۱۰ر بجکر ۳۸ رمنٹ پر پڑھا بعدہٗ صلاۃ وسلام پر محفل اختتام پذیر ہوئی اس کے بعد حاضرین کثیر تعداد میں داخل سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ ہوئے۔

☆☆☆

اسلام کا تصور ریاست

﴿قسط چہارم﴾

از: ڈاکٹر محمد ہارون صاحب کیمبرج، برطانیہ

(.........بقیہ) ایک بہت ہی عام چیز حکومت کی طرف سے سیاسی پارٹیوں کی تخلیق تھی جو کہ سیاستدانوں سے بھری ہوتی تھی جو تقرری یا پھر منتخب ہوجانے کی صورت میں محفوظ ہوتے تھے۔

بلاشبہ دوسرے فرقے اس ظالمانہ ماحول میں بہت خوش رہتے ہیں کیوں کہ یہ قدیم اسلام کے لئے مہلک ہے اور مسلم دنیا کی نئی ریاستوں کے ظالم فرمانرواؤں میں بے حد مقبول۔ جب مغربی ریاست مسلم دنیا میں متعارف کرائی گئی تو فرض کرلیا گیا۔ نئی ریاستوں کی تمام آبادی مساوی حقوق کی حامل بن جائے گی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ مسلم اور غیر مسلم کی پرانی تفریق زیادہ دیر نہیں چلے گی، مسلمانوں کی طرح یہودی اور عیسائی بھی نئی ریاستوں کے مساوی شہری ہوں گے خاص طور پر یہ چیز کہ مسلم علاقوں میں یہودیوں اور عیسائیوں وغیرہ کے ساتھ مساوی سلوک کیا جائے مسلم حکومتوں پر مغربی دباؤ کا نتیجہ تھی۔

اکثر اوقات مغربی حکومتوں کے سفیر غیر مسلموں کو خصوصی مراعات دلانے کے لئے مداخلت کرتے رہتے۔ اس بات نے بلاشبہ مسلمانوں کو غیر مسلموں سے نفرت کرنے پر مجبور کیا جو کہ مسلمانوں کے مراعات یافتہ دشمن سمجھے جاتے تھے لیکن اس سے بھی اہم امر یہ ہے کہ اس نے ملت کی حیثیت کا خاتمہ کردیا اب تمام مذہبی گروہوں کو اس بات کا خطرہ لاحق ہوگیا کہ انہیں ایک ہی ریاست میں ایک ہی حکمراں کے ماتحت ایک ہی قانون کی حکمرانی میں رہنا ہے۔

ملت سسٹم میں یہ کوئی مسئلہ نہیں تھا کہ حکمراں کون ہے کیوں کہ حکمراں عیسائی اور یہودی ملت کے نجی معاملات میں مداخلت نہیں کرسکتا تھا۔ ریاستی نظام میں اگر حکمراں مسلمان ہے تو دوسرے مذہبی گروہوں کو اس بات کا خوف محسوس ہوتا ہے کہ حکومت کی باگ ڈور مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے لہٰذا وہ ان کے مخالف بن جائیں گے وہاں پہلے ہی نفرت موجود تھی جسے غیر مسلموں کے لئے مغرب کی امداد سے مہمیز کردیا۔

نتیجہ ایک زوردار دھماکہ تھا۔ مسلم دنیا میں اس وقت سے لے کر اب تک مختلف فرقوں اور مذہبوں کے ارکان میں خوفناک تصادم ہوتا آرہا ہے۔ اس کا سبب جدید ریاست پر قبضہ جمائیں اس طرح سے بلقان میں یونان، رومانیہ، بلغاریہ اور سربیا کی ریاستیں بنائی گئیں۔

بیسویں صدی کے آخر میں جو تصادم ہوا وہ بالکل ایسی ہی صورتحال کا ثمر ہے۔ لبنان میں ۱۸۵۰ء کی خانہ جنگی اسی کا نتیجہ تھی۔ لبنان کے عیسائیوں کی حفاظت کے لئے مغرب نے مداخلت کی اور وہی ملت سسٹم پھر نافذ کیا۔ آخر کار جب لبنان اپنے بل بوتے پر ایک آزاد ریاست بن گیا تو ملت سسٹم پھر توڑ دیا گیا جس کے بعد ۱۹۷۵ء کی خانہ جنگی شروع ہوگئی۔

جدید ریاست کا ایک اور بھیانک نتیجہ قومیت پسند نظریات کا قبول کیا جانا تھا۔ ملتوں نے خود کو ایک قوم کے طور پر دیکھنا شروع کردیا۔ مختلف مذہبی گروہ ریاست پر قبضہ حاصل کرنے کے لئے لڑنے لگے مذہبی گروہ کے ہر رکن نے اپنے گروہ کی طاقت میں اضافہ کرنا شروع کردیا۔ مثال کے

طور پر لبنان میں عیسائیوں کے لئے پارلیمنٹ کی نشستوں کا فیصلہ آبادی میں ان کے تعداد کے حوالے سے کیا گیا۔

اس طرح مسلم دنیا کی پوری آبادی براہ راست جنگ میں جھونک دی گئی۔ ہر وہ شخص جو غلط مذہب کا پیرو کار ہے اس کا قتل واجب ہے لہٰذا مسلم دنیا میں نسل کشی کے آثار دیکھے جانے لگے پہلی جنگ عظیم میں آرمینیائی افراد کا قتل عام کیا گیا۔ جب ہندوستان ایک آزاد قوم کی ریاست بنا تو مسلمانوں کی نسل کشی کی گئی جو قیام پاکستان کے لئے جدو جہد کر کے ہی بچ پاتے۔ آج کل نسل کشی کی مشق بوسنیا او رکشمیر میں جاری ہے۔

جونہی ریاست کی گرفت مضبوط ہوئی مسلمان آپس میں دست و گریباں ہوگئے کیوں کہ اتاترک نے ترکی کی بنیاد ترک قومیت پر رکھی (ایک ایسا نظریہ جسے مغربی دانشوروں نے ایجاد کیا)۔ کرد اگر چہ مسلمان تھے لیکن انہیں ترکی میں خوش آمدید نہیں کہا گیا۔ عراق کی بنیاد ریاستی نظریئے کے طور پر عرب قومیت پر ہے لہٰذا کردوں کے دیہاتوں پر زہریلی گیس سے بمباری کی گئی۔ سعودی عرب میں سعودی خاندان نے شیعوں کو ایک مظلوم اقلیت بنا دیا۔ شام الاویسی اور بنیاد پرستوں کے درمیان ایک خونی میدان جنگ بن چکا ہے۔ ہمیں یہ ہرگز نہیں بھولنا چاہئے کہ اسرائیل کی بنیاد بطور یہودی ریاست رکھی گئی اور بہت سارے عرب یہودی بھاگ کر وہاں چلے گئے۔ اس لئے کہ مسلم دنیا میں اب یہودیوں کے لئے کوئی گنجائش نہیں تھی حالانکہ اللہ واحد کی حاکمیت میں یہ خوشی خوشی ہوتا آیا تھا۔

ہمیں دوبارہ کہنا پڑے گا کہ جدید ریاست ہی اس صورتحال کا سبب ہے۔ جدید ریاست سے پہلے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ حکمراں کا مذہب کیا ہے۔ آج کی ریاست کے لئے یہ زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ سینکڑوں سالوں سے اقلیتوں کے انداز و اطوار اسلام کے لئے کوئی مسئلہ نہیں تھے۔ اب یہ چیز مکمل طور پر ختم ہو چکی ہے۔ اب دنیا میں نسلی اور مذہبی کشمکش اتنی بری صورت اختیار کر گئی ہے جتنی مسلم دنیا میں مسلم دنیا میں۔ ریاست ہر کام میں ٹانگ اڑاتی ہے۔ اتاترک نے ترکوں کو بتایا کہ وہ کس قسم کے کپڑے پہن سکتے ہیں۔ بلاشبہ ریاست کبھی خواتین کے امور میں مداخلت سے باز نہیں رہی۔ ریاست نے کبھی عوام سے یہ نہیں پوچھا کہ وہ کیا سوچتے ہیں۔ لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ وہ احمقانہ قسم کے کپڑے پہنیں اور احمقانہ انداز میں شادیاں کریں۔

عورت کی زندگی اور اس کے حجاب کے موضوع پر پائی جانے والی تلخی جو تصادم کی صورت اختیار کر رہی ہے، کا سبب ریاست کی ان پہلوؤں میں مداخلت ہے۔ ریاست تعلیم میں بھی مداخلت کرتی ہے۔ کوئی بھی استاد یا پروفیسر منہ کھولنے کی جسارت نہیں کرتا جس کا نتیجہ ہولناک تعلیمی نظام ہے۔ کوئی بھی شخص کسی بھی ذہن کے ساتھ مغرب کی جامعات میں جانا چاہتا ہے۔ لیکن بلاشبہ مغرب اپنی یونیورسٹیوں اور اسکولوں کو تباہ نہیں کرنا چاہتا اور انہیں ایسے اداروں سے بدل دیتا ہے جو کہ بیرونی ریاستوں کے مداح ہوتے ہیں۔

تاہم سب سے بڑا المیہ جو جدید ریاست کے سبب مسلم دنیا میں وارد ہوا وہ المیہ یہ عقیدہ ہے کہ جب بھی مسلمانوں کو کوئی مسئلہ درپیش ہو تو اس کا علاج زیادہ سے زیادہ سیاست اور اس سے بھی زیادہ ریاست ہے۔

یہ نظریہ ابتداء ہی سے موجود تھا۔ انیسویں صدی میں ترکی اور دوسرے اصلاح پسندوں نے سوچا کہ مغربی طاقت کی کنجی ریاست ہے لہٰذا مسلم دنیا کو مضبوط بنانے کا طریقہ صرف یہی ہے کہ مغربی ریاست کو روشناس کرایا جائے۔ در حقیقت جتنا زیادہ مسلمانوں نے ریاست کو متعارف کرایا اتنے ہی کمزور مسلمان سامنے آئے۔ (جاری ہے......

The Monthly
SUNNI DUNIA BAREILLY
Regd. No. 17(82) Vol-1 Annual Subscription Rs.(100) Per Copy (10) Regd. PO. No. BR/211/2007

دُنیائے سُنّیت کی عظیم درسگاہ

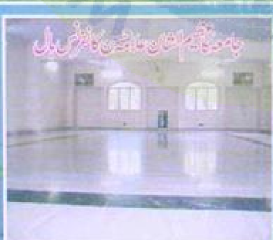
جامعۃ الرضا

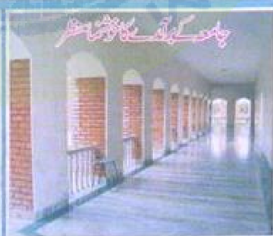
مرکز الدراسات الإسلامیۃ

بریلی شریف یوپی، ھند









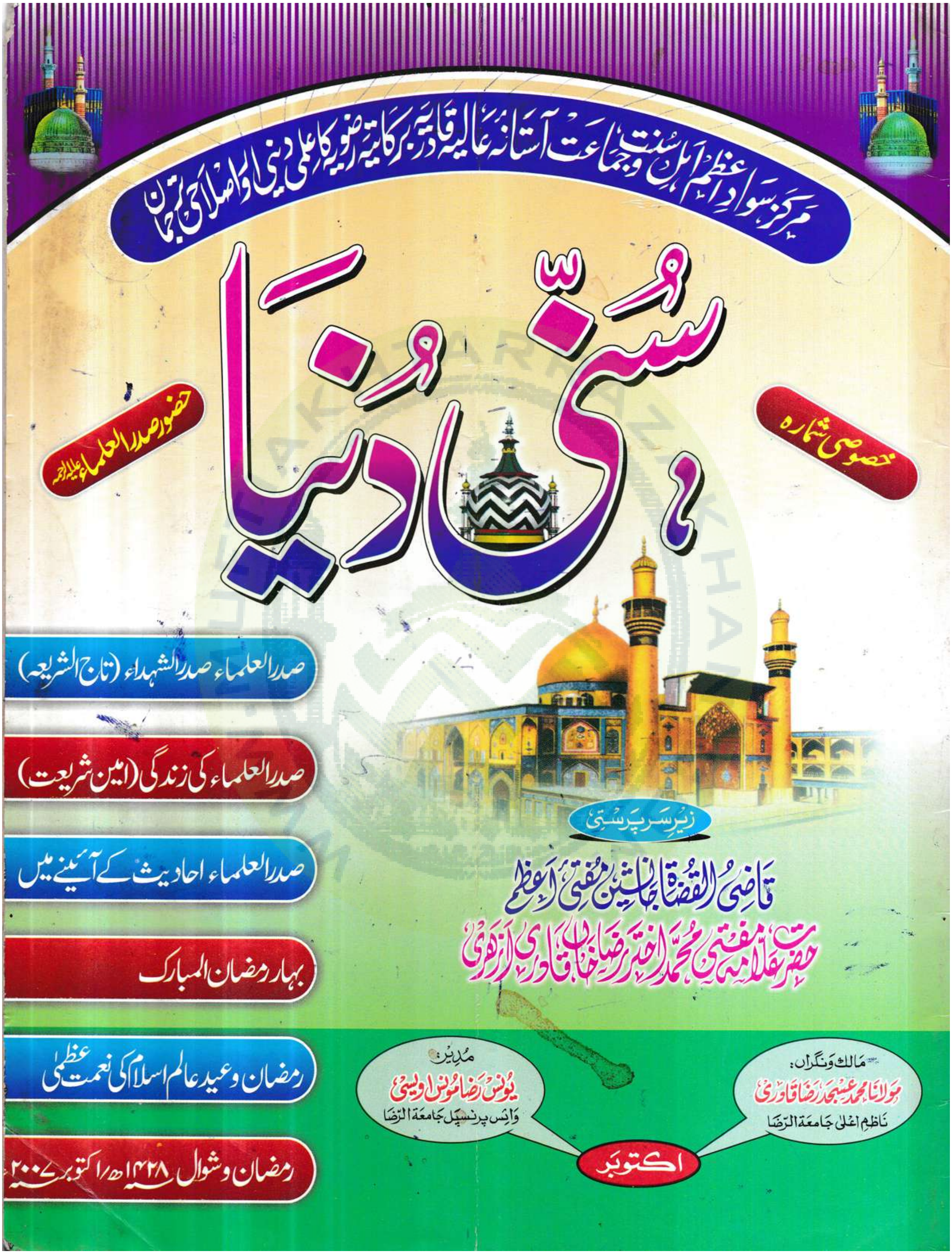


Under Management

IMAM AHMAD RAZA TRUST
82, Saudagaran,
Bareilly Shareef (U.P.)

باھتمام

امام احمد رضا ٹرسٹ
۸۲ر سوداگران، بریلی شریف (یوپی)


مرکز سوادِ اعظم اہلِ سنت وجماعت آستانۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی واصلاحی ترجمان
سنی دنیا
خصوصی شمارہ
حضور صدر العلماء علیہ الرحمہ
صدر العلماء صدر الشہداء (تاج الشریعہ)
صدر العلماء کی زندگی (امین شریعت)
صدر العلماء احادیث کے آئینے میں
بہار رمضان المبارک
رمضان وعید عالم اسلام کی نعمت عظمیٰ
رمضان وشوال ۱۴۲۸ھ / اکتوبر ۲۰۰۷ء
زیرِ سرپرستی
قاضی القضاۃ جانشین مفتی اعظم
حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری
مدیر:
یونس رضا مونس اویسی
وائس پرنسپل جامعۃ الرضا
مالک ونگراں:
مولانا محمد عسجد رضا قادری
ناظمِ اعلیٰ جامعۃ الرضا
اکتوبر

مرکز سواد اعظم اہل سنت و جماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ

علمی دینی اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ سنی دُنیا

جلد: ۲۷
شمارہ: ۱۰
اکتوبر سنہ ۲۰۰۷ء

خصوصی شمارہ: حضور صدر العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان

زیر سرپرستی: جانشین مفتی اعظم قاضی القضاۃ فی الہند حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری

مالک و نگراں: مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری
مدیر: یونس رضا مونس اویسی

☆فی شمارہ: ۱۰ روپے☆ زرسالانہ: ۱۰۰ روپے☆ بیرونی ممالک: ۳۰۰ روپے☆ لائف ممبری: ۲۰۰۰ روپے☆

رابطہ کا پتہ

دفتر ماہنامہ سنی دُنیا ۸۲ سوداگران بریلی شریف (یوپی) فون 0581-2458543 فیکس: 0581-2472166

W.site: markazeahlesunnat.com
W.site: hazrat.org

چیک یا ڈرافٹ بنام "اختر رضا خاں" یا "امام احمد رضا ٹرسٹ" بنائیں۔ مرکزی دار الافتاء کے لئے جوابی لفافہ ضرور روانہ فرمائیں۔

E-mail: akhtarrazakhan@yahoo.com☆atiq_shujamalik@yahoo.com

☆کمپوزنگ: عتیق احمد حشمتی (شُجاع مَلِک)09719918868☆

اَللّٰہُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَا — اللہ اکبر — نَحۡنُ عِبَادُ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَا

اشاریات

رمضان و عید

عالم اسلام کی نعمت عظمیٰ

اداریہ .... یونس رضا مونس اویسی

ہم بڑی اہمیت وفضیلت والا مہینہ یعنی ''رمضان'' میں موجود ہیں جس ماہ میں صاف، ستھرا پسندیدہ مذہب ''اسلام'' کا پورا قانون وضابطہ نازل ہوا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن۔ رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اترا (البقرہ ۱۸۵) اس ماہ کی عظمت ورفعت کے لئے یہی کافی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی کتاب آخری کتاب کا نزول ہوا کہ اس میں ہماری بہتری کی ساری چیزیں موجود ہیں، اس میں اسلام کے سارے فرامین عالیہ مضامین غالیہ ہیں، اسی میں انسان کے لئے ترقی کے راز پنہاں ہیں، اس میں عشق حقیقی کا پتہ ہے، اسی میں جنت ودوزخ کے راستے واہیں، اسی میں معبودان باطلہ اور معبود حقیقی کے درمیان فرق وتمیز کے بیان ہیں، ہاں وہی کلام معجز ہے اس میں جتنے قانون ہیں سب میں سب کے لئے بہتری ہے وہ یکساں سب کو سیراب کرتا ہے اس میں سب کے لئے انصاف ہے اس میں کسی کمی وکوتاہی کو جگہ نہ دی گئی، اس میں کسی طرح کا تعصب اور اونچ نیچ کا نہ برتاؤ کیا گیا، بلکہ کلام جامع کمالات واجب الوجود مالک حقیقی ہے اور کلام معجز ہے بے مثال وبے نظیر ہے، اسی کا فرمان عالیشان اس ماہ رمضان کے بابت ہے۔ "یا ایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے کہ کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے (البقرہ ۱۸۳)

اللہ تعالیٰ ہم سے خطاب فرما رہا ہے اے ایمان والو جیسے تم سے پہلے لوگوں پر روزے فرض تھے اسی طرح تم پر بھی روزے فرض کئے گئے ہیں یہ انداز تسہیل ہے کہ یہ کوئی نئی چیز نہیں تم پر فرض کی گئی بلکہ یہ انبیاء سابقہ کی امتوں پر بھی فرض تھیں پھر پاک پروردگار کے کرم پر قربان جائیں اسی سے متصل آگے ارشاد فرماتا ہے یہ حکم تمہارے لئے ہمیشہ کے لئے نہیں کہ تم کھانے پینے، بیوی کے پاس جانے سے رکے رہو فرماتا ہے: ایاما معدودات۔ گنتی کے دن ہیں (البقرہ ۱۸۳) اور فرماتا ہے: فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ۔ تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے ضرور اس کے روزے رکھے، (البقرہ ۱۸۵)

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا انعام اس ماہ رمضان میں کس قدر جوش پر رہتا ہے اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے احادیث وتفاسیر کی روشنی میں اس کی جھلک محسوس کی جاسکتی ہے مثلاً یہی کہ اس میں ایک عمل کا ثواب کئی گنا بڑھا کر بندے کو دیا جاتا ہے، حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے سرکار علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: اذا دخل رمضان فتحت ابواب السماء وفی روایۃ فتحت ابواب الجنۃ وغلقت ابواب جھنم وسلسلت الشیاطین وفی روایۃ فتحت ابواب الرحمۃ ۔(بخاری و مسلم) یعنی جب ماہ رمضان شروع ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے

کھول دیئے جاتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیئے جاتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔اس حدیث کے تحت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

''کشادہ شدن درہائے آسمان کنایت ست از پیاپے فرستادن رحمت وصعود اعمال بے مانع واجابت دعا، وکشادہ شدن درہائے بہشت از بذل توفیق وحسن قبول، وبستہ شدن درہائے دوزخ از تنزیہ نفوس روزہ داران از آلودگی فواحش وتخلص از بواعث معاصی وقمع شہوات ودرزنجیر کردن شیاطین از بستہ شدن طرف معاصی ووساوس''۔

یعنی آسمان کے دروازے کھول دیئے جانے کا مطلب یہ ہے کہ پے درپے رحمت کا بھیجا جانا اور بغیر کسی رکاوٹ کے دربار الٰہی میں اعمال کا پہنچنا اور دعا کا مقبول ہونا اور جنت کے دروازے کھول دیئے جانے کا مطلب ہے نیک اعمال کی توفیق اور حسن قبول عطا فرمانا اور دوزخ کے دروازے بند کئے جانے کا معنی ہے روزہ داروں کے نفوس کو ممنوعات شرعیہ کی آلودگی سے پاک کرنا اور گناہوں پر ابھارنے والی چیزوں سے نجات پانا اور دل سے لذتوں کے حصول کی خواہشات کا کسر کرنا اور شیاطین کو زنجیروں سے باندھ دیئے جانے کا مطلب ہے برے خیالات کے راستوں کا بند ہوجانا۔

نیز بخاری ومسلم کی دوسری حدیث میں رمضان کے بابت ارشاد ہے ابو ہریرہ سے مروی ہے سرکار دوعالم ﷺ فرماتے ہیں: من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفرله ماتقدم من ذنبه ومن قام رمضان ایمانا واحتسابا غفرله ماتقدم من ذنبه ومن قام لیلة القدر ایمانا واحتسابا غفرله ماتقدم من ذنبه، یعنی جو شخص ایمان کے ساتھ ثواب کی امید سے روزہ رکھے گا تو اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جو ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے رمضان کی راتوں میں قیام یعنی عبادت کرے گا تو اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جو ایمان کے ساتھ ثواب حاصل کرنے کی غرض سے شب قدر میں قیام کرے گا اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ فرماتے ہیں: اذاکان اول لیلة من شهر رمضان صفّدت الشیاطین ومردة الجن وغلقت ابواب النار فلم یفتح منها باب وفتحت ابواب الجنة فلم یغلق منها باب وینادی منادیا باغی الخیر اقبل ویا باغی الشر اقصر ولله عتقاء من النار وذلك كل لیلة۔(ترمذی، ابن ماجه) یعنی جب ماہ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جن قید کرلیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں (پھر رمضان بھر) ان میں سے کوئی دروزہ کھولا نہیں جاتا اور جنت کے دروزے کھول دیئے جاتے ہیں تو ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور منادی پکارتا ہے کہ اے خیر کے طلب کرنے والے متوجہ ہو اور اے برائی کا ارادہ رکھنے والے برائی سے باز رہ اور اللہ بہت سے لوگوں کو دوزخ سے آزاد کرتا ہے اور ہر رات ایسا ہوتا ہے۔

یہ انعام خداوندی کا مہینہ ہے لہٰذا اس کا ادب واحترام بجالانا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے ساتھ ہی یہ باور کراتا چلوں کہ اس ماہ کی عظمت ورفعت کا خیال رکھتے ہوئے صلحاء کا یہ طریقہ رہا کہ اسی ماہ میں دیگر حقوق بھی ادا کرتے ہیں اور کثرت کے ساتھ بھلائیاں کرتے ہیں کہ اسی میں صدقات واجبہ، نافلہ ادا کرتے ہیں زکوٰۃ وخیرات کی بہتات کے ساتھ راہ خدا میں صرف کرتے ہیں تا کہ اس ماہ کی کما حقہ آداب بجالائیں اور یہ ماہ جو اپنے اندر بے پناہ خوبیاں لیئے

ہم میں حاضر ہے اس کی برکتیں حاصل کرتے ہیں، ہر اعمال کے سلسلہ میں احادیث وارد ہیں، اور انہیں بجالانے میں ثواب ہے مگر اس ماہ میں بجالانا کچھ عجب لطف رکھتی ہے۔ ان تمام اعمال کے بجالانے میں اور روزہ کے عمل میں فرق یہ ہے کہ حدیث میں: الصوم لی وانا اجزی بہ، یعنی روزہ میرے لئے ہے اور میں اس کی جزا ہوں اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کی ہے، اس حدیث سے روزے کی اہمیت و فضیلت آشکار ہوگئی کہ روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس کے جزاء و ثواب میں ارشاد ہے: انا اجزی بہ۔ اس مہینہ کی برکتوں سے یہ بھی ہے کہ اس میں ایک شب ایسی آتی ہے جس رات کی فضیلت میں احادیث وارد ہیں، بندہ اگر اس رات کو پاجائے اور اس میں اللہ تعالیٰ سے جو طلب کرے اللہ تعالیٰ اسے وہ عطا فرماتا ہے، ابن ماجہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:

قال دخل رمضان فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم ان ھذا الشھر قد حضر کم وفیہ لیلۃ خیر من الف شھر من حرمھا فقد حرم الخیر کلہ ولایحرم خیرھا الا کل محروم،

یعنی جب رمضان کا مہینہ شروع ہوا تو حضور علیہ الصلاۃ والتسلیم نے فرمایا کہ یہ مہینہ تم میں آیا ہے اور اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، تو جو شخص اس کی برکتوں سے محروم رہا وہ تمام بھلائیوں سے محروم رہا اور نہیں محروم رکھا جاتا اس کی بھلائیوں سے مگر وہ جو بالکل بے نصیب ہو۔ اور اعتکاف کی برکت بھی اس ماہ میں حاصل کی جاتی ہے اس سلسلہ میں بھی احادیث وارد ہیں۔

عید کی اصل

ں کے چاند کی رویت ہوتے ہی اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایک اص رحمت بندے کی طرف متوجہ ہوتی ہے کہ اس ن تمام سلمان خوشیوں میں مست اور حتی المقدور خیرات و صدقا میں مصروف نظر آتے ہیں، اسلام کا یہ طرۂ امتیاز ہے کہ وہ اپنی خوشی وغمی کے اوقات رضائے الٰہی اور محبوب علیہ السلام کی رضامندی میں صرف کرتا ہے جب کہ اوروں کے ایام خوشی میں کیا کیا حرکتیں خرافاتیں ہوتی ہیں اسے سب جانتے ہیں مگر اسلام کے خوشی کے دن بندۂ مومن رب کے حضور حاضر ہوتا ہے اور اپنے سرکور ب کے حضور ٹیک کر اپنی خوشی مناتا ہے اور پھر تمام مسلمان حتی المقدور ایک دوسرے سے مصافحہ و معانقہ کے ساتھ مل کر اپنی خوشی میں اضافہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے سال میں دو دن خوشیاں منانے کے لئے عطا فرمایا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

قال قدم النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم المدینۃ ولھم یومان یلعبون فیھما فقال ما ھذان الیومان قال کنا نلعب فیھما فی الجاھلیۃ فقال رسول اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم قد ابد لکم اللّٰہ بھما خیرا منھما یوم الاضحیٰ ویوم الفطر۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ)

یعنی نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم جب ہجرت فرماکر مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضور کو معلوم ہوا کہ یہاں کے لوگ سال میں دو دن کھیل کود کرتے ہیں خوشیاں مناتے ہیں اس پر حضور نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ دو دن کیسے ہیں لوگوں نے عرض کیا ان دنوں میں ہم لوگ زمانہ جاہلیت کے اندر خوشیاں مناتے اور کھیل کود کرتے تھے حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ان دو دنوں کو ان سے بہتر دنوں میں تبدیل کردیا ہے ان میں سے ایک عید الفطر اور دوسرا دن عید الاضحیٰ ہے۔

ہم مسلمان ہر کام شرع کی روشنی میں انجام دیتے ہیں، لہٰذا اگر کوئی اس دن اس کے علاوہ کاموں میں مثلاً کھیل کود لہو ولعب، فلم بینی وغیرہا میں مصروف ہوتا ہے تو وہ درحقیقت فیضان ربانی سے محروم رہتا ہے۔

☆☆☆

تجلیات نعت

سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ

غم ہو گئے بے شمار آقا
بندہ تیرے نثار آقا
بگڑا جاتا ہے کھیل میرا
آقا آقا سنوار آقا
مجدھار پہ آکے ناؤ ڈوبی
دے ہاتھ کہ ہوں میں پار آقا
ٹوٹی جاتی ہے پیٹھ میری
للہ یہ بوجھ اتار آقا
ہلکا ہے اگر ہمارا پلّہ
بھاری ہے ترا وقار آقا
مجبور ہیں ہم تو فکر کیا ہے
تم کو تو ہے اختیار آقا
میں دور ہوں تم تو ہو مرے پاس
سن لو میری پکار آقا
مجھ سا کوئی غمزدہ نہ ہوگا
تم سا نہیں غم گسار آقا
کیا بھول ہے ان کے ہوتے کہلائیں
دنیا کے یہ تاجدار آقا
اتنی رحمت رضاؔ پہ کر لو
لا یقربہ البوار آقا

قاضی القضاۃ حضور تاج الشریعہ مدظلہ

گل زار حسن کا گل رنگین ادا ہے
تحسین رضا واقعی تحسین رضا ہے
توصیف میں اس کی جو کہوں اس سے سوا ہے
تحسین رضا واقعی تحسین رضا ہے
نام اسکا بہت خوب ہے خود اس کی ثنا ہے
تحسین رضا واقعی تحسین رضا ہے
رحمانی ضیاؤں کی ردا میں وہ چھپا ہے
تحسین رضا سرحد تحسیں سے ورا ہے
اب عقل کی پرواز اسے چھو نہیں سکتی
تحسین رضا ایسا بلندی کا سما ہے
فردوس کے باغوں سے ادھر مل نہیں سکتا
وہ مالک جنت کی محبت میں گما ہے
سدرہ سے کوئی پوچھے ذرا اس کی بلندی
وہ رتبۂ بالا مرے تحسیں کو ملا ہے

ضیائے قرآن

(کنزالایمان) اعلیٰ حضرت **امام احمد رضا** فاضل بریلوی علیہ الرّحمۃ

اللہ کے نام سے شروع جونہایت مہربان رحم والا

بیشک اللہ اس سے حیا نہیں فرماتا کہ مثال سمجھانے کو کیسی ہی چیز کا ذکر فرمائے مچھر ہو یا اس سے بڑھ کر ﴿۴۵﴾ تو وہ جو ایمان لائے وہ تو جانتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے ﴿۴۶﴾ رہے کافر وہ کہتے ہیں ایسی کہاوت میں اللہ کا کیا مقصود ہے، اللہ بہتیروں کو اس سے گمراہ کرتا ہے ﴿۴۷﴾ اور بہتیروں کو ہدایت فرماتا ہے اور اس سے انہیں گمراہ کرتا ہے جو بے حکم ہیں ﴿۴۸﴾ (۲۶)

(خزائن العرفان) صدر الافاضل **مولانا نعیم الدین** مرادآبادی علیہ الرّحمۃ والرّضوان

شان نزول: جب اللہ تعالیٰ نے آیۂ مثلھم کمثل الذی استوقد اور آیۂ اوکصیّب میں منافقوں کی دو مثالیں بیان فرمائیں تو منافقوں نے یہ اعتراض کیا کہ اللہ تعالیٰ اس سے بالاتر ہے کہ ایسی مثالیں بیان فرمائے اس کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی ﴿۴۶﴾ چونکہ مثالوں کا بیان مقتضائے حکمت اور مضمون کو دل نشین کرنے والا ہوتا ہے اور فصحائے عرب کا دستور ہے اس لئے اس پر اعتراض غلط و بے جا ہے اور بیان امثلہ حق ہے ﴿۴۷﴾ یضل بہ کفار کے اس مقولہ کا جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اس مثل سے کیا مقصود ہے اور فامّا الذین آمنوا اور امّا الذین کفروا جو دو جملے اوپر ارشاد ہوئے انکی تفسیر ہے کہ اس مثل سے بہتوں کو گمراہ کرتا ہے جن کی عقلوں پر جہل نے غلبہ کیا ہے اور جن کی عادت مکابرہ و عناد ہے اور جو امر حق اور کھلی حکمت کے انکار و مخالفت کے خوگر ہیں اور باوجودیکہ یہ مثل نہایت ہی برمحل ہے پھر بھی انکار کرتے ہیں اور اس سے اللہ تعالیٰ بہتوں کو ہدایت فرماتا ہے جو غور و تحقیق کے عادی ہیں اور انصاف کے خلاف بات نہیں کہتے وہ جانتے ہیں کہ حکمت یہی ہے کہ عظیم المرتبہ چیز کی تمثیل کسی قدر والی چیز سے اور حقیر چیز کی ادنیٰ شے سے دی جائے جیسا کہ اوپر کی آیت میں حق کی نور سے اور باطل کی ظلمت سے تمثیل دی گئی ﴿۴۸﴾ شرع میں فاسق اس نافرمان کو کہتے ہیں جو کبیرہ کا مرتکب ہو فسق کے تین درجہ ہیں ایک تغابی وہ یہ کہ آدمی اتفاقیہ کسی کبیرہ کا مرتکب ہوا اور اس کو برا ہی جانتا رہا، دوسرا انہاک کہ کبیرہ کا عادی ہوگیا اور اس سے بچنے کی پرواہ نہ رہی، تیسرا جحود کہ حرام کو اچھا جان کہ ارتکاب کرے اس درجہ والا ایمان سے محروم ہو جاتا ہے۔ پہلے دو درجوں میں جب تک اکبر کبائر (شرک و کفر) کا ارتکاب نہ کرے اس پر مومن کا اطلاق ہوتا ہے یہاں فاسقین سے وہی نافرمان مراد ہیں جو ایمان سے خارج ہوگئے قرآن کریم میں کفار پر بھی فاسق کا اطلاق ہوا ہے ان المنافقین ھم الفاسقون بعض مفسرین نے یہاں فاسق سے کافر مراد لئے بعض نے منافق بعض نے یہود۔

بہار حدیث

فضائل روزہ ورمضان

از: شہزادۂ حضور تاج الشریعہ حضرت مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری بریلی شریف

حضرت زیاد بن نعیم حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسلا روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اسلام میں چار چیزیں فرض فرمائی ہیں۔ جس نے تین پر عمل کیا اور ایک کو چھوڑ دیا تو وہ اس کے کام کی نہیں جب تک سب پر عمل نہ کرے۔ یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج بیت اللہ۔ ☆ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سلخ شعبان کو خطبہ دیا۔ (اس میں رمضان شریف کے فضائل و رغائب بیان فرمائے۔ از انجملہ فرمایا:) اس مہینہ میں چار باتوں کی کثرت کرو۔ دو باتیں وہ جن سے تمہارا رب راضی ہو، اور دو کی تمہیں ہر وقت ضرورت ہے۔ جن دو سے تمہارا رب راضی ہو وہ کلمۂ شہادت اور استغفار ہیں، اور وہ دو جن کی تمہیں ہر وقت ضرورت ہے یہ کہ اللہ تعالیٰ سے جنت مانگو اور دوزخ سے اس کی پناہ چاہو۔ ☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاد کرو مال غنیمت پاؤ گے، روزہ رکھو صحت مند ہو جاؤ گے، اور سفر کرو مالدار ہو جاؤ گے۔ ☆ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: روزہ رکھو صحت مند ہو جاؤ گے۔ ☆ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام کے معاملات اور دین کے قواعد تین ہیں جن پر اسلام کی بنیاد ہے۔ جس نے ان میں سے کسی ایک کو ترک کیا اس نے اس کو جھٹلایا اور وہ مباح الدم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دینا، فرض نماز ادا کرنا، اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا ایک روایت میں ہے، جس نے ان میں سے کسی ایک کو ترک کیا وہ اللہ کو جھٹلانے والا ہے۔ اس کا نفل و صدقہ کچھ قبول نہیں۔ اس کا خون اور مال حلال ہے۔ ☆ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بغیر عذر شرعی جس نے رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑا تو اس کی فضیلت پانے کے لئے پوری زندگی کے روزے بھی ناکافی ہیں۔ ☆ ام المومنین عائشہ صدیقہ اور ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ازواج مطہرات سے قربت فرماتے اور صبح ہو جاتی جب تک نہ نہاتے۔ اس کے بعد غسل فرماتے اور روزہ رکھتے۔ ☆ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور پرنور ﷺ اپنے دروازۂ اقدس کے پاس کھڑے تھے ایک شخص نے حضور سے عرض کی: اور میں سن رہی تھی، یارسول اللہ! میں صبح کو جب اٹھتا ہوں اور نیت روزے کی ہوتی ہے، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: میں خود ایسا کرتا ہوں، اس نے عرض کی: حضور کی ہماری کیا برابری، حضور کو تو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے معافی عطا فرما دی ہے۔ اس پر حضور اقدس ﷺ غضب ناک ہوئے اور فرمایا: بیشک میں امید رکھتا ہوں کہ مجھے تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا خوف ہے۔ اور میں تم سب سے زیادہ جانتا ہوں کہ جن جن باتوں سے مجھے بچنا چاہئے۔

(جامع الاحادیث جلد دوم)

☆☆☆ مصدّقہ ☆☆☆
حضور مفتی اعظم ہند
علیہ الرحمۃ والرضوان

فتاویٰ مرکزی دارالافتاء

حضرت علامہ مفتی قاضی محمد عبدالرحیم صاحب بستوی مدظلہ صدر مفتی مرکزی دارالافتاء بریلی شریف

﴿سوال﴾

۱- یہ شعر کیسا ہے؟

رحم کر اپنے نہ آئین کرم کو بھول جا
ہم تجھے بھولے ہوئے ہیں تو نہ ہم کو بھول جا
حق پرستوں کی اگر تو نے دلجوئی نہیں کی
طعنہ دیں گے بت کہ مسلم کا خدا کوئی نہیں

یہ شعر مسلمان لکھ سکتا ہے کیا اس میں اللہ تعالیٰ کی توہین بے ادبی ہوتی ہے؟

۲- ایک صاحب اپنی کتاب میں اپنے آپ کو اولاد رسولی لکھتا ہے تو کیا جائز ہے؟

۳- نوری کرن میں لکھا ہے کہ "ہم تجھے بھولے ہیں تو نہ ہم کو بھول جا" ایسا کہنا حرام ہے خدائے عزوجل بھول سے پاک ہے پھر خود نوری کرن والے نے حضرت اقبال کا یہ لکھا ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

یا ہر بچہ دین اسلام پر پیدا نہیں ہوتا ہے والدین یہودی نصرانی بنا دیتے ہیں کل مولود یولد علی الفطرۃ یہ کلام حق نہیں اور علمائے دین جو چاہتے ہیں لکھ دیتے ہیں کیا کوئی روکنے والا نہیں ہے جب آپ حضرات جیسے بیٹھے ہیں خیر۔

الجـــــــــــــواب:

یہ شعر آغا حسن کشمیری کا ہے جس نے چھاپا ہے اسے نہیں چھاپنا چاہئے تھا یہاں "تو نہ ہم کو بھول جا" سے مراد ہے کہ میری طرف سے نظر رحمت نہ پھیر، بھولنے کے حقیقی معنی مراد نہیں وہ معنی یقیناً اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہے قرآن میں ہے: لا یضل ربی ولا ینسی دوسری جگہ ہے فالیوم ننسھم کما نسوا لقاء یومھم ھذا وما کانوا بایتنا یجحدون اور اس لئے بھی کہ لوگ اس پر معترض ہوں گے اور بعض اس کے یہی معروف معنی سمجھیں گے اور جو رسالہ کو معتبر و معتمد رسالہ سمجھتے ہیں وہ اس سے دھوکہ میں پڑیں گے کہ اس کا معنی یوں ٹھیک سائل ہی نے اسے دیکھ کر علماء پر اعتراض کر دیا یہ سمجھ کر کہ یہ رسالہ علماء کو دکھا کر چھپتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲- یہ نسبت ہے جناب اولاد رسول صاحب کی طرف

جائز ہے کوئی حرج نہیں اعتراض جب صحیح ہوتا جب غیر سید اپنے کو اولادرسولی لکھتا اولادرسول جس کا نام تھا وہ سید تھے ان کی طرف نسبت ہے اولادرسولی کہنا لکھنا جائز ہے جیسے اعلیٰ حضرت مرشد برحق حضرت سید آل رسول قدس سرہٗ ان کے اسم شریف سے ان کے مرید اپنے کو آل رسولی لکھ سکتے ہیں۔(واللہ تعالیٰ اعلم)

۳-عمل سے زندگی بنتی ہے یہ شعر اقبال کا ہے، اقبال کے شعر کو استناداً پیش کرنے سے لوگ شاعر کو بھی مستند ماننے لگیں گے اس لئے اقبال کا کوئی شعر استنادانہ لکھنا چاہئے اس کا مطلب تو انسان کو خالی بتانا ہے کہ انسان نہ خاکی ہے نہ فرشتوں کی طرح نوری کہ نور سے بنا ہو نہ شیطان کی طرح نار سے پیدا یہ اچھے عمل کرے گا مستحق جنت ہوگا بدعملی سے استحقاق نار ہو جائے گا۔ ہر بچہ فطرت سادہ پر پیدا ہوتا ہے حدیث میں ہے:کل مولود یولد علی الفطرۃ، فطرت سے مراد دین اسلام لینا محققین کے مذہب کے خلاف ہے، پھر اگر یہی معنی لئے جائیں تو بھی اس پیدائش سے وہ نہ جنتی ہے نہ جہنمی اس پر قائم رہنے اور عمل کرنے سے ہی جو ہو ہوگا اور قائم نہ رہا تو جہنمی اور قائم رہا مگر بدعمل ہو تو مستحق جہنم واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہٗ

۹/ربیع الآخر ۸۸ھ

الجواب صحیح۔ واللہ تعالیٰ اعلم، فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہٗ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ غلام رسول خان نے وقف شرائط ذیل پر جائداد خود کا کیا ہے؟

۲-یہ کہ اول آمدنی جائداد موقوفہ میں مصارف مرمت مکانات موقوفہ قرارواقعی طریقہ سے کی جائے۔

۳-یہ آمدنی جائداد موقوفہ میں سے مبلغ پچیس ۲۵/ مسجد واقع شاجہاں پور محلہ محمد زئی موسومہ مسجد طرہ بار خان میں متولی بغرض مرمت مسجد ومصارف صفائی وغیرہ وغیرہ کے واسطے متولی سالانہ صرف کرتا رہے اور مبلغ پانچ روپیہ سالانہ فاتحہ من مقروزوجہ من مقرادر مبلغ پانچ روپیہ سالانہ فاتحہ والدین من مقر میں متولی صرف کرتا رہے اور مبلغ پچاس روپیہ سالانہ متولی باخذ رسید مسماۃ جعفری بی بی زوجہ رفیع احمد خان سکنہ شاجہاں پور محلہ تاجو فیل کو تاحیات مسماۃ مذکور متولی دیتا رہے اور بقیہ آمدنی مسمیان محمد ولی خاں ومحمد شفیع خان وعبد القدیر خان بحصہ مساوی لیتے رہیں اور جو شخص نامزدگان میں سے قضا کر جاوے تو اس کی حصہ منافع کو اس کی اولاد حسب حصص شرعی پاتی رہے گی، امور دریافت طلب، نامزدگان مندرجہ بالا میں سے عبدالقدیر خاں لاولد ہوئے۔

۲- نام زدگان میں محمد علی خان نے صرف دو لڑکیاں مسماۃ مشتری بیگم اور صفدری بیگم چھوڑی

۳-مسماۃ صفدری بیگم غیر شادی شدہ فوت ہوگئی۔

۴-بحالت موجودہ نام زدگان اولاد نام میں صرف محمد شفیع خان اور مسماۃ مشتری بیگم حیات ہیں اب جائداد موقوفہ کا حسب الشرائط بالا حسب حصص شرعی کتنا کتنا تقسیم کیا جائے، فقط

محمد شفیع خان شاہجہاں پور

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب

صورت مسئولہ میں وقف نامہ کے شرائط مذکورہ جن کا ذکر ۳- میں ہے ادا کرنے کے بعد جو آمدنی بچے اس کے دو حصے کر کے ایک حصہ محمد شفیع خاں کو اور ایک محمد ولی خاں کی دختر مسماۃ مشتری بیگم کو دیا جائے کہ واقف نے لکھا ہے کہ اور جو شخص نامزدگان میں سے قضا کر جائے تو اس کے حصہ منافع کو اس کی اولاد حسب حصص شرعی پاتی رہے گی اب جبکہ محمد ولی خاں کی اولاد میں صرف مشتری بیگم ہے تو محمد ولی خان کے حصہ کی وہی مستحق ہے اسعاف میں ہے۔ ولو قال علی اولادی اولاد اولادی لیصرف الی اولادہ واولاد اولادہ ابدا ماتناسلوا ولا یصرف الی

الفقرء مادام واحد منهم با قيا الخ هذا ماعندی والعلم بالحق عند ربی وهو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہٗ

۱۰؍ربیع الاخر ۸۸ھ

الجواب صحیح۔ واللہ تعالیٰ اعلم، فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہٗ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیں بیوی حاملہ تھی بعد وضع حمل کہ ۴؍ماہ بعد حلالہ کرادیا گیا یعنی نفاس کی میعاد گزرنے کے بعد، جس سے حلالہ کرایا گیا تھا اس نے طلاق دیدی تو دو یوم کے بعد حیض ہوگیا لڑکا گود میں ہے طلاق دئے ہوئے عرصہ ڈھائی ماہ کا ہوا ہے عورت قسم کھا کر کہتی ہے کہ مجھے تین حیض ہوگئے اب سوال یہ ہے کہ ایام شیرخوارگی میں حیض ہوسکتے ہیں یا نہیں عورت کہتی ہے مجھے تین حیض ہوئے اس صورت میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں معہ دستخط کے جواب عطا ہو۔ فقط

اختر حسین معرفت احمد رضا عفی عنہ

الجواب:

بعض عورتوں کو شیرخوارگی کے زمانہ میں بھی حیض آتا ہے ردالمحتار میں ہے: ولوكانت مرضع لانه يتصور من بعضهن كما فی الا نقروی سائحانی، لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر عورت طلاق بعد تین حیض آکر ختم ہو جانے کی مدعیہ ہے اگر شوہر تصدیق کرتا ہے تو اس کا قول معتبر ہے اور اگر شوہر تکذیب کرتا ہو تو عورت سے قسم لیکر اس کا قول مان لیا جائے گا، ڈھائی ماہ میں تین حیض آسکتے ہیں، درمختار میں ہے: قالت مضت عدتی والمدة تحتمله وكذبها الزوج قبل قولها مع حلفها والا لان الدين انما يصدق فيما لايخالفه الظاهر ثم لو بالشهور القدر المذكور ولو بالحيض فاقلها للحرة ستون يوما۔ والله تعالیٰ اعلم

کتبہ قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہٗ

۱۴؍ربیع الآخر ۸۹ھ

الجواب صحیح۔ واللہ تعالیٰ اعلم، فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہٗ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہٰذا میں کہ زید نے ہندہ کو بایں طور طلاق دی انشاء اللہ طلاق دی انشاء اللہ طلاق دی، لہٰذا جو بھی شریعت کا حکم ہو وہ صادر کیا جائے۔ محمد فاروق رودر پور ضلع نینی تال (اودھم سنگھ نگر)

الجواب اللهم هداية الحق والصواب۔

اگر فی الواقع زید نے دو مرتبہ یہ جملہ کہا تھا انشاء اللہ طلاق دی تو اس کی بیوی پر طلاق واقع نہ ہوگی اگرچہ یہ جملہ تین مرتبہ کہنا ثابت ہوجائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہٗ

یکم جمادی الاولیٰ ۸۸ھ

الجواب صحیح۔ واللہ تعالیٰ اعلم، فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہٗ

سوال اختصار شدہ۔ نورجہاں کے شوہر نے یہ الفاظ کہے کہ جاتو نہ میری عورت ہے نہ میں تیرا شوہر ہوں آج سے میرا تیرا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ طلاق ہوگئی یا نہیں؟ نورجہاں اپنا دوسرا عقد کرنا چاہتی ہے۔

الجواب:

اگر نورجہاں کے شوہر نے اس جملہ کو "جاتو میری عورت ہے نہ میں تیرا شوہر ہوں" بہ نیت طلاق کہا ہے تو اس کی بیوی پر ایک بائن طلاق واقع ہوگئی بعد عدت عورت آزاد ہے دوسرے سے نکاح جائز ہے۔ فی الهندية لو قال ما انت لی بامراة ولست لك بزوج و نویٰ الطلاق يقع عند ابی حنفية وفی در المختار ذكر فی فتاویٰ الهندية ان الفاضل عبد الحلم حقق ان الواقع به بائن والقول بالرجعی خبط والله تعالیٰ اعلم

کتبہ قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہٗ

الجواب صحیح۔ واللہ تعالیٰ اعلم، فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہٗ

صدر العلماء صدر الشہداء

از: قاضی القضاۃ تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی **محمد اختر رضا خاں** قادری ازہری مدظلہ

مقبولیت کوئی ایسی چیز نہیں جسے مول لیا جائے یا کسی کو بخشی جائے، نہ یہ ایسی چیز ہے کہ کوئی اسے کسی سے چھین لے غرض اس میں بندے کے کسب کا کوئی دخل نہیں محض عطائے الٰہی ہے۔ جس کو چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے قرآن کریم میں ارشاد ہوا: وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدك الخیر انك علیٰ كل شئ قدیر۔

مقبولیت کے حصول کے لئے ماضی قریب میں لوگوں نے بڑے جتن کئے مگر نہ مل سکی، مفتی اعظم نور اللہ مرقدہ کے وصال کے بعد پے در پے جو واقعات رونما ہوئے ان کی تفصیل میں جانے کا موقع نہیں مگر وہ سب کچھ اس پر شاہد عدل ہے کہ مقبولیت محض عطائے الٰہی ہے ایجاد بندہ نہیں یہاں اتنی بات صاف کر لینا ضروری سمجھتا ہوں کہ جدہ محترمہ حضرت چھوٹی بی صاحبہ نے حضور مفتی اعظم کی نماز جنازہ کی امامت کے لئے دو افراد کو نامزد کیا تھا ایک میں فقیر دوسرے حضور صدر العلماء حضرت مولانا تحسین رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ اور اس سلسلے میں خود حضور مفتی اعظم نور اللہ مرقدہٗ نے کسی کے لئے کوئی وصیت نہ فرمائی تھی۔

ایک صاحب نے جو اس وقت پیش پیش تھے نماز جنازہ سے ذرا پہلے رضا مسجد کے سامنے مجھ سے یہ کہا کہ تحسین میاں کے لئے حکم ہوا ہے پھر از خود کہا اور اگر کوئی سید آجائے گا تو وہ پڑھا دیگا میں نے فوراً کہا جس کے لئے حکم ہوا ہے وہی پڑھائے غرض انہوں نے ادھوری خبر دی اور میرا نام چھپایا۔ مجھے اس تذکرے کو چھیڑنے کا افسوس ہے مگر یہ اس لئے ضروری ہے کہ بعض حلقے یہ خبر اڑا رہے ہیں کہ حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے اپنی نماز جنازہ کے لئے کسی سید کو نامزد فرمایا تھا، اس کے برعکس اس وقت کے شاہدین نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حضور مفتی اعظم نور اللہ مرقدہٗ کی جنازے کی امامت کے لئے کس کو مقرر کیا گیا اور جنازۂ مبارکہ کے قریب علمائے کرام کے ساتھ جو معاملہ پیش آیا اس سے وہ لوگ خوب واقف ہیں اور جو مجھ فقیر کے ساتھ پیش آیا وہ میں جانتا ہوں اس کے بیان کی چنداں ضرورت نہیں بہر حال میں نے بے نیت اقتداء تکبیر کہی اور ذمہ داران اہل سنت نے میری اقتداء کی۔

خیر یہ جملہ معترضہ تھا۔ جسے مقبولیت سے یک گونہ مناسبت ہے جو ضروری وضاحت کے لئے درمیان میں آیا بالجملہ حضور صدر العلماء کو وہ مقبولیت ملی جو ہزاروں آنکھوں نے دیکھی انہیں مظہر مفتی اعظم ہند کہا گیا ان کے جنازہ میں وہ منظر نظر آیا جس نے مفتی اعظم ہند کے جنازہ کی یاد تازہ کر دی اور مفتی اعظم کی مظہریت پر ان کے لئے مہر تصدیق ثبت کر دی وہ گوناگوں خوبیوں کے حامل تھے، سادگی، کم گوئی، عزلت نشینی، شہرت سے نفرت ان کی

زندگی کی نمایاں خوبیاں تھیں۔ وہ ان بلند پایہ لوگوں میں تھے جو نہ اپنی تعریف پر کان دھریں اور نہ اپنی مذمت کا ہوش رکھیں، نہ تعریف ان کو خوش کر سکے نہ ان کی برائی ان پر کسی طرح اثر انداز ہو سکے، ان کی زندگی پر وہ قطعہ صادق آتا ہے جس میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے اپنی زندگی کی تصویر کھینچی ہے۔

نہ مرا نوش ز تحسیں نہ مرا نیش ز طعن
نہ مرا گوش بمدحے نہ مرا ہوش ذمے
منم و کنج خمولی کہ نگنجد دروے
جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

اب مجھے کہنے دیا جائے کہ وہ اپنی ان خوبیوں کے آئینہ میں نہ صرف مظہر مفتی اعظم ہند بلکہ مظہر اعلیٰ حضرت تھے۔

گوشہ نشینی و کم گوئی اور سادگی ضرور خوبیاں ہیں مگر ان میں وہ جاذبیت نہیں جو کسی کی طرف لوگوں کو کھینچ کر لاتی ہیں تو بظاہر خوبیاں مقبولیت کے منافی ہیں مگر اسے کیا کہئے کہ یہی سادی سی ادائیں ان کی مقبولیت کا سبب بن گئیں اور لوگوں کے دل ان کی طرف کھنچتے چلے گئے اصل بات یہ ہے کہ مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہے نہ کہ اسباب عادیہ اسباب میں تاثیر رکھنے والا وہی ہے وہ چاہے تو تاثیر الٹ دے۔ لہٰذا یہ بہت دیکھا جاتا ہے کہ شہرت و ناموری کے سارے اسباب کے باوجود کتنے لوگ گم نام بلکہ بے نام و نشان ہو جاتے ہیں اور سادگی اور خمول کی زندگی گزارنے والوں کا نام و نشان ان کی رحلت کے بعد ایسا ابھرتا ہے کہ کسی کے مٹائے مٹ نہیں سکتا، اعلیٰ حضرت نے ایسوں ہی کے لئے تو فرمایا:

بے نشانوں کا نشاں مٹتا نہیں
مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا

بڑوں کی بڑی بات بڑوں سے جو چیز منسوب ہوتی ہے وہ اگر چہ چھوٹی ہو اس کی جداگانہ شان ہوتی ہے، بیڑی پینا شرعاً ناجائز و حرام نہیں نہ یہ کوئی فضیلت ہے مگر کبھی چھوٹی سی بات جب بڑوں سے منسوب ہو جاتی ہے کسی حیثیت سے خوب ہو جاتی ہے اس مختصر تمہید کے بعد میں اپنی گفتگو کو مربوط کروں اور یہ بتاؤں کہ انہوں نے اپنے آپ کو کس حد تک چھپایا خود انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ بہیڑی سے بریلی بذریعہ بس آرہے تھے، بس میں اور لوگ بھی سوار تھے، اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی خوب خوب تعریف ہو رہی تھی اتفاق یہ ہوا کہ بس میں سوار لوگوں نے ممدوح گرامی کو نہ پہچانا اور خود انہوں نے کسی کو یہ نہ بتایا کہ ان کا اعلیٰ حضرت سے کیا رشتہ اور مفتی اعظم سے کیا علاقہ ہے، یہ کہتے ہوئے اچھا نہیں لگتا کہ وہ اس وقت بیڑی پی رہے تھے غالباً انہیں شرم محسوس ہوئی مگر حاجت داعی تھی اس لئے اپنی عادت کو دفع نہ کر سکے، یہاں سے وہ لوگ سبق لیں جو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی نسبت کا سائین بورڈ لگائے پھرتے ہیں مگر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی روش سے سراسر منحرف ہیں۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

یہ تو خلاف اولیٰ کی وجہ سے خود کو اس قدر چھپائیں اور وہ دوسرے اعلیٰ حضرت کی روش کے سراسر خلاف کھلم کھلا، ناجائز و حرام سے بھی نہ بچیں اور زبان حال سے پدرم سلطان بود کا نعرہ لگائیں اس سے ملتا جلتا بلکہ کسی قدر اس سے ارفع و اعلیٰ حضور مفتی اعظم ہند نور اللہ مرقدہ کا ایک واقعہ اس مناسبت سے یاد آتا ہے جس سے ان کے مظہر مفتی اعظم ہند ہونے پر روشنی پڑتی ہے وہ یہ ہے:

مولانا حبیب رضا خاں مدظلہ (چھوٹے ماموں صاحب) نے مجھ سے بیان کیا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے حضور مفتی اعظم رضی اللہ عنہ کو کسی کام سے سہارنپور بھیجا تھا واپسی میں وہ ایک اسٹیشن پر بیٹھے گاڑی کا انتظار کر رہے تھے اتنے میں ایک بڑے میاں حضرت سے ملے پوچھا کہاں جاتے ہو جواب دیا بریلی جاتا ہوں، انہوں نے دریافت کیا مولانا احمد رضا خاں کو جانتے ہو فرمایا جانتا ہوں انہوں نے کہا ان سے میرا سلام کہہ دینا فرمایا کہہ دوں گا، ان دونوں واقعوں میں صدر العلماء اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے متعلق جو مناسبت ہے وہ خوب آشکار ہے اور اس سے ان کا مظہر مفتی اعظم ہند ہونا اور ان کی خوبیوں کا عکس ہونا خوب روشن ہے۔

ظاہر ہے وہ جن خوبیوں کے حامل تھے وہ ان کی جبلت میں اور پاک طینت میں بچپن سے تھیں، والدین بزرگوں کی تربیت اور حسن صحبت سے وہ خوبیاں پروان چڑھیں اور ان کے علم نے ان خوبیوں کو اور زیادہ نکھارا۔

ان کی ایک نمایاں خوبی حلم اور صبر وتحمل تھی اور حلم وہ خوبی ہے جو اللہ کو پسند ہے اسی لئے سرکار ابد قرار علیہ الصلاۃ والسلام نے اشج عبدالقیس (امیر وفد) سے فرمایا: ان فيك لخصلتين يحبهما الله الحلم والاناة، تمہارے اندر دو خصلتیں ہیں جنہیں اللہ پسند کرتا ہے ایک حلم اور دوسری بردباری اور حلم وعلم میں تلازم ہے دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں گویا ایک دوسرے کا نتیجہ ہے اسی لئے علم وحلم جس طرح ساتھ ساتھ پائے جاتے ہیں اسی طرح دونوں کا اطلاق ایک ساتھ ہوتا ہے۔

بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول: اللہ تبارک وتعالیٰ کا قول وکونوا ربانيين کے تحت ذکر کیا کہ انہوں نے اس کی تفسیر میں فرمایا علماء وحلماء وفقہاء یعنی خلاصہ معنی آیت وتفسیر یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حاملان علم دین کو حکم تکوینی دیا کہ ربانی ہو جاؤ یعنی رب والے ہو جاؤ، اس وجہ سے کہ تم اللہ تعالیٰ کی کتاب کا علم سکھاتے اور اس کا درس کرتے ہو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ربانیین کی تفسیر میں فرمایا یعنی ربانیین سے مراد اہل علم و صاحبان حلم و حاملان فقاہت ہیں۔

یہاں سے ایک عالم کی شان ظاہر ہوئی صدر العلماء تو نہ صرف ایک عالم تھے بلکہ انہوں نے سیکڑوں علماء بنائے اور ہزاروں کے سینوں میں علم دین کو ودیعت چھوڑا، یہ ان کے لئے وہ صدقہ جاریہ ہے جس کا ثواب ان کو قیامت تک ملتا رہے گا۔ حدیث میں آتا ہے: اذا مات ابن آدم انقطع عمله الا من ثلاث الا من صدقة جارية او علم ينتفع به او ولد صالح يد عوله جب آدمی دنیا سے چلا جاتا ہے اس کے عمل کا اجر منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزوں کا ثواب جاری رہتا ہے، صدقہ جاریہ باقی رہنے والی کوئی چیز (دینی مدرسہ، مسجد، سرائے) یا علم نافع یا نیک اولاد جو میت کے لئے دعا کرے، اس حدیث سے یہ پتہ چلا کہ ان کا اجر جاری ہے اور وہ اپنے علم سے زندہ ہیں چنانچہ شاعر کہتا ہے۔

اخو العلم حی خالد بعد موته
واوصاله تحت التراب رميم
وذو الجهل ميت وهو ماش على الثرىٰ
يعد من الاحياء وهو عديم

یعنی عالم اپنی موت کے بعد بھی زندۂ جاوید رہتا ہے۔

اگرچہ بالفرض اس کی ہڈیاں مٹی کے نیچے بوسیدہ ہوجائیں، اور جاہل جیتے جی مردہ ہے حالانکہ وہ زمین پر چلتا ہے۔ زندوں میں شمار ہوتا ہے حالانکہ وہ معدوم ہے۔اختتام کلام پر یہ سوال اٹھتا ہے کیا انہیں شہادت کا درجہ ملا اگر انہیں شہادت ملی تو وجوہ شہادت کیا ہیں۔

شہید وہی نہیں جو ظلماً دھار دار ہتھیار سے قتل کردیا جائے ۔حکم آخرت میں شہیدوں کی ایک لمبی قطار ہے حضرت جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے تیس تک شہیدوں کا شمار کیا۔

چنانچہ ''درمختار'' ۲/۲۵۲ میں ہے: وكل ذلك فى الشهيد الكامل، یعنی وہ تمام شرطیں جو مذکور ہوئیں وہ شہید کامل (حکم دنیا و آخرت میں شہید کے بارے میں ہیں جب وہ تمام شرطیں پائیں جائیں گی تو ایسے شہید کو غسل نہ دیا جائے گا اور وہ چھ ہیں عاقل و بالغ ہونا اور دھار دار ہتھیار سے مقتول ہونا، اور یہ کہ نفس قتل سے کوئی مالی معاوضہ واجب نہ ہو، اور جنابت سے پاک ہونا، اور بے مہلت فوراً موت واقع ہونا) ردالمحتار میں ہے: (قوله وكل ذلك) أى ماتقدم من الشروط وهى ست كما فى البدائع، العقل والبلوغ والقتل ظلما وان لايجب به عوض مالى، والطهارة عن الحدث الاكبر، وعدم الارتثاث۔

نیز ''درمختار'' میں ہے: وإلا فالمرتث شهيد الآخرة وكذا الجنب ونحوه، ومن قصدالعدو فاصاب نفسه، والغريق والحريق والغريب والمهدوم عليه والمبطون والمطعون والنفساء والميت ليلة الجمعة، وصاحب ذات الجنب ومن مات وهو يطلب العلم، وقد عدّهم السيوطى نحو الثلاثين۔

نیز درمختار میں عبارت سابقہ سے متصل فرمایا جسکا ترجمہ درج ذیل ہے۔

ورنہ مرتث یعنی جو قتل کے بعد فوراً انتقال نہ کرے حکم آخرت میں شہید ہے اور یوں ہی جنابت کی حالت میں قتل ہونے والا اور اس کے مثل، اور یوں ہی وہ جو دشمن کے ارادے سے <u>نکلے</u> اور کسی وجہ سے خود ہلاکت میں پڑ جائے اور ڈوب کر، جل کر اور (۱) <u>سفر میں انتقال کرنے والا</u> اور وہ (۲) <u>جس کی موت کسی چیز سے دب کر</u>، جل کر ہوجائے، اور شکم اور طاعون کی بیماری میں مرنے والا نفاس کی حالت میں مرنے والی عورت اور (۳) <u>جمعہ کی رات میں انتقال کرنے والا</u> اور مرض ذات الجنب میں مرنے والا اور وہ (۴) <u>جسے طلب علم کی حالت میں موت آئے</u> اور سیوطی نے شہیدوں کو تیس تک گنا، (قوله ونحوه) اى كالمجنون والصبى والمقتول ظلماً اذا وجب بقتله مال۔

ردالمحتار میں نحوہ کے تحت بطور مثال مجنون اور بچے اور وہ بھی جو ظلماً قتل کیا جائے جبکہ نفس قتل سے مال واجب ہو، شہید ہے۔(ان کو شہید آخرت میں شمار کیا) (قوله والمطعون) وكذامن مات فى زمن الطاعون بغيره اذا اقام فى بلده صابرا محتسبا فان له اجر الشهيد كما فى حديث البخارى، وذكر الحافظ ابن حجر انه لايسئل فى قبره۔ اجهورى

نیز ردالمحتار میں درمختار کے قول المطعون کے تحت

فرمایا اور یوں ہی وہ شہید ہے جو زمانہ طاعون میں بغیر مرض طاعون انتقال کرے جب کہ اپنے شہر میں صبر اور طلب اجر کے ساتھ ٹھہرا رہے اس لئے کہ اس کے لئے اجر شہید ہے جیسا کہ بخاری کی حدیث میں ہے: اور حافظ ابن حجر نے ذکر کیا کہ اس سے اس کی قبر میں سوال نہ ہوگا۔

نیز ردالمحتار میں ہے: (قوله والنفساء) ظاهره سواء ماتت وقت الوضع او بعدهٗ قبل انقضاء مدة النفاس ط اس کا ظاہر یہ ہے کہ ایسی عورت کے لئے حکم شہادت ہے عام ازیں کہ ولادت سے پہلے مرجائے یا بعد ولادت نفاس کی مدت گذرنے سے پہلے۔

نیز ردالمحتار میں ہے: (قوله والميت ليلة الجمعة) اخرج حميد بن زنجويه فی فضائل الاعمال عن مرسل اياس بن بكير ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال "من مات يوم الجمعة كتب له اجر شهيد" اجهوری حمید ابن زنجویہ نے فضائل اعمال میں ایاس بن بکیر کی حدیث مرسل تخریج کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کو جمعہ کے دن موت آئے اس کے لئے شہید کا اجر لکھا جائے۔ اجھوری۔

نیز ردالمحتار میں ہے: (قوله وهو يطلب العلم) بأن كان له اشتغال به تاليفا او تدريسا او حضورا فيما يظهر، ولو كل يوم درسا، وليس المراد الانهماك ط

یعنی طلب علم کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کو علم سے شغف ہو تالیف یا تدریس یا مجلس علم میں حاضر ہونے کے طور پر اس وجہ کی رو سے جو ظاہر ہے اگرچہ ہر دن ایک درس ہو اور اس میں منہمک ہونا مراد نہیں۔

چنانچہ سیوطی نے فرمایا جو مرض شکم میں مرجائے (شہید ہے) اور اس میں اختلاف ہے آیا مراد استسقاء ہے یا اسہال دونوں قول ہیں اور اس سے کوئی مانع نہیں کہ حدیث کی بشارت دونوں کو شامل ہو یا جو ڈوب کر یا دب کر یا مرض ذات الجنب میں مرے شہید ہے۔ (مرض ذات الجنب کچھ زخم ہیں جو پہلو کے اندر سخت درد کے ساتھ رونما ہوتے ہیں پھر پہلو میں پھٹ جاتے ہیں۔ اور وہ عورت جو بوجہ جمع انتقال کر جائے جمع جیم کے ضمہ کے ساتھ اور کسر کے ساتھ اور کبھی جیم کے فتحہ کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے مراد اس سے وہ شئی ہے جو عورت کے جسم میں مجتمع ہو حمل یا بکارت۔

حضور ﷺ نے فرمایا جو عورت بوجہ جمع مرجائے وہ شہید ہے۔ (دق) میں (بیماری جو پھیپھڑوں میں ہوجاتی ہے) کی وجہ سے مرے وہ بھی شہید ہے۔ جس کی وجہ سے جسم گھٹتا اور پیلا پڑنے لگتا ہے اور جو غریب الوطنی میں یا مرگی میں یا (۵) بخار میں یا اپنے اہل یا مال یا اپنی جان یا حق کا دفاع کرتے ہوئے مارا جائے یا کسی کے عشق میں بشرطیکہ پرہیزگاری اور پوشیدگی سے کام لے اگرچہ وہ عشق حرام و گناہ ہو یا جو اُچھو لگنے سے مرے یا جسے درندہ پھاڑ کھائے یا ظلماً سلطان قید کردے یا سلطان ظالم کے مارنے سے مرجائے یا اس کے خوف سے چھپا ہو اور اسی حالت میں مرجائے یا کوئی زہریلا جانور اسے ڈس لے اور وہ مرجائے یا علم شرعی کی طلب میں انتقال کرے یا بے اجر طلب ثواب کے لئے اذان دیتا ہو یا سچا تاجر ہو یا وہ جو اپنی بیوی اور اپنی اولاد اور اپنے مملوک غلام یا کنیز کے نفقہ کے لئے سعی کرنے کی حالت میں مرجائے، ان میں اللہ کے

حکم کو قائم رکھتا ہو اور ان کو حلال روزی کھلاتا ہو۔

اللہ کے ذمہ پر حق ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو شہداء میں رکھے، جس کی موت سمندر میں چکر آنے کی وجہ سے واقع ہو اور جس کو قئے آئے اس کے لئے اجر شہید ہے اور وہ عورت جو غیرت پر صبر کی حالت میں مرے اس کے لئے اجر شہید ہے اور جو ہر دن ۲۵ر مرتبہ یہ دعا پڑھے: اللهم بارك لى فى الموت وفيما بعد الموت اللہ تعالیٰ اس کو شہید کا اجر دے۔ اور جو چاشت کی نماز پڑھے اور ہر مہینے تین روزے رکھے، اور (۶) سفر و حضر میں وتر نہ چھوڑے اس کے لئے شہید کا اجر لکھا جائے، اور سرکار علیہ السلام فرماتے ہیں: (۷) میری امت کے بے راہ رو ہونے کے وقت میں جو میری سنت کو مضبوطی سے تھامے اس کے لئے شہید کا ثواب ہے، اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے اور جو اپنی بیماری میں چالیس مرتبہ لااله الا انت سبحانك انى كنت من الظالمين پڑھے اور مر جائے اس کو شہید کا ثواب ملے اور اگر اچھا ہو جائے تو اس حال میں اچھا ہوگا کہ اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے گئے۔

نیز امام اجھوری مالکی علیہ الرحمہ نے درج ذیل شہید گنائے، جو سرحد اسلام پر اس کی نگہ داشت کے لئے گھوڑا باندھے اسی حالت میں اس کی وفات ہو جائے، اور وہ جو ہر رات سورہ یٰسین پڑھتا ہو۔ اور جو گھوڑے وغیرہ کسی سواری سے گرا انتقال کر جائے، اور وہ جو رات بھر باوضو رہے پھر اسی حالت میں دنیا سے چلا جائے۔ اور (۸) جو زندگی بھر لوگوں سے تواضع و مدارات کے ساتھ پیش آئے اور جو (۹) نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سو مرتبہ درود بھیجے اور جو اللہ کے راستہ میں شہید ہونے کی سچی تمنا کرے اللہ تعالیٰ اسے شہید کا ثواب دے۔

اور حضرت حسن بصری سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال ہوا جو برف سے نہایا تو اسے ٹھنڈ لگی پھر وہ مر گیا انہوں نے فرمایا یہ کیسی شہادت ہے، اور ترمذی نے معقل بن یسار سے حدیث تخریج کی انہوں نے کہا فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو صبح اعوذ بالله السميع العليم من الشيطان الرجيم تین مرتبہ پڑھے اور سورہ حشر کی آخری تین آیتیں پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے کر دے جو اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں یہاں تک کہ شام ہو جائے اب اگر اس دن اس کا انتقال ہو جائے تو وہ دنیا سے شہید جائے گا اور جو شام کو یہ وظیفہ پڑھے اسی منزلت میں ہوگا یہاں تک کہ صبح ہو اب شہیدوں کا عدد چالیس سے زیادہ ہو گیا اور بعض علماء نے پچاس سے زیادہ شمار کیئے۔ هذا كله ملخص مافى رد المحتار بتصرف يسير و حذف تكرار۔

تفصیل موجب تطویل ہوئی از آں جا کہ اس میں فوائد کثیرہ تھے ہم وہ پورا کلام نقل کر لائے مقصود اس سے نفع مسلمین ہے یہ باتیں لائق مطالعہ اور یاد رکھنے کے قابل ہیں ہمارے ممدوح کے لئے جو وجوہ شہادت مجتمع ہوئے ان پر نشان لگا دیئے ہیں، ان میں نمبر ۴ر اور ۷ر صدر وجوہ ہیں ہم امید کرتے ہیں صدر علماء صدر شہداء ہوں اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

☆☆☆

☆..................☆..................☆

حضرتِ صدر العلماء کی زندگی

از: امین شریعت حضرت علامہ سبطین رضا خاں صاحب مدظلہ

مظہر مفتی اعظم برادر عزیز مولانا تحسین رضا خاں علیہ الرحمہ کی رحلت سے جو صدمہ جانکاہ دل و دماغ کو پہنچا ہے، وہ مدتوں بھلایا نہ جاسکے گا، یہ ایک ایسا زخم ہے جس کا اندمال جلد ممکن نہیں اپنی مسلسل علالت و کمزوری کے باعث سمجھ تو یہ رہا تھا کہ بھائیوں میں بڑا ہونے کی وجہ سے دنیا سے جانے میں بھی پہلا نمبر میرا ہی رہے گا، مگر مشیت ایزدی کچھ اور ہی تھی جو ۱۸/ رجب المرجب ۱۴۲۸ھ کو ظاہر ہوئی اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ادھر امام احمد رضا اکیڈمی کی جانب سے خط آیا ہے کہ ان کی حالت پر کچھ لکھوں مگر اپنا حال یہ ہے کہ قلم اٹھانے سے پہلے دل بیٹھا جاتا ہے آنکھیں اشکبار ہوتی جاتی ہیں، مگر ان کی محبت کا جذبہ دل کو ابھارتا ہے کہ جیسے بھی ہو کچھ لکھوں، ضرور کبھی بچپن کی یاد ستاتی ہے، کبھی زمانۂ طالب علمی کا خیال آتا ہے، جب ہم دونوں ساتھ پڑھتے تھے اور تقریباً ۶/۵ سال تک یہ سلسلہ جاری رہا ہے، اس کے بعد شیخ الحدیث محدث اعظم پاکستان کی دعوت پر ایک سال کے لئے پاکستان چلے گئے تھے، کبھی ان کی سادگی طبع، سادہ لوحی، تواضع وانکساری، حلم و بردباری، متانت و سنجیدگی، زہد و تقویٰ و پرہیز گاری، خلق خدمت کی خدمت کا جذبۂ بیکراں برخلاف اس کے اخلاق رذیلہ ریاکاری اور دکھاوا تکبر و غرور نخوت سے دوری، یہی ان کی پاکیزہ زندگی ہے، سیکڑوں باتوں کا رہ رہ کر خیال آتا ہے۔

ان کی علمی صلاحیت قابلیت پڑھانے کا انداز (انداز تفہیم) تو یہ ان کے بے شمار تلامذہ ہی بتا سکیں گے، کہ جنہوں نے ان کے سامنے زانوئے ادب طے کیا ہم یہ جانتے ہیں کہ ان کی زندگی کا بہترین مشغلہ پڑھنا پڑھانا ہی زمانۂ طالب علمی سے آخیر تک جاری رہا، ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء۔

اب آخر میں اپنے پیارے بھائی کے خلوص و محبت اور قلبی لگاؤ کا جو کہ انہیں مجھ سے تھا، اور مجھے ان سے اس کا تذکرہ کروں بڑوں کا ادب اور چھوٹوں سے شفقت و محبت جو اسلامی اخلاق کا ایک زرّیں حصہ ہے اگر آج بھی مسلمان اس پر عمل کرے تو مسلمانوں میں گھر گھر جو خانہ جنگی چھڑی ہوئی ہے وہ یکسر ختم ہو جائے اور اتفاق واتحاد کی فضاء پیدا ہو جائے، میں ان سے عمر میں بڑا ہوں مگر مجھے یہ لکھنے میں کوئی تأمل نہیں کہ وہ مجھ سے علم میں بڑے تھے، ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء۔

اس کے بعد جب کوئی بات ان سے کہتا تو مان لیتے پڑھانے کے زمانے میں انہیں منطق و فلسفہ سے بہت زیادہ دلچسپی تھی اور ایک عرصہ تک پڑھاتے رہے میں نے ان سے کہا اب اسے چھوڑ دو اب دوسرے فنون تفسیر و حدیث و فقہ بھی پڑھائیں تو انہوں نے اس طرف توجہ دی اور اس سے انہیں اتنی دلچسپی بڑھی نہ صرف مدرسہ میں پڑھاتے بلکہ محلّہ کی بڑی مسجد میں ہر جمعہ کو بعد فجر درس حدیث وقرآن کا سلسلہ شروع کر دیا، جو آج تک جاری تھا، تقریباً ۲۰/۲۱ سال پابندی سے درس دیا جس میں کثیر تعداد میں لوگ شریک ہو کر فیضیاب ہوتے رہے۔

مدرسہ سے ان دنوں تنخواہ کم ملتی تھی میں نے مشورہ دیا کہ کتب خانہ کھول دو پر وہ گھبرائے کہ کون سنبھالے گا کون چلائے گا، میں ان دنوں ناگپور میں تھا وہاں سے کچھ کتابیں خرید کر پارسل سے بھجوادیں تو مجبوراً وہ راضی ہو گئے، تو کتب خانہ بنام مکتبہ مشرق قائم کر دیا انہیں دنوں قاری عرفان الحق آ گئے جوان کے شریک کار ہو گئے، اور مکتبہ کھول دیا، جو آج تک چل رہا ہے۔

خدا کا فضل ہے کہ ہم بھائیوں میں کبھی اختلاف نہیں ہوا، اور ہوا بھی تو جلد ختم ہو گیا، مکان و زمین کی تقسیم پر اکثر بھائیوں میں اختلاف ہو جاتا ہے مگر اس مرحلہ سے بھی بآسانی گزر گئے، والد صاحب کے انتقال کے بعد جب مکان کی تقسیم کے لئے انہوں نے لکھا تو میں نے انہیں لکھ دیا کہ تم دونوں بھائی تقسیم کرلو، اور جو میرے حصہ میں آئے چھوڑ دو، چنانچہ ایسا ہی ہوا میں باہر رہا اور مکان کی تقسیم ہو گئی، مزید برآں میرے مکان کی تعمیر کا مسئلہ سامنے آیا باہر رہنے کی وجہ سے میرے لئے یہ امر مشکل تھا کہ میں یہاں رہ کر مکان کی تعمیر کراؤں یہ کام بھی انہوں نے اپنے ذمہ لے لیا اور اپنی نگرانی میں یہ کام بھی کرا دیا ان کی محبت اور سعادت مندی کا یہ حال تھا کہ چھوٹے چھوٹے کام ان کے سپرد کر دیتا اور وہ بخوشی انجام دیتے، (بقیہ ص ۴۷ پر......)

ھائے یہ کون چلا گیا

از: شہزادۂ امین شریعت حضرت مولانا محمد سلمان رضا مدظلہ العالی

مدیر ''سنی دنیا'' برادرِ دینی مولانا یونس صاحب اویسی نے عم محترم خلیفہ مفتیٔ اعظم حضرت علامہ تحسین میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے انتقال پر ملال پر تعزیتی مضمون مجھ احقر سے لکھنے کی پیش کش کی اور بہت مختصر وقت اس کے لئے مجھے دیا جبکہ طبیعت اس عظیم حادثہ کے سبب افسردہ ہے اور ذہن بالکل اس کے لئے تیار نہیں بار باران کی جدائی کا غم ستاتا ہے اور تصور کی دنیا میں وہ مجسم ہوکر سامنے نظر آتے ہیں اور طبیعت بے چین ہواٹھتی ہے اور یہ خیال ستاتا ہے کہ یہ موت ہی کیسی چیز ہے کہ اپنوں کو اپنوں سے کتنی دور لے جاتی ہے جو آج تک ہمارے درمیان تھے ہم سے کتنی دور چلے گئے کہ اب انہیں ہماری آنکھیں کبھی نہ دیکھ سکیں گی آج تک ہم فخر اور خوشی سے کہتے تھے کہ خاندان میں چار بزرگ ہیں:

۱رروالد گرامی امین شریعت حضرت علامہ محمد سبطین رضا صاحب مدظلہ العالی

۲رعم محترم صدر العلماء حضرت علامہ تحسین رضا قادری علیہ الرحمۃ والرضوان

۳رعم محترم حبیب العلماء حضرت علامہ محمد حبیب رضا صاحب قادری مدظلہ العالی

۴رقاضی القضاۃ تاج الشریعہ حضرت علامہ محمد اختر رضا خاں صاحب مدظلہ العالی

کہ جو اپنے آپ میں ایک مثال ہیں لیکن افسوس کہ موت نے ان میں سے ایک کو ہم سے دور کردیا اور آج وہ ہمیں روتا بلکتا چھوڑ کر اللہ کو پیارے ہوگئے اللہ تعالیٰ ان کی قبر پاک پر رحمت ونور کی بارش فرمائے اور ہم پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور موجودہ بزرگوں کو صحت و سلامتی کے ساتھ لمبی عمریں عطا فرمائے اور اہل سنت پر بالخصوص اہل خاندان پر ان کے سایہ کو دراز سے دراز تر فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ان کی بہت سی باتوں کا اس وقت خیال آرہا ہے اور ذہن الجھ رہا ہے، کہ کسے بیان کیا جائے اور کسے چھوڑا جائے، بہرحال میں آپ کو بتاؤں کہ ہم آپ سمجھ رہے ہیں کہ وہ اچانک ہم سے دور ہوگئے اور حادثہ کا شکار ہوگئے لیکن سفر ناگپور سے قبل جس طرح سے انہوں نے تیاری کی اور جو واقعات رونما ہوئے اس سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا وہ باخبر تھے اور پوری تیاری کے ساتھ اس سفر آخرت کے لئے نکلے تھے۔ جس دن ناگپور کے لئے نکلے اس دن گھر میں بچوں سے کچھ پرانی باتوں کا تذکرہ کیا اسی تذکرہ میں اپنے بھائیوں کے ساتھ اپنے تعلق کو اور بھائیوں کی محبت جو ان کے ساتھ تھی اس کا ذکر فرمایا اور اسی گفتگو میں بچوں سے کہا کہ ہم لوگوں میں ایسی محبت تھی کہ بھائی صاحب

(یعنی میرے والد گرامی حضرت علامہ سبطین رضا صاحب مدظلہ العالی) کو جب پہلی تنخواہ ملی تو اس میں میرا بھی جوڑا بنا تھا گویا یہ اشارہ تھا اور نصیحت تھی بچوں کے لئے کہ تم بھی اسی طرح اپنے بھائیوں سے رشتۂ محبت کو قائم رکھنا اور میرے بعد الفت ومحبت سے رہنا اس کے علاوہ بچوں کو دوسری ہدایتیں فرمائیں بھائیوں میں محبت کا یہ عالم کہ جب میرے والد گرامی جو برسوں سے بحکم مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ ''کانکیر، چھتیس گڑھ'' میں رہ کر اشاعت دین میں مصروف ہیں جب بریلی شریف تشریف لاتے تو بلا تاخیر پہلی فرصت میں والد گرامی کی مزاج پرسی کو تشریف لاتے اور اگر والد صاحب باہر ہوتے تو ان کی خیریت معلوم کرتے رہتے۔

ناگپور جانے سے قبل اپنے بچوں سے یہ بھی فرمایا کہ اب تک میں نے گھر کی ذمہ داریوں کو سنبھالا اور اب تمہیں سنبھالنا ہے وغیرہ وغیرہ۔ کاش ہمیں اس عظیم مصیبت کا علم پہلے سے ہو جاتا تو کچھ ہم ان کی سن لیتے اور کچھ اپنی ان سے کہہ لیتے بہر حال اللہ تعالیٰ جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے، مولیٰ تعالیٰ آگے کی خیر فرمائے اور ہم سب کو صبر عطا فرمائے ان بھائیوں کے آپس میں قلبی لگاؤ کے سلسلہ میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ والد گرامی جو اس وقت رائے پور میں تشریف رکھتے تھے اور پیرانہ سال اور علالت طبع کے باعث نہایت کمزور ہیں حال یہ کہ گھر میں چلنا پھرنا دشوار ہے ایسے میں وہ سولہ سترہ سو کلومیٹر کا سفر لیکن انہیں جب یہ ادھوری خبر کہ چچا صاحب کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے جس میں انہیں شدید چوٹ آئی ہے دی گئی قبل اس کے کہ کہنے والا ان کا ارادہ پوچھتا فرمایا میں تحسین میاں کو دیکھنے جاؤں گا بعد نماز جمعہ یہ خبر دی گئی تھی خبر ملتے ہی چند گھنٹوں میں سفر کی تیاری کر کے سفر شروع بھی کر دیا اور ہفتہ کی صبح فجر کے وقت گھر تشریف لے آئے لیکن اب اصل خبر ان تک کسی نے پہنچانے کی ہمت نہ کی اور بعد مغرب (ہفتہ کے دن جب) نعش مبارک ناگپور سے بذریعۂ طیارہ بریلی شریف پہنچی اور اس کے دو چار گھنٹہ بعد جب خبر دی گئی اور آپ مرحوم ومغفور بھائی کے پاس پہنچے تو دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ وہ منظر نہایت دردناک تھا حالانکہ میں بھی ساتھ گیا تھا لیکن مجھے اپنے گرد وپیش کی کچھ خبر نہ تھی لوگوں نے بعد میں بیان کیا کہ اس وقت تمام آنکھیں پرنم تھیں خاص طور پر وہ وقت جب والد صاحب اپنے عزیز بھائی کی میت پر جھک رہے تھے اور نقاہت کی وجہ سے اس میں دیر لگ رہی تھی اصل میں آپ اپنے چھوٹے بھائی کی پیشانی کو چومنا چاہتے تھے لیکن دوسرے ان کے ارادہ کو سمجھ نہیں پا رہے تھے کہ آخر حضرت کیا کرنا چاہتے ہیں اس لئے کچھ لوگ انہیں سہارے سے بجائے جھکانے کے اوپر اٹھانے کی کوشش کر رہے تھے، جب حضرت والد صاحب نے اپنا ارادہ اپنی زبان سے ظاہر کیا تب لوگوں کو اطمینان ہوا اور بالآخر آپ نے اپنے بھائی کی پیشانی کو فی امان اللہ کہتے ہوئے بوسہ دیا اس منظر سے سب کے دل بھر آئے۔ ہم سب اپنے رب کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں مولیٰ تعالیٰ حضرت صدر العلماء کے درجات بلند فرمائے اور ان پر اپنی رحمتوں کی بارش فرمائے۔

فقط طالب دعا

احقر العباد محمد سلمان رضا غفرلہٗ

صدر العلماء احادیث کے آئینے میں

از: ابو حمزہ

صدر العلماء، استاذ الاساتذہ، قاسم العلوم، مہر شریعت، بدر طریقت، نبیرۂ استاذ زمن، مظہر مفتی اعظم، علامہ مولانا الحاج الشاہ محمد تحسین رضا خان صاحب قادری برکاتی رضوی خلیفۂ مفتی اعظم ہند نور اللہ مرقدہٗ وبرّد مضجعہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔

حسن کامل بے نیاز از منت مشاطگاں
کاملاں را احتیاج جبہ و دستار نیست

بلکہ اپنا تعارف کرانے کے لئے ہم ان کی شخصیت کی طرف محتاج ہیں۔ صدر العلماء اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت شہید عشق ومحبت الشاہ امام احمد رضا بریلوی کے خانوادہ کے ایک روشن چراغ اور علم کے بلند مینار تھے۔

صدرُ العلماء کا خاندانی پس منظر جاننے کے لئے آپ حیات اعلیٰ حضرت مصنفہ مولانا ظفر الدین البہاری علیہ رحمۃ الباری کا مطالعہ کریں تو آپ کو مظہر مفتی اعظم، محدث بریلوی اور ان کے آباء واجداد کی مکمل سوانحی تفصیل مل جائے گی، صدر صاحب کے پانچ بھائی اور تین بہنیں ہیں، سب سے بڑی بہن ابھی باحیات ہیں جو اعلیٰ حضرت کی نواسی ہیں، بڑے بھائی امین شریعت فروغ اہل سنت کے لئے ... پردیش میں قیام فرما ہیں، پھر آپ صدر صاحب ہیں، آپ کے بعد ایک بھائی جمشید رضا دو سال کی عمر میں انتقال کر گئے، ان کے بعد حضرت مولانا حبیب رضا خاں صاحب بقید حیات ہیں اور تبلیغ سنیت میں مصروف ہیں، پھر ان کے بعد ایک بھائی نبی رضا ڈیڑھ سال کی عمر میں اور ایک بہن نسیم فاطمہ ڈھائی سال کی عمر میں مالک حقیقی سے جا ملے، اور سب سے چھوٹی ہمشیرہ مخدومہ امی جان (زوجۂ تاج الشریعہ) (والدہ مخدوم گرامی مولانا عسجد رضا خاں صاحب) ہیں۔

صدر العلماء اور منصب امامت

امامت بڑا اہم منصب ہے۔ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: امام ضامن ہے اور موذن امانتدار، اس منصب کے لائق کتنے ائمہ مساجد ہیں، مجھے اس سلسلہ میں کہنے کی چنداں ضرورت نہیں اہل علم حضرات خوب اچھی طرح جانتے ہیں مگر کچھ اوصاف امامت سے متعلق ایسے ہیں جو خال خال ہی اس دور میں کسی میں پائے جاتے ہیں مگر صدر العلماء کی شخصیت امامت کے شرائط اور اوصاف کی جامع تھی، آپ اہل محلّہ کے پسندیدہ امام تھے۔ ایسے امام کے لئے سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

عن عبد اللّٰہ بن عمر، ان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ثلاثة على كثبان المسك. اراه قال. يوم القيامة عبد ادى حق اللّٰه وحق مواليه ورجل ام قوما وهم به راضون۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر سے مروی ہے سرکار کا ارشاد عالی ہے کہ: تین لوگوں کو میں قیامت کے دن مشک کے ٹیلوں پر دیکھ رہا ہوں۔ وہ جس

نے اللہ کا حق ادا کیا اور اپنے غلاموں کا حق ادا کیا اور وہ جس نے قوم کی امامت کی اور وہ قوم اس سے راضی رہی۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثة لا يهولهم الفزع الاكبر ولا ينالهم الحساب وهم على كثيب من مسك حتى يفرغ من حساب الخلائق رجل قرأ القرآن ابتغاء وجه الله وام به قوما وهم به راضون۔ تین قسم کے لوگ ہیں جن کو روز قیامت نہ تو گھبراہٹ ہوگی، نہ ان کا حساب ہوگا اور وہ مشک کے ٹیلہ پر ہوں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے حساب سے فارغ ہو جائے گا، ان میں سے ایک وہ ہے جس نے حصول رضائے الٰہی کے لئے قرآن پڑھا اور پھر اسی سے اس نے قوم کی امامت کی اور وہ قوم اس سے خوش رہی۔

صدر صاحب کی امامت کا حال بھی یہی تھا کہ انہوں نے کانکر ٹولہ پرانا شہر بریلی کی نورانی مسجد میں آخری وقت تک امامت فرمائی اور سب لوگ ان سے خوش تھے۔

صدر صاحب مومن کامل تھے

صدر صاحب قبلہ فرائض وواجبات اور سنن ومستحبات کو ان کے اوقات پر ادا کرنے کے عادی تھے۔ آپ ہر نماز کی ادائیگی کے لئے مسجد میں جایا کرتے تھے اور ہونا بھی یہی چاہئے ایسے شخص کے لئے انعام خداوندی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکو ایمان کامل اور بزرگی عطا فرماتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: عن ابی سعید الخدری قال۔ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا رائيتم الرجل يعتاد المسجد فاشهدوا له بالايمان۔ جب تم کسی کو مسجد جانے کا عادی پاؤ تو اسکے ایمان کے گواہ ہو جاؤ۔

ارشاد نبوی ہے: ان بیوت اللہ فی الارض المساجد وان حقا علی اللہ تعالیٰ ان یکرم من زار فیہ، زمین میں مسجدیں اللہ کا گھر ہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم پر لے لیا ہے کہ اس کو بزرگی عطا فرمائے جو اس کی بارگاہ میں حاضری کے لئے مسجد میں آئے۔ اس سلسلہ میں اور بھی بہت احادیث ہیں مگر ان دونوں سے پتہ چلا کہ صدر صاحب قبلہ مومن کامل اور بزرگ تھے۔

صدر صاحب اور خوش مزاجی

صدر صاحب قبلہ بہت بااخلاق اور خوش مزاج تھے اور ان کے لبوں پر ہر وقت مسکراہٹ رہتی تھی، ان کو دیکھ کر طبیعت میں نشاط پیدا ہو جاتا تھا۔ صدر صاحب کی یہ عادت کریمہ بھی حدیث رسول کی آئینہ دار اور تفسیر تھی۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔

عن عبد اللہ ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احب الاعمال الی اللہ تعالیٰ بعد الفرائض ادخال السرور فی قلب المسلم یعنی فرائض کی ادائیگی کے بعد قلب مسلم کو خوش کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب عمل ہے۔

عن ابی ذر الغفاری تبسمك فی وجه اخیك صدقة اپنے بھائی کے سامنے تیرا مسکرانا صدقہ ہے۔ عن الحسن بن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ان من موجبات المغفرة ادخال السرور علی اخیك المسلم مسلمان بھائی کو خوش کرنا مغفرت کو واجب کرنے والی چیزوں میں سے ہے۔

صدر صاحب اور مشائخ اہل سنت کی صحبت

صدر صاحب قبلہ نے جن مشائخ ذوالاحترام کی صحبت اٹھائی ہے اگر سبھوں کا تذکرہ تفصیل سے کیا جائے، تو مضمون بہت طویل ہو جائے گا بس چند حضرات کے اسمائے گرامی پر اکتفا کرتا ہوں جو علم وعمل میں کوہ ہمالہ تھے۔ آپ کے استاذ محترم محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد صاحب

نور اللہ مرقدہٗ، شمس العلماء قاضی شمس الدین صاحب جونپوری، علامہ غلام یٰسین صاحب، اور بطور خاص آپ کے والد گرامی علامہ حسنین رضا صاحب مگر جس شخصیت نے آپ کو علم وعمل سے آراستہ کیا صیقل کیا، اور کندن بنایا وہ ہیں اپنے وقت کے قطب شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند۔

علم وفضل، زہد وتقویٰ میں مفتی اعظم کا ثانی ان کے دور میں بھی کوئی نظر نہیں آتا تھا آپکے جانشین تاج الشریعہ علامہ ازہری میاں فرماتے ہیں۔

متقی بن کر دکھائے اس زمانے میں کوئی
ایک میرے مفتی اعظم کا تقویٰ چھوڑ کر

اس با فیض تقویٰ شعار شخصیت کی صحبت میں صدر صاحب رہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے: حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: نیک ہم نشیں اور برے ہم نشیں کی مثال یوں ہے جیسے ایک کے پاس مشک ہے اور دوسرا دھونکنی دھونک رہا ہے، مشک والا یا تو تجھے مشک ویسے ہی دے دے گا یا تو اس سے مول لے گا اور کچھ نہ سہی خوشبو تو آئے گی، اور وہ دوسرا یا تو تیرے کپڑے جلا دے گا یا تو اس سے بدبو پائے گا۔ ایک اور دوسری حدیث ہے: قال علیہ السلام علیکم بمجالسة العلماء واستماع الحکماء فان اللہ تعالیٰ یحیی القلب بنور الحکمة کما یحیی الارض المیتة بماء المطر۔ علماء کی مجلس میں رہا کرو، حکماء کی باتیں سنا کرو بیشک اللہ تعالیٰ حکمت کے نور سے دل کو اس طرح حیات عطا فرماتا ہے جس طرح زمین بارش کے پانی سے زندگی پاتی ہے۔

یہی وجہ تھی کہ صدر صاحب نے سرکار مفتی اعظم کی صحبت کو لازم کرلیا تھا، تو صدر صاحب کے قلب نے سرکار مفتی اعظم ہند کے نور حکمت سے وہ حیات پائی کہ خود مفتی اعظم نے ارشاد فرمایا: "تحسین میاں گل سرسبد ہیں"۔ خلافت نامہ میں حضرت مفتی اعظم نے قرۃ عینی ودرۃ زینی لکھ کر ان کے قلب کی نورانیت اور حکمت ودانائی پر مہر ثبت فرمادی، یہاں یہ بھی ذکر کرتا چلوں کہ مفتی اعظم ہند نے صدر صاحب کو ۲۵؍صفر بروز عرس اعلیٰ حضرت قل کے بعد مجمع کو روک کر علماء ومشائخ کی موجودگی میں خلافت عطا فرمائی اور جبہ ودستار سے نوازا اور یہ اشارہ فرمادیا کہ۔

"تحسین رضا واقعی تحسین رضا ہے"

اور پھر علماء ومشائخ نے ان کو مظہر مفتی اعظم ہند کے نام سے بھی جانا۔ یہ نوازشات تھیں سرکار مفتی اعظم ہند کی۔!

صدر صاحب اور تدریسی خدمات

صدر صاحب قبلہ کی تدریسی خدمات کے تعلق سے ذرا تفصیل سے وہی لکھ سکتے ہیں جن کو باضابطہ ان کی خدمت میں رہ کر پڑھنے کا موقع ملا ہے۔ آپ نے ۵۳؍سال تک تدریسی خدمات انجام دی ہیں۔ صدر صاحب نے تمام علوم وفنون مروجہ کو بخوبی پڑھایا۔ مولانا محمد حنیف خان صاحب صدر المدرسین الجامعۃ النوریہ بریلی شریف نے اپنی تقریر کے دوران صدر صاحب کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا: کہ صدر صاحب نے تین سال معقولات کی کتابیں مدرسہ مظہر اسلام میں پڑھائیں اس کے کئی سال کے بعد مجھے (مولانا حنیف صاحب) اور دیگر ساتھیوں کو خود کہہ کر شمس بازغہ جیسی ادق کتاب پڑھائی۔ پڑھانے کا یہ انداز تھا کہ جیسے کوئی میزان الصرف پڑھا رہا ہو۔ اسی سلسلہ میں اپنے وقت کے عالم باعمل قاضی القضاۃ، وارث علوم اعلیٰ حضرت، مظہر حجۃ الاسلام، جانشین مفتی اعظم ہند، شہزادۂ مفسر اعظم ہند حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں صاحب فرماتے ہیں کہ: میں نے مولانا عبد الحق خیرآبادی (ابن علامہ فضل حق خیرآبادی مجاہد آزادی) کی فن منطق میں شرح مرقاۃ کے ابتدائی صفحات سمجھے ہیں۔ ان کا علم متحضر تھا، ان کو تفہیم میں مطالعہ کی ضرورت نہ ہوتی میرے دانست میں انہوں نے ترکہ کبھی نکالا نہیں مگر ترکہ کے مسائل بھی متحضر

تھے۔ ترکہ کی ایک نادر صورت تھی، صدر صاحب نے ''سراجی'' سے نکال کر دکھائی اور جب میں ''دفاع کنز الایمان'' تصنیف کر رہا تھا تو صدر صاحب نے ''تسکین الخواطر فی مسئلۃ الحاضر والناظر مصنفہ علامہ کاظمی علیہ الرحمہ'' نکال کر دی جس سے مجھے بہت مدد ملی۔ وہ میرے مضمون کو بغور ذوق وشوق سے سنتے تھے اور خوش ہوتے تھے۔

۱۹۹۱ء یا ۱۹۹۲ء کی بات ہے مولانا محمد ہاشم نعیمی تلمیذ صدر العلماء مدرس معقولات جامعہ نعیمیہ نے دوران درس بتایا کہ حاجی صاحب یعنی علامہ مبین الدین صاحب قبلہ اور صدر العلماء علامہ تحسین رضا میرے استاذ کا علم اتنا مستحضر تھا کہ جب بھی کسی نے ان حضرات سے کچھ استفسار کیا تو فوراً تسلی بخش جواب مع حوالہ جات عطا فرمایا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شاید سائل سوال پہلے دیکر چلا گیا ہے اور اب یہ حضرات مکمل تیاری کے ساتھ جواب دے رہے ہیں۔ استحضار علم کے تعلق سے یہ واقعہ بھی ذکر کرنا مناسب ہوگا، شیخ عبد القادر الفاکہانی مدیر مجلّہ منار الہدیٰ لبنان نے مجھ سے معلوم کیا کہ اہل سنت میں محدث کون کون حضرات ہیں؟ میں نے چند اسماء مع عنوانات ان سے ذکر کردیئے ان میں سے ایک نام نامی حضرت صدر صاحب اور دوسرا علامہ ازہری میاں صاحب کا بھی تھا۔ حضرت صدر صاحب کا پتہ بھی لکھوا دیا تھا، وہ اپنے شیڈیول کے مطابق دیگر علماء سے ملاقات کرتے ہوئے، بریلی شریف پہنچے تو انہوں نے صدر صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل کیا، تو صدر صاحب کے بارے میں ان کا تأثر تھا کہ واقعی وہ محدث ہیں۔ اس سفر میں علامہ ازہری میاں صاحب سے ان کی ملاقات نہ ہوسکی تھی۔

صدر صاحب محدث بریلوی کے نام سے بھی جانے جاتے تھے کیوں کہ انہوں نے زندگی میں علم حدیث کا درس زیادہ دیا جبکہ دیگر علوم وفنون میں بھی ان کو ملکہ حاصل تھا جیسا کہ میں نے ابھی ابھی ذکر کیا۔ مگر انہوں نے تدریس اور بالخصوص حدیث ہی کی تدریس کو مشغلہ کیوں بنایا؟ اس تعلق سے میری سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ چونکہ وہ محدث تھے اور ان کے پیش نظر احادیث نبویہ کا عظیم ذخیرہ موجود تھا تو ان کے سامنے یہ حدیث بھی رہی ہوگی جس میں سرکار ابد قرار معلم کائنات ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال خصلتان لاشئی افضل منھما الایمان باللہ والنفع للمسلمین وخصلتان لاشئی اخبث منھما الشرک باللہ وضر بالمسلمین۔ دوسری حدیث میں ہے: من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفع۔ دو خصلت ایسی ہیں جن سے افضل وبہتر کوئی دوسری خصلت نہیں، ایک اللہ پر ایمان لانا دوسرے مسلمانوں کو فائدہ پہنچانا اور دو خصلتیں ایسی ہیں ان سے بری کوئی خصلت نہیں ایک اللہ کا شریک ٹھہرانا دوسرے مسلمانوں کو نقصان پہنچانا۔

جس کی دسترس میں اپنے بھائی کو فائدہ پہنچانا ہو تو وہ ضرور اپنے بھائی کو فائدہ پہنچائے۔ ان دونوں حدیثوں کے تناظر میں صدر صاحب نے مشغلہ تدریس کو اپنایا مسلمان کو اپنے دینی بھائی کو سب سے بڑا فائدہ پہنچانا یہی ہے کہ اس کو علم نبوی سے مزین کیا جائے۔

حدیث کے درس کے سلسلہ میں وہ حدیث میرے سامنے ہے سرکار ﷺ فرماتے ہیں: خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ، تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن کا علم حاصل کرے اور دوسرے کو اس کا علم پڑھائے۔

اہل علم پر روشن ہے کہ حدیث قرآن کی تفسیر بھی ہے اور تشریح بھی، اور احکام کا مدار اولیں قرآن وحدیث ہی ہے اس لئے صدر صاحب نے درس حدیث کو بطور خاص شغل بنالیا لیکن صدر صاحب کے حال سے یہ لگتا تھا کہ۔

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمی کنی
منت شناس ازوکہ بخدمت بداشتت

احسان مت جتا کہ تو بادشاہ کی خدمت کرتا ہے بلکہ اس کو احسان جان کہ اس نے تجھے خدمت کے لئے رکھ لیا۔

اجازت و خلافت

صدر صاحب کو مفتی اعظم ہند سے خلافت و اجازت حاصل تھی، سرکار مفتی اعظم ہند نے عرس اعلیٰ حضرت کے موقع پر خاص قل شریف کے دن مشائخ اہل سنت کی موجودگی میں جب خلافت سے نوازہ اور اپنا عمامہ و جبہ مبارک پہنایا جلسہ سے نعرہائے تکبیر و رسالت کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں گھر میں پہنچے تو سب نے مبارکبادیاں پیش کیں۔ دوسرے دن نبیرۂ استاذ زمن مولانا محمد ادریس رضا خاں عرف لالہ میاں والد گرامی محترم الحاج سراج رضا خاں صاحب نے گلاب کے پھولوں کا گجرا پہنا کر مبارک باد دی اور مصافحہ و معانقہ کیا۔

صدر صاحب نعت گو شاعر تھے

صدر صاحب نے زبان و ادب کی بھی خدمت کی اس کو بھی رضویت کے جام سے سیراب کیا آپ نے غزل بھی کہی ہے مگر اپنے اسلاف کی راہ چلتے ہوئے نعتیہ شاعری کو ہی پسند فرمایا کیوں کہ نعت گو شاعر کی حدیث میں فضیلت آئی ہے صدر صاحب قبلہ کی نعتیہ شاعری بھی ذروۂ کمال کو پہنچی ہوئی ہے اور صدر صاحب کے اشعار امام عشق و محبت کے اشعار سے کافی ہم آہنگ نظر آتے ہیں۔ دو شعر آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

امام عشق و محبت فرماتے ہیں۔

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو

صدر صاحب فرماتے ہیں۔

وہ کعبہ ہے جہاں سر جھک رہے ہیں اہل عالم کے
مگر کعبہ بھی جس کے سامنے خم ہو گیا تم ہو

اور حضرت رضا لکھتے ہیں۔

سنتے ہیں کہ محشر میں صرف ان کی رسائی ہے
گر ان کی رسائی ہے لو جب تو بن آئی ہے

مطلع میں یہ شک کیا تھا واللہ رضا واللہ
صرف ان کی رسائی ہے صرف ان کی رسائی ہے

صدر صاحب عرض کرتے ہیں۔

دل تحسین سے غم کی گھٹائیں چھٹ گئیں آقا
سنا ہے جب سے اس نے شافع روز جزا تم ہو

صدر صاحب مستجاب الدعوات تھے

مرے مرشد اجازت امین شریعت علامہ سبطین رضا صاحب قبلہ کی بڑی صاحبزادی کے عقد کے موقع پر زبردست طوفانی بارش تھی رکنے کا نام ہی نہ لیتی تھی تو صدر صاحب نے ایک تعویذ لکھ کر ٹانگا اور بارش ہی میں نماز پڑھی تو فوراً بارش رک گئی، آپ کے برادر اصغر حضرت مولانا حنیب رضا خاں فرماتے ہیں: کہ جب میں گھر میں آیا تو ہاتھ اٹھا کر دعا کر رہے تھے۔ (غالباً یہ نماز قضائے حاجت ہوگی)

اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں صدر صاحب کا مقام

صدر صاحب کی ہمشیرہ والدۂ مخدومہ مخدوم گرامی قدر مولانا محمد عسجد رضا بیان کرتی ہیں: کہ گھر میں کوٹھری تھی جو ٹھنڈی رہتی تھی منجھلے بھائی جان (صدر صاحب) اسی کوٹھری میں مطالعہ بھی کرتے اور آرام بھی فرماتے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ پلنگ پر سرہانے اعلیٰ حضرت بیٹھے ہیں اور پائنتی کو منجھلے بھائی جان (صدر صاحب) بیٹھے ہیں اور علمی گفتگو ہو رہی ہے۔

غرض کہ صدر صاحب گوناگوں خوبیوں کے حامل تھے ان کے اندر دو چار وصف ہوں تو ان کا تفصیل سے ذکر کیا جائے مگر ان کے اوصاف کی ایک لمبی فہرست ہے، مجھ جیسے بے مایہ کے بس کی بات نہیں تو صیف و تحسین میں کچھ کہوں

بس حضور تاج الشریعہ کے منقبتی اشعار پر اپنی بات کو ختم کرتا ہوں۔

گل زار حسن کا گل رنگین ادا ہے
تحسین رضا واقعی تحسین رضا ہے
توصیف میں اس کی جو کہوں اس سے سوا ہے
تحسین رضا واقعی تحسین رضا ہے
نام اسکا بہت خوب ہے خود اس کی ثنا ہے
تحسین رضا واقعی تحسین رضا ہے
رحمانی ضیاؤں کی ردا میں وہ چھپا ہے
تحسین رضا سرحد تحسیں سے ورا ہے
اب عقل کی پرواز اسے چھو نہیں سکتی
تحسین رضا ایسا بلندی کا سما ہے
فردوس کے باغوں سے ادھر مل نہیں سکتا
وہ مالک جنت کی محبت میں گما ہے
سدرہ سے کوئی پوچھے ذرا اس کی بلندی
وہ رتبۂ بالا مرے تحسیں کو ملا ہے

وصال پر ملال

بروز وفات آپ نے صبح ہی سے مالک حقیقی کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی تیاری شروع کردی تھی، آپ نے تمام اوراد و وظائف حسب معمولات مکمل کر لئے تھے اور صبح فجر کی نماز میں سورۂ جمعہ کی آیات تلاوت کی تھیں، پھر بابا تاج الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پرانوار پر حاضری دی اور دوران سفر تقریباً بارہ بجکر پچیس منٹ پر ۱۸؍رجب المرجب ۱۴۲۸ھ مطابق ۳؍اگست ۲۰۰۷ء یوم جمعہ اپنے مالک حقیقی سے جا ملے انا للہ وانا الیہ راجعون

چشم ظاہر میں گرچہ چھپ گیا یہ آفتاب
حشر تک ہوتا رہے گا ذرہ ذرہ فیضیاب
فیض پائے گا زمانہ اب مزار پاک سے
نور پائیں گے ستارے اس مقدس خاک سے

☆......☆......☆

(......بقیہ ص ۳۲ کا) دعوت دیتا حضرت اس کی دعوت قبول فرماتے تھے کہیں پیدل چل کر جارہے ہیں، تو کہیں رکشہ پر بیٹھ کر تشریف لے جارہے ہیں۔ ایک دفع کا واقعہ ہے کہ ایک عقیدت مند نے حضور صدر العلماء کو اپنے گھر لے جانے کی دعوت کی اور آٹو رکشہ لیکر حاضر ہوا اور حضور صدر العلماء مدرسہ میں بذریعہ کار تشریف لا چکے تھے اور کار موجود تھی لیکن اس کے باوجود اسی کے آٹو رکشہ میں بیٹھ کر تشریف لے گئے اس موقع پر یہ فرمایا یہ شخص روپیہ دیکر گاڑی لایا ہے اگر میں کار میں بیٹھ جاتا ہوں تو اس کو تکلیف ہوگی یہ ہے حضور صدر العلماء کی دلداری اور لوگوں کا لحاظ و پاس۔

اسی طرح ایک مرتبہ کا اور واقعہ ہے کہ ایک شخص نے ٹرک خریدا اور اس کو لیکر "جامعۃ الرضا" میں آیا تاکہ حضور صدر العلماء اس میں بیٹھ کر ہمارے گھر چلیں اور برکت کی دعا کریں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ کرسی کے سہارے ٹرک میں بیٹھ کر اس کے ساتھ گئے، اسی طرح گھر پر ہوتے تو چھوٹے چھوٹے بچے آتے اور اپنے گھر لے جاکر فاتحہ وغیرہ کراتے تھے اور حضور صدر العلماء اس کے گھر اسی بچے کے ساتھ جاتے تھے یہ ہے خدمت خلق کا جذبہ اور اسلاف کے نقشہ قدم پر چلنا زندگی کا یہ عام معمول تھا کہ صبح جلد ہی اٹھ کر ضروریات سے فارغ ہوجاتے وضو فرما کر محلّہ کی مسجد میں باجماعت نماز ادا فرماتے بعد نماز اوراد و وظائف میں مشغول ہوجاتے پھر ناشتہ فرما کر مدرسے تشریف لے جاتے وہاں پہنچ کر طالبان علوم نبویہ کو علم وادب کا جام پلاتے اور مدرسے کی فلاح و بہبود اور ترقی ان کا اہم کارنامہ تھا بڑے بڑے الجھے ہوئے مسائل کو حل فرماتے اور صحیح رہنمائی فرماتے اس کے بعد گھر آکر کھانا تناول فرما کر کچھ دیر (بقیہ ص ۲۹ پر......)

حضور صدر العلماء عام و خاص کی نظر میں

از: مولانا محمد افضل حسین اویسی استاذ جامعۃ الرضا بریلی شریف

روز اول سے ہی یہ دستور چلا آرہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو اپنا محبوب بنانا چاہتا ہے تو اس کی محبت کو عام فرما کر ہر خاص و عام کے درمیان اسے مقبولیت کا درجہ عطا فرماتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم شاہد ہے۔ ان الـــذیـــن آمـنـوا وعملوا الصالحات سیجعل لهم الرحمٰن ودا یعنی بیشک جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کئے جلد ہی اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی محبت کو عام فرمادے گا۔ اور حدیث پاک میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو حضرت جبریل کو حکم دیتا ہے کہ اے جبریل میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تو بھی محبت کر تو حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام آسمان والوں سے فرماتے ہیں کہ اے فرشتوں اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت فرماتا ہے۔ لہٰذا تم لوگ بھی اس بندے سے محبت کرو تو تمام فرشتے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر حضرت جبریل اس بندے کی محبت پوری روئے زمین کے لوگوں کے قلوب میں ودیعت فرمادیتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور صدر العلماء کو ہر خاص و عام کے درمیان مقبولیت عطا فرمائی تھی اور یہ مقبولیت آپ کے ولی کامل اور محبوب خدا ہونے کی واضح دلیل ہے، بلا شبہ حضرت صدر العلماء مذکورہ آیت مبارکہ اور حدیث شریف کے مکمل مصداق نظر آئے تھے۔

حضرت کی ولادت باسعادت : ۱۴؍شعبان المعظم ۱۳۴۸ھ ۱۹۳۰ء بمقام سوداگران بریلی شریف میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت: اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے پناہ ذہانت و فطانت اور فہم و فراست سے نوازا تھا، خاندان کے بزرگ ترین شخصیتوں کے سایہ تلے آپ کی تربیت ہوئی۔ ابتدائی تعلیم تو آپ نے مقامی مکتب و مدرسہ سے حاصل کیا البتہ درس نظامی کی تعلیم کے لئے منظر اسلام میں داخل ہوئے، حضور محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب اور دیگر اساتذۂ کرام کی خصوصی توجہ اور شفقت و محبت سے آپ بہرہ مند ہوتے رہے۔ کچھ دنوں تک آپ نے مظہر اسلام میں بھی تعلیم حاصل کی۔ بعد تقسیم ہند حضور محدث اعظم مولانا سردار احمد صاحب پاکستان تشریف لے گئے۔ آپ بھی والد ماجد سے اجازت حاصل فرما کر چھ مہینے کے لئے پاکستان تشریف لے گئے اور اس قلیل مدت میں آپ نے دورۂ حدیث کی تکمیل فرمائی۔ بعد فراغت آپ نے باضابطہ طور پر مسند درس و تدریس سنبھالا، پہلے مظہر اسلام بعدہ منظر اسلام بعدہ جامعہ نوریہ اور آخر کے تین سال آپ نے جامعۃ الرضا میں یہ خدمت انجام دی، درس و تدریس آپ کا اہم ترین مشغلہ تھا، تقریباً پچپن سال آپ نے اس خدمت کو انجام دیا، تدریس میں آپ کو ایسا ملکہ حاصل تھا کہ بڑی سی بڑی بات بہت آساں پیرائے میں سمجھا دیتے تھے۔

بیعت و خلافت : جب آپ کی عمر مبارک تقریباً ۱۳؍ سال کی ہوئی تو والد ماجد کے ارشاد پر عرس رضوی کے خوبصورت اور پر بہار موقع پر حضور مفتی اعظم ہند کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ یہ مرشد گرامی کا غایت درجہ کرم تھا کہ ۲۵؍صفر المظفر ۱۳۸۰ھ کو عرس رضوی کے حسین موقعہ پر اکابر علماء و مشائخ کی موجودگی میں برسر منبر آپ کو خرقۂ

خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا سید العلماء حضرت سید آل مصطفیٰ مارہروی، برہان ملت مفتی برہان الحق جبل پوری، مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن رضوی اور حافظ ملت علامہ عبدالعزیز مرادآبادی علیہ الرحمہ جیسے اکابر علماء و مشائخ نے خرقہ پوشی فرمائی اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے اپنے دست مبارک سے اپنا عمامہ آپ کے سر پر باندھا اور سند اجازت پر بقلم خود اس عبارت کا اضافہ فرمایا" عممته بعمامتی والبسته جبتی" یعنی میں نے انہیں اپنا عمامہ عطا کیا اور اپنا جبہ پہنایا۔

علم و تقویٰ: حضور صدر العلماء کی ذات بابرکات اور شخصیت کے علم و زہد کا اندازہ مندرجہ ذیل ارشادات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ جس وقت آپ مرشد برحق، رہبر شریعت، پیر طریقت حضور سیدی مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے تو اس وقت حضور مفتی اعظم نے آپ کو تمام اوراد و وظائف اور تعویذات و عملیات کی اجازت مرحمت فرما کر ارشاد فرمایا تھا: "قرة عینی ودرة زینی" یعنی میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور میری تزئین و آرائش کے موتی محمد تحسین رضا خاں ہیں، یہی وجہ تھی کہ حضرت صدر العلماء عادات واطوار، گفتار و رفتار، افعال و کردار، علم و عمل، زہد و ورع، حسن و جمال اور صورت و سیرت ہر اعتبار سے مظہر مفتی اعظم ہند نظر آتے تھے۔ اس کے علاوہ حضور مفتی اعظم ہند نے کئی موقعوں پر حضرت صدر العلماء کی تعریف و توصیف پر مشتمل کلمات ارشاد فرمائے۔ ایک موقع پر ارشاد فرمایا: ''صاحب (یعنی مولانا حسنین رضا خاں علیہ الرحمہ) کے جتنے لڑکے ہیں سبھی خوب ہیں با صلاحیت ولیاقت ہیں مگر ان میں تحسین رضا کا جواب نہیں'' اور ایک موقع پر ارشاد فرمایا: ''دو لوگ ایسے ہیں جن پر مجھے مکمل اعتماد ہے ایک تحسین رضا اور دوسرے اختر میاں'' (حضور ازہری میاں صاحب قبلہ) ایک مرتبہ حضور مفتی اعظم رکشہ پر بیٹھ کر کہیں تشریف لے جارہے تھے، ساتھ میں حضرت حبیب میاں صاحب بھی تھے، حضور مفتی اعظم نے فرمایا: تحسین رضا گل سر سبد ہیں پھر ارشاد فرمایا جانتے ہو گل سر سبد کیا ہے۔ باغباں پھولوں کی ٹوکری میں سب سے خوبصورت اور پسندیدہ پھول نمایاں طور پر اوپر رکھتا ہے اس پھول کو گل سر سبد کہتے ہیں۔ (حیات صدر العلماء) کس قدر محبت آمیز ہیں یہ جملے اور کس قدر اپنائیت جھلک رہی ہے ان جملوں سے، یہ جملے خود ہی بتارہے ہیں کہ حضور مفتی اعظم حضرت صدر العلماء سے بے پناہ شفقت و محبت فرماتے تھے، جبکہ حضور مفتی اعظم صاحب تقویٰ اور صاحب علم و عمل ہی سے کامل محبت فرماتے تھے، حضرت صدر العلماء سے حضور مفتی اعظم کا غایت درجہ شفقت و محبت فرمانا ان کے تقویٰ و طہارت کی واضح اور روشن دلیل ہے۔

حضرت کی سادگی: کا عالم یہ تھا کہ کسی کی دل شکنی نہ فرماتے بلکہ ہر ایک کی دلجوئی فرماتے اور جو شخص بھی جس موقعہ پر آپ کو بلاتا بلا تفریق ہر ایک کے گھر تشریف لے جاتے۔ ایک مرتبہ جامعۃ الرضا میں راقم کے سامنے ایک شخص نئی گاڑی، ڈی،سی،ایم نکال کر لایا۔ حضرت صدر العلماء اس وقت مشغول درس تھے جب آپ فارغ ہوئے تو اس نے حضرت کی بارگاہ میں درخواست پیش کی کہ حضور برائے خیر و برکت ہماری میں بیٹھ کر تشریف لے چلیں، چونکہ گاڑی بڑی تھی آپ کو چڑھنے میں دشواری ہوتی اس لئے جامعہ کے اساتذہ کی مرضی نہ تھی اور نہ امید تھی کہ حضور صدر العلماء اس گاڑی پر سوار ہو کر تشریف لے جائیں گے، لیکن آپ نے اس کی دل شکنی نہ فرمائی اور کرسی منگوا کر اس پر سوار ہو کر تشریف لے گئے۔

اسی طرح ایک مرتبہ ایک شخص نیا تھری ویلر (ٹیمپو) خرید کر جامعۃ الرضا میں حاضر خدمت ہوا، اور حضرت کی بارگاہ میں ملتجی ہوا کہ حضور ہمارے تھری ویلر کو اپنے قدوم

میمنت لزوم سے سرفراز فرمائیں، حضرت نے اس کی درخواست منظور فرما کر کچھ دور تک اس گاڑی پر سوار ہو کر تشریف لے گئے، بعدہ مدرسے کی گاڑی پر سوار ہو کر گھر کی جانب روانہ ہوئے۔کانکرٹولہ کے لوگوں کو حضرت سے اس قدر والہانہ محبت تھی کہ آپ کے وصال کے وقت وہاں کی عورتوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ حضرت تو چلے گئے اب ہمارے گھر فاتحہ کرنے کون آئے گا، حضرت کی یہی وہ ادا تھی جس پر ہر چھوٹا بڑا، امیر وغریب، اپنا وبیگانہ فریفتہ نظر آتا تھا۔

وصال مبارک: ۱۸؍رجب المرجب ۱۴۲۸ھ بمطابق ۳؍اگست ۲۰۰۷ء علم وعمل، زہد وتقویٰ کا وہ کوہ ہمالہ، خانوادۂ رضا کا چشم و چراغ حیات دار فانی سے حیات جاودانی کی طرف کوچ کر گیا اور اپنے مالک حقیقی سے جا ملا۔

درجۂ فضیلت و شہادت: اللہ تبارک تعالیٰ نے حضور صدر العلماء کو کئی وجھوں سے فضیلت اور شہادت کا درجہ عطا فرمایا۔

اولا: تو اس مہینے میں آپ کا وصال ہوا جس کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ مہینہ یعنی رجب المرجب کا مہینہ اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے۔

ثانیاً: جمعہ مبارکہ کو آپ کا وصال ہوا جس کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ جمعہ سید الایام ہے اور اس دن انتقال فرمانے والا بغیر حساب وکتاب کے جنت میں جاتا ہے۔

ثالثاً: دین کی نشر واشاعت اور تبلیغی دورے میں آپ کا وصال ہوا جو شہادت کا اہم درجہ ہے۔

رابعاً: ایک سانحۂ عظیم میں آپ کا وصال ہوا اور آپ کی یہ شہادت اظہر من الشمس ہے۔حضرت کی چلتی پھرتی تصویر، مسکراتا چہرہ، حسن و جمال، زہد وتقویٰ، علم وعمل سب ہماری نگاہوں کے سامنے ہے، اور کیوں نہ ہو جبکہ آپ مظہر مفتیٔ اعظم ہند تھے جب تک باحیات رہے اس وقت بھی آپ مظہر مفتی اعظم ہند رہے اور وصال کے وقت بھی جنازے کے ہجوم اور جم غفیر سے لوگوں نے آپ کا مظہر مفتی اعظم ہند ہونا ملاحظہ فرمایا۔

صداقت ہو تو دل سینے سے کھینچنے لگتے ہیں واعظ
حقیقت خود کو منوا لیتی ہے مانی نہیں جاتی

☆☆☆

(............بقیہ ص ۲۶ کا) آرام فرماتے نماز ظہر سے فارغ ہو کر اپنے مکتبہ میں تشریف لے جاتے جہاں پہلے ہی سے حاجت مند اپنی اپنی حاجتیں اور مسائل لیکر موجود رہتے حضور صدر العلماء لوگوں کی باتیں خندہ پیشانی سے سن کر ان کا حل پیش کرتے روزانہ تعویذ لینے والوں کی ایک لمبی قطار ہوتی جس میں اپنے بھی ہوتے اور غیر بھی سب کو حسب ضرورت تعویذ لکھ کر پیش فرماتے۔اللہ کے قدسی صفات بندے مخلوق خدا کے زخم پر مرہم رکھ کر ہی سکون ومسرت پاتے ہیں۔ان کا مقصد حیات دردمندوں کی غمگساری اور شکستہ حالوں کی چارہ سازی ہے یہی طرز عمل رضائے الٰہی کے حصول اور دائمی راحت قلب وجگر کا سرچشمہ ہے۔حضور صدر العلماء کی شخصیت سے خیر وصلاح کے چشمے پھوٹے آپ کی پوری زندگی دوسرے انسانوں کی خیر خواہی وخدمت کے لئے وقت تھی وہ سفر میں ہوں یا حضر میں ہر حال میں خدمت خلق کے جذبات سے سرشار اور اس کے لئے مستعد رہتے تھے ان کی خدمت کسی ذاتی منفعت یا خارجی دباؤ کا نتیجہ نہ تھی انہوں نے اسے شہرت و ناموری یا دنیاوی مفاد کے حصول کا ذریعہ ہرگز نہ بنایا بلکہ اسے ایک مقدس فریضہ سمجھ کر انجام دیتے رہے۔انہوں نے اس کے ذریعہ خدا کی رضا طلب کی اور اسی سے صلہ کی امید وابستہ رکھی۔

حضور صدر العلماء اپنے اخلاق واطوار کے آئینے میں

از: حضرت مولانا محمد بیت اللہ صاحب استاذ جامعۃ الرضا بریلی شریف

حسن صورت حسن سیرت حسن قول وفعل دے
مرشد برحق شہ تحسین رضا کے واسطے

حضور صدر العلماء زہد وقناعت، حلم وبرد باری، تواضع وانکساری، طہارت نفس، سبقت سلام، پاکیزہ اخلاق، اتباع سنت اور حسن سیرت وجمال صورت کے جامع تھے۔ شعر وادب کا پاکیزہ ذوق رکھتے تھے اپنے اسلاف آباءواجداد کے کامل واکمل نمونہ تھے بزرگوں کا احترام چھوٹوں پر شفقت آپ کا شعار دائم تھا، زہد وتقویٰ توکل واستغنا میں امتیازی شان کے مالک اور اخلاق وکردار کے بادشاہ تھے۔ آپ الحب فی اللّٰہ والبغض فی اللّٰہ اور اشداء علی الکفار ورحماء بینھم کی جیتی جاگتی تصویر تھے آپ شاگردوں اور مریدوں سے بھی نہایت لطف وکرم، شفقت ومحبت سے پیش آتے تھے اور ہر مرید وشاگرد یہی سمجھتا تھا کہ اسی سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔

خدمت خلق

حضور صدر العلماء کے اندر ایک بہت بڑی خوبی یہ تھی کہ خدمت خلق کا جذبہ رکھتے تھے آپ ایک بہترین معاشرہ کی تشکیل کے لئے باہمی تعاون، امداد واعانت اور خیر خواہی مسلمان کے بنیادی اصول کے پابند نظر آتے تھے، ظاہر ہے کہ جب تک ایک معاشرہ اور ایک سماج کمزوروں اور ضعیفوں کی حمایت، مجبوروں کی اعانت، غمزدوں کی غمگساری، مظلوموں کی دادرسی، بیواؤں کی خبر گیری یتیموں کا خیال اور حاجت مندوں کی حاجت روائی نہ کرے گا اس وقت تک وہ سوسائٹی اور وہ سماج ترقی وخوشحالی کے مدارج طے کرنے کی صلاحیت سے محروم رہے گا۔ یہی سبب ہے کہ اسلام نے اپنے اجتماعی ومعاشرتی تصورات اور منصوبے میں ہر فرزند توحید کو باہمی امداد واعانت اور غمگساری ومودت کی مؤثر تعلیم دی ہے۔

حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: من کان فی حاجۃ اخیہ کان اللّٰہ فی حاجتہ ومن فرج عن مسلم کربۃ فرج اللّٰہ عنہ کربۃ من کربات یوم القیامۃ (بخاری شریف جلد۲ ص ۳۳۰ کتاب المظالم) جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے میں لگا رہے گا اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی مصیبت دور کرے گا خدائے تعالیٰ اس کی قیامت کی مصیبتوں میں سے کوئی مصیبت دور کرے گا۔

من نفّس عن مسلم کُربۃ من کرب الدنیا نفّس اللّٰہ عنہ کربۃ من کرب یوم القیامۃ ومن یسّر علی معسر یسّر اللّٰہ علیہ فی الدنیا والآخرۃ ومن ستر علی مسلم فی الدنیا ستر اللّٰہ علیہ فی الدنیا والآخرۃ واللّٰہ فی عون العبد ماکان العبد فی عون اخیہ (ترمذی شریف، حدیث نمبر ۱۹۳۰، ابواب البر والصلۃ، ج۲ ص ۱۵)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو کسی مسلمان کی کوئی دنیوی تکلیف اور پریشانی دور کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تکلیف اور پریشانی سے اسے نجات دے گا، اور جو کسی تنگ دست پر آسانی کرے گا (اسی طرح قرض خواہ اپنے مفلس تنگ دست مقروض کو اپنے قرض کی وصولی کے

سلسلہ میں سہولت دے گا یا کوئی اپنا حق آتا وصول کرنے میں آسانی کا برتاؤ کرے گا) تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا اور آخرت میں سہولت دے گا اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا اور جو کوئی بندہ جب تک اپنے بھائی کی امداد واعانت کرتا رہے گا اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اس کی مدد کرتا رہے گا خیر الناس من ینفع الناس سب سے اچھا وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لاتباغضوا ولاتحاسدوا ولا تدابروا وکونوا عباد اللّٰہ اخوانا۔ آپس میں بغض وحسد نہ رکھو اور دشمنی نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کے سچے بندے بن کر آپس میں برادرانہ سلوک کرو(فتاویٰ رضویہ بحوالہ مسلم شریف حصہ۲ جلد۹ ص۶۲)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: احب الاعمال الی اللّٰہ تعالیٰ بعد الفرائض ادخال السرور فی قلب المسلم اللہ تعالیٰ کے فرائض کی ادائے گی کے بعد مسلم کا دل خوش کرنا محبوب عمل ہے(فتاویٰ رضویہ جلد۱۴ ص۳۹۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دل الطریقۃ صدقۃ راستہ بتانا ثواب ہے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ارشادك الرجل فی ارض الضلال۔ صدقۃ گم گردہ راہ بیابانوں میں کسی کو راستہ بتانا ثواب کا کام ہے نیز انہیں سے روایت ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تبسمك فی وجہ اخیك صدقۃ اپنے بھائی کے سامنے مسکرانا صدقہ ہے۔(فتاویٰ رضویہ ج۱۴ ص۲۰۱)

یہ وہ موثر تعلیمات ہیں جن پر عمل کرکے قرون اولیٰ اور اس کے بعد کے مسلمانوں نے ایک ایسے معاشرہ کو جنم دیا اور ایسے سماج کی شروعات کی تھی جو سراپا رحمت ومودت ہمدردی وغمگساری کا بے مثال مظہر تھا جس کا ہر فرد دوسرے افراد کی خیرخواہی، اعانت اور ہمدردی کے لئے آمادہ رہتا تھا۔ خیرخواہی ہی کا نام دین ہے جیسا کہ حضور سید عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: الدین النصیحۃ للّٰہ ولکتابہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتھم بیشک دین یہ ہے کہ اللہ عزوجل اور اس کی کتاب اور اس کے رسول سے سچا دل رکھے اور سلاطین اسلام اور جملہ مسلمانوں کی خیرخواہی کرلے۔ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: بایعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم علی اقامۃ الصلوۃ وایتاء الزکوۃ والنصح لکل مسلم (مسلم شریف ج۱ ص۵) میں نے حضور سید عالم ﷺ سے نماز قائم کرنے زکوۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کی خیرخواہی کرنے پر بیعت کی۔ حضرت امام نووی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی حدیث کے تحت حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب میں ایک روایت نقل فرمائی ہے۔

ان جریرا (رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ) امر مولاہ ان یشتری لہ فرسا فاشتری فرسا بثلاث مائۃ درھم وجاء بہ و بصاحبہ ینقدہ الثمن فقال جریر (رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ) لصاحب الفرس فرسك خیر من ثلاث مائۃ اتبیعہ باربع مائۃ قال ذالك الیك یا ابا عبد اللّٰہ فقال فرسك خیر من ذلك اتبیعہ بخمس مأۃ ثم لم یزل یزیدہ مأۃ مأۃ وصاحبہ یرضی وجریر (رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ) یقول فرسك خیر الی ان بلغ ثمان مأۃ درھم فاشتراہ بھا فقیل لہ فی ذالك فقال انی بایعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ

تعالیٰ علیه وسلم علی النصح لکل مسلم۔

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے غلام کو حکم دیا ایک گھوڑا خریدنے کا تو اس نے تین سو درہم میں ایک گھوڑا خریدا اور اسے اور اس کے مالک کو لیکر آیا تا کہ وہ اسے اس کی قیمت ادا کریں تو حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھوڑے کے مالک سے فرمایا کہ تیرا گھوڑا تین سو درہم سے زائد قیمت کا ہے کیا تم اسے چار سو میں بیچو گے کہا کہ آپ اس کو لے لیجئے اے ابو عبد اللہ! پھر انہوں نے فرمایا تمہارا گھوڑا اس سے بہتر ہے کیا تم اس کو پانچ سو میں فروخت کرو گے پھر برابر سو سو بڑھاتے رہے اور گھوڑے کا مالک راضی ہوتا رہا اور حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے رہے تیرا گھوڑا اس سے بہتر ہے یہاں تک کہ آٹھ سو درہم کو پہنچ گئے پھر اس کو آٹھ سو درہم میں خرید لیا ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا انہوں نے جواب دیا کہ میں نے حضور سید عالم ﷺ سے بیعت کی ہے ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر یہی وہ اوصاف جمیلہ ہیں جن کو اپنا کر قرون اولیٰ کے مسلمان کامیاب و کامران ہوئے اسی لئے انسان دوستی، مسکین نوازی، غریب پروری کی ذمہ داری خواص کے لئے بڑھ جاتی ہے اور خلق خدا کے لئے اس کے ایثار و خلوص اور مؤدت و محبت کا جذبہ امتیازی شخص کی علامت بن جاتی ہے۔ اور یہ سارے اوصاف حسنہ حضور صدر العلماء کے اندر پورے طور پر موجود تھے اور اسلاف کے نقش قدم پر گامزن تھے مسلمانوں کو بھی پوری زندگی اس کی طرف دعوت دیتے رہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم سید القوم فی السفر خادمهم فمن سبقهم بخدمة لم یسبقوه بعمل الشهادة (مشکوٰۃ شریف ص ۳۴۰) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا قوم کا سردار سفر میں لوگوں کا خادم ہوتا ہے پس جو شخص خدمت میں ان پر سبقت لے جاتے اس پر وہ لوگ شہادت کے سوا کسی بھی عمل کے ذریعہ سبقت نہیں کر سکتے۔ سربراہ قوم و مذہب کا یہ فریضہ ہے کہ وہ لوگوں کی ضرورتوں کو سمجھے اور ان کو آسانیاں فراہم کرنے کی کوشش کرے، بے کس و مجبور درماندہ انسانوں کی امداد و تعاون کرے۔ حاجت روائی، مدد اور کارسازی صفت خداوندی ہے اس لئے خدمت خلق کو سنت الٰہیہ سے ایک خاص تعلق ہے اس لئے اس کی فضیلت ایک واضح حقیقت ہے۔ اس نقطۂ نظر سے جب ہم رہنمائے شریعت راز دار طریقت حضور صدر العلماء کو دیکھتے ہیں تو ہم پر یہ حقیقت منکشف ہوجاتی ہے کہ اسلاف کرام کی طرح آپ کی زندگی کے بیشتر اوقات بندگان خدا کی حاجت روائی، پریشان حال کی اعانت، مصیبت زدوں کی مشکل کشائی اور دردمندوں کی دل داری میں بسر ہوا کرتے تھے۔

''جامعۃ الرضا'' میں ہوتے تو طلبہ اپنی اپنی ضرورتوں کو لیکر پہنچتے تو ان کی ضرورتیں پوری کرتے تھے۔ اساتذہ کرام اپنی مشکلیں حل کراتے الجھے ہوئے مسائل لیکر حاضر ہوتے تو ان کے لاینحل مسائل کو اپنے ناخن تدبر سے چند لمحوں میں حل فرماتے تھے۔ مسند افتاء ہو یا بیعت و ارشاد، درس و تدریس ہو یا تعویذ نویسی کا شغل ہر مرحلہ میں لوگوں کی مشکل کشائی اور اعانت کے جلوے نظر آتے تھے۔ مسند افتا پر بیٹھ کر لوگوں کے سوالات و استفسارات کے جوابات تحریر کرنا دینی مشکلات کا حل کرنا اور انہیں منشائے شریعت سے آگاہ کرنا پھر بیعت و ارشاد، تبلیغ و اشاعت دین کے لئے ملک اور بیرون ملک کے طول و عرض میں سفر کرنا لوگوں کو روحانی قدروں سے آشنا کرنا بدعات و منکرات، سیئات و مکروہات سے دور رہنے کی تعلیم دینا نیکیوں اور بھلائیوں کی ترغیب و دعوت دینا بلاشبہ حضور صدر العلماء کے یہ وہ نمایاں کارنامے ہیں جن کے ذریعہ عام مسلمانوں کی خدمت ہوتی رہی اور لوگ ان سے فیضیاب ہوتے رہے لوگ اپنی ضرورتیں لیکر آتے کوئی اپنے چلنے کی (بقیہ ص ۲۶ پر......)

زمیں کھاگئی آسماں کیسے کیسے

از: مولانا محمد محبوب رضا نوری بدر القادری دار الافتاء منظر اسلام بریلی شریف

اٹھارہ رجب المرجب ۱۴۲۸ھ مطابق ۳؍اگست ۲۰۰۷ء سید الایام جمعۂ مبارکہ کو میں نماز عصر کی تیاری میں مصروف تھا اتنے میں ہماری جماعت کے ایک مشہور و معروف نقیب حضرت مولانا نور الحسن محشر فریدی صاحب کا لکھنؤ سے فون آگیا سلام وکلام کے بعد انہوں نے یہ دلدوز و دلسوز و جانگداز خبر سنائی کہ صدر العلماء مظہر مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد تحسین رضا خاں صاحب قبلہ کا آج ناگپور کار حادثہ میں وصال پر ملال ہوگیا مجھے یقین نہ آیا دل یقین بھی کرے تو کیسے کان سنے بھی تو کیسے فی الفور مکرمی حضرت مولانا ظہور الاسلام صاحب نوری (خطیب و امام رضا مسجد بریلی شریف) سے رابطہ کیا میرے استفسار پر انہوں نے فرمایا کہ واقعی صدر العلماء ہم سے رخصت ہوگئے دنیائے سنیت یتیم ہوگئی، اس اندوہناک خبر کو سن کر باوجود ہزار ضبط کے آنکھیں نمناک ہوگئیں ایک میری ہی کیا نہ جانے کتنوں کی آنکھیں مثل ساون بھادوں کے آنسو بہائیں ہوں گی، نہ جانے کتنے تلامذہ، مریدین، متوسلین و معتقدین کا سینہ چھلنی ہوا ہوگا نہ جانے کتنے خون کے آنسو روئے ہوں گے۔

موت اس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس
ورنہ دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے واسطے

کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ یہ المناک وحشت انگیز خبر سننا ہمارے مقدر میں مقدور ہے۔

کیا خبر تھی موت کا یہ حادثہ ہوجائے گا
یعنی آغوش زمیں میں آسماں سوجائے گا

اس دور قحط الرجال میں شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی، فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین امجدی، رئیس القلم والتحریر حضرت علامہ ارشد القادری، شمس العلماء حضرت علامہ مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جیسے قدر آور عظیم شخصیات کے وصال با کمال سے دنیائے سنیت کو جس نقصان عظیم و خسران مبین سے دوچار ہونا پڑا ہے اس کی تلافی ممکن نظر نہیں آتی کیوں کہ ظاہری اسباب وعوامل نظر نہیں آئے اگرچہ اللہ رب العزت کی قدرت کاملہ ورحمت واسعہ سے کچھ بھی بعید نہیں مگر بظاہر اسباب ایسے ہی ہیں۔

جو بادہ کش ہیں پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آب بقائے دوام لاساقی

ابھی حضرات اہل سنت وجماعت مذکورہ شخصیات کے غم بھولنے نہ پائے تھے کہ پھر اچانک علم وفضل کا تاجدار نور و عرفان کا روشن چراغ شوریدہ سروں کا قافلہ سالار جادۂ عشق وعرفاں کا ہادی و رہنما جامع الصفات، مجمع الکمالات والمحاسن نبیرۂ استاذ زمن حضرت صدر العلماء علامہ مفتی الشاہ محمد تحسین رضا خاں صاحب قبلہ محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات پر ملال نے جہان سنیت کو ماتم کدہ بنادیا سچ فرمایا گیا ہے موت العالم موت العالم عالم ربانی کی موت جہان کی موت ہے اور فرمایا گیا ہے عالم کی موت شیطان پر ستر عابدوں کی موت سے زیادہ محبوب ہے (شعب الایمان ج۲ص۲۶۷ بحوالہ شان مصطفیٰ ص۵۵۹)

اور ایک روایت میں ہے: موت قبیلۃ ایسر من

موت عالم، قبیلہ کی موت عالم کی موت سے آسان ہے (کنز العمال ج ۱۰ ص ۹۰) ان فرامین مقدسہ کے بموجب حضرت تحسین ملت کی رحلت یقیناً آفتاب علم وحکمت کا غروب ہے کیوں کہ آپ بلاشبہ آفتاب علم وفضل تھے لیکن آپ اپنے کار ہائے نمایاں کی وجہ سے زندہ و جاوید ہیں کیوں کہ آفتاب غروب ہوتا ہے فنا نہیں ہوتا حدیث شریف میں حضور جان نور سید عالم نور مجسم علیہ الصلاۃ والتسلیم فرماتے ہیں: من صار بالعلم حیا لم یمت ابدا۔ جو علم سے زندہ ہوگا وہ کبھی نہیں مرے گا (حاشیۂ ہدایہ اولین ص ۲)

رہتا ہے نام علم سے زندہ ہمیشہ داغ
اولاد سے تو بس یہی دو پشت چار پشت

قادر مطلق نے تحسین ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کو علم و فضل عطا فرمانے کے ساتھ ساتھ حسن عمل، اعلیٰ سیرت و کردار، زہد واتقاء، خوش اخلاقی، عجز و انکساری، سادگی وفروتنی، صبر وشکر، حلم و بردباری، عفوو درگذر وغیرہ جیسے صفات حسنہ سے بھی وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔

لیس علی اللّٰہ بمستبعد
ان یجمع العالم فی واحد

غالباً انہیں خوبیوں کو ملاحظہ فرمانے کے بعد عارف کامل تاجدار اہل سنت شہزادۂ اعلیٰ حضرت سیدنا سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا نے فرمایا تھا کہ صاحب (مولانا حسنین رضا) کے جتنے بھی بیٹے ہیں سبھی خوب ہیں باصلاحیت وبالیاقت ہیں مگر ان میں تحسین رضا کا جواب نہیں (حیات صدر العلماء ص ۲۹) اور ایک موقع پر ارشاد فرمایا دو لوگ ایسے ہیں جن پر مجھے مکمل اعتماد اور بھروسہ ہے ایک تحسین رضا اور دوسرے اختر میاں (مرجع سابق ص ۳۶) علاوہ ازیں اوراد ووظائف اور تعویذات وعملیات کے اجازت نامہ میں حضور مفتی اعظم کا یہ جملہ قرۃ عینی و درۃ زینی محمد تحسین رضا خاں) میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور میری تزئین وآرائش کے موتی محمد تحسین رضا خاں) ہزاروں تعریفی وتوصیفی کلمات پر بھاری ہے اور ایک موقع پر فرمایا: ''تحسین رضا گل سرسبد ہیں'' (مرجع سابق ص ۳۶) سیدنا سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان نے بلاوجہ صدر العلماء کی تعریف نہیں کی بلکہ آپ نے نگاہ باطن سے ان کے خفیہ جوہر ملاحظہ فرمانے کے بعد یہ شاندار توصیفی کلمات ارشاد فرمائے ہیں مشہور ہے: انما یعرف الفضل لذوی الفضل صاحب فضل کی معرفت اہل فضل ہی کو ہوتی ہے عالم را عالم فی شناسد وولی را ولی می شناسد ورنہ حضور مفتی اعظم کی ذات ستودہ صفات سے یہ بعید بات ہے کہ آپ ایسی تعریف فرماتے۔ کیوں کہ آج بھی آپ کے در کے حاضر باش وخوشہ چین گواہ ہیں کہ آپ نے کبھی بھی نااہل کی تعریف نہیں فرمائی اور کرتے بھی کیسے جس کی نہی صریح بنص شرعی ثابت ہے جبکہ آپ کی پوری زندگی اوامر کی بجا آوری اور منہیات شرعیہ سے کلی اجتناب و اتباع شریعت سے عبارت ہے۔

یہ حال آپ کے مظہر اتم، حضرت صدر العلماء رحمۃ اللہ علیہ کا ہے آپ کی تقریباً اسی سالہ زندگی رشد وہدایت، دعوت وتبلیغ، تعلیم وتعلم، درس وتدریس، اخلاص ومحبت، افادہ و استفادہ، میں گزر گئی حتی کہ دین متین کی نشر واشاعت میں وطن مالوف سے ہزاروں میل دور شہر ناگپور وچندر پور کے بیچ اپنی جان عزیز بھی صرف کردی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ کی یہی وہ نمایاں خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے زمانہ آپ کا والہ وشیدا نظر آتا ہے جس کا بین ثبوت نماز جنازہ کے لئے لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا لاکھوں کا مجمع عام ہے، ہجوم مرداں، قیامت خیز چلچلاتی دھوپ میں اپنے مقتدیٰ کی آخری رسوم (جنازہ، ودفن) ادا کرنے کے لئے منتظر ہیں بعضے تو اس بلا خیز دھوپ میں غش کھا کھا کر گر رہے ہیں، طبیعت سایہ کا متلاشی ہے (بقیہ ص ۳۸ پر......)

صدر صاحب میرے مشاہدے میں

از: افروز رضا قادری خواجہ قطب بریلی شریف

کانکر ٹولہ کی چھوٹی مسجد کی آباد کاری اور صدر صاحب

۱۹۴۷ء کا دور بڑا ہی پر آشوب تھا مسلمانوں کی حالت نا گفتہ بہ ہو چکی تھی، مسلمانوں کے محلّہ ویران ہو چکے تھے بہت سے مدارس اور مساجد بھی ویران ہو چکی تھیں، آج بھی پنجاب، ہریانہ، دہلی وغیرہ میں غیر آباد مسجدیں نظر آئیں گی پنجاب میں تو آج بھی ۹۰ر فیصد مساجد غیر آباد ہیں اسی ۱۹۴۷ء کی پر آشوبی کا اثر پرانا شہر بریلی کی چھوٹی مسجد پر بھی پڑا (اب نورانی مسجد) یہ مسجد ویران ہوگئی۔

محلّہ کے ایک صاحب صدر صاحب قبلہ کے پاس آکر کہنے لگے چھوٹی مسجد میں نہ اذان ہوتی ہے اور نہ نماز وہ ویران ہو چکی ہے بس کیا تھا صدر صاحب کا دل تڑپ اٹھا اسی دن سے صدر صاحب قبلہ نے مسجد کو آباد کرنے کا بیڑا اٹھالیا، قرآن کریم میں ہے: "انما یعمر مساجد اللّٰہ من آمن باللّٰہ والیوم الآخر واقام الصلوٰۃ واٰتی الزکوۃ ولم یخش الا اللّٰہ فعسی اولئك ان یکون من المھتدین ۱۸، سورہ نور"

اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ مسجدوں کے آباد کرنے کے مستحق مومنین ہیں مسجدوں کے آباد کرنے میں یہ امور بھی داخل ہیں جھاڑو دینا، صفائی کرنا، روشنی کرنا اور مسجدوں کو دنیا کی باتوں سے اور ایسی چیزوں سے محفوظ رکھنا جن کے لئے وہ نہیں بنائی گئیں مسجد عبادت کرنے کے لئے بنائی گئی ہیں اور علم کا درس بھی ذکر میں داخل ہے۔

صدر صاحب قبلہ نے مسجد کی صفائی ستھرائی کا انتظام کیا اور مسجد کو آباد کر دیا آپ اسی دن سے اس مسجد میں نماز پڑھنے لگے بلکہ امامت کی ذامہ داری بھی آپ نے سنبھال لی تقریباً ۴۰ر سال صدر صاحب نے اس مسجد میں لوجہ اللہ نماز پڑھائی اس کے بعد آپ نے ایک نائب مقرر فرمایا دیا جو آپ کی عدم موجودگی میں نماز پنجگانہ کی امامت کے فرائض انجام دیتا۔

خدمت خلق

خدمت خلق کے جذبہ سے صدر صاحب سرشار تھے خدمت خلق کا کوئی مخصوص طریقہ نہیں بلکہ شرعی حدود میں رہتے ہوئے نفع مسلمین کے لئے جو کام بھی کریں وہ خدمت خلق ہے تعویذ جھاڑ پھونک کو آج کے دور میں لوگوں نے کمائی کا دھندا بنا لیا ہے، بلکہ اس مقدس خدمت کو بدنام کر دیا ہے مگر صدر صاحب قبلہ نے اس مقدس خدمت کے تقدس کو برقرار رکھا کبھی کسی سے انہوں نے تعویذ پر اجرت نہ لی اگرچہ اجرت لینا جائز ہے۔ آپ کے برادر اصغر حضرت حبیب میاں صاحب فرماتے ہیں کہ بھائی صاحب نے ۳۰/۳۵ر سال لوگوں کو تعویذ لکھ لکھ کر دیتے رہے مگر کسی سے کوئی روپیہ پیسہ نہ لیا۔

درس قرآن وحدیث اور وعظ و خطابت

دور حاضر میں وعظ و خطابت کو لوگوں نے پیسہ کمانے کا پیشہ بنا لیا ہے، دور حاضر کے پیشہ ور خطباء

نذرانے طے کرتے ہیں اور طے کرنے کا انداز بھی کتنا بھونڈا ہے یہ طے کرنے والے اور جلسہ کرانے والے جانتے ہیں ایسا لگتا ہے کہ سبزی منڈی میں کھڑے ہوکر سبزیوں کا مول بھاؤ ہو رہا ہے پھر نذرانہ دیتے لیتے وقت چہروں کی بناوٹ بھی دینی ہوتی ہے۔

خطابت کا حال یہ ہے کہ خطبہ مسنونہ میں آیت تو پڑھی مگر اس کے تعلق سے کچھ نہیں، پوری تقریر ہو جائے نہ آیت نہ حدیث نہ مسئلہ فقہیہ الا ماشاءاللہ بس بادلوں کی سی گرج شیر کی دھاڑ اچھل کود گلے بازی دادو تحسین کی بیجا طلب یہ کیسی خطابت ہے تقریر و وعظ تو اس لئے کرایا گیا کہ عوام الناس میں دینی جذبہ بیدار ہو مسائل کا علم ہو سدھار آئے حد تو یہ ہے کہ خطیب صاحب کی خطابت سے محلّہ کا ایک آدمی نہ سدھرا گھر کے کسی فرد کو مسئلہ معلوم نہ ہوا کیا لطیفہ گوئی سیاسی بازی گری، لفاظی میر و غالب و اقبال کے اشعار سنانے کا نام خطابت ہے؟ پورا شاہنامہ اسلام پڑھ جانے کا نام خطابت ہے؟ پوری پوری رات جاگ کر گذارنے کا نام خطابت ہے؟ خود بھی جاگو دوسروں کو بھی جگاؤ اور فجر کے وقت آرام سے سو جاؤ دن بھر سستی ہی سستی کسی کام کے نہیں یہی خطابت ہے؟ نہیں ہرگز نہیں یہ خطابت نہیں خطابت تو وہ ہے جس میں عام فہم زبان استعمال کی جائے جس کو آپ کے سامعین سمجھ سکیں قرآنی آیات ہوں ان کے ترجمہ و تفسیر ہوں، حدیث بیان کی جائے مسائل بیان کئے جائیں بزرگان دین کے واقعات بیان کئے جائیں، وقت کا مکمل خیال ہو رات رات بھر کے اجلاس نہ ہوں۔

اب مجھے کہہ لینے دیجئے صدر صاحب بہترین واعظ و خطیب تھے، انہوں نے ہی صحیح معنوں میں خطابت کی، وعظ انہوں نے ہی کہا، درس قرآن و حدیث کے نام سے صدر صاحب قبلہ ہر جمعہ کو وعظ و خطابت فرماتے تھے، قرآن کی آیت کی تفسیر، احادیث نبویہ کی تشریح، مسائل فقہیہ کا ذخیرہ، قوم کو عطا کرتے تھے، اس دوران ہزاروں نکات بیان فرمائے ہوں گے کاش وہ قید تحریر میں ہو جاتے یا ٹیپ کر لئے جاتے۔ ۲۵/سال تک بلا معاوضہ و نذرانہ طے کئے بغیر لوجہ اللہ صدر صاحب نے وعظ و نصیحت اور خطابت سے لوگوں کو نوازا۔

☆......☆......☆

(......بقیہ ص ۱۴۱ کا) جو کہ تقریباً ایک بجے دو پہر میں واپس آتے تھے، نماز ظہر سے عصر تک آرام کرتے تھے اور بعد عصر تعویذ کے لئے لوگ آتے تھے جن میں کم و بیش پچاس ساٹھ لوگ مسلم و غیر مسلم آتے اور مغرب تک یہ سلسلہ جاری رہتا، بعد مغرب عموماً دعوت میں جاتے اور عشا کے بعد بھی عموماً دعوت یا کسی چھوٹے و بڑے پروگرام میں جاتے تھے۔

اکثر و بیشتر لوگ آتے اور دیر تک تشریف رکھتے اس کے علاوہ دن و رات کے کسی بھی وقت چندر پور کے اطراف اور کبھی کبھی بلکہ اکثر و بیشتر دو سو یا چار سو کلومیٹر سے لوگ آتے تو ان کے لئے یہ دروازہ ہر وقت کھلا رہتا، حضرت کی یہی وہ خدمات تھیں جسے دیکھ کر اپنے تو اپنے اغیار بھی حضرت کے گرویدہ ہو کر مسلک اہل سنت سے جڑنے لگے تھے۔

افسوس کہ یہ ناشر مسلک اعلیٰ حضرت برادر اکبر حضرت مولانا ظہیر احمد علیہ الرحمہ ناگپور اور چندر پور کے درمیان ''وردا'' میں ایک گاڑی حادثہ میں ۱۸/رجب المرجب بروز جمعہ اللہ تعالیٰ سے جا ملے، انا للہ وانا الیہ راجعون

☆☆☆☆☆

مظہر مفتی اعظم کا زہد وتقویٰ

از: مولانا محمد عابد خاں نوری ۶۲۸/ایف بلاک چاند باغ دہلی ۹۴

حضور صدر العلماء مظہر مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد تحسین رضا خاں قادری نور اللہ مرقدہٗ کی ذات بابرکات اوران کا علم وعمل، زہد وتقویٰ کا اندازہ مندرجہ ذیل ارشادات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ آپ مرشد برحق، رہبر شریعت پیر طریقت سرکار حضور مفتی اعظم ہند علامہ شاہ محمد مصطفٰے رضا نوری علیہ الرحمۃ والرضوان کے دست اقدس پر بیعت ہوئے اور جس وقت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے تمام وظائف وتعویذات اور عملیات کی اجازت دی اس وقت اکابر علمائے کرام فقہائے عظام تشریف فرما تھے، ان کی موجودگی میں ارشاد فرمایا تھا: ''میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور میری تزئین وآرائش کے موتی تحسین رضا خان ہیں'' یہی وجہ تھی کہ حضرت صدر العلماء عادات واطوار گفتار وکردار، علم وعمل، زہد وتقویٰ، حسن وجمال، صورت وسیرت ہر اعتبار سے مظہر مفتی اعظم تھے، کہ آپ پر آپ کے مرشد برحق ولی کامل مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی خاص نظر تھی، جب بھی حضور مفتی اعظم ہند کے دیکھنے والوں کی نظر آپ پر پڑتی یا آپ کے وعظ ونصیحت کی محفل میں شرکت کا انہیں موقع ملتا تو شرکاء مجلس میں سے ہر کوئی بے ساختہ بول پڑتا کہ ہم مفتی اعظم کو دیکھ رہے ہیں، اور کیوں نہ ہو کہ مفتی اعظم ہند کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھے حضور صدر العلماء محفل وعظ ونصیحت کی زینت وآرائش کے گوہر نایاب تھے۔

ایک مرتبہ سرکار حضور مفتی اعظم ہند نے حضرت صدر العلماء کی تعریف وتوصیف پر مشتمل کلمات ارشاد فرمائے کہ'' دو لوگ ایسے ہیں جن پر مجھے مکمل اعتماد ہے ایک تحسین رضا اور دوسرے اختر میاں'' سرکار حضور مفتی اعظم ہند کا فیضان ہے کہ ایک مظہر مفتی اعظم صدر العلماء بن کے چمکے اور دوسرے قاضی القضاۃ تاج الشریعہ جانشین مفتی اعظم بن کر چمکے، جن کو دنیائے سنیت اپنا امام وپیشوا تسلیم کرتی ہے۔ ایک موقع پر ارشاد فرمایا: ''صاحب'' یعنی مولانا حسنین رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ کے جتنے لڑکے ہیں سبھی باصلاحیت اور خوب ہیں، مگر ان میں تحسین رضا کا جواب نہیں۔ حضرت کی سادگی کا عالم یہ تھا کہ کسی کی دل شکنی نہ فرماتے بلکہ ہر ایک کی دل جوئی فرماتے اور جو آپ کو بلاتا چاہے قرآن خوانی کا پروگرام ہو یا نعت خوانی کی محفل ہو یا کسی کے گھر فاتحہ کا پروگرام ہو غریب ہو یا امیر ہو یا عام لوگوں کی نماز جنازہ ہو یا خاص کی ہر کسی کی دعوت قبول فرماتے اور بلا جھجھک ان کے گھر ان کاموں کے لئے تشریف لے جاتے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور صدر العلماء کو کئی وجہوں سے فضیلت و شہادت کا درجہ عطا فرمایا۔ (۱) اس مہینے میں آپ کا وصال ہوا جس کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ مہینہ یعنی رجب المرجب کا مہینہ اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے۔ (۲) اور دوسرا یہ کہ مبارک دن جمعہ کے دن آپ کا وصال ہوا۔ کہ جس کے بارے میں حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو کوئی جمعہ کو مرے اس سے قبر میں سوال نہیں ہوتا اور عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے۔ اور اس میں عام وخاص کسی کے لئے تخصیص نہیں، صدر العلماء ایسے خواص میں ہیں کہ جو

حبیب اللہ ہوتے ہیں، اور اللہ نے حضرت کو اسی دن شہادت عطا فرمائی۔(۳) دین کی نشر و اشاعت اور تبلیغی دورہ میں آپ کا وصال ہوا جو شہادت کا اہم درجہ ہے۔ حضرت کی چلتی پھرتی تصویر مسکراتا چہرہ حسن و جمال زہد و تقویٰ علم و عمل سب ہماری نگاہوں میں ہے، اور کیوں نہ ہو جب کہ آپ مظہر مفتی اعظم ہیں، جب تک آپ باحیات رہے اس وقت بھی مظہر مفتی اعظم رہے، اور دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی آپ مظہر مفتی اعظم ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنا محبوب بناتا ہے تو جبرئیل سے فرماتا ہے کہ فلاں میرا محبوب ہے، میں اس سے محبت کرتا ہوں تم بھی محبت کرو، اور ساری مخلوق میں اعلان کردو کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو حضرت جبرئیل امین علیہ السلام ساری مخلوقات میں اعلان فرما دیتے ہیں تو ہر کوئی ان سے محبت کرنے لگتا ہے حتیٰ کہ چرند پرند اپنے گھونسلوں میں اور مچھلیاں سمندروں میں حتیٰ کہ جو مخلوق جہاں ہوتی ہے وہیں ان سے محبت کرنے لگتی ہے۔ پھر زمین میں اس کی مقبولیت عام کردی جاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ مومنین صالحین و اولیاء کاملین کی مقبولیت عامہ ان کی محبوبیت کی دلیل ہے۔

وہ ہمیں روتا چھوڑ گئے

صدر العلماء مظہر مفتی اعظم ہند حضرت علامہ تحسین رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ یقیناً ایک متبحر عالم دین اور علم و عرفان کے جامع تھے، آپ کو دیکھنے کے بعد حضور مفتی اعظم ہند کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ تلوؤں کے نیچے سے زمین اس وقت کھسکتی ہوئی محسوس ہوئی جب بریلی شریف کی دھرتی پر خاندان اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان میں یہ خبر پہنچی کہ آپ بتاریخ ۱۸؍رجب شریف ۱۴۲۸ھ /۳؍اگست ۲۰۰۷ء بروز جمعہ ناگپور ایک حادثہ میں وفات فرماگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون، آپ کے وصال پر اعلیٰ حضرت کے خاندان کا ہر فرد روتا ہوا نظر آرہا ہے، غم و اندوہ کا عالم برپا ہے اور کیوں نہ ہو کہ آپ خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے چشم و چراغ تھے، زندگی بھر درس و تدریس میں مصروف رہا کرتے تھے، میں چشم دید گواہ ہوں کہ جب میں جامعہ نوریہ رضویہ میں پڑھنے کے لئے جایا کرتا تھا تو آپ بلاناغہ ہر روز چاہے گرمی کا موسم ہو یا جاڑے برسات کا درس حدیث دینے کے لئے اور تشنگان علوم نبویہ کی پیاس بجھانے کے لئے تشریف لایا کرتے تھے، آپ کے وصال پر ہر در و دیوار غمگین ہے ہر کوچہ و بازار مغموم ہے کیوں کہ آپ ہمیں روتا چھوڑ گئے۔ آپ کی جگہ جو خالی ہو چکی وہ مستقبل قریب میں نہیں بھر سکتی، بس بارگاہ الٰہی میں دعاء ہے کہ

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

☆..........☆..........☆

(......بقیہ ص ۳۴ کا) عقیدت قیام کا متقاضی ہے طبیعت وعقیدت کی اس نفسیاتی جنگ میں مؤخر الذکر کو بالادستی حاصل ہوتی ہے بالآخر اپنے عظیم قائد و عظیم محسن و مربی کی نماز جنازہ بقیۃ السلف حجۃ الخلف تاج الشریعہ حضرت علامہ الشاہ المفتی محمد اختر رضا خاں ازہری مدظلہ العالی کی اقتداء میں ادا کی جاتی ہے بعدہٗ پرانا شہر محلّہ کانکر ٹولہ میں حضرت کی تدفین عمل میں آتی ہے اس طرح فضل و کمال جود و نوال کا خورشید ہمیشہ کے لئے اپنی آخری آرام گاہ میں آسودۂ رحمت ہوجاتا ہے۔ اللہ کریم ان کے مزار مقدسہ پر رحمت کی بارش برسائے اور درجات بلند فرمائے آمین ثم آمین یارب العٰلمین

ابر رحمت ان کے مرقد پہ گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے
ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے

مولانا ظہیر احمد خاں

کا ایک اجمالی تعارف

از: معین احمد خاں (ایم اے (انگلش اردو) نیٹ ریسرچ اسکالر (تقابلی ادب) روہیلکھنڈ یونیورسٹی
برادر اصغر مولانا ظہیر احمد خاں علیہ الرحمہ، خادم شعبہ عصریات جامعۃ الرضا متھرا پور بریلی شریف

حضرت مولانا حافظ ظہیر احمد خاں علیہ الرحمہ کی ولادت ۱۹۶۵ء میں شہر بریلی کے ایک چھوٹے سے گاؤں ترساپٹی (شاہی) ضلع بریلی میں ہوئی تھی، ان کے والد محترم خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند حضرت مولانا رئیس احمد خاں علیہ الرحمہ عالم باعمل اور پرہیز گار انسان تھے۔ ان کو حضور حجۃ الاسلام سرکار حامد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شرف بیعت حاصل تھا، انہوں نے عرصہ دراز تک مسجد بی بی جی بہاریپور میں بحیثیت خطیب و دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف میں تدریسی فرائض انجام دیئے عالم باعمل صوفی باصفا حضرت علامہ مولانا مفتی محمد صالح صاحب قبلہ شیخ الحدیث منظر اسلام بریلی شریف جیسے لوگ آپ کے شاگردوں کی فہرست میں شامل ہیں۔

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انکا خاندانی پس منظر قدرے بیان کردیا جائے، علامہ مولانا رئیس احمد خاں صاحب کے آباء واجداد کا تعلق افغانستان کے شہر کابل سے تھا مغلیہ دور حکومت میں اس خاندان کے بزرگ مورث اعلیٰ عالیجناب محمد نور خاں ڈھلیٹ شہر کابل سے ہندوستان تشریف لائے اور کشمیر میں آکر آباد ہوئے، یہاں وہ فوج کے ایک دستہ کے حاکم تھے۔

نو جوانی کے عالم ہی میں تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ شہزادیوں کے نگراں دستہ کے حاکم تھے، ان کے تعلق سے ایک واقعہ خاندان کے بزرگوں و دیگر اہل علاقہ سے منقول ہے کہ ایک بار کسی شہزادی کا ہاتھ پردے سے باہر آگیا، جس پر عالیجناب نور خاں صاحب نے اپنی چھڑی غصہ سے ہاتھ پر ماری جس کی شکایت بادشاہ یا کسی حاکم سے کی گئی جس کے عوض میں بجائے غضبناک ہونے کے زمینداری کے (۲۲) بائیس گاؤں عطا کیے۔

جس میں قصبہ بہیڑی (بریلی) سے ملحق گاؤں ڈنڈیا و نرائن نگلہ سے لیکر قصبہ دیورنیہ کے گاؤں بھیکم پور، کمال پر، ترساپٹی اور دیگر گاؤں شامل ہیں، آخر میں خاندان کے مورثین ترساپٹی و بھیکم پور میں آکر آباد ہوگئے۔

نور خاں صاحب کے کوئی اولاد نرینہ نہیں تھی، ان کے بھائی مکرب خاں صاحب کے صاحبزادے اشرف خاں صاحب سے ان کی بیٹی کی شادی ہوئی تھی، ان کے بیٹے عالیجناب الہٰ یار خاں یا علی یار خاں کے بیٹے عالیجناب مولانا مولوی کرامت خاں صاحب تھے اور ان کے بیٹے عالیجناب مولانا شرافت علی خاں صاحب تھے جو کہ فارغ التحصیل عالم تھے اور سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں تھے اعلیٰ حضرت کی شان میں ان کی ایک دو منقبتیں بھی ہیں اس کے علاوہ ان کے ہاتھ کا قرآن کریم جو

فن خطاطی کا نمونہ ہے وہ بھی ہمارے پاس موجود ہے۔ ان کے بیٹے احمد نبیہ خاں احقر بریلوی ایک متقی و پرہیز گار صوفی انسان تھے فارغ شدہ عالم تو نہ تھے لیکن عربی و فارسی زبان کے ماہر تھے، حضور قبلہ بشیر میاں علیہ الرحمہ کے مرید تھے اور آخر عمر میں تارک الدنیا سے ہو کر رہ گئے تھے، انہیں احقر بریلوی کے بیٹے حضرت علامہ مولانا رئیس احمد خاں علیہ الرحمہ تھے، جو کہ فنافی المرشد کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھے، سیدنا سرکار حجۃ الاسلام کے ذکر پر اوران کے واقعات وحسن کے بیان کرنے پر بے ساختہ آبدیدہ ہو جایا کرتے تھے، اپنے مرشد کے وصال کے بعد زندگی بھر سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا مرشد و مربی خیال فرمایا، اور زندگی کی آخری سانسیں بھی ان کی یاد و خیال میں بسر فرمائیں۔

سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے وصال پر ملال یعنی ۱۴؍محرم الحرام ۱۴۰۲ھ کے ٹھیک ایک ماہ بعد یعنی ۱۴؍صفر المظفر ۱۴۰۲ھ کو پلیا کلاں ضلع کھیری لکھیم پور کے مدرسہ جس کے بانی و ناظم اعلیٰ عاشق اعلیٰ حضرت عالیجناب ڈاکٹر آفتاب احمد خاں رئیس اعظم پلیا کلاں اور حضرت اس مدرسہ کے صدرالمدرسین کے عہدے پر فائز تھے، میں ایک عظیم الشان عرس چہلم کر رہے تھے، اسی موقعہ پر دوران جلسہ حضرت کو دل کا دورہ پڑا، بالآخر صبح نماز فجر سے پیشتر لگاتار تین دورے قلب کے پڑے اور صبح ۱۵؍صفر المظفر ۱۴۰۲ھ کو عین ساڑھے چار بجے صبح مالک حقیقی سے جا ملے (انا للّٰہ وانا الیہ راجعون)

مولانا رئیس احمد خاں علیہ الرحمہ کے چھ اولادیں تھیں جن میں چار لڑکیاں اور دو لڑکے تھے، بڑے بیٹے یعنی حضرت مولانا ظہیر احمد خاں صاحب اپنے والد ہی سے درس نظامی کی تعلیم حاصل کر رہے تھے اور غالباً جماعت ثالثہ میں تھے اس سے قبل ۱۹۷۵ء میں دارالعلوم منظر اسلام سے حفظ کی دستار ہو چکی تھی، والد موصوف کے وصال کے بعد مولانا ظہیر صاحب نے جماعت رابعہ کی تعلیم حضور صدر العلماء علیہ الرحمہ کے زیر سایہ کرم نو قائم شدہ جامعہ نوریہ رضویہ میں حاصل کی (۱۹۸۲ء تا ۱۹۸۵) رابعہ، خامسہ، سادسہ، سابعہ کی لگاتار چار سال کی تعلیم جامعہ نوریہ رضویہ میں حاصل کی اس کے بعد جماعت ثامنہ دورہ حدیث کی تعلیم کے لئے مدرسہ منظر اسلام میں داخلہ لیا اور ۱۹۸۶ء میں فضیلت کی دستار بندی ہوئی فراغت کے بعد ۱۹۸۶ء سے مولانا ظہیر قصبہ کچھا ضلع نینی تال کے مدرسہ رضویہ اشاعت العلوم میں تدریس و ایک اہم مسجد بازار والی (مزار والی) مسجد میں خطیب رہے، لگاتار دس سال کچھا میں دین وسنیت کی ترویج واشاعت کے بعد ۱۹۹۶ء میں گھر گئے، ۱۹۹۶ء میں حضرت کی شادی نواسی حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ یعنی نبیرۂ استاذ زمن حضرت سراج رضا خاں صاحب کی چھوٹی بہن کے ساتھ ہوئی۔

غالباً ۱۹۹۶ء کے اواخر میں یا پھر ۱۹۹۷ء کے شروع میں حضور تاج الشریعہ بدر الطریقہ امام الفقہاء حضور ازہری میاں مدظلہ العالی کے حکم پر صوبہ مہاراشٹر کے شہر چندر پور تشریف لے گئے اور جامع مسجد چندر پور میں خطیب و امام رہے، محض ۲۰؍ماہ یعنی پورے دو سال کے عرصے میں ہی شہر چندر پور میں مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج کے عظیم کارنامے انجام دیئے۔

ہزاروں گمراہ و بدعقیدہ لوگ حضرت کے دامن سے وابستہ ہو گئے، پھر حضور تاج الشریعہ نے مولانا ظہیر کو مسقط و عمان و دُبئی بھیجا، سرزمین دُبئی میں حضرت نے تقریباً ۸؍ماہ رہ کر مسلک کی وہ خدمات انجام دیں کہ لوگ حیران و ششدر رہ گئے، حضرت کی مسجد دبئی میں مسلک اعلیٰ حضرت کی عظیم مسجد بن گئی، بعد رمضان حضرت نے اپنی مسجد میں دبئی جیسے شہر میں سرکار مفتی اعظم ہند کے اس فتوے کے مطابق کہ لاؤڈ اسپیکر پر نماز درست نہیں ہے، جماعت شروع

کروائی، اور پھر ابو ظہبی کی ایک مسجد میں بھی بغیر مائک کے جماعت شروع ہوئی جس کا افتتاح مولانا ظہیر نے ہی کیا، اس کے علاوہ دبئی میں رہ کر حضرت نے شارجہ راس الخیمہ اجمان وغیرہ ممالک کا دورہ کیا۔

شہر چندر پور کے اطراف کے لوگ حضرت سے بے پناہ محبت کرتے تھے ان کی اسی محبت کو مدنظر رکھتے ہوئے اور والدہ ماجدہ کے اصرار پر مولانا ظہیر ہندوستان واپس آگئے اور بعدہ اپریل ۲۰۰۲ء سے شہر چندر پور کی مسجد غریب نواز میں امام وخطیب ودار العلوم غوثیہ رضویہ میں شعبہ درس نظامی میں تدریسی خدمات انجام دینے لگے۔

جو کہ تادم آخر یعنی ۳؍اگست ۲۰۰۷ء تک جاری رہا۔

حضرت کے اساتذہ کی فہرست میں سرفہرست والد محترم علامہ رئیس احمد خاں علیہ الرحمہ وصدر العلماء مظہر مفتی اعظم ہند علامہ تحسین رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ حضرت علامہ سید عارف صاحب قبلہ حضرت مولانا نعیم اللہ خاں صاحب قبلہ حضرت مولانا مفتی محمد صالح صاحب قبلہ حضرت علامہ مولانا محمد ایوب صاحب قبلہ وغیرہ شامل ہیں۔

مولانا ظہیر صاحب کو شرف بیعت ہم شبیہ غوث اعظم وارث علوم امام اعظم سیدی و مرشدی مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے حاصل تھا بیعت ہونے کی تاریخ شجرہ میں جو درج ہے وہ ۱۷؍فروری ۱۹۷۷ء ہے، مولانا ظہیر کو خلافت و جملہ سلاسل کی اجازت حضور تاج الشریعہ جانشین حضور مفتی اعظم ہند علامہ حضور ازہری میاں مدظلہ العالی سے حاصل تھا، نیز سال گذشتہ یا غالباً دو سال قبل مظہر مفتی اعظم ہند صدر العلماء علامہ تحسین رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ نے بھی خلافت سے نوازا تھا۔

حضرت کے چندر پور کے معمولات یہ تھے کہ بعد نماز فجر عموماً مطالعہ کرتے تھے بعدہٗ ساڑھے سات و آٹھ بجے مدرسے تشریف لے جاتے تھے (بقیہ ص ۳۶ پر......)

(......بقیہ ص ۴۴ کا) رویت نہ ہو تو اگلے دن ۳۰؍ شعبان ہی سمجھی جائے جب تک کہ ثبوت شرعی سے رویت ہلال ثابت نہ ہو تمام لوگ ضحوۂ کبریٰ تک کہ بریلی میں ۱۱؍بج کر ۴۱ منٹ پر ہے۔ بے نیت روزہ مثل روزہ دار رہیں، اگر ضحوۂ کبریٰ سے پہلے شرعاً رویت ثابت ہو جائے تو رمضان کے روزہ کی نیت کر لیں ورنہ کھا پی لیں اور اس کے بعد رویت ثابت ہوا گرچہ بعدِ رمضان تو بعدِ رمضان ایک روزہ رکھیں، خواص اس دن خالی نفل کی نیت سے روزہ رکھیں، یہ وہم بھی نہ لائیں کہ اگر آج رمضان ہے تو ہمارا یہ روزہ فرض ہے۔ نرے نفل کا قصد ہو، اگر ثبوت صحیح شرعی سے اس کا روزہ ثابت ہو جائے تو یہ روزہ خود ہی رمضان میں محسوس ہوگا۔

ترکیب نماز عید الفطر

پہلے یوں نیت کرے: نیت کی میں نے دو رکعت نماز عید الفطر واجب کی چھ زائد تکبیروں کے ساتھ اس امام کے پیچھے کعبہ شریف کی طرف مونھ کر کے واسطے اللہ تعالیٰ کے پھر کانوں تک ہاتھ لے جا کر تکبیر پڑھ کر ہاتھ باندھ لیں۔ پھر ثناء پڑھیں، پھر دو مرتبہ کانوں تک ہاتھ لے جا کر تکبیر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دیں، پھر تیسری بار ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہہ کر باندھ لیں اور بطریق معہود ایک رکعت پڑھے۔ دوسری رکعت میں بعد قرأت قبل رکوع تین مرتبہ کانوں تک ہاتھ لے جا کر تکبیر کہتا ہوا ہاتھ چھوڑ دیں اور چوتھی مرتبہ کانوں تک ہاتھ لے جائے بغیر تکبیر کہہ کر رکوع کریں اور حسب دستور نماز پوری کریں۔ نماز کے بعد امام خطبہ پڑھے مقتدی سنیں اور خاموش رہیں خواہ خطیب کی آواز پہنچے یا نہ پہنچے۔ بعد خطبہ دعاء مانگیں، سلام، مصافحہ و معانقہ کریں بد مذہب اور امرد محل فتنہ سے بچیں۔

(ماخوذ از: مسائل وفضائل ماہ رمضان وروزہ۔ از: مفتی اعظم نور اللہ مرقدہٗ)

☆......☆......☆

مسائل ضروریہ رمضان المبارک اور روزے کی فضیلت

(ادارہ)

یہ ماہ مبارک بڑی برکت اور بہت فضیلت والا ہے مبارک وہ جو اس کی خیر و برکت حاصل کرے اور محروم اور پورا محروم وہ ہے جو اس سے محروم رہے اللہ و رسول کا بہت محبوب ماہ ہے اس کے بیان فضیلت کو یہ بس ہے کہ اس میں سرچشمۂ فضائل و برکات قرآن نازل ہوا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: "شهر رمضان الذي انزل فيه القرآن" ماہ رمضان وہ جس میں اتارا گیا قرآن (سورۃ البقرۃ، ع ۷، آیت ۱۸۴) احادیث اس کے فضائل سے گونج رہی ہیں، اس میں آسمان جنت و رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، اس ماہ میں مسلمان کی موت شہادت ہے اس ماہ میں مستحب کام کا ثواب اور ماہ کے فرض جیسا اور فرض ایسا جیسے اور دنوں کے ستر فرض، اس میں ایک رات ایسی ہے جو بفرمان قرآن ہزار مہینوں سے بہتر ہے، روزہ گناہوں کا کفارہ ہے، روزہ کا ثواب بے حساب ہے، روزہ دار کی دعاء بوقت افطار رد نہیں ہوتی اور روزہ دار کے اگلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں، جنت کا ایک دروازہ ریان روزہ داروں ہی کے لئے ہے۔ بے عذر رمضان میں علی الاعلان کھانے پینے والے کے لئے حاکم اسلام کو قتل کا حکم ہے۔ آہ آج کتنے بے غیرت لوگ برسر بازار رمضان کی حرمت کو پامال کرتے ہیں۔

چاند کی رویت

شعبان سے ذی الحجہ تک ان پانچ ماہ کے چاند دیکھنا واجب کفایہ ہے، چاند دیکھ کر یہ دعاء پڑھیں: اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهٗ عَلَيْنَا بِالْخَيْرِ وَالْيُمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ وَالتَّوْفِيْقِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى۔ ۲۹؍ شعبان کو چاند دیکھیں، نظر آئے تو روزہ رکھیں ورنہ ۳۰؍ دن پورے کریں یوں ہی ۲۹؍ رمضان کو ورنہ ۳۰؍ دن پورے کر کے عید کریں مطلع صاف نہ ہو تو جنہیں چاند نظر آئے ان پر ادائے شہادت کہ میں نے اس ماہ کا چاند دیکھا لازم، جہاں ایسا کوئی نہ ہو وہ جس کے حضور شہادت دیں تو وہاں کے مسلمانوں کو جمع کر کے شہادت دیں پھر مسلمان اس شہادت کو مانکر عمل کریں۔ عورت اگر چہ پردہ نشین ہو شہادت کو حاکم اسلام کے یہاں حاضر ہو۔ خط، تار، اشتہار، اخبار، ٹیلیفون، ریڈیو، سب بیکار، افواہ بازار یا دو چار کا کہیں سے آ کر کہہ دینا کہ فلاں جگہ چاند ہوا ہے سب نا قابل اعتبار، رویت درکار ورنہ شہادت شرعیہ پر مدار، مسلمان احکام شرعیہ پر چلیں اور اپنے قیاسات کو دخل نہ دیں۔ جب قوانین شرعیہ پر رمضان کا چاند ہونا ثابت ہو تو روزہ رکھیں جب شوال ہونا ثابت ہو عید کریں۔

روزہ کی حقیقت

دل، آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں، زبان سب کا روزہ ہے نہ کہ مونھ بند رہے اور اعضاء گناہوں میں مشغول، امساک نفس از عصیان (نفس کو گناہوں سے روکنا) یہ روزہ تو ہر روز ہر آن کا ہے۔ رمضان میں اس کے ساتھ دن بھر کھانے پینے جماع سے روکنا (نفس کو) حقیقی روزہ ہے۔ خدا کی رحمت کے قربان کہ فرض محض اتنے سے ادا ہو جاتا ہے کہ نفس کو ان حلال امور سے روکے مگر جیسے بے خشوع و خضوع بے روح ہے، یوں ہی ایسا روزہ کہ مونھ بندھا اور اعضا گناہوں میں مشغول۔

روزہ کی نیت

نیت کا وقت غروب آفتاب سے ضحوۂ کبریٰ تک ہے، ہر روزہ کے لئے ہر روز نیت لازم ہے، نیت زبان سے بہتر ہے، الفاظ نیت شب سے کرے تو یوں کہے: نویت ان

اصوم غدا للّٰہ تعالیٰ من فرض رمضان ھذا۔ میں نے نیت کی کہ اس رمضان کا فرض روزہ کل رکھوں گا اللہ تعالیٰ کے لئے۔ اور دن میں نیت کرے تو یوں کہے: نویت ان اصوم ھذا الیوم للّٰہ ۔ میں نے آج اس رمضان کا فرض روزہ اللہ عزوجل کے لئے رکھا، یعنی صبح صادق سے نہ صرف اس وقت سے نیت کر کے سو گیا پھر شب میں اٹھ کر کھایا پیا تو پہلی نیت کافی ہے، جدید کی حاجت نہیں۔ سحری کی نیت ہے جب کہ کھاتے وقت یہ ارادہ نہ ہو کہ روزہ نہ رکھوں گا۔

سنن و مستحبات

سحری کا وقت صبح صادق تک ہے۔ سحری کھانا سنت و موجب وقت ہے برکت ہے تاخیر سحری سنت ہے مگر اتنی نہ کہ شک ہو جائے۔ سحری کھا کر اوپر لکھے الفاظ: نویت ان اصوم غدا۔ الخ کہنا مستحب ہے سحری ضرور کی جائے اگر چہ ایک چلو پانی ہی میسر ہو۔

افطار

میں جلدی سنت و موجب برکت ہے، غروب کا غالب گمان ہونے پر افطار کر لیا جائے۔ ابر میں جلدی نہ کی جائے نماز سے پہلے افطار کریں کھجور چھوارے یہ نہ ہوں تو پانی سے ،ان تینوں سے درست ہے ،کھانے میں مشغول ہو کر نماز میں تاخیر نہ کریں مرد جماعت کھانے کی وجہ سے نہ چھوڑیں۔ آج کل بہت لوگ اس میں مبتلا ہیں، بعد افطار یہ دعاء پڑھیں: اللھم لك صمت و بك آمنت و علیك توکلت و علیٰ رزقك افطرت فاغفرلی ما قدمت وما اخرت۔

تراویح

۲۰ ررکعت ہر شب سنت مؤکدہ ہیں غیر معذور مرد عورت کے لئے ۔مرد کے لئے جماعت بھی سنت مؤکدہ کفایہ ہے، اور مسجد میں جو فضیلت ہے گھر میں جماعت کی وہ فضیلت نہیں ۔نیت سنت تراویح کریں یا قیام اللیل یا سنت وقت کی مطلق صلوٰۃ کی نیت نہ کریں۔ تراویح کا وقت فرض عشاء کے بعد سے صبح صادق تک ہے قبل وتر پڑھیں یا بعد وتر مگر خلاف سے بچنے کو پہلے ہی پڑھیں ہر چار رکعت کے بعد چار رکعت کی قدر استراحت مستحب ہے، اسی عرصہ میں پڑھیں: سبحان ذی الملك والملکوت سبحان ذی العزۃ والعظمۃ والھیبۃ والقدرۃ والکبریآء والجبروت سبحان الملك الحی الذی لا ینام ولا یموت سبوح قدوس ربنا و رب الملئکۃ والروح لآ الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نستغفر اللہ اللھم نسئلك الجنۃ و نعوذبك من النار۔ چاہیں تو صرف کلمہ طیبہ یا درود شریف پڑھیں یا سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے رہیں۔ قیام پر قدرت رکھنے والا بیٹھ کر نہ پڑھے، کمزور شخص جس قدر کھڑے ہو کر ادا کر سکے کھڑے ہو کر ادا کرے۔ جو فرض جماعت سے نہ پڑھے وہ تراویح جماعت سے پڑھ لے وتر تنہا پڑھے، تراویح کی قضا نہیں کہ دوسری شب میں آج کی پڑھ لیں گے۔

ختم قرآن کریم

تراویح میں ایک بار سنت مؤکدہ ہے ، دوبارہ اور فضیلت ، سہ بارہ افضل، تلاوت قرآن پاک پر اجرت لینا دینا حرام۔ حافظ بے اجرت نہ مل سکے تو اس سے وقت مقرر کر کے وقت کی اجرت ٹھہرالیں اور صاف کہہ دیں کہ ختم قرآن کی کوئی اجرت نہ ہوگی پھر اسے بطور انعام جو چاہیں دیں، داڑھی منڈانے والے یا حد شرع سے کم کرنے والے فاسق ہیں، ان کو امام نہ بنایا جائے مسافر کو روزہ افضل ہے۔ مگر جبکہ اس سے بہت گرانی اور تکان لاحق ہو، یونہی مریض جبکہ اس کا مرض اس سے بڑھے یا دیر پا ہو، نابالغ کے پیچھے تراویح جائز نہیں۔

اعتکاف

اکیسویں شب سے چاند رات تک پچھلے عشرہ کا اعتکاف مسجد جماعت میں سنت کفایہ ہے کہ شہر میں کوئی نہ کرے تو سب ملزم ٹھہریں گے۔

مفسدات

قصداً اگر روزہ یاد ہوتے ہوئے کھایا پیا، جماع کیا ،بھول کر کھا پی رہا تھا، روزہ یاد آنے پر سحری کھا رہا تھا۔ صبح صادق ہونے پر مونھ کا نوالہ یا گھونٹ نگل گیا۔ تو روزہ جاتا رہا، قضا و کفارہ دونوں واجب ہو گئے۔ کلی کرنے میں پانی حلق کے نیچے اتر گیا ناک میں پانی ڈالنے میں دماغ میں چڑھ گیا، قصداً مونھ بھر کھانے یا پت خون کی مونھ بھر قے خود آئی اور چنے برابر یا زیادہ نگل گیا، چنے برابر یا زیادہ کھانا دانتوں میں اٹکا تھا نگل گیا ناک میں دوا سرک لی، کان میں دوا یا تیل ڈالا، حقنہ کیا، صبح صادق کے قریب یا بھول کر جماع میں مشغول تھا صبح ہونے پر یاد آنے پر الگ نہ ہوا، مباشرت فاحشہ کرنے، بوسہ لینے، چھونے سے انزال ہو گیا، حقہ، بیڑی، سگریٹ وغیرہ پینا، پان کھانا اگر چہ پیک تھوک دے حلق تک نہ جائے ان تمام صورتوں میں اگر روزہ دار ہونا یاد ہے اور عادی نہیں تو روزہ جاتا رہا اور قضاء واجب ہو گئی کفارہ نہیں۔ جن کا روزہ فاسد ہو جائے ان پر اور حیض و نفاس والی پر جب دن میں پاک ہوں، نابالغ پر جب دن میں بالغ ہو، مسافر پر جب دن میں مقیم ہو واجب ہے کہ پورے دن روزہ دار کی طرح رہیں۔

مکروہات

جھوٹ، غیبت، چغلی، گالی گلوج، کوسنا، ناحق ایذا دینا، بے ہودہ وفضول بکنا، چیخنا چلانا شطرنج، جوا، تاش وغیرہ کوئی نا جائز کھیل کھیلنا یا کوئی تماشا دیکھنا مباشرت فاحشہ، عورت کا ہونٹ یا زبان چوسنا اگر انزال یا جماع میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو تو عورت کا بوسہ لینا یا چھونا، یا کلی کرنے یا ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ، پانی میں ریاح خارج کرنا، پچھنے لگوانا، بے عذر کسی چیز کا چکھنا چبانا، نیچے خوب زور دیکر استنجا کرنا انجکشن لگوانا ،ضعف کے اندیشہ کی حالت میں فصد کھلوانا بے عذر کسی چیز کے چکھنے یا چبانے سے مراد یہ ہے کہ حلق کے نیچے نہ جائے۔ شوہر یا آقا کی بدمزاجی کی وجہ سے نمک چکھنے یا چھوٹے بچے کو کھلانے کے لئے جب کہ غیر روزہ دار نہ ہو یا نرم غذا نہ ہو تو کراہت نہیں۔ افطار کے وقت کھینچ کر حقہ پینا کہ حواس میں فتور آ جائے حرام ہے۔

روزہ نہ رکھنے کے شرعی عذر

سفر شرعی، مرض بڑھنا، یا دودھ پلانا حمل وخوف وا کراہ ونقصان عقل و جہاد اور ایسا بوڑھا کہ روز بروز کمزور ہوگا نہ اب رکھنے پر قادر نہ بظاہر آئندہ قادر ہو سکے گا، ہر روزہ کے بدلے فدیہ دے۔ اگر گرمیوں میں نہ رکھ سکتا ہو تو اب افطار کرے جاڑوں میں روزہ رکھے فدیہ دیتا رہا پھر قادر ہو گیا تو قضا لازم فدیہ صدقہ نفل ہو گیا۔

روزہ کا فدیہ

ہر روزہ کے بدلے ہر روز دونوں وقت مسکین کو پیٹ بھر کھانا کھلانا یا صدقہ فطر کی مقدار مسکین کو دینا۔

روزہ کا کفارہ

پے در پے ساٹھ روزے رکھنا، اس کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت کھانا کھلانا۔

صدقہ فطر

مالک نصاب پر واجب ہے کہ اپنے اور اپنے بچوں کی طرف سے بریلی کی پکی تول سو کے سیر سے گیہوں پونے دو سیر اٹھنی بھر اور پر مسکین کو دے یا جو ساڑھے تین سیر ایک روپیہ بھر، قیمت بھی دے سکتا ہے اور یہی احسن ہے۔ گیہوں دو کلو پینتالیس گرام، یا جو چار کلو نوے گرام مسکینوں کو دے، یا اس کی قیمت دے۔

روزۂ شک

اگر ۲۹ رشعبان کو بوجہ ابر وغبار (بقیہ ص ۴۱ پر......)

ترجمہ المعتقد المنتقد مع المستند المعتمد

پر

علماء اہل سنت کے تأثرات وتقریظات

ترتیب از: محمد یونس رضا مونس اویسی (مدیر ماہنامہ ہذا)

اظہار تأثر بر ترجمہ معتقد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ، نحمدہ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ وازواجہ و صحبہ اجمعین

مخدوم العلماء، کبیر الکبراء، گرامی القاب، شہیر آفاق، آبروئے اہل سنت، فخر ملت، وجاہۃ العلم والافتاء، رفیع القدر، مرجع خواص وعوام حضرت علامہ مولانا الشیخ محمد اختر رضا خاں (ازہری میاں قبلہ) بریلوی قادری نوری (اطال اللہ تعالیٰ فی ظلہ اللطیف علینا وعلی سائر اہل السنن بالصحۃ والبرکات) نے ''المعتقد المنتقد'' کا اور اس کی شرح ''المستند المعتمد'' کا ابھی (چند ماہ پیشتر) اردو میں جو ترجمہ کیا ہے جسے ''المجمع الرضوی'' رضا نگر، بریلی شریف نے خوشنما، خوشخط کتابت وطباعت سے مزین کرا کے تازہ تازہ نشر کیا ہے نظر نواز ہوا۔ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی۔

حضرت موصوف گرامی مدظلہ العالی کے خادم خاص، عزیز وقربت جناب محترم مولانا مفتی محمد شعیب رضا صاحب قادری نعیمی نے مجھ سے بذریعہ خط، ترجمۂ معتقد ومستند پر تأثرات لکھنے کی فرمائش کی۔ میں نے سوچنے میں ہفتے لگا دیئے حتیٰ کہ پھر خود حضرت مترجم نے مجھے بلایا اور بالمشافہ زبانی اظہار تأثر کا امر کیا تو لامحالہ امتثال امر کے لئے مجھے کرہاً تیار ہونا پڑا حالانکہ میں اپنی نااہلی خوب اچھی طرح جانتا ہوں، یہ اہم کام ہے مجھ جیسے پھوہڑ، کم علم وفہم، سقیم الرائے اور پھسڈی آدمی کا کام نہیں۔ یہ توقیع و رفیع رائے والے بڑے عالموں ماہر قلم کاروں کا کام ہے۔ چونکہ مجھے سچ مچ (بلا تصنع وتواضع) اپنی سوچ اور رائے کے صحیح وسلیم ہونے پر جلدی اعتماد نہیں ہوتا ہے (الا بتائید دلیل قاطع او بتصویب مصوّب من ذوی العلم المعتمد علی رائھم) اس لئے میں کتراتا رہا اور جھجکتا رہا اس امر کی تعمیل سے۔ لیکن دوسری طرف امتثال امر آمر سے پہلو تہی بھی معیوب بات ہے تو ہمت کر کے مجبورانہ کچھ نہ کچھ عرض کروں۔ صحیح وصواب ہو تو قبول فرما لیا جائے ورنہ رد کر دیا جائے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمۂ معتقد مستند، سردست، میری سرسری نظر میں

حضرت ازہری میاں قبلہ زید مجدہٗ کا کیا ہوا یہ ترجمہ میں نے بڑے چاؤ سے مطالعہ کیا یعنی صرف جگہ جگہ سے سرسری طور پر، رغبت سے دیکھا (کہ ابھی پوری کتاب، بالاستیعاب مجھے دیکھنے کی نوبت نہیں آئی ہے۔ اور نہ ابھی اصل سے یعنی عربی متن وشرح سے پوری کتاب (مترجم) کا تقابل کر سکا ہوں۔ کیوں کہ نہ یہ کام ایک اکیلے آدمی کا ہے نہ ہفتے دو ہفتے کا ہے) دیکھ کر اندازہ ہوا کہ ترجمہ اچھا ہے بہت اچھا۔ خوبیوں بھرا۔ کہ نمونہ ہی سے شئی کی خوبی یا خامی وخرابی کا پتا لگ جاتا ہے۔ جب حضرت نے اصل کی عبارات پڑھوا کر، سن کر ترجمہ کرانا شروع کیا تھا تبھی اس خوش کن

خبر نے دل خوش کر دیا تھا۔ اور اب کہ چھپ کر تیار ہو کر ہاتھوں میں آچکا ہے۔ نظر کے سامنے ہے مسرت دوچند ہوگئی۔ حضرت کی یہ کاوش، سبحان اللہ ایک اچھی قابل ستائش کاوش ہے۔ ماشاء اللہ مفید کام ہے۔ جس کی ضرورت تھی۔ کہ عام طلبہ بہت علماء کو بھی ترجمہ کی طرف بہت پہلے سے بشدت احتیاج تھی۔ فللّٰہ الحمد

پردۂ بے اعتنائی دریدہ ہوا

جاننے والے جانتے ہیں کہ متن وشرح دونوں کی عربیت کتنی دقیق ہے۔ اسلوب بیان کیسا قابلانہ و فاضلانہ ہے۔ اور ادبیات ادیبانہ اور طرز محبانہ سے دونوں کتابوں میں کیسا گہرا گہرا رنگ وروغن کیا گیا ہے۔ دونوں کے یہاں علم کلام جیسے فن میں بھی طریقت و محبت کی چاشنی جگہ جگہ موجود ہے یعنی عام فنیات و درسیات سے جدا گانہ اسلوب ان کا ہے۔ حتی کہ اعلیٰ استعداد والے طبقہ نے ہی ان سے استفادہ کیا ہوگا۔ طلبہ تو طلبہ بہت علماء و مدرسین بھی ان سے خاطر خواہ فائدہ نہیں اٹھا سکے ہوں گے۔ بلکہ کتنے وہ ہیں جنہوں نے نہ ان کے نام سنے تھے نہ ان کی شان سے کان آشنا ہوتے پڑھنا پڑھانا تو دور کی بات تھی۔ اور رہا اردو داں طبقہ تو اس کا ان انمول دونوں کتابوں کے مطالب گرانمایہ اور مضامین بیش بہا وفوائد نادرہ سے بالکل بے خبر اور محروم رہنا ظاہر ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ المعتقد، اور المستند اتنی اہم وانفع، نہایت لائق اعتنائی، مستوجب التوجہ ہونے کے باوجود بے اعتنائی کے پردے میں ڈھکی چھپی سی رہیں حتی کہ روز افزوں علمی انحطاط نے انہیں گمنام یا کم نام سا کر دیا۔ گنتی کے بڑے بڑے عالموں کو چھوڑ کر تقریباً سب نے بے اعتنائی برتی۔ ایسی صورت میں حضرت ازہری میاں قبلہ نے کرم فرما کر شدید عدیم الفرصت ہونے کے باوجود، ترجمہ کے لئے وقت نکالا بڑا کام انجام دیا۔ ترجمہ نے معتقد ومستند کو گویائی زندگی وتابندگی دیدی۔ ان کی گمنامی یا کمنامی کا پردہ چاک کر دیا۔ اب انشاء اللہ تعالیٰ ان کتابوں کو بذریعہ ترجمہ اپنا حق مل جائے گا۔ امید ہے کہ شہرت تامہ میسر آئے گی اور ان کی مقبولیت وافادیت میں کافی اضافہ ہوگا۔ بڑے عالموں کی طرح اب عامۂ علماء طلبہ بلکہ اردو داں طبقہ کے عام افراد بھی یکساں مستفید ومنتفع ہو سکیں گے۔ فجزا اللّٰہ تعالیٰ جزاء المحسنین۔

ترجمہ کی بعض خوبیاں

ترجمہ کی شان وقعت کا اندازہ حضرت مترجم کی شان عالمیت دیکھ کر ہر کس وناکس بآسانی لگا سکتا ہے۔ البتہ ترجمہ کی خوبیاں گننا اور بیان کرنا اور بات ہے۔ یہ ہر ایک کے لئے آسان نہیں۔ چنانچہ راقم السطور (محمد صالح غفرلہٗ) خود حق ادائے تحسین میں کوتاہ دست ہے۔ میں کیا بیان کروں؟ جو کروں آدھی ادھوری رہے کہ میری دیدناقص اور دانست ادھوری ہے۔ میری جھولی سراہنے والے الفاظ متناسبہ سے خالی سی ہے۔ تعمیل حکم میں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ حضرت کی یہ سعی بے شبہ لائق تحسین ہے۔ ترجمہ قابل اعتماد ہے۔ عمدہ ومفید ہے۔ اسے صحیح وحسن کہنا کری ہوئی بات کہنا ہے کہ وہ صحت کے زیور پر وقعت سے مزین تو ہے ہی۔ اور لفظ و معنی میں حسین تناسب کی دیدہ زیب، زیبائش سے آراستہ تو ہے ہی کہ اس کے صحیح وحسن ہونے میں کیا کلام (باستثناء مواضع تسامحات عدیدہ جن کی اصلاح، بعد نظر ثانی ضروری ہے) بلکہ ستائش وخوبی کی بات تو یہ ہے عام فہم زبان میں بامحاورہ وسلیس ترجمہ ہے۔ اسلوب ترجمانی میں قدرے ندرت بھی ہے اور شگفتگی بھی۔ اس کے ساتھ ساتھ مترجم نے غیر علماء کا لحاظ رکھتے ہوئے تسہیل کا دھیان اور التزام رکھا ہے۔ حتی کہ وضاحت طلب جملوں اور دقیق اور مشکل لفظوں کی مناسب توضیح جہاں جہاں ضروری سمجھی قوسین میں فرمادی ہے۔ حتی کہ بہت جگہ مصطلحات کے مطالب بھی حضرت کی تسہیل نگاری نے سہل سہل لفظوں میں بڑے ڈھنگ سے ادا کردئے ہیں۔ اصطلاح بھی خراب نہیں ہوئی اور تفہیم بخوبی ہوگئی۔

ایک خاص خوبی مجھے اس مترجم کتاب کی ایک خاص خوبی، بڑی اچھائی، یہ نظر آئی کہ حضرت مترجم نے بحیثیت مترجم، ترجمہ پن کا برابر لحاظ رکھا ہے۔ اس کو جہاں تک ہو سکا ہے نظر

اندازنہیں کیا ہے۔یعنی یہ کام المعتقد اور المستند کا ترجمہ ہی کہلائے گا۔نہ کہ ان کا محض چربہ یا خلاصہ یا تلخیص یا تشریح ایسا نہیں ہے کہ مترجم نے از سرنو یہ کوئی نئی تصنیف بنائی ہو۔جبھی تو مافی العربی کی ادائے گی۔ترجمہ میں کافی اور ٹھیک مناسبت کے ساتھ موجود و مشاہد ہے۔مترجم نے مناسبت بین المعانی والالفاظ سے بے اعتنائی نہیں برتی ہے۔الابوجہ وجیہ یہ صفت،ترجمہ کی بڑی کامل خوبی ہے۔حالانکہ اردو زبان کا دامن بہت کوتاہ ہے اس بے چاری کے یہاں وہ فراخ دامانی کہاں جو عربی کو میسر ہے۔
واللہ علی کل شئی قدیر ولا توفیق الابہ وھو العلی العظیم۔

اور سونے پر سہاگہ یہ کہ تاہم (یعنی ترجمہ پن کے لحاظ والتزام کے باوجود) عام قاری کو ترجمہ پن یا ترجمانی کا احساس جلدی نہیں ہوگا۔ بلکہ اسے ہی لگے گا کہ وہ کوئی مترجم کتاب نہیں پڑھ رہا ہے بلکہ اس کا وجدان کہے گا کہ یہ کتاب،فن کلام وعقائد پر ازسرنو تصنیف کردہ ایک نئی کتاب ہے۔یا بالفاظ دیگر یوں تأثر ظاہر کروں کہ یہ مترجم مدظلہ کی طرز ترجمانی کا کمال ہے کہ اس نے صرف لباس زبان تبدیل کرایا ہے یعنی ملبوسات عربیہ اوترواکر عین مافی الاصل من المطالب والمعانی کو زبان اردو کا جامہ پہنا دیا ہے اور بس۔فللہ در المترجم۔ولہ الحمد فی الاولیٰ وفی الآخرۃ۔ فجزا اللہ عزوجل المترجم ومن اعانہ فی ھذا السعی جزاء الشاکرین۔وجعل بحرمۃ نبینا الاکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سعیھم مشکورا۔

راقم السطور
بندۂ احقر محمد صالح غفرلہٗ قادری بریلوی راعینی
مدرس مدرسہ رضویہ منظر اسلام،رضانگر بریلی شریف
۲۴؍جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ روز دوشنبہ مبارکہ
11-6-2007

☆☆☆☆☆☆☆

پیغامِ تعزیت

۹۲؍۷۸۶— میرے برادر معظم ومکرم حضرت مولانا تحسین رضا خانصاحب علیہ الرحمہ والرضوان کے انتقال پرملال سے لاکھوں انسانوں کے دل غمگین ہیں۔ان کا بچپن تحصیل علم میں گزرا جوانی اور بڑھاپا خدمت دین ملت میں۔مولیٰ تعالیٰ ان کی دینی وملی خدمات کو قبول فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد
ناچیز حبیب رضا قادری غفرلہٗ
۱۳؍اگست ۲۰۰۷ء

(......بقیہ ص ۱۸ کا) ۱۹۶۳ء سے میں باہر رہتا ہوں مدھیہ پردیش جس کا ایک حصہ اب چھتیس گڑھ کہلاتا ہے حضرت مفتی اعظم کی ایماء پر جو عالم خواب میں فرمایا تھا وہاں جانا ہوا اور آج بھی وہیں رہتا ہوں ، برادر عزیز اور یہ ناچیز اتفاق سے قد وقامت نیز شکل وصورت میں یکساں تھے اگر میرا لباس وہ پہن لیتے یا میں ان کے کپڑے پہنتا تو دیکھنے والے کو یہ امتیاز مشکل ہوتا کہ کسی دوسرے کا لباس ہے اس زمانہ میں کئی بار ایسا ہوا کہ ضرورت پڑنے پر انہیں لکھ دیا کہ کپڑے سلوا کر بھیج دو تو اپنے ناپ سے سلوا کر مطلوبہ کپڑے بھیج دیتے شکل وصورت میں مشابہت اس درجہ کہ ان سے کوئی صاحب کسی کام کے لئے کہتے اور کچھ دن بعد میں انہیں مل جاتا تو وہ مجھ سے دریافت کرنے لگتے کہ فلاں کام کرنے کے لئے آپ سے کہا تھا اس کا کیا رہا، یہی معاملہ ان کے ساتھ ہوتا تھا ایسا اکثر ہوا،اس زمانہ میں فون اور موبائل کا چلن نہیں تھا،خط وکتابت ہوا کرتی تھی،کبھی وہ لکھتے کبھی میں لکھتا،خط کے شروع میں آداب والقاب اور سلام کے بعد یہ ضرور لکھتے کہ بہت دن سے آپ لوگوں کی خیریت معلوم نہ ہوئی فکر ہے افسوس! کہ وہ فکر کرنے والا نہ رہا،اور اپنی فکر ہم لوگوں کے لئے چھوڑ گیا،وقت رخصت ان پر خدا ہی جانے کیا گزری اور اب کس حال میں ہیں لیکن میرا وجدان یہ کہتا ہے کہ وہ گئے نہیں ہیں بلکہ مدینہ کی پرافزا بہاروں میں کھو گئے اس لئے کہ بہت پہلے اپنی ایک نعت کے مطلع میں کہا تھا۔

مدینہ سامنے ہے بس ابھی پہنچا میں دم بھر میں
تجسس کروٹیں کیوں لے رہا ہے قلب مضطر میں

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ انہیں جنت میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین۔

غمزدہ دل شکستہ
سبطین رضا غفرلہ

ماہنامہ "سنی دنیا" کی عظیم پیش کش

مظہر مفتی اعظم نمبر

مشمولات

۱-حضرت صدر العلماء کا خاندان ذیشان
۲-حضرت صدر العلماء کے والد ماجد علامہ محمد حسنین رضا خاں قادری برکاتی رضوی
۳-حضرت صدر العلماء کا بچپن
۴-حضرت صدر العلماء کے تعلیمی مراحل
۵-حضرت صدر العلماء کے اساتذہ
۶-حضرت صدر العلماء کی علمی اسناد
۷-حضرت صدر العلماء کا عہد شباب
۸-حضرت صدر العلماء کی عائلی زندگی
۹-حضرت صدر العلماء گلشن رضا کے گل سرسبد
۱۰-حضرت صدر العلماء کی دینی خدمات
۱۱-حضرت صدر العلماء تدریسی خدمات
۱۲-حضرت صدر العلماء کی قلمی خدمات
۱۳-حضرت صدر العلماء کا شعری ذوق
۱۴-حضرت صدر العلماء حلقۂ احباب میں
۱۵-حضرت صدر العلماء کی مجلسی گفتگو
۱۶-حضرت صدر العلماء کی بذلہ سنجی
۱۷-حضرت صدر العلماء کے کریمانہ اخلاق
۱۸-حضرت صدر العلماء کا درس حدیث
۱۹-حضرت صدر العلماء کی فتویٰ نویسی
۲۰-حضرت صدر العلماء کا روحانی فیضان
۲۱-حضرت صدر العلماء کے مرشد برحق
۲۲-حضرت صدر العلماء کے تلامذہ
۲۳-حضرت صدر العلماء کے خلفاء
۲۴-حضرت صدر العلماء کے روحانی سلاسل
۲۵-حضرت صدر العلماء اکابرین کی نظر میں
۲۶-حضرت صدر العلماء کی عوامی مقبولیت
۲۷-حضرت صدر العلماء کے دعوتی اسفار
۲۸-حضرت صدر العلماء شفقت مجسم
۲۹-حضرت صدر العلماء پیکر زہد واتقا
۳۰-حضرت صدر العلماء مظہر مفتی اعظم
۳۱-حضرت صدر العلماء کی محدثانہ عظمت
۳۲-حضرت صدر العلماء کا آخری سفر
[رحلت، جنازہ تدفین کی تفصیلات]

منظوم خراج عقیدت ببارگاہ صدر العلماء

نوٹ: صدر العلماء کے معتقدین، تلامذہ وخلفاء اور علمائے اہل سنت سے گزارش ہے کہ ان مشمولات پر اپنا قلم اٹھائیں اور جس موضوع کو اپنائیں اس سے ہمیں ضرور مطلع فرمائیں نوازش ہوگی۔

المعلن: محمد یونس رضا مونس اویسی

مدیر: سنی دنیا ۸۲ سوداگران بریلی شریف۔فون:9358615951,9719918868

The Monthly
SUNNI DUNIA BAREILLY
Regd. No. 17(82) Vol-1 Annual Subscription
Rs.(100) Per Copy (10) Regd. PO. No. BR/211/2007

دُنیائے سُنّیت کی عظیم درسگاہ

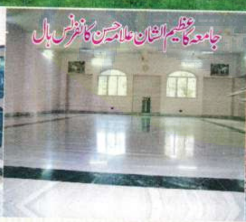
جامعۃ الرّضا

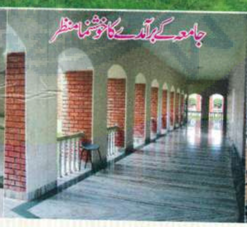
مرکز الدّراسات الإسلامیۃ

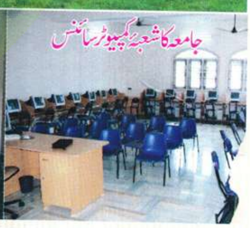
بریلی شریف یُوپی، ھند











Under Management | باھتمام

IMAM AHMAD RAZA TRUST
82, Saudagaran,
Bareilly Shareef (U.P.)

امام احمد رضا ٹرسٹ
۸۲/سوداگران، بریلی شریف (یوپی)